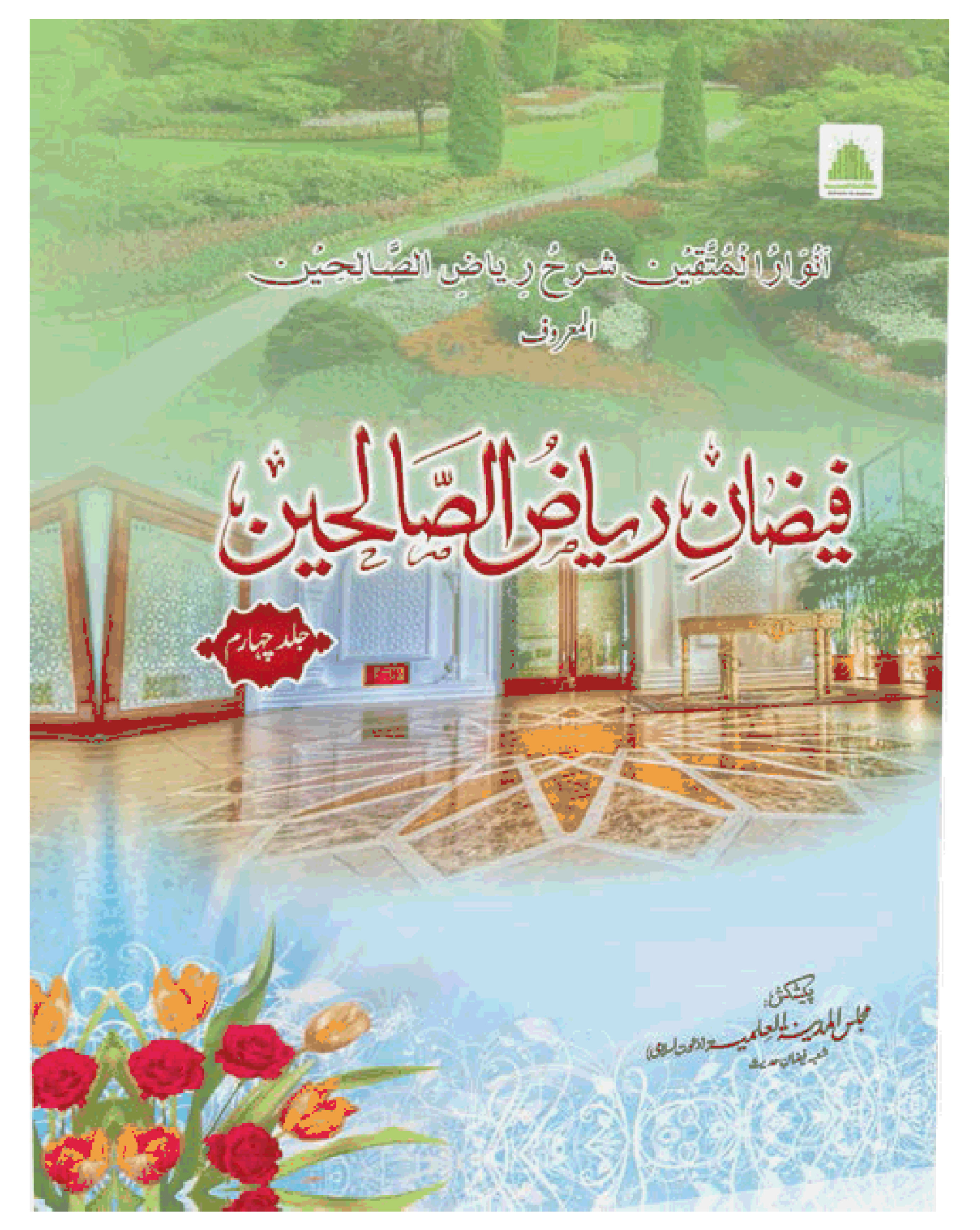

انوار المتقین شرح ریاض الصالحین
المعروف
فیضانِ ریاض الصالحین
جلد چہارم
پیشکش:
مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبہ فیضانِ حدیث

ظاہری وباطنی اعمال کی اصلاح کے لیے آیات واحادیث پر مشتمل
شَیْخُ الْاِسْلَام اَلْحَافِظ اَلْاِمَام مُحیُ الدِّین اَبُوزَکرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی
کی مشہور زمانہ کتاب

ریاض الصالحین

کا اردو ترجمہ وشرح بنام

اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن

المعروف بہ

فیضانِ ریاض الصالحین

(جلد چہارم)

مؤلفین
سید محمد سجاد عطاری مدنی، سید منیر عطاری مدنی، محمد علی رضا عطاری مدنی

پیشکش
مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ (دعوتِ اسلامی)
(شعبہ فیضانِ حدیث)

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

نام کتاب	:	فیضانِ ریاض الصالحین (جلد چہارم)
پیش کش	:	شعبۂ فیضانِ حدیث (مجلس المدینۃ العلمیۃ)
پہلی بار	:	محرم الحرام ۱۴۴۰ھ، ستمبر 2018ء تعداد: 3000 (تین ہزار)
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۳۹ ہجری   حوالہ نمبر: 219

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد چہارم)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب و رسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب و مفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

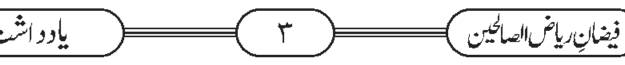


مجلس تفتیشِ کتب و رسائل (دعوتِ اسلامی)

29-4-2018

E.mail: ilmia@dawateislami.net

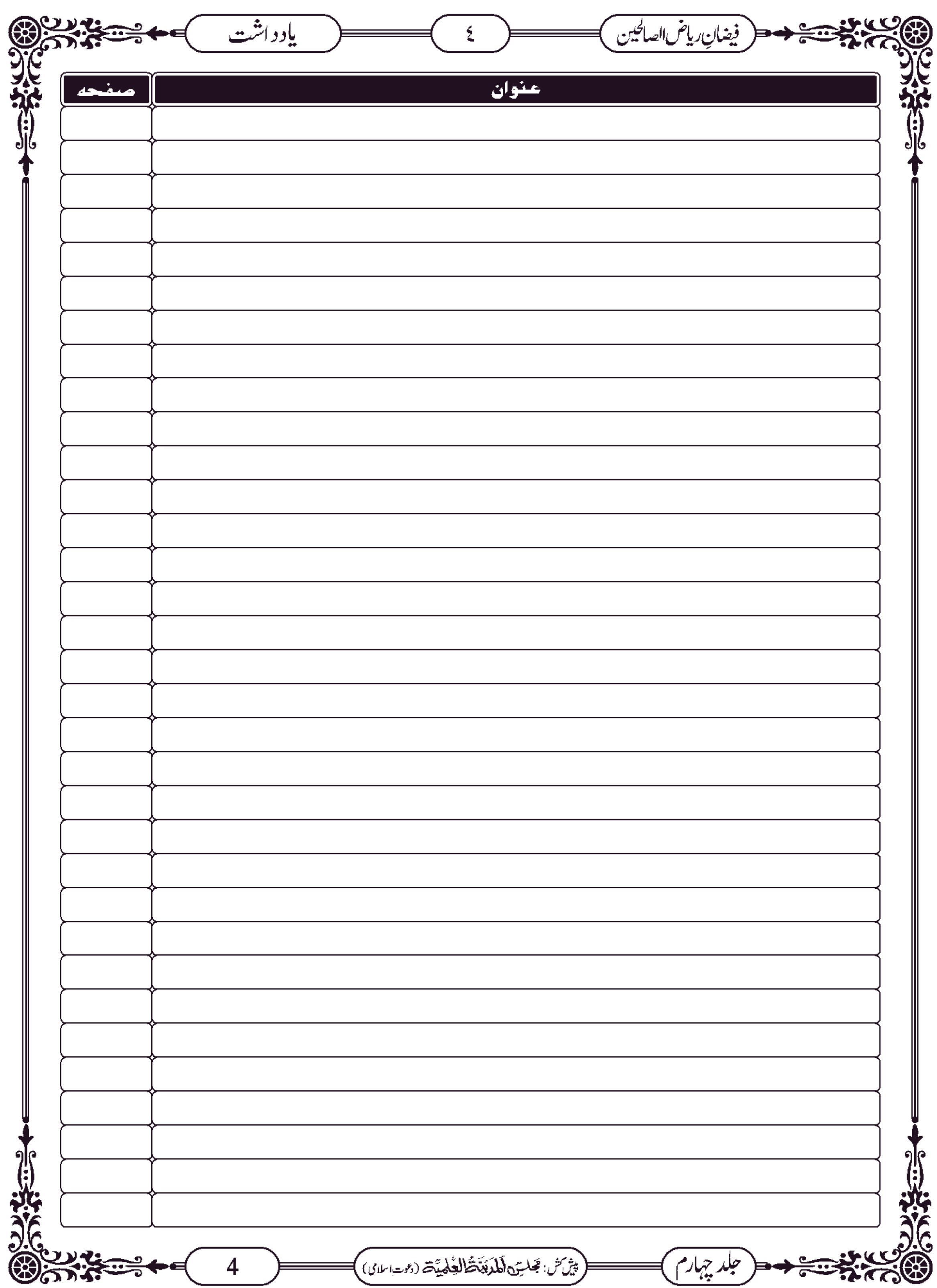
www.dawateislami.net



یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اِشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ



عنوان	صفحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ ریاض الصالحین“ کے سترہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”17 نیّتیں“

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“ (معجم کبیر، یحیی بن قیس، ۶/۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مدنی پھول:

- ...بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- ...جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حَمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حتَّی الوَسعْ اِس کا باوُضُو اور (7) قِبلہ رُو مطالَعہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”اللہ“ کا نامِ پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) شرعی مسائل سیکھوں گا (13) اس حدیثِ پاک ”تَھَادَوْا تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ۲/۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (14) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (15) اس کتاب کا ثواب پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (16) کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیت حصول علم دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علم دین حاصل کرنے کے ثواب کا حق دار بنوں گا۔ (17) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ (ناشرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتا دینا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

از شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک "دعوتِ اسلامی"** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک **"المدینۃ العلمیۃ"** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے[1] ہیں:

(1) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (2) شعبۂ درسی کُتُب (3) شعبۂ اصلاحی کُتُب

(4) شعبۂ تراجمِ کتب (6) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (6) شعبۂ تخریج

"المدینۃ العلمیۃ" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدّدِ دین و مِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیر و برکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اِشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بَشُمُول **"المدینۃ العلمیۃ"** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

[1] ......تادمِ تحریر (جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ) مزید شعبے قائم ہو چکے ہیں: (۷) فیضانِ قرآن (۸) فیضانِ حدیث (۹) فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (۱۰) فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱) شعبہ امیرِ اہلسنت مَدَّظِلُّہ (۱۲) فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳) فیضانِ اولیاء وعلماء (۱۴) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵) رسائلِ دعوتِ اسلامی (۱۶) عربی تراجم۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ

پیش لفظ

اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے حضور نبیِّ رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَفعال واَقوال کو اپنی مایہ ناز ومشہورِ زمانہ تصنیف **"ریاض الصالحین"** میں نہایت ہی اَحسن انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں کہیں **مُنْجِیَات** (یعنی نجات دلانے والے اَعمال) مثلاً اِخلاص، صبر، اِیثار، توبہ، توکُّل، قناعت، بُردباری، صِلۂ رحمی، خوفِ خدا، یقین اور تقویٰ وغیرہ کا بیان ہے تو کہیں **مُہلِکات** (یعنی ہلاک کرنے والے اَعمال) مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کا بیان۔ یہ کتاب راہِ حق کے سَالِکِیْن کے لئے مَشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اَحادیث کی اس عظیم کتاب کی اسی افادیت کے پیشِ نظر تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** کی **مجلس المدینۃ العلمیۃ** نے اس کے ترجمے وشرح کا بیڑا اُٹھایا تاکہ عوام وخواص اس نہایت ہی قیمتی علمی خزانے سے مالا مال ہوسکیں، چنانچہ **مجلس المدینۃ العلمیۃ** نے یہ عظیم کام **"شعبۂ فیضانِ حدیث"** کو سونپا۔ اس شعبے کے اسلامی بھائیوں نے خالقِ کائنات پر بھروسہ کرکے فی الفور کام شروع کردیا، بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی قلیل عرصے میں اِس کی پہلی جلد مکمل ہوکر زیورِ طَبع سے آراستہ ہوگئی۔ **ریاض الصالحین** کے اس ترجمے وشرح کا نام شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے "اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن المعروف **فیضانِ ریاض الصالحین**" رکھا ہے۔ **"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد چہارم)** آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جو 15 ابواب اور 155 اَحادیث پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ اَبواب اور اَحادیث کی نمبرنگ ترتیب وار پچھلی جلدوں کے اعتبار سے کی گئی ہے۔

"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد چہارم) پر کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) ہرباب کے شروع میں تمہید ونئے صفحے سے ابتداء، تمام ابواب، آیات، احادیث کی نمبرنگ، آیات کی سافٹ ویئر سے پیسٹنگ وحتی المقدور ترجمۂ کنز الایمان کا التزام کیا گیا ہے۔

(2) اَحادیث کی آسان شرح، بعض اَحادیث کی باب کے ساتھ مطابقت، بامحاورہ ترجمہ، موقع کی

مناسبت سے شرح میں ترغیبی وترہیبی ودعائیہ کلمات اور بعض جگہ مختلف الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں۔

(3) مکرراحادیث میں مناسبت والے مواد کو تفصیلاً اور دیگر مواد کو اجمالاً بیان کرکے پچھلے باب یا جلد کی تفصیلی شرح کی طرف نشاندہی کر دی گئی ہے۔

(4) احادیث کی شرح کے بعد آخر میں مدنی گلدستے کی صورت میں اُن کا خلاصہ، اصل ماخذ تک پہنچنے کے لیے آیات، اَحادیث ودیگر مواد کی مکمل تخریج بھی کر دی گئی ہے۔

(5) اِجمالی وتفصیلی فہرست کے ساتھ آخر میں ماخَذومَراجع بھی دیے گئے ہیں، نیز کئی بار پروف رِیڈنگ کے ساتھ ساتھ مفتیانِ کرام سے اس کی شرعی تفتیش بھی کروائی گئی ہے۔

(6) واضح رہے کہ فیضانِ ریاض الصالحین جلد چہارم میں بھی عمومی طور پر سابقہ جلدوں کے مدنی پھولوں کے مطابق ہی کام کیا گیا ہے البتہ اِختصار کے پیش نظر بعض جگہ مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ بعض اَبواب میں چند اَحادیث کی ایک ساتھ شرح بھی بیان کی گئی ہے۔ نیز فارمیشن میں بھی اِس بات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ کم سے کم صفحات میں زیادہ سے زیادہ مواد آجائے۔

اِن تمام کوششوں کے باوجود اِس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی عنایت اور امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہیں اور جو بھی خامیاں ہوں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب خوب سے خوب تر ہو لیکن پھر بھی غلطی کا اِمکان باقی ہے، اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مفید مشوروں اور قیمتی آراء سے ہماری حوصلہ اَفزائی فرمائیں اور اِس کتاب میں جہاں کہیں غلطی پائیں ہمیں تحریری طور پر ضرور آگاہ فرمائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری اِس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِسے ہماری بخشش ونجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شعبۂ فیضانِ حدیث، **مجلس المدینۃ العلمیۃ**

محرم الحرام ۱۴۴۰ہجری بمطابق اکتوبر 2018عیسوی

باب نمبر:41

والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حُرمت کا بیان

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! اِنسان اِس دنیا میں دو ۲ ہستیوں کے وسیلے سے آتا ہے، جنہیں **"ماں باپ"** کہا جاتا ہے، ماں کم وبیش نو مہینے تک مختلف تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرکے اپنے بچے کو پیدا کرتی ہے اور پھر باپ اپنا خون پسینہ ایک کرکے اس کی غذا وخوراک کا بندوبست کرتا ہے، اس کے مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دِلوانے کی تگ ودَو کرتا ہے، معاشرے میں رہنا سکھاتا ہے، اپنی زندگی کے ایسے تجربات سے آگاہ کرتا ہے جو اس کے لیے مفید ہوں، ماں باپ سردی، گرمی اور دھوپ چھاؤں کی طرح اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ الغرض ماں باپ اپنے بچوں کے لیے جو تکالیف برداشت کرتے ہیں اولاد کے لیے اس کا مکمل اور صحیح اِدراک کرنا بہت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے والدین کا مقام و مرتبہ بہت بلند فرمایا ہے، اُن کی رضا میں اپنی رضا اور اُن کی ناراضی میں اپنی ناراضی کو رکھ دیا ہے۔ نافرمان اَولاد کے لیے طرح طرح کی وعیدات کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جہاں اسلام نے والدین کا ادب واحترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا ہے وہاں دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا عظیم درس دیا ہے اور قطع رحمی کرنے والے کو جنت سے دُوری کی وعید سنائی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی "والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت" کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 آیات اور 5 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) قطع رحمی کرنے والے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ (پ ۲۶، محمد: ۲۲، ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن (انداز) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

مذکورہ آیت میں تَوَلَّیْتُم کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے والی بنانا، رُوگردانی کرنا، اِعراض کرنا۔ مفسرینِ کرام نے اس کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔ تفسیرِ قرطبی میں ہے: (1) اگر تم کو حکومت دے دی جائے تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم ایسے حاکم بنو گے جو رشوت لے کر زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ (2) تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم اُمَّت کے امور کے حاکم بن جاؤ تو تم ظلم سے زمین میں فساد برپا کرو گے۔ (3) تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم طاعت سے پھرو گے تو تم زمین میں نافرمانی اور قطعِ رحمی کرکے فساد برپا کردو گے۔ (4) اگر تم امور کے والی بن جاؤ تو تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ (5) تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم **کتاب اللہ** سے اِعراض کرو تو تم زمین میں حرام خون بہا کر فساد کرو گے اور قطعِ رحمی کرو گے۔ (6) ایک قول یہ بھی ہے کہ ممکن ہے اگر تم قرآن سے اِعراض کرو اور اس کے اَحکام سے دور رہو تو تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور اپنی جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے۔"[1] تفسیرِ طبری میں ہے: "جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں یعنی زمین میں فساد کرتے ہیں اور قطعِ رحمی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے لعنت فرمائی اور انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا اور انہیں بہرہ کردیا پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَواعِظ اور آیات وغیرہ میں سے جو بھی وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت ان سے چھین لی گئی۔ اور انہیں اندھا کردیا اور ان کی عقل سلب کرلی گئی، وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجَّتوں کو بیان نہیں کرتے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جن دلیلوں کو دیکھتے ہیں ان سے نصیحت نہیں پکڑتے۔"[2]

(2) رحمتِ الٰہی اور جنت سے دور لوگ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِۙ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اسے قطع کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۲۶، محمد، تحت الآیۃ: ۲۲، ۲۳، ۸/۱۷۶، الجزء السادس عشر۔

2 . . . تفسیر طبری، پ ۲۶، محمد، تحت الآیۃ: ۲۲، ۲۳، ۱۱/۳۲۱۔

وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ (پ ۱۳، الرعد: ۲۵) کا حصہ لعنت ہی ہے اور ان کا نصیبہ بُرا گھر۔

تفسیرِ طبری میں ہے: ''جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عہد توڑتے ہیں اور اُن کا عہد توڑنا یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے خلاف عمل کرتے اور اُس کی نافرمانی کرتے ہیں (وعدہ پکا کرنے کے بعد) یعنی بعد اس کے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اپنی جانوں پر یہ لازم کر چکے تھے کہ ہم نے جو عہد کیا ہے اس پر عمل کریں گے۔ (قطع تعلق کرتے ہیں) یعنی قریبی رشتوں کو توڑتے ہیں جن کو جوڑنے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا تھا۔ (زمین میں فساد پھیلاتے ہیں) زمین میں فساد سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنا ہے۔ (ان کا حصہ لعنت ہی ہے) تو یہی لوگ لعنتی ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور جنت سے دور۔ (ان کا نصیبہ بُرا گھر) یعنی آخرت میں جو اُن کا ٹھکانا ہے وہ بہت برا ہے۔''[1]

(3) والدین کو اُف نہ کہو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاؕ ﴿۲۴﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن سے ہُوں (اُف تک) نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور اُن سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (چھوٹی عمر) میں پالا۔

مفسرِ قرآن علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس آیت کے تحت درج ذیل مسائل بیان فرمائے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ اعمال:

(1) اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے حکم کو اپنی عبادت کرنے

[1] . . . تفسیر طبری، پ ۱۳، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۵، ۷/۳۷۸۔

اور اپنی توحید کے حکم کے ساتھ ذکر کیا جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ذکر کیا۔ چنانچہ سورۂ لقمان میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ-اِلَیَّ الْمَصِیْرُ(۱۴)﴾ (پ ۲۱، لقمٰن: ۱۴) ''ترجمۂ کنزالایمان: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، آخر مجھی تک آنا ہے۔'' حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟'' آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا'' عرض کی پھر کونسا؟ ارشاد فرمایا: ''پھر والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا'' عرض کی پھر کونسا؟ ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا۔''[1] (2) والدین کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرنے میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ان کے بُرا بھلا کہنے کے باوجود اُن سے اِعراض نہ کیا جائے اور نہ ہی اُن کی نافرمانی کی جائے کیونکہ یہ بالاتفاق گناہ کبیرہ ہے۔ (3) والدین کی جائز اَغراض میں اُن کی مخالفت کرنا اُن کی نافرمانی ہے جس طرح اُن کے جائز مطالبات میں اُن کی موافقت کرنا اِحسان و بھلائی ہے، اِس لیے جب ماں باپ یا اُن میں سے ایک اپنی اولاد کو کسی کام کا حکم دیں تو اَولاد پر اُن کی اطاعت کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو۔

سب سے زیادہ حُسنِ سُلوک کا حقدار:

(4) حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''لوگوں میں سب سے زیادہ میرے حُسنِ سُلوک کا حقدار کون ہے؟'' حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تیری ماں'' عرض کی: ''پھر کون؟'' ارشاد فرمایا: ''پھر تیری ماں'' عرض کی: ''پھر کون؟'' ارشاد فرمایا: ''پھر تیری ماں'' عرض کی: ''پھر کون؟'' ارشاد فرمایا: ''پھر تیرا باپ۔''[2]

کافر والدین کے ساتھ بھی حُسنِ سُلوک:

(5) والدین کے ساتھ بھلائی اور اچھا سُلوک کرنا صرف مسلمان والدین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ

---

1 . . . بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، ۱/ ۱۹۶، حدیث: ۵۲۷۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب بر الوالدین وانھما احق بہ، ص ۱۳۷۸، حدیث: ۲۵۴۸۔

اگر وہ دونوں کافر ہوں تب بھی اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ (پ٢٨، الممتحنة:٨)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دِین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ اُن کے ساتھ احسان کرو۔

حضرتِ سَیِّدَتُنا اَسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ میری ماں جو کہ مشرکہ تھی قریش کے عہد اور اُس کی مدت میں جبکہ انہوں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے معاہدہ کیا ہوا تھا اپنے باپ کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں، میں نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: ”کیا میں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔“[1]

(6) والدین کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرنے میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ جب جہاد فرضِ عین نہ ہو تو اُن کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہ جائے۔ حضرت **عبد اللہ** بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں جہاد میں جانے کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟“ اس نے عرض کی جی ہاں! حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”پس تو ان دونوں کی خدمت میں رہ کر جہاد کر۔“[2]

بوڑھے والدین جنت کے حصول کا ذریعہ:

(7) قرآن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ جب والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، بڑھاپے کا خاص طور پر ذکر فرمایا کیونکہ بڑھاپا ایسی حالت ہے جس میں والدین اَولاد کے حسنِ سُلوک اور نیکی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں کیونکہ بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے اُن کی کیفیت وحالت تبدیل ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِس حالت میں ان دونوں کا خیال رکھنا اس سے زیادہ لازم قرار دیا جتنا پہلے لازم کیا تھا کیونکہ اس حالت میں وہ اس پر بھاری بوجھ ہو گئے ہیں۔ پس بڑھاپے میں والدین اپنی اولاد سے اس

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب صلة المرأة امها ولها زوج، ٩٦/٤، حدیث: ٥٩٧٩۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب بر الوالدین وانهما احق به، ص ١٣٧٩، حدیث: ٢٥٤٩۔

چیز کے ملنے کے محتاج ہوتے ہیں جس چیز کی اَولاد بچپن میں محتاج ہوتی ہے کہ انہیں اپنے والدین سے ملے۔ امام مسلم نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔“ عرض کی گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کس کی؟“ فرمایا: ”جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر بھی وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔“[1]

(8) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”اُن (والدین) سے اُف تک نہ کہنا۔“ یعنی انہیں کوئی ایسا لفظ بھی نہ کہنا جس میں معمولی سا بھی تنگ کرنا ہو۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اُف نہ کہنا کا معنی یہ ہے کہ جب تو بڑھاپے میں انہیں بول و براز میں دیکھے جس طرح انہوں نے تجھے بچپن میں دیکھا تھا تو اُن سے گھن کھا کر اُف نہ کہہ۔ انسان اس موقع پر اُف کہتا ہے جب اسے کسی چیز سے گھن آتی ہے یا جب وہ کسی چیز کو حقیر اور کمتر سمجھتا ہے لہٰذا ماں باپ کے کسی بھی عمل یا ان کی کسی بھی چیز سے گھن کھا کر اُف نہیں کہنا چاہیے۔ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ عقوق یعنی نافرمانی میں سے اُف سے ادنٰی اور گھٹیا کوئی اور (لفظ یا عمل) پاتا تو اس کا ذکر فرماتا۔ لہٰذا والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے والا چاہے کوئی بھی عمل کرے وہ جہنم میں داخل نہیں ہو گا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا چاہے کوئی عمل کرے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔“

والدین کو اُن کے نام سے مت پکارو:

(9) ”اُنہیں جھڑکنا مت“ جھڑکنے کا مطلب غصے کا اِظہار کرنا ہے۔ ”اور ان سے اچھی بات کہنا“ یعنی تُو اُن سے بڑی نرمی و لطافت کے ساتھ بات کر۔ مثلاً اے میرے والد، اے میری ماں۔ عطا کہتے ہیں کہ اُن کے نام اور اُن کی کنیت سے انہیں نہ بلائے۔[2]

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب رغم من ادرک ابویه۔۔۔الخ، ص ۱۳۸۱، حدیث: ۲۵۵۱۔

2 . . . تفسیر قرطبی، پ ۱۵، الاسراء، تحت الآیة: ۲۳، ۲۴، ۵/ ۱۷۳ تا ۱۷۸، الجزء العاشر، ملخصاً۔

حدیث نمبر:336

تین سب سے بڑے گناہ

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ، قَالَ: "اَلْاِشْرَاکُ بِاللہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ" وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَۃُ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکرہ نُفَیع بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں بہت بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کی: "جی کیوں نہیں یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!" ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا" پہلے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: "خبردار! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا" پھر آپ مسلسل یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: "کاش کہ آپ سکوت فرمالیں۔"

حدیث نمبر:337

چار بڑے بڑے گناہ

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا عبدُاللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔"

کبیرہ گناہ کسے کہتے ہیں؟

عمدۃ القاری میں ہے: کبائر کبیرہ کی جمع ہے۔ گناہوں میں سے کبیرہ گناہ اس برے کام کو کہتے ہیں جس

---

1 . . . بخاری، کتاب الشھادات، باب ما قیل فی شھادۃ الزور، ۲/ ۱۹۴، حدیث: ۲۶۵۴ بتغیر۔

2 . . . بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، ۴/ ۲۹۵، حدیث: ۶۶۷۵۔

سے شریعت نے منع کیا ہو اور اس کا ارتکاب بڑا جرم ہو جیسے قتلِ ناحق، زنا کرنا اور جہاد سے بھاگ جانا وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر نافرمانی کو کبیرہ گناہ کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہر وہ گناہ جس پر آگ، لعنت، غضب یا عذاب کی وعید ہو اسے کبیرہ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کبیرہ ایک امرِ نِسبی ہے ہر اوپر والا گناہ اپنے نیچے والے گناہ کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور ہر نیچے والا گناہ اپنے اوپر والے کے اعتبار سے صغیرہ ہے۔[1]

کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟

علامہ بدرالدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے یہاں اس حدیث (نمبر 337) میں چار کبیرہ گناہ ذکر کئے گئے ہیں لیکن اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ صرف یہی چار کبیرہ گناہ ہیں کیونکہ اس میں کوئی بھی چیز حصر پر دلالت نہیں کر رہی۔ ایک قول یہ ہے کہ کبیرہ گناہ سات ہیں، حدیثِ ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں ہے: ”سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (2) جس کے قتل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حرام کیا اُسے ناحق قتل کرنا (3) جادو کرنا (4) سود کھانا (5) یتیم کا مال کھانا (6) جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا (7) شادی شدہ پاک دامن مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ ایک قول یہ ہے کہ کبیرہ گناہ نو ہیں، سات پیچھے والے اور دو یہ ہیں: (8) والدین کی نافرمانی کرنا (9) حرام کام کو حلال جاننا۔ ہمارے شیخ نے ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کبیرہ گناہ سترہ ہیں: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (2) کسی گناہ کو بار بار کرنا (3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہونا (4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جانا (5) جھوٹی گواہی دینا (6) پاکدامن شادی شدہ پر تہمت لگانا (7) جھوٹی قسم کھانا (8) جادو کرنا (9) شراب یا کوئی اور نشہ آور چیز پینا (10) یتیم کا مال ظلماً کھالینا (11) سود کھانا (12) زنا کرنا (13) لواطت کرنا (14) قتل کرنا (15) چوری کرنا (16) جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا (17) والدین کی نافرمانی کرنا۔“[2]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الشھادات، باب ماقیل فی شھادۃ الزور، ۹ / ۵۰۴، تحت الحدیث: ۲۶۵۳ ملتقطا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الشھادات، باب ماقیل فی شھادۃ الزور، ۹ / ۵۰۴، تحت الحدیث: ۲۶۵۳ ملخصا۔

سب سے بڑا گناہ:

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے، شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں اور دنیا و آخرت میں شرک کی سزا سے بڑی سزا کسی اور گناہ کی نہیں کیونکہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا شرک کے علاوہ کسی اور گناہ کی سزا نہیں اور نہ ہی کوئی اور گناہ ایمان کو برباد کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۵، النساء: ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اسکے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک مقام پر شرک کو ظلم کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔[1]

والدین کی نافرمانی:

حدیث میں عقوق کا لفظ آیا ہے عقوق عَقٌّ سے نکلا ہے عَقٌّ کا معنی ہے کاٹنا اور توڑنا۔ ”عَقَّ عَنْ اِبْنِهٖ“ کا معنی ہے اس نے اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا یا اس کی طرف سے بکری ذبح کی اور ”عَقَّ وَالِدَهٗ“ کا مطلب ہے اس نے اپنے باپ کی اطاعت کی لاٹھی توڑ دی۔ علامہ اِبنِ اثیر جزری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ”عَقَّ وَالِدَهٗ“ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اپنے باپ کو تکلیف دے، اس کی نافرمانی کرے۔ یہ نیکی کی ضد ہے۔ شیخ تَقِی الدِّین سُبکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ (کونسا عمل نافرمانی ہے اور کونسا عمل نافرمانی نہیں؟) اس میں ضابطہ یہ ہے کہ انہیں کسی بھی قسم کی تکلیف دینا خواہ کم ہو یا زیادہ، چاہے والدین نے اس کام سے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ نافرمانی ہے یا پھر انہوں نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی کام سے منع کیا ہو اس میں ان کی مخالفت کرنا نافرمانی ہے بشرطیکہ وہ کام گناہ کا کام نہ ہو۔[2]

عَلَّامَه اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”والدین کی نافرمانی کرنا شرعاً

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب استتابۃ المرتدین۔۔۔الخ، باب اثم من اشرک باللہ۔۔۔الخ، ۸/ ۵۶۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ۱۵/ ۱۴۶، ۱۴۷، تحت الباب، ملخصاً۔

حرام ہے نیز اولاد پر والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر جانا حرام ہے۔" شیخ ابو عمرو بن صلاح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ فعل جس سے والدین کو تکلیف پہنچے وہ حرام ہے بشرطیکہ وہ فعل افعالِ واجبہ میں سے نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ فعل جو کہ معصیت نہ ہو اس میں والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے اور ایسے کام میں ان کی مخالفت کرنا نافرمانی ہے۔[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اُن کے حقوق ادا نہ کرنا، یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا (نافرمانی ہے) ماں باپ کے حکم میں دادا دادی اور نانا نانی بھی ہیں۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی بدترین جرم ہے کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اسی لئے رب نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کا ذکر کیا کہ فرمایا ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۲۳) (ترجمۂ کنزالایمان: "کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔")[2]

جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا:

حضرت سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر گناہ کر دیا گیا ہے۔" پھر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِۙ(۳۰) حُنَفَآءَ لِلّٰهِ (پ۱۷، الحج: ۳۰، ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہو کر۔

جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شام کے والی کو جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں لکھ کر بھیجا کہ اسے چالیس کوڑے مارے جائیں اس کے چہرے پر سیاہی ملی جائے اس کو گنجا کیا جائے اور اسے طویل قید میں رکھا جائے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی سے ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ انہوں نے حکم دیا کہ

---

1. ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، ۱/۸۷، الجزء الثانی، ملتقطاً۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۱/۷۱۔

جھوٹی گواہی دینے والے کا چہرہ کالا کر کے، اس کے عمامے کو اس کی گردن میں لٹکا کر اسے گلیوں میں گھمایا جائے اور کہا جائے کہ یہ جھوٹا گواہ ہے اور اس کی گواہی کبھی قبول نہ ہوگی۔ اِبنِ وَھب نے امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت کی کہ اُسے کوڑے لگائے جائیں، گلیوں میں گھمایا جائے اور طنز و تشنیع کیا جائے۔ ابنِ قاسِم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ مجھے امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول کی اِتباع کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی گواہی ہمیشہ کے لیے مردود ہے، چاہے وہ سچی توبہ بھی کرلے۔ اِبنِ اَبی لَیلٰی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ اسے تعزیر لگائی جائے گی۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اسے تعزیر لگائی جائے گی اور تشہیر بھی کی جائے گی۔ یہی قول امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ، امام اسحاق اور ابو ثور رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا بھی ہے۔ قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا کہ اس کی تشہیر کی جائے گی لیکن تعزیر نہیں لگائی جائے گی۔ یہی امام اَعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے۔[1]

ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ کسی کو ناحق قتل کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ کسی کو ناحق قتل کرنے والے کے لیے قرآنِ پاک میں جہنم کے عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا (پ ۵، النساء: ۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اُس میں رہے۔

اسی طرح احادیث میں بھی ناحق قتل کی شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی ذمی کو (بغیر کسی جرم کے) قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا، بے شک جنت کی خوشبو چالیس 40 سال کی مَسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔“[2] جب کسی ذمی کو قتل کرنے کی یہ سزا ہے تو کسی

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الشھادات، باب ماقیل فی شھادۃ الزور، ۸/ ۳۲۔

2 . . . بخاری، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم، ۴/ ۳۷۴، حدیث: ۶۹۱۴۔

مسلمان کو قتل کرنا کس قدر سخت گناہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پوری دنیا کا زوال کسی مسلمان کو قتل کرنے سے زیادہ ہلکا ہے۔“[1]

جھوٹی قسم کھانے کا حکم:

مذکورہ حدیثِ پاک میں جھوٹی قسم کھانے کو گناہِ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے: ”جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں۔ غموس میں سخت گنہگار ہوا، استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں۔[2]

جھوٹی قسم کھانے کا وبال:

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف ”نیکی کی دعوت“ سے جھوٹی قسم کھانے سے متعلق چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔ جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”جھوٹی قسم گھروں کو وِیران کر چھوڑتی ہے۔“[3] ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ”جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کَفَّارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جَہَنَّم کے کَھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔[4] میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذرا غور کیجیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس نے ہمیں پیدا کیا، پوری کائنات کو تخلیق کیا (یعنی بنایا)، جس پر ہر ہر بات ظاہر ہے، کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں، حتی کہ دلوں کے بھید بھی وہ خوب جانتا ہے، جو رحمٰن و رحیم بھی ہے اور قہّار و جبَّار بھی ہے، اُس ربُّ الانام کا نام لے کر جھوٹی قسم کھانا کتنی بڑی نادانی کی بات ہے اور

---

1 ... ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن، ۳/ ۹۸، حدیث: ۱۴۰۰۔

2 ... بہار شریعت، ۲/ ۲۹۹، حصہ نہم ملتقطا۔

3 ... فتاوی رضویہ، ۶/ ۶۰۲۔

4 ... فتاوی رضویہ، ۱۳/ ۶۱۱۔

وہ بھی دُنیا کے کسی عارِضی (وَقتی) فائدے یا چند سِکّوں کے لئے۔

جھوٹی قسم کھانے میں کوئی فائدہ نہیں، نقصانات ہی نقصانات ہیں، جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر دیتی ہے، یہودی شانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چھپانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھایا کرتے تھے، کل بروزِ قیامت جھوٹی قسمیں کھانے والے کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گا، جھوٹی قسم کھانے والے تاجر کے لیے دردناک عذاب ہے، جھوٹی قسم سے برکت مٹ جاتی ہے، جھوٹی قسم کھانے والے کی قسم قیامت تک اس کے دل پر سیاہ نکتہ بن جاتی ہے، جھوٹی قسم کھانا مؤمن کی شان نہیں ہے بلکہ یہ منافقین کا طریقہ ہے، جھوٹی قسم اٹھانے والے کو جہنم کے کھولتے ہوئے دریا میں غوطہ دیا جائے گا۔ الغرض جھوٹی قسم دنیا و آخرت دونوں میں بندے کے لیے سخت وبال ہے۔ اَوّلاً قسم نہیں کھانی چاہیے اور کبھی ضرورتاً قسم کھانی بھی پڑے تو سچی قسم کھایئے۔[1]

دعوتِ اسلامی کا مدنی تربیتی کورس:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جھوٹی قسموں سے توبہ کا جذبہ پانے، بات بات پر قسم کھانے کی خصلت مِٹانے، ضروری دینی معلومات پانے اور سنّتوں پر عمل کی عادت بنانے کے لئے "دعوتِ اسلامی" کے مَدَنی ماحول میں 63 دن کا مَدَنی تربیتی کورس کروایا جاتا ہے، جس سے بن پڑے وہ یہ مفید ترین مَدَنی تربیتی کورس ضَرور کرے، آپ کی ترغیب و تحریص کے لئے ایک مَدَنی بہار پیش کی جاتی ہے، چنانچہ ایک اسلامی بھائی کے بیان کا خلاصہ ہے: ہمارے عَلاقے کا ایک نوجوان جو کہ والِدَین کا اِکلوتا (یعنی ایک ہی) بیٹا تھا، غَلَط صحبت کے سبب چَرَس کا عادی بن گیا، گھر سے باہر رہنا اس کا معمول تھا، والِد صاحِب اکثر اُس کو قبرِستان جاکر چرسیوں کے درمیان سے اُٹھا کر گھر لاتے۔ تمام گھر والے اُس کے سبب پریشان تھے۔ ایک دن ایک اسلامی بھائی نے اُس نوجوان پر اِنفرادی کوشِش کرتے ہوئے اُسے مَدَنی تربیتی کورس کرنے کی ترغیب دی، خوش قسمتی سے اُس نے ہامی بھر لی اور تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے عالَمی مَدَنی مرکز **فیضانِ مدینہ** میں آ گیا۔ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی! سبھی گھر والے دُعا کر رہے تھے کہ یہ نیک بن جائے مگر اب بھی

---

1 ... نیکی کی دعوت، ص۱۶۷ ملتقطاً۔

ڈرے ہوئے تھے کہ کہیں یہ واپَس نہ آجائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ چند دنوں بعد کچھ اِس طرح فون آیا کہ **"تربیّتی کورس اور فیضانِ مدینہ میں بہُت مزا آرہا ہے، فیضانِ مدینہ میں ایسا لگتا ہے کہ مدینۂ منوّرہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا **سے براہِ راست فیض آرہا ہے، میں نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلی ہے، اب میں باجماعت نمازیں ادا کررہا ہوں، سنّتیں سیکھ رہا ہوں اور مجھے بہُت سُکون مل رہا ہے۔"** اَلْحَمْدُلِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مَدَنی تربیتی کورس سے واپسی پر وہ واقعی بالکل بدل چکا تھا۔ اُس کی حیرت انگیز تبدیلی سے سب گھر والے بلکہ سارا محلّہ حیران تھا۔ چہرے پر نور برساتی داڑھی اور سر پر سبز عمامہ شریف کا تاج جگمگا رہا تھا۔ اُس نے آتے ہی گھر والوں پر بھی اِنفرادی کوشِش شروع کردی جس کی بَرَکت سے والِد صاحِب نے چہرے پر داڑھی اور سر پر عمامہ شریف کا تاج سجالیا اور پابندی سے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اِجتماع میں شرکت فرمانے لگے۔ والِدۂ محترمہ **"درسِ نظامی"** اور بہن **"شریعت کورس"** کرنے کیلئے کمر بَستہ ہوگئیں۔ اُس نوجوان کے والِد صاحِب نے مبلغ دعوتِ اسلامی کو کچھ اِس طرح بتایا کہ میں دعوتِ اسلامی والوں کیلئے بَرَکت کی دُعا کرتا ہوں، خُصوصًا ان کے لیے جنھوں نے میرے بیٹے پر **"اِنفرادی کوشِش"** کی اور 63 دن کے مَدَنی تربیتی کورس میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے کیونکہ ہم اِس کی عادَتوں سے بہُت پریشان تھے، اس کی والِدہ تو اتنی بیزار ہوچکی تھی کہ ایک دن جذبات سے مغلوب ہوکر کیڑے مکوڑے مارنے کی دوائی اُٹھا لائی کہ یا تو میں کھاکر مرجاؤں گی یا اس کو کِھلا کر ماردوں گی۔ اب اس کی والِدہ رو رو کر دعائیں دیتی ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی والوں کو سلامت رکھے کہ اُن کی کوششوں سے میرا بگڑا ہوا بیٹا نیک بن گیا۔[1]

اگر سُنّتیں سیکھنے کا ہے جذبہ .... تم آجاؤ دے گا سکھا مَدَنی ماحول
تُو داڑھی بڑھا لے عمامہ سجا لے .... نہیں ہے یہ ہرگز بُرا مَدَنی ماحول
بُری صحبتوں سے کنارہ کشی کر .... کے اچھوں کے پاس آ کے پا مَدَنی ماحول
سنور جائے گی آخرت اِنْ شَاءَ اللہ .... تم اپنائے رکھو سدا مَدَنی ماحول

1 ... نیکی کی دعوت، ص۱۹۰۔

مدنی گلدستہ

”اِستِغفار“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور سب سے بڑی اور سخت سزا بھی شرک ہی کی ہے۔

(2) شرک کے بعد ماں باپ کی نافرمانی بدترین جرم ہے۔

(3) والدین کی نافرمانی حرام ہے، ان کی اجازت کے بغیر جہاد پر جانا بھی حرام ہے جبکہ جہاد فرضِ عین نہ ہو۔

(4) کسی بھی مسلمان کو ناحق قتل کرنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(5) کسی پاک دامن مسلمان مرد یا عورت پر جھوٹی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ و ناجائز و حرام ہے۔

(6) جھوٹی گواہی دینا شرک کے برابر گناہ ہے۔

(7) جھوٹی قسم کھانے والا سخت گنہگار ہے اُس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں والدین کی نافرمانی کرنے، جھوٹی قسمیں کھانے، ناحق قتل کرنے جیسے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 338 اپنے ماں باپ کو گالی دینے والا انسان

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ، قَالُوا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ؟ قَالَ: نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ، وَیَسُبُّ اُمَّہُ فَیَسُبُّ اُمَّہُ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَنْ یَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ یَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ؟ قَالَ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ، فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہُ، فَیَسُبُّ اُمَّہُ.[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، ص ۶۰، حدیث: ۹۰۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیہ، ۴/۹۴، حدیث: ۵۹۷۳، دون فیسب امہ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی دے۔'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟'' فرمایا: ''ہاں! یہ کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے تو وہ اِس کی ماں کو گالی دے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے: ''کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین پر لعنت کرے'' عرض کی گئی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کوئی شخص کیسے اپنے ماں باپ پر لعنت کر سکتا ہے؟'' فرمایا: ''یہ کسی کے باپ کو گالی دے اور پھر وہ اِس کے باپ کو گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور پھر وہ شخص اِس کی ماں کو گالی دے۔''

گالی کا سبب بننے والا:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کا سبب بنے تو اس چیز کو اس کی طرف منسوب کرنا جائز ہے جبھی تو ماں باپ کو گالی دلوانے کا سبب بننے والے کو عقوقِ والدین (ماں باپ کی نافرمانی) میں شمار کیا گیا ہے تاکہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو کہ جس کام سے والدین کو تکلیف محسوس ہو اُس کام کو بھی ہلکا اور معمولی نہ سمجھا جائے۔''[1]

والدین کو گالی دینا عقلمند کا کام نہیں:

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا سوال کرنا کہ ''کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے۔'' تعجب کے طور پر تھا کیونکہ کسی ذِی عقل وذی شعور انسان سے ایسا کام متصور نہیں کیونکہ والدین کے حقوق کی معرفت تو اُن کے ساتھ اچھائی کرنے اور انہیں گالی دینے کے بجائے ان کے احسان مند ہونے کی دعوت دیتی ہے، والدین جیسی عظیم ہستی کو تو ایسا شخص ہی گالی دے سکتا ہے کہ جس کے اندر بالکل اچھائی نہ ہو، حضور صَلَّی اللہُ

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، ۱/ ۸۸، الجزء الثانی۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہاں“ یعنی کوئی والدین کو براہِ راست گالی نہیں دیتا بلکہ وہ انہیں گالی دینے کا سبب بنتا ہے وہ اس طرح کہ وہ کسی اور کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے پھر وہ اِس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔[1]

والدین کو گالیاں دینے والے بے شرم:

وہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا دور تھا اس وقت کے جاہل عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے ایسے پتھر دل لوگ بھی اپنے ماں باپ کو گالی نہیں دیتے تھے اسی لیے صحابہ کرام نے پوچھا کہ کوئی اپنے والدین کو گالی کیسے دے سکتا ہے؟ وہ اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی دے مگر افسوس صد افسوس آج کے دَور میں خود کو مسلمان کہنے والے کئی لوگ اپنے والدین کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ **مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے) فرمایا: ہاں، یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ سُبْحَانَ اللہ! وہ زمانہ قدوسیوں کا تھا کہ یہ جرم ان کی عقل میں نہ آتا تھا اب تو کھلم کھلا نالائق لوگ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے۔ خیال رہے کہ سَبٌّ ہر قسم کے برا کہنے کو کہتے ہیں گالی ہو یا اور کچھ، مگر شَتْمٌ گالی کو کہا جاتا ہے۔ کبھی سَبٌّ بمعنی شَتْمٌ آتا ہے اور شَتْمٌ بمعنی سَبٌّ، کسی سے کہا: تیرا باپ احمق ہے، یہ ہے سب، کسی سے کہا: تیرا باپ زانی ہے، حرامی ہے، یہ ہے شتم۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کو تم بُرا نہ کہو تاکہ وہ تمہارے بزرگوں کو بُرا نہ کہے، یہی حکم اولاد و عزیزوں کے متعلق ہے تم کسی کی بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دو تاکہ وہ تمہاری بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دے۔ جیسے کہو گے ویسی سنو گے بہت اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے۔“[2]

ماں کو گالی دینے والے کا عبرت ناک انجام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ماں باپ کے نافرمان کے لیے سخت عذاب ہے اور کبھی کبھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے عذاب کو دنیا والوں پر ظاہر بھی فرما دیتا ہے تاکہ لوگ عبرت پکڑیں۔ چنانچہ شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی تحریم العقوق وقطعیۃ الرحم، ۲/ ۱۸۱، تحت الحدیث: ۳۳۹ ماخوذا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۹۔

بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے ''سمندری گنبد'' صفحہ 17 پر ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا عَوَّام بِن حَوشَب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّبّ (جو کہ تبع تابعی بزرگ گزرے ہیں اور انہوں نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی) فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں کسی محلے سے گزرا، اُس کے کنارے پر قبرستان تھا، بعدِ عصر ایک قبر شق ہوئی (یعنی پھٹی) اور اُس میں سے ایک ایسا آدمی نکلا جس کا سر گدھے جیسا اور باقی جسم انسان کا تھا، وہ تین بار گدھے کی طرح رَینکا (یعنی چیخا) پھر قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہوگئی۔ ایک بڑی بی بیٹھی (سوت) کات رہی تھیں، ایک خاتون نے مجھ سے کہا: ''بڑی بی کو دیکھ رہے ہو؟'' میں نے کہا: ''اس کا کیا معاملہ ہے؟'' کہا: یہ قبر والے کی ماں ہے، وہ شرابی تھا، جب شام کو گھر آتا، ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، آخر کب تک اس ناپاک کو پیئے گا! یہ جواب دیتا: ''تو گدھے کی طرح ڈھیچوں ڈھیچوں کرتی ہے۔'' اس شخص کا عصر کے بعد انتقال ہوا، جب سے فوت ہوا ہے ہر روز بعدِ عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یوں تین بار گدھے کی طرح چلا کر پھر قبر میں سما جاتا ہے اور قبر بند ہو جاتی ہے۔''

والدین کو گالی دینے والے کی قبر میں انگارے:

اسی رسالے کے صفحہ نمبر 21 پر ہے کہ منقول ہے کہ جس نے اپنے والدین کو گالی دی اس کی قبر میں آگ کے اتنے انگارے اُترتے ہیں جتنے (بارش کے) قطرے آسمان سے زمین پر آتے ہیں۔ اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظ

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں والدین کو سب وشتم کرنے سے محفوظ فرمائے، آمین۔ والدین کا ادب واحترام اور اُن کے حقوق کے بارے میں جاننے کے لیے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے رسالے ''سمندری گنبد'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مدنی گلدستہ

''حطیم'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی کے ماں باپ کو گالی نہیں دینی چاہیے کیونکہ یہ اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا سبب ہے۔

(2) ماں باپ کو گالی دینے والا عبرت ناک انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

(3) ماں باپ کو اذیت پہنچانے کا سبب بننا بھی ان کی نافرمانی ہے۔

(4) جو شخص والدین کے حقوق جانتا ہو وہ ہمیشہ اُن کی تعظیم کرے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے والدین کو سب و شتم کرنے یا اس کا سبب بننے سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 339

رشتے توڑنے والا جنتی نہیں

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ. قَالَ سُفْیَانُ فِیْ رِوَایَتِہٖ: یَعْنِیْ قَاطِعَ رَحِمٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو محمد جُبَیر بن مُطْعِم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ حضرتِ سَیِّدُنا سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی روایت میں فرماتے ہیں: ”یعنی خونی رشتوں کو توڑنے والا۔“

جنت میں داخل نہ ہونے کا مطلب:

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا حالانکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے شرک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو پھر اس حدیث کا کیا جواب ہے؟ شارحین نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”علامہ کِرمانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ مؤمن بندہ گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا لہٰذا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا (لیکن مذکورہ حدیث پاک میں قطع کرنے والے کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا) پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جو قطعِ رحمی کو حلال

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا، ص ۱۳۸۳، حدیث: ۲۵۵۶۔

سمجھے وہ کافر ہو جائے گا (لہٰذا وہ جنت میں نہیں جائے گا) یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔"[1] عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے بھی اس حدیث کے یہی 2 معنی بیان فرمائے ہیں کہ "یا تو وہ بغیر کسی سبب اور شبہہ کے قطعِ رحمی کے حرام ہونے کو جانتے ہوئے بھی قطعِ رحمی کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہے ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو گا یا پھر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ سابقین یعنی جنت میں پہلے جانے والوں کے ساتھ نہیں جائے گا بلکہ اللہ تعالٰی نے جتنی تاخیر اس کے لیے مُقدّر فرمائی ہے اس تاخیر کے بعد جنت میں جائے گا۔"[2] علامہ طیبی نے شرح طیبی میں اور علامہ ملا علی قاری نے مرقات میں علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہی کا کلام ذکر کیا ہے۔

مدنی گلدستہ

"جنتی" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قطعِ رحمی کی اسلام میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

(2) قطعِ رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

(3) قطعِ رحمی کرنے والے کا خاتمہ اگر ایمان پر بھی ہوا تو وہ جنت میں پہلے جانے والوں کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔

(4) جب تک شریعت منع نہ کرے تب تک رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ صلہ رحمی ہی کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قطعِ رحمی کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، ۱۵ / ۱۵۳، تحت الحدیث: ۵۹۸۴ ملخصاً۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا، ۸ / ۱۱۳، الجزء السادس عشر۔

چند حرام و ناپسندیدہ اُمور

حدیث نمبر:340

عَنْ اَبِیْ عِیْسٰی اَلْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: ''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَ مَنْعًا وَھَاتِ وَ وَاْدَ الْبَنَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَ قَالَ وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ وَ اِضَاعَةَ الْمَالِ.''[1] وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثٌ سَبَقَتْ فِی الْبَابِ قَبْلَہٗ کَحَدِیْثِ ''وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ'' وَحَدِیْثِ ''مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ.''

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عیسیٰ مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، حق کی عدم ادائیگی، ناحق طلب کرنا اور بچیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کردیا ہے اور ہر سنی سنائی بات کردینے، کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو تمہارے لیے مکروہ قرار دیا ہے۔''

اس باب کی بہت سی احادیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں جیسے یہ حدیث ''اے رحم جو تجھے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا'' اور یہ حدیث ''جس نے مجھے قطع کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قطع کرے گا۔''

(1) ''ماں'' کی نافرمانی کی تخصیص کی وجہ:

جس طرح ماں کی نافرمانی حرام ہے اسی طرح باپ کی نافرمانی بھی حرام ہے، لیکن حدیث پاک میں فقط ماؤں کی نافرمانی کا ذکر فرمایا گیا۔ علامہ بدرُالدِّین عینی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْغَنِی نے اس کی چند وجوہات بیان فرمائی ہیں: (1) ایک وجہ یہ ہے کہ عورت کمزور ہوتی ہے اور باپ کے مقابلے میں اس کی نافرمانی زیادہ کی جاتی ہے اس لیے ماں کی نافرمانی کا ذکر فرمایا۔ (2) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے ماں کا ذکر کیا کہ ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا باپ کے ساتھ اچھے برتاؤ پر مقدم ہے۔ (3) ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے کا معاملہ بھی اسی کی طرح ہے۔[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ۴/۹۵، حدیث: ۵۹۷۵۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب فی الاستقراض۔۔۔الخ، باب ماینھی عن اضاعۃ المال، ۹/۱۳۱، تحت الحدیث: ۲۴۰۸۔

عَلَّامَہ عَبْدُالرَّءُوف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”والد کی نافرمانی بھی اگرچہ بہت بڑی ہے مگر ماں کی نافرمانی کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ ماں کی نافرمانی زیادہ بُری ہے اور یہ زیادہ واقع ہوتی ہے۔“[1]

ماں کی نافرمانی سے بچیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل والدین کی نافرمانی خصوصاً ماں کی نافرمانی عام ہوتی چلی جارہی ہے، بیٹا گھر میں دیر سے آیا اور ماں نے فقط یہ پوچھ لیا کہ بیٹا آج تمہیں گھر آنے میں دیر ہوگئی تو بیٹا اپنی ماں پر ایسے برسنے لگتا ہے جیسے ماں نے اسے کوئی گالی دے دی ہو، اگر کوئی نصیحت کی بات کردے تو بیٹا نہ جانے کیا کیا توہین آمیز جملے ماں کی مقدس ذات پر کسنے لگتا ہے۔ بعض بدنصیب اور بے حیا لوگ تو اپنی ماں کو گالیاں بکنے کے ساتھ ساتھ ان پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے، انہیں ذرہ بھر اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ وہی ماں ہے جس نے کم وبیش نو مہینے تک ہمیں اپنے پیٹ میں پالا، ہمارے پیدا ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں سے ہمیں کھلایا پلایا، ہماری پرورش کی، ہمیں چلنا، بولنا، کھانا، پہننا سکھایا، ہماری انگلی پکڑ کر زندگی کے ہر ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کی۔ آہ! اِسلام نے جس ماں کے قدموں تلے جنت کو بیان فرما کر اسے عزت وعظمت کا تاج پہنایا، آج اسی ماں کی توہین کرکے اس کی عظمت کو تار تار کیا جارہا ہے، بہت بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی ماں کی عزت وعظمت کو پامال کرتے ہیں، اس کے سامنے زبان چلاتے ہیں، اسے مَعَاذَ اللہ گالیاں دیتے ہیں، طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے آمین۔ اور بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی ماں کی عزت اور اس کا احترام کرتے ہیں، اس کی ہر جائز بات پر سرِ تسلیم خَم کردیتے ہیں، ماں کی ناپسندیدہ باتوں پر بھی صبر کرتے ہیں، اس کے حق میں دعائیں مانگتے ہیں۔ یاد رکھیے! ماں کی نافرمانی میں کوئی بھلائی نہیں ہے، ماں کے نافرمان کی مغفرت نہیں ہوگی، ماں کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

---

[1] ... التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۲۵۱۔

(1) والدین کا نافرمان (2) شراب کا عادی اور (3) دے کر احسان جتانے والا۔"[1] امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمَّت پندرہ برائیاں اختیار کرلے گی تو اس پر آفتیں اور بلائیں نازل ہوں گی۔" ان پندرہ برائیوں میں سے ایک برائی ماں کی نافرمانی بھی ہے۔[2] اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے والدین خصوصاً ماں کی نافرمانی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

(2) حقوق کی عدم ادائیگی کا بیان:

عمدۃ القاری میں ہے: "جس چیز کا دینا تم پر لازم ہے اس کے دینے سے منع کرنا تم پر حرام ہے۔"[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر آپ کے ذمے کسی کا کوئی حق ہے تو اسے موت سے پہلے پہلے ادا کر دیجئے کہ اسی میں عافیت ہے، دنیا میں کسی کا حق مالی صورت میں ادا کرنا بہت آسان ہے لیکن قیامت کے دن کسی کا حق نیکیوں کی صورت میں ادا کرنا یا اس کے گناہ لے کر اسے راضی کرنا بہت مشکل کام ہے، اس سے بڑی مفلسی کیا ہو گی کہ کل بروزِ قیامت بندہ ڈھیروں نیکیوں کے ساتھ آئے مگر وہ لوگ جن کے اس نے حق دبائے ہوں گے یا حق تلف کیے ہوں گے وہ اس کی نیکیاں لے جائیں اور اس کا نامہ اعمال خالی ہو جائے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے استفسار فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟" عرض کیا: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں مفلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ کوئی مال ہو۔" تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میری اُمَّت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، زکوۃ اور روزے لے کر حاضر ہو گا اور اس نے اِس کو گالی دی ہو گی، اِس کا مال چھینا ہو گا، اس کا خون بہایا ہو گا اور اسے مارا ہو گا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں اسے دے جائیں گی اور کچھ اسے دے دی جائیں گی اور اگر پورا حق ادا کرنے سے پہلے اُس کی نیکیاں ختم ہو

---

1 . . . سنن کبری للنسائی، کتاب الزکاۃ، باب المنان بما اعطی، ۲/۴۲، حدیث: ۲۳۴۳۔

2 . . . ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف، ۴/۸۹، حدیث: ۲۲۱۷۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب فی الاستقراض۔۔۔الخ، باب ماینھی عن اضاعة المال، ۹/۱۳۱، تحت الحدیث: ۲۴۰۸۔

گئیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اسے جہنم ڈال دیا جائے گا۔ ''[1]

آج کل قرض کے نام پر لوگوں کے ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے ہڑپ کر لئے جاتے ہیں۔ ابھی تو یہ سب آسان لگ رہا ہو گا لیکن قیامت میں بہت مہنگا پڑ جائے گا۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن نقل کرتے ہیں: ''جو دنیا میں کسی کے تقریباً تین پیسے دَین (یعنی قرض) دبا لے گا بروزِ قیامت اسے ان کے بدلے سات سو باجماعت نمازیں دینی پڑ جائیں گی۔ ''[2] جی ہاں! جو کسی کا قرضہ دبا لے وہ ظالم ہے اور سخت نقصان و خُسران میں ہے۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان طبرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے: ''ظالم کی نیکیاں مظلوم کو، مظلوم کے گناہ ظالم کو دلوائے جائیں گے۔ ''[3]

(3) ناحق طلبی کی مذمت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ناحق طلبی سے مراد یا تو یہ ہے کہ تم پر اس چیز کا لینا حرام ہے جس کا لینا تمہارے لیے جائز نہیں یا یہ معنی ہے کہ مطلقاً سوال کرنا منع ہے۔ ''[4]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر ہم اپنے معاملات پر غور کریں تو ہمارے سامنے کئی ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں ظاہر ہوں گی جنہیں ہم اپنے کام میں لے آتے ہیں مگر اُن کا استعمال ہمارے لیے شرعاً جائز نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی نے کوئی چیز امانت رکھوائی مگر اس کی اجازت کے بغیر اس میں تَصَرُّف کر لیا، کسی سے عاریۃً کوئی چیز لی اور پھر جان بوجھ کر واپس نہ کی، کسی سے قرض لینے کے بعد جان بوجھ کر اسے واپس نہیں کیا، کسی سے اس کا مال ظلماً چھین کر اپنے مال میں شامل کر لیا، سبزیوں اور پھلوں کی ریڑھیوں سے چپ چاپ کچھ نہ کچھ اٹھا کر اپنے تھیلے میں یا منہ میں ڈال لیا، معلوم ہے کہ یہ چیز فلاں کی ہے مگر پھر بھی اس کی اجازت کے بغیر اس میں

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۴، حدیث: ۲۵۸۱۔

2 . . . فتاویٰ رضویہ، ۲۵/ ۶۹ ماخوذاً۔

3 . . . معجم کبیر، باب الخاء، خالد بن زید بن کلیب۔۔۔الخ، ۴/ ۱۴۸، حدیث: ۳۹۶۹۔

4 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم العقوق وقطعیة الرحم، ۲/ ۱۸۳، تحت الحدیث: ۳۴۱۔

تصرف کرلیا۔ واضح رہے کہ یہ تمام کام ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ دنیا میں اگر **حُقُوقُ اللہ** میں کوئی کوتاہی ہوگئی تو ہوسکتا ہے کل بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی کرم نوازی سے اسے معاف فرمادے مگر حقوق العباد کا معاملہ نہایت ہی سخت ہے اگر آج دنیا میں کسی کا کوئی حق دبالیا تو کل بروزِ قیامت جب تک وہ بندہ معاف نہیں کرے گا رب تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائے گا، بظاہر معمولی نظر آنے والی شے بھی اگر بِغیر اجازت استعمال کرڈالی اور قیامت کے روز پکڑے گئے تو کیا بنے گا؟ چنانچہ حضرتِ علامہ عبد الوہّاب شَعرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی **تَنْبِیْہُ الْمُغْتَرِّین** میں نقل کرتے ہیں: مشہور تابعی بزرگ حضرتِ سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نوجوان نے اپنے پچھلے تمام گناہوں سے توبہ کی پھر ستَّر سال تک اس طرح عبادت کرتا رہا کہ دن کو روزہ رکھتا، رات کو جاگ کر عبادت کرتا، نہ کسی سائے کے نیچے آرام کرتا اور نہ کوئی عمدہ غذا کھاتا، اس کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: ”مَاذَا فَعَلَ اللہُ بِکَ؟ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعاملہ فرمایا؟“ جواب دیا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میرا حساب لیا پھر سارے گناہ بخش دیئے مگر ایک لکڑی جس سے میں نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دانتوں میں خِلال کرلیا تھا (یہ معاملہ حقوق العباد کا تھا اور یہ مُعاف کروانا رہ گیا تھا) بس اس کی وجہ سے میں اب تک جنت سے روک دیا گیا ہوں۔“[1]

گیہوں کا دانہ توڑنے کا اُخروی نقصان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذرا غور تو کیجئے! ایک تنکا جنت میں داخل ہونے میں رکاوٹ بن گیا! اور اب معمولی لکڑی کے خِلال کی تو بات ہی کہاں ہے، بعض لوگ دوسروں کے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے ہڑپ کر جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین۔ ایک اور عبرتناک حکایت ملاحظہ فرمایئے جس میں صرف ایک گیہوں کے دانے کے بلا اجازت کھانے کے نہیں صرف توڑ ڈالنے کے اُخروی نقصان کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص کو بعدِ وفات کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟“ کہا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بخش دیا اور میرے ساتھ

---

[1] . . . تنبیہ المغترین، ص ۱۵۔

اچھا معاملہ فرمایا مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے حساب لیا یہاں تک کہ مجھ سے اس دن کے بارے میں بھی پوچھ گچھ ہوئی جس دن میں روزے سے تھا اور اپنے ایک دوست کی دُکان پر بیٹھا ہوا تھا جب افطار کا وقت ہوا تو میں نے گیہوں کا ایک دانہ اُٹھایا اور اس کو توڑ کر کھانا ہی چاہتا تھا کہ ایک دم مجھے احساس ہوا کہ یہ دانہ میرا نہیں، میں نے اُسے جہاں سے اٹھایا تھا وہیں رکھ دیا پس میری نیکیوں میں سے اس گیہوں کے توڑے جانے کے نقصان کے برابر نیکیاں لے لی گئیں۔"[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حقوق العباد تلف کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

(4) بچیوں کو زندہ دفن کرنا:

حدیث پاک میں ہے "وَاْدَ الْبَنَاتِ" اس کا مطلب ہے بچیوں کو زندہ دفن کرنا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں سے نفرت کرنے کی وجہ سے ایسا کیا کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اپنی لڑکی کو زندہ دفن کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی تھا۔ کفار میں پائی جانے والی اس وبا کے کچھ نہ کچھ گندے اثرات ہمارے معاشرے میں بھی پائے جاتے ہیں، بعض لوگ بیٹیوں کی پیدائش کو نحوست تصور کرتے ہیں، بیٹے کی پیدائش پر تو گھر میں خوشیوں کے شادیانے بجتے ہیں لیکن اگر اسی گھر میں بیٹی کی پیدائش ہو تو صف ماتم بچھ جاتی ہے حالانکہ بیٹی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے، اسلام نے بیٹیوں کو وہ عزت وعظمت عطا فرمائی کہ کسی اور دِین میں اس کا تصور بھی نہیں، بیٹیوں والے ماں باپ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں، بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جنت کی بشارت ہے۔ چنانچہ بیٹیوں کی عزت وعظمت پر تین فرامینِ مصطفےٰ ملاحظہ کیجئے: (1) "جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ جب تک اس کے پاس رہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہے تو یہ بیٹیاں اسے جنت میں داخل کروادیں گی۔"[2] (2) "جس نے دو بچیوں کے بالغ ہونے تک ان کی پرورش کی تو میں اور وہ شخص قیامت کے دن اس طرح آئیں گے۔" پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی دونوں انگلیاں ملاکر دکھائیں۔[3] (3) "جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں پھر وہ ان کی اچھی طرح

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، ۸/ ۸۱۱، تحت الحدیث: ۵۰۸۳۔

2 . . . ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات، ۴/ ۱۸۹، حدیث: ۳۶۷۰۔

3 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الاحسان الی البنات، ص ۱۴۱۵، حدیث: ۲۶۳۱۔

پرورش کرے اور ان کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا رہے تو اس کیلئے جنت ہے۔‘‘[1]

(5) ہرسنی سنائی بات کر دینا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر سنی سنائی بات کو آگے پھیلا دینے کا مرض بھی ہمارے ہاں بہت عام ہو چکا ہے، اسی مرض کی وجہ سے بسا اوقات آپس میں لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ہیں بلکہ مار پیٹ تک نوبت آجاتی ہے، ظاہری بات ہے کہ جب کسی کو کوئی بات پہنچی اور اس نے بغیر تحقیق کے اسے آگے بیان کر دیا تو وہ بات جس سے متعلقہ ہوگی یقیناً اسے بُری لگے گی اور لڑائی جھگڑے اور فساد کا باعث بھی بنے گی۔ لہٰذا ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جب بھی ہمارے پاس کسی شخص یا کسی واقعے کے متعلق کوئی بات پہنچے تو جب تک ہم اس کی تحقیق نہ کرلیں کہ آیا یہ بات جیسی مجھ تک پہنچی ہے ویسی ہے بھی یا نہیں؟ تب تک اس بات کو آگے نہ پھیلائیں بلکہ ہر بات کا آگے پھیلانا ضروری بھی نہیں ہوتا اگرچہ وہ بالکل صحیح ہو۔ بعض لوگ فتنہ وفساد پھیلانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں، اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لگاتے بجھاتے رہتے ہیں اگر آپ نے بات کی تحقیق کرنے کی عادت بنالی تو ایسے لوگ بھی اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو جائیں گے۔ آج کل یہ وبا بھی عام ہوگئی ہے کہ موبائل فون کے ذریعے بغیر تحقیق کے دینی ودنیاوی پیغامات کو بھرپور طریقے سے پھیلایا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات تو پیغام میں یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اگر آپ نے اس پیغام کو اتنے افراد کو نہ بھیجا تو آپ کو اِس اِس طرح کا نقصان پہنچے گا۔ واضح رہے کہ کسی بھی دینی یا دنیوی پیغام کو بغیر تحقیق کے آگے بھیج دینا بسا اوقات ایمان کے ضائع ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے، بعض دفعہ ان پیغامات میں کفریہ کلمات یا اَشعار ہوتے ہیں، توہین آمیز جملے لکھے ہوتے ہیں، ایسے پیغامات کو بغیر تصدیق کے آگے بھیج دینا یقیناً اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے، بعض اوقات ان پیغامات میں موضوع روایات لکھی ہوتی ہیں یا دینی حوالے سے کوئی غلط معلومات درج ہوتی ہیں، ایسے پیغامات کو بھی بغیر تصدیق کے آگے بھیج دینا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: ’’کسی شخص کے جھوٹا ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی النفقة علی البنات والاخوات، ۳/ ۳۶۷، حدیث: ۱۹۲۳۔

سنائی بات (بِلا تحقیق) بیان کر دے۔"[1] لہٰذا اپنی عادت بنائیں کہ کسی بھی سنی سنائی بات یا بغیر تصدیق کے کسی بھی پیغام کو آگے نہ بھیجیں نہ پھیلائیں، فقط اچھی باتیں اور تصدیق شدہ دینی معلومات کو ہی آگے بھیجیں۔ تھوڑی سی احتیاط دنیا وآخرت کی بھلائیوں کا سبب اور تھوڑی سی بے احتیاطی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(6) کثرتِ سوال کی مُمانعت:

حدیثِ پاک میں کثرتِ سوال کو مکروہ فرمایا گیا ہے، شارحینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے اس کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ عَلَّامَه عَبْدُ الرَّءُوف مُنَاوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے احوال کے متعلق زیادہ سوال نہ کرے یا یہ مراد ہے کہ فضول اور لایعنی باتوں کے بارے میں زیادہ سوال نہ کرے یا یہ مراد ہے کہ کسی سے امتحان لینے کے لیے یا فخر کرنے اور اپنی عظمت ظاہر کرنے کے لیے دوسروں سے علمی سوالات نہ کرے۔"[2] عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نے کثرت سوال سے کئی باتیں مراد لی ہیں، فرماتے ہیں: "اپنی ذات کے لیے بلا حاجت مال کا سوال نہ کرے۔ بلا ضرورت مشکل اور پیچیدہ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرے۔ لوگوں کے حالات سے متعلق اور زمانے کے مختلف واقعات کے بارے میں زیادہ سوال نہ کرے۔ کسی بھی شخص سے خصوصیت کے ساتھ اس کے حالات کے بارے میں تفصیل سے سوالات نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اسے یہ اچھا نہ لگے۔"[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ اور فضول قسم کے سوالات پوچھتے رہتے ہیں جن کا نہ دِین سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی دنیا سے بلکہ ان کی اپنی ذات سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا بس ذہن میں آیا اور پوچھ لیا۔ علمائے کرام ومفتیانِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے اس طرح کے فضول سوالات کرکے ان کے قیمتی وقت کو ضائع کرنا یقیناً نادانی ہے۔ اس معاملے میں احتیاط کرنی

1 . . . مسلم، مقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، ص ۸، حديث: ۵۔

2 . . . التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الهمزة، ۱/ ۲۵۱۔

3 . . . دليل الفالحين، باب في تحريم العقوق وقطعية الرحم، ۲/ ۱۸۵، تحت الحديث: ۳۴۱۔

چاہیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سوال کسے حلال ہے اور کسے نہیں؟

صدرُ الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی مایہ ناز تصنیف بہار شریعت جلد اول صفحہ نمبر 940، حصہ پنجم سے چند اقتباسات کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہتیرے (بہت سے) ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عزتی و بے غیرتی ہے مایہ عزت جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے۔ واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔ بلاحاجت دوسروں سے مانگنے کی احادیث میں مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ”جو شخص بغیر حاجت سوال کرتا ہے گویا وہ انگارا کھاتا ہے۔“[1] (2) ”جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لیے سوال کرتا ہے بیشک وہ انگارے کا سوال کرتا ہے تو چاہے کم کا سوال کرے یا زیادہ کا۔“[2] (3) ”اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا (بُرائی) ہے تو کوئی بھی کسی کے پاس کوئی چیز مانگنے نہ جاتا۔“[3]

بعض سائل کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے دو، خدا کے واسطے دو، حالانکہ اس کی بہت

---

1 . . . معجم کبیر، باب الحاء، حبشی بن جنادۃ السلولی، ۴/۱۵، حدیث: ۳۵۰۶۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، ص۵۱۸، حدیث: ۱۰۴۱۔

3 . . . نسائی، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ، ص۴۲۵، حدیث: ۲۵۸۳۔

سخت ممانعت آئی ہے۔ایک حدیث میں اُسے ملعون فرمایا گیا ہے۔اور ایک حدیث میں بدترین خلائق اور اگر کسی نے اس طرح سوال کیا تو جب تک بُری بات کا سوال نہ ہو یا خود سوال بُرا نہ ہو (جیسے مالدار یا ایسے شخص کا بھیک مانگنا جو قوی تندرست کمانے پر قادر ہو) اور یہ سوال کو بلا دقت پورا کر سکتا ہے تو پورا کرنا ہی ادب ہے کہ کہیں بروئے ظاہر حدیث یہ بھی اُسی وعید کا مستحق نہ ہو۔وہاں اگر سائل مُتَعَنِّت ہو(یعنی سوال کرنے والا خود اپنی ذلّت کے درپے ہو یعنی پیشہ ور بھکاری ہو) تو نہ دے۔نیز یہ بھی لحاظ رہے کہ مسجد میں سوال نہ کرے، خصوصًا جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر کہ یہ حرام ہے بلکہ بعض علما فرماتے ہیں کہ ''مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستّر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسہ کا کفارہ ہو۔'' سیدنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک شخص کو عرفہ کے دن عرفات میں سوال کرتے دیکھا، اُسے دُرّے لگائے اور فرمایا: ''اس دن میں اور ایسی جگہ غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔'' ان چند احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہو گا کہ بھیک مانگنا بہت ذلّت کی بات ہے بغیر ضرورت سوال نہ کرے اور حالت ضرورت میں بھی اُن امور کا لحاظ رکھے جن سے ممانعت وارد ہے اور سوال کی اگر حاجت ہی پڑ جائے تو مبالغہ ہر گز نہ کرے کہ بے لیے پیچھا نہ چھوڑے کہ اس کی بھی ممانعت آئی ہے۔

(7) مال ضائع کرنا:

شرح ابن بطال میں ہے: مال کو ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ سعید بن جُبیر کہتے ہیں کہ مال کا ضیاع یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں رزق دے اور تم اُسے وہاں خرچ کرو جہاں خرچ کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر حرام کیا ہے۔امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔مُہَلَّب کہتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ فضول خرچ کرنا بھی مال کو ضائع کرنا ہے اگرچہ حلال چیزوں میں خرچ کیا جائے۔[1]

اِسراف سے بچیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مال کے ضیاع اور اِسراف یعنی فضول خرچی سے بچیں کہ ان میں کوئی

(1) ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستقراض۔۔۔الخ، باب ماینھی عن اضاعۃ المال، ۶/۵۲۸۔

بھلائی نہیں ہے۔ علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ وَلَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْر یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اِسراف نہیں۔“[1]

اگر ہم غور کریں تو چھوٹے چھوٹے گھریلو معاملات سے لے کر بڑے بڑے کاروباری معاملات میں مال کے ضیاع اور اسراف جیسے ناپسندیدہ امور پائے جاتے ہیں، مال کا ضیاع اور اسراف دراصل رب تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے جو یقیناً رزق میں تنگی کا باعث ہے، کاش ہم مال ضائع نہ کریں، اسراف سے اپنے آپ کو بچانے والے بن جائیں۔ شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کا اسراف سے بچنے کے حوالے سے مدنی ذہن ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی خدمت میں صحرائے مدینہ (باب المدینہ کراچی) میں فیضانِ مدینہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ”سنگ بِنیاد میں عموماً کھودے ہوئے گڑھے میں کسی شخصیت کے ہاتھوں سے سیمنٹ کا گارا ڈلوا دیا جاتا ہے، بعض جگہ ساتھ میں اینٹ بھی رکھوالی جاتی ہے لیکن یہ سب رسمی ہوتا ہے بعد میں وہ سیمنٹ وغیرہ کام نہیں آتی۔ مجھے تو یہ اِسراف نظر آتا ہے اور اگر مسجد کے نام پر کئے ہوئے چندے کی رقم سے اس طرح کا اسراف کیا جائے تو توبہ کے ساتھ ساتھ تاوان یعنی جو کچھ مالی نقصان ہوا وہ بھی ادا کرنا پڑے گا۔“ عرض کی گئی: ”ایک یادگاری تختی بنوا لیتے ہیں، آپ اس کی پردہ کشائی فرما دیجئے گا۔“ تو فرمایا: ”پردہ کشائی کرنے اور سنگ بنیاد رکھنے میں فرق ہے۔ پھر چونکہ ابھی میدان ہی ہے اس لئے شاید وہ تختی بھی ضائع ہو جائے گی۔“ بالآخر امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه نے فرمایا کہ: ”جہاں واقعی ستون بنا نا ہے اس جگہ پر ہتھوڑے مار کر کھودنے کی رسم ادا کرلی جائے اور اس کو ”سنگِ بنیاد رکھنا“ کہنے کے بجائے ”تعمیر کا آغاز“ کہا جائے۔“ چنانچہ ۲۲ ربیع النور شریف ۱۴۲۶ ہجری یکم مئی 2005 عیسوی بروز اتوار، آپ کی خواہش کے مطابق 25 سیِّد مَدَنی منوں نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مخصوص جگہ پر ہتھوڑے چلائے، آپ خود بھی اس میں شریک ہوئے اور اس نرالی شان سے فیضان مدینہ (صحرائے مدینہ، ٹول پلازہ، سپر ہائی وے باب المدینہ کرچی) کے تعمیری کام کا آغاز ہوا۔[2]

---

1 ... غیبت کی تباہ کاریاں، ص۱۰۷۔

2 ... تعارف امیر اہلسنت، ص۴۹۔

سنت کی بہار آئی فیضان مدینہ میں
رحمت کی گھٹا چھائی فیضان مدینہ میں
اس شہر کے آئے ہیں باہر کے بھی آئے ہیں
سرکار کے شیدائی فیضان مدینہ میں
مقبول جہاں بھر میں ہو دعوت اسلامی
ہر لب پہ دعا آئی فیضان مدینہ میں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِن پر رحمت ہو اور اِن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین



”امام احمد رضا“ کے 11 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

(1) والدین کی نافرمانی سے ہر دم بچنا چاہیے خصوصاً ماں کی نافرمانی بہت شدید ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس کی شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

(2) اگر کسی کے ذمے کوئی حق ہو تو اسے چاہیے کہ دنیا میں ہی اس کی ادائیگی کی ترکیب بنالے کیونکہ کل بروزِ قیامت اسے ادا کرنا بہت مشکل ہو جائے گا، بلکہ سراسر خسارہ اٹھانا پڑے گا۔

(3) سب سے مفلس شخص وہ ہے جو کل بروزِ قیامت اپنی نیکیوں کے ساتھ آئے گا مگر لوگوں کے جو اس نے حق تلف کیے ہوں گے ان کے سبب وہ اپنی تمام نیکیوں سے محروم کر دیا جائے گا۔

(4) دنیا میں اگر کسی کے کچھ پیسے دینا ہوں تو جلد از جلد ادائیگی کر دیجئے کیونکہ جو دنیا میں کسی کے تین پیسے دَین (یعنی قرض) دبالے گا بروزِ قیامت اُسے اِس کے بدلے سات سو باجماعت نمازیں دینا ہوں گی۔

(5) جس چیز کا لینا ہمارے لیے جائز نہیں ہے اسے ہرگز نہ لیجئے کہ کل بروزِ قیامت اس کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی اور اس کا بہت سخت وبال ہو گا۔

(6) کسی بھی گناہ اور ناجائز تَصَرُّف کو ہلکا نہ جانیے بلکہ اس سے بچنے کا مدنی ذہن بنایئے کہ بسا اوقات تھوڑے سے تصرف پر بھی پکڑ ہو سکتی ہے جیسا کہ فقط گیہوں کا دانہ توڑنے پر نیکیاں لے لی گئیں۔

(7) بیٹیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہوتی ہیں، ان سے نفرت کرنے کے بجائے ان کی اچھی طرح دینی تعلیم وتربیت کیجئے کہ یہ بیٹیاں آپ کے لیے جنت میں داخلے کا سبب ہیں۔

(8) جو شخص اپنی بیٹیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کرے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے نیز ایک روایت کے مطابق اسے جنت میں رَفاقتِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نصیب ہو گی۔

(9) ہر سنی سنائی بات کو آگے بڑھا دینا اچھی بات نہیں، بسا اوقات ایسی باتیں لڑائی جھگڑے اور فساد کا بھی باعِث بن جاتی ہیں جب تک کسی بات کی تصدیق نہ ہو اس وقت تک آگے نہیں بڑھانی چاہیے۔

(10) فضول قسم کے ایسے سوالات سے بچنا چاہیے کہ جن کا نہ تو کوئی دُنیوی فائدہ ہو اور نہ ہی کوئی اُخروی فائدہ نیز علمائے کرام ومفتیانِ عظام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے بھی ایسے سوالات پوچھ کر ان کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

(11) مال کو ضائع کرنا یا اسراف یعنی فضول خرچی کرنا شرعاً مذموم ہے، ہر ہر معاملے میں اس سے بچنا چاہیے نیز یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری بھی ہے اور رزق میں تنگی کا باعث بھی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں والدین کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی نافرمانی سے محفوظ فرمائے، حقوقُ اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دنیا وآخرت کی مفلسی سے محفوظ فرمائے، جو چیزیں ہمارے لیے جائز نہیں ہیں انہیں لینے سے بچائے، ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی بیٹیوں کی دینی تعلیم وتربیت اور پرورش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کوئی بھی بات بغیر تصدیق کے آگے پہنچانے سے محفوظ فرمائے، فضول اور لایعنی سوالات کرنے سے بچائے، ہمیں مال کے ضیاع اور اسراف سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:42

ماں باپ یا اَقارِب کے دوستوں سے حُسنِ سُلوک

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِسلام نے ہمیں اپنے والدین، رشتہ داروں، زوجہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کا درس دیا ہے، اِن تمام لوگوں سے حُسنِ سُلوک کا یہ تقاضا بھی ہے کہ اِن کے دوستوں کے ساتھ بھی حُسنِ سُلوک سے ہی پیش آنا چاہیے کیونکہ اِن کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا بھی دراصل اِن کے ساتھ ہی حُسنِ سُلوک سے پیش آنا ہے نیز دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا اِن کی خوشی اور مسرت کا بھی باعث ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی والدین، رشتہ داروں، زوجہ اور تمام معزز لوگوں کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس باب میں پانچ اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ اَحادیث کی شرح پیشِ خدمت ہے۔

حدیث نمبر:341

والد کے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِیْهِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرے۔“

حدیث نمبر:342

نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَعْرَابِ لَقِیَهُ بِطَرِیْقِ مَکَّةَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَحَمَلَهُ عَلٰی حِمَارٍ کَانَ یَرْکَبُهُ وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً کَانَتْ عَلٰی رَاْسِهٖ قَالَ ابْنُ دِیْنَارٍ: فَقُلْنَا لَهُ: اَصْلَحَکَ اللهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ یَرْضَوْنَ بِالْیَسِیْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: اِنَّ اَبَا هٰذَا کَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل صلة اصدقاء الاب... الخ، ص ١٣٨٢، حدیث: ٢٥٥٢۔

وُدَّ اَبِیْہِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ ابْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ کَانَ لَہٗ حِمَارٌ یَتَرَوَّحُ عَلَیْہِ اِذَا مَلَّ رُکُوْبَ الرَّاحِلَۃِ وَعِمَامَۃٌ یَشُدُّ بِھَا رَاْسَہٗ فَبَیْنَا ھُوَ یَوْمًا عَلٰی ذٰلِکَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِہٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ: اَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ؟ قَالَ: بَلٰی فَاَعْطَاہُ الْحِمَارَ فَقَالَ: ارْکَبْ ھٰذَا وَاَعْطَاہُ الْعِمَامَۃَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِھَا رَاْسَکَ فَقَالَ لَہٗ: بَعْضُ اَصْحَابِہٖ: غَفَرَ اللہُ لَکَ اَعْطَیْتَ ھٰذَا الْاَعْرَابِیَّ حِمَارًا کُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَیْہِ وَعِمَامَۃً کُنْتَ تَشُدُّ بِھَا رَاْسَکَ؟ فَقَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ وَاِنَّ اَبَاہُ کَانَ صَدِیْقًا لِعُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن دینار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ایک دیہاتی شخص مکہ مکرمہ کے راستے میں ملا تو سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اسے سلام کیا، اپنی سواری کا گدھا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اسے عطا کر دیا۔ سیدنا **عبد اللہ** بن دینار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کا بھلا فرمائے، یہ دیہاتی لوگ تھوڑے سی چیز پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''اس کا باپ میرے والد حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دوست تھا اور میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے۔'' ایک روایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنَا ابنِ دینار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مکہ مکرمہ کی طرف جاتے تو ان کے ساتھ ایک گدھا ہوتا جب اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور ایک عمامہ تھا جسے سر پر باندھتے، ایک دن آپ گدھے پر جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''کیا تم فلاں بن فلاں کے بیٹے نہیں ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں، میں وہی ہوں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے اپنا گدھا دیا اور فرمایا: ''اس پر سوار ہو جاؤ۔'' اور اپنا عمامہ دے کر فرمایا: ''اسے اپنے سر پر باندھ لو۔'' آپ

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ونحوھما، ص ۱۳۸۲، حدیث: ۲۵۵۲۔

کے بعض ساتھیوں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ نے اس دیہاتی کو وہ گدھا دے دیا جس پر آپ خود سوار ہوتے تھے اور وہ عمامہ دے دیا جسے آپ خود اپنے سر پر باندھتے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں سے نیکی کی جائے اور اس دیہاتی شخص کا باپ میرے والد حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دوست تھا۔''

والدین کے دوستوں سے حُسنِ سلوک کی وجہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ایک فطری بات ہے کہ بندہ اپنے جن دوستوں سے ملتا جلتا ہے ان کے بارے میں یہی ذہن رکھتا ہے کہ میری اولاد بھی ان کے ساتھ ویسے ہی ملنا جلنا رکھے جیسا کہ میں رکھتا ہوں، ان کے ساتھ ویسے ہی اچھی طریقے سے پیش آئے جیسے میں پیش آتا ہوں اور اگر اولاد اپنے والدین کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئے تو یہ ان کی قلبی راحت اور خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین کے وصال کے بعد ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ والدین کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے کیونکہ جیسے ان کی حیات میں ان کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے سے انہیں خوشی اور راحت ملتی تھی ویسے ہی جب ان کی وفات کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کریں تو بھی انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی۔

حُسنِ سلوک کے اعلیٰ درجے پر فائز:

واضح رہے کہ حدیثِ پاک میں فقط یہ بیان فرمایا گیا کہ ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ والد کے دوستوں کے ساتھ نیکی کی جائے۔'' یہاں والد کے دوستوں کے دوست یا دوست کی اولاد کا تذکرہ نہیں فرمایا گیا لیکن ہم نے دیکھا کہ صحابیِ رسول حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے والد گرامی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دوست کی اولاد کے ساتھ نیکی کی۔ کیونکہ دوست کی اولاد کے ساتھ نیکی کرنا دوست کی خوشی کا باعث ہے اور اور والد کے دوست کی خوشی والد کی خوشی کا باعث ہے۔

یقیناً حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حُسنِ سلوک کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے اور کیوں نہ ہوتے کہ آپ نے یہ مدنی تربیت اپنے والد گرامی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی حاصل کی تھی۔ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ سچے پکے عاشقِ رسول تھے جو تمام صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نہایت ہی حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے، تمام مسلمانوں کے جملہ حقوق کا خیال رکھا کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہ دی، کبھی کسی کا کوئی حق تلف نہ ہونے دیا، نیز ہر شخص کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مبارک عادات میں شامل تھا، اور عموماً والدین کے اوصاف ان کی اولاد میں بھی پائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے اور جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حُسنِ اَخلاق کے پیکر تھے۔

حُسنِ سلوک پر تین احادیث:

حُسنِ سلوک کے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: (1) ”ہر حسنِ سلوک صدقہ ہے غنی کے ساتھ ہو یا فقیر کے ساتھ۔“[1] (2) ”دعا ہی تقدیر کو ٹال سکتی ہے اور نیک سلوک ہی عمر میں اضافہ کرتا ہے۔“[2] (3) ”جسے یہ پسند ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔“[3] (4) ”جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے۔“[4]



جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

---

1 . . . مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب کل معروف صدقۃ، ۳/ ۳۲۱، حدیث: ۴۷۵۴۔

2 . . . ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء لا یرد القدر الا الدعاء، ۴/ ۵۵، حدیث: ۲۱۴۶۔

3 . . . مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۵۳۰، حدیث: ۱۳۸۱۲

4 . . . مستدرک حاکم، کتاب البر والصلۃ، باب من بر والدیہ زاد اللہ فی عمرہ، ۵/ ۲۱۳، حدیث: ۷۳۳۹۔

(1) اپنے والد کے دوست کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا بھی والد کے ساتھ ہی حسن سلوک ہے۔

(2) اپنے والد کے دوست کی اولاد کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا بھی والد کے ساتھ ہی حُسنِ سلوک ہے۔

(3) حُسنِ سلوک کے لیے کسی وقت کی قید نہیں بلکہ جب بھی موقع ملے حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

(4) اپنی کوئی بھی ذاتی شے بھی کسی کو پیش کر دینا حُسنِ سلوک ہی کہلاتا ہے۔

(5) حسن سلوک فقط یہی نہیں ہے کہ کوئی اچھی چیز پیش کی جائے بلکہ اچھی نیت کے ساتھ اگر معمولی چیز بھی پیش کر دی جائے تو بھی حُسنِ سلوک ہی کہلائے گا۔

(6) کسی کو اپنا عمامہ یا سواری پیش کر دینا بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت مبارکہ ہے۔

(7) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے والدین اور ان کے دوستوں کے ساتھ نہایت ہی حُسنِ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے، ہمیں بھی ان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنا چاہیے۔

(8) حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حُسنِ سلوک کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے والدین اور ان کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 343 بعدِ وصال والدین سے نیکی کرنے کے طریقے

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِیعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہُ رَجُلٌ مِنْ بَنِی سَلِمَةَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ! اَلصَّلَاةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِیْقِهِمَا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو اُسید مالک بن ربیعہ ساعِدِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم

---

1. ... ابو داود، کتاب الادب، باب بر الوالدین، ۴/ ۴۳۴، حدیث: ۵۱۴۲۔

رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ قبیلے کا ایک شخص آیا اور پوچھا: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میرے والدین کے مرنے کے بعد ان سے بھلائی کرنے کی کوئی صورت ہے؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! ان کے لیے دعا کرنا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان کے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنا، اُن کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔“

بدری صحابیوں میں آخری صحابی:

حضرت سیدنا ابو اُسید مالک بن ربیعہ سَاعِدِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ انصاری صحابی ہیں آپ تمام غزوات میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ شریک رہے اور کثیر محدثین نے آپ سے روایات نقل کی ہیں، بصرہ جانے کے بعد ساٹھ ۶۰ ہجری میں اٹھتر 78 سال کی عمر میں وصال فرماگئے، آپ بدری صحابیوں میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں۔ خود قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں بدری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی عزت و عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

والدین کی بے لوث خدمت کریں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اولاد کو چاہیے کہ اپنے ماں، باپ کے مرنے کے بعد ان کے لیے دعا کرتی رہے اور انہوں نے جو وصیت کی ہے اسے پورا کرے اور اگر کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اسے بھی پورا کرے اور بندوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی عبادت کریں اور والدین کی فرمابرداری سے غیر کا ارادہ نہ کریں۔ اسی طرح جو شخص والدین کا خدمت گزار ہے اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کی خدمت سے مرتبے کا خواہش مند ہو مگر یہ کہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور والدین کی رضا ہو اور نہ ہی ان کی خدمت کرنے سے ریاکاری کا شکار ہو جائے کیونکہ اس حال میں ان کی خدمت کرنا گناہ ہے، اور ایسے شخص کی ریاکاری کو عنقریب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ظاہر فرمادے گا اور یوں اس کا مرتبہ والدین کے دل سے گر جائے گا۔“[1]

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/ ۶۶۹، تحت الحدیث: ۴۹۳۶ ملخصاً۔

بعدِ وصال والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا طریقہ:

مُفَسِّرشہیر، مُحَدِّثِ کَبِیرحَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک تحت فرماتے ہیں: ”ماں باپ کے انتقال کے بعد ان سے بھلائی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاد ہر نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے دعا کرتی رہے، ان کے نام پر صدقات و خیرات کرے، ان کی طرف سے حجِ بدل کرے یا کسی اور سے کروائے، ان کا تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی کرے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں، اگر ماں باپ کسی تاریخ میں خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف گیارھویں کرتے تھے تو وہ ہمیشہ کرتے ہیں، جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کو آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“ صلہ رحمی سے متعلق فرماتے ہیں: ”جن عزیزوں سے رشتہ صرف ماں یا باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے اچھا سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اس میں بھائی بہن، چچا ماموں، پھوپھی خالہ سب ہی داخل ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ اس وجہ سے بھلائی کرے تاکہ والدین کی رضا حاصل ہو، اپنا نام یا شہرت مقصود نہ ہو غرضیکہ ان عزیزوں کی اس وجہ سے خدمت کرے تاکہ والدین راضی ہوں جائیں اور والدین کی رضا میں اللہ ورسول کی رضا ہے، نیز بیٹا باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کی بھی عزت کرے۔“[1]

بعدِ وصال والدین کے اولاد پر حقوق:

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مُجدِّدِ دِین ومِلَّت پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق کے بارے میں سوال ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بعد وِصالِ والدین کے اولاد پر درج ذیل 12 حقوق کو مُدَلَّل و مُفَصَّل بیان فرمایا:

(1) سب سے پہلا حق بعدِ موت اُن کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن و نماز و دفن ہے اور ان کاموں میں سُنَن و مُستَحبات کی رعایت جس سے اُن کے لئے ہر خوبی وبرکت ورَحمت ووُسعت کی اُمید ہو۔

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۳۲، ۵۳۳ ملخصًا۔

(2) اُن کے لئے دعاواِستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(3) صدقہ وخیرات واَعمالِ صالحہ کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حَسبِ طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ اُن کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(4) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہلِ خیر سے اُس کی ادا میں امداد لینا۔

(5) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدرِ قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو اُن کی طرف سے حج کرنا یا حجِ بدل کرانا، زکوٰۃ یا عُشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وَعَلٰی ہٰذَا الْقِیَاس ہر طرح ان کی براءَت ذِمہ میں جدوجہد کرنا۔

(6) انہوں نے جو وَصِیَّتِ جائزہ شرعِیّہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازتِ وارِثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مُقدَّم جانیں۔

(7) ان کی قسم بعدِ مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرجِ شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح اُمور جائزہ میں بعدِ مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(8) ہر جمعہ کو ان کی زیارتِ قبر کے لئے جانا، وہاں یٰسٓ شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(9) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(10) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(11) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(12) سب میں سخت تر وعام تر ومدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اَعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔[1]

مدنی گلدستہ

”نیکی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اولاد کو چاہیے کہ وہ صدقہ، خیرات اور نیکیاں کر کے ان کا ثواب والدین کو پہنچائے۔

(2) ہر جمعہ والدین کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا چاہیے، نیز وہاں جا کر ان کے اِیصالِ ثواب کے لیے سورہ ملک، سورہ یٰسین شریف وغیرہ تلاوت کرنی چاہیے۔

(3) والدین کی وفات کے بعد ہر وہ جائز کام کرنا چاہیے کہ جو ان کی حیات میں ان کی خوشی کا باعث تھا۔

(4) ان کے رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا ہمیشہ ادب واحترام کرتا رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے والدین کی حیات میں بھی ان کا ادب واحترام کرنے اور بعدِ وفات بھی ان کے جملہ حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... فتاویٰ رضویہ، ۲۴/ ۳۹۱۔

حدیث نمبر:344 سَیِّدہ خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے فضائل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى اَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَاَنْ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا اِلَّا خَدِيْجَةُ! فَيَقُوْلُ: اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ.[1] وَفِي رِوَايَةٍ: وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ.[2] وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُوْلُ: اَرْسِلُوْا بِهَا اِلَى اَصْدِقَاءِ خَدِيْجَةَ.[3] وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَتْ: اِسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اِسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ.[4]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ مجھے حضور نبی کریم رؤف رحیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اَزواجِ مُطَہَّرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہ آتا جتنا حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر آتا حالانکہ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا لیکن اکثر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کا ذِکرِ خیر فرماتے تھے۔ بعض اوقات بکری ذبح کرتے اور اس کے اعضاء الگ الگ کرکے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے۔ بسا اوقات میں یوں عرض کرتی کہ دنیا میں حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سوا کوئی عورت نہیں ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے: ”وہ ایسی تھیں وہ ایسی تھیں اور اُن سے میری اولاد ہوئی ہے۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ ”اگر آپ بکری ذبح فرماتے تو اتنا گوشت ان کی سہیلیوں کے گھر ہدیہ بھیجتے جو ان کو کفایت کرجاتا۔“ ایک روایت میں یوں ہے: جب بکری ذبح کرتے تو ارشاد فرماتے: ”اس میں سے حضرت خدیجہ کی

---

1 ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجة وفضلھا، ۲/۵٦۵، حدیث: ۳۸۱۸۔

2 ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجة وفضلھا، ۲/۵٦۴، حدیث: ۳۸۱٦۔

3 ... مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خدیجة ام المؤمنین رضی اللہ عنھا، ص ۱۳۲۳، حدیث: ۲۴۳۵۔

4 ... مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خدیجة ام المؤمنین رضی اللہ عنھا، ص ۱۳۲۴، حدیث: ۲۴۳٦۔

سہیلیوں کے گھر بھیجو۔'' ایک روایت میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بہن ہالہ بنتِ خُوَیلد نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا اجازت مانگنا یاد آ گیا اور خوش ہوتے ہوئے فرمایا: ''یااللہ! یہ تو ہالہ بنتِ خُوَیلد ہیں۔''

اُمُّ المؤمنین کا اُمُّ المؤمنین کی محبوبیت پر رشک:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''غِرْت بنا ہے غیرت سے یہاں غیرت بمعنیٰ رَشک یا غِبطہ ہے، دِینی اُمور میں رشک جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی محبوبیت دیکھ کر رشک فرمایا کہ کاش! میں بھی ان کی طرح حضورِ اَنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبوبہ ہوتی کہ میری وفات کے بعد بھی حضورِ اَنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری اسی طرح تعریفیں فرماتے جس طرح اِن کی فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بڑی ہی محبوبہ زوجہ ہیں، آپ کی محبوبیت بی بی خدیجہ کی محبوبیت سے کسی طرح کم نہیں، رشک اس بات میں ہے جو ہم نے عرض کیا کہ بعدِ وفات محبتِ مصطفےٰ کا جوش۔''[1]

رشک کسے کہتے ہیں؟

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 417 صفحات پر مشتمل کتاب ''لباب الاحیاء'' ص254 پر ہے: ''حسد کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی (مسلمان) بھائی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ملتی ہے تو حاسِد انسان اسے ناپسند کرتا ہے اور اس بھائی سے نعمت کا زوال چاہتا ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کو ملنے والی نعمت کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ اس کا زوال چاہتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ایسی ہی نعمت مل جائے تو اسے رشک کہتے ہیں۔ سرکارِ والا تَبار، شَفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مؤمن رشک کرتا اور

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۹۶۔

منافق حسد کرتا ہے۔“

سیدہ خدیجہ کی وفات کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ فرمانا کہ: ”میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔“ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے انہیں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کبھی نہ دیکھا اور نہ پایا۔ ورنہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیکھنا ممکن تھا کیونکہ حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی وفات کے وقت حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عمر چھ سال تھی۔“[1]

سیدہ خدیجہ کی طرف سے بکری ذبح کرنا:

اکثر حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف سے بکری ذبح فرماتے، انہیں ثواب پہنچانے کے لیے اس کا گوشت اُن کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔ اس حدیث پاک سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ ❁ دوسرے یہ کہ میت کو صدقہ و خیرات کا ثواب بخشنا سنت ہے۔ ❁ تیسرے یہ کہ میت کے نام کا کھانا اس کے پیاروں دوستوں کو دینا بہتر ہے، اس سے میت کو بہت خوشی ہوتی ہے، ایک ثواب پہنچنے کی دوسرے اس کے دوستوں پیاروں کی امداد ہونے کی۔ بعض لوگ گیارہویں کا کھانا سیدوں کو، مزارات کے چڑھاوے وہاں کے مجاوِرُوں کو دیتے ہیں اُن کی اصل یہ حدیث ہے کہ مجاوِرین اور اولاد میت کو پیارے ہوتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ میت کو دنیا کے حالات کی خبر رہتی ہے تب ہی تو وہ اپنے پیاروں پر صدقہ کرنے سے خوش ہوتی ہے۔[2]

سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون:

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں جو

1 ... عمدۃ القاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ۔۔۔الخ، ۱۱/ ۵۳۲، تحت الحدیث: ۳۸۱۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۹۶، ۴۹۷۔

كَانَتْ كَانَتْ یعنی حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ایسی تھیں، ایسی تھیں کی تکرار ہے۔ اس تکرار سے حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے خصائل مراد ہیں جو اُن کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ فاضِلہ، عاقِلہ اور پرہیزگار تھیں۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا"حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا، میری اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور میری مال کے ذریعے اس وقت مدد کی جب لوگوں نے مجھے اپنا مال نہ دیا۔"[1]

قیامت تک کے سادات کی نانی جان:

مُفَسِّرِشہیر، مُحَدِّثِ کَبِیرحَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیث کے الفاظ "وہ ایسی تھیں وہ ایسی تھیں" کے تحت فرماتے ہیں: "یہاں پر حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بہت سی صفات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بہت روزہ دار، تہجد گزار، میری بڑی خدمت گزار، میری تنہائی کی مُونِس، میری غمگسار، غار حراء کے چلّے میں میری مدد گار تھیں، حضرتِ سَیِّدَتُنا فاطمہ زہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ماں اور قیامت تک کے سیدوں کی نانی ہیں۔"[2]

رسولُ اللہ کی سیدہ خدیجہ سے اَولاد:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اِس فرمان" ان سے میری اولاد ہے۔" کے تحت فرماتے ہیں: "اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اولاد اُن ہی سے ہوئی ہے یہاں تک کہ حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی، سوائے حضرت سیدنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کہ وہ حضرت سیدتنا ماریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا قرشیہ ہیں، پہلے یہ اِبنِ ہالَہ بِن زُرَارہ کے نکاح میں تھیں، پھر عتیق بن عابد کے نکاح میں رہیں، پھر حضور تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نکاح میں آئیں، اُس وقت اُن کی عمر چالیس سال تھی اور حضور نبی

---

1 ... ارشاد الساری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ۔۔۔ الخ، ۸/ ۳۳۳، تحت الحدیث: ۳۸۱۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۹۷ ملخصاً۔

کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ پہلا نکاح تھا، اِس سے پہلے کسی بھی خاتون سے نہ تو آپ نے نکاح فرمایا اور نہ ہی سیدہ خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح کیا حتی کہ اُن کی وفات ہوگئی۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مَردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عمر ۶۵ پینسٹھ سال تھی اور وفات کے بارے میں تین قول ہیں: ہجرت سے پانچ، چار یا تین سال پہلے مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔ اُس وقت سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کے دس سال گزرے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی تدفین مقامِ حَجُون میں ہوئی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ پچیس سال شریکِ حیات رہنے کا شرف حاصل ہوا۔"[1]

سیدہ ہالہ بنتِ خُوَیلد کا حضور سے اجازت مانگنا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حضرت سیدتنا ہالہ بنتِ خُوَیلد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اجازت مانگی تو اس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا اجازت مانگنا یاد آگیا کیونکہ اِن کی آواز حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی آواز سے ملتی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوشی سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا: "یا اللہ! یہ تو ہالہ ہیں۔"[2]



سیدہ "خدیجہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبوب ترین زوجہ تھیں کہ آپ اکثر دیگر ازواج کے سامنے ان کے اوصاف بیان فرماتے۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۱۰/ ۵۵۶، تحت الحدیث: ۶۱۸۶۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۱۱/ ۵۳۴، تحت الحدیث: ۳۸۲۱۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف سے بکری ذبح فرماتے اور اُس کا گوشت اُن کی سہیلیوں کے گھروں میں بھیجا کرتے تھے۔

(3) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمایا، اِس سے پہلے کسی بھی عورت سے نہ تو آپ نے نکاح فرمایا اور نہ ہی اُن کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح کیا۔

(4) اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ذات بہت سے اَوصاف کی جامع تھی، سیدنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بقیہ اولاد آپ ہی کے بطن سے ہوئی، اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی والدہ اور قیامت تک کے سادات کی نانی جان ہیں۔

(5) اپنی زوجہ کی زندگی میں یا اُس کے انتقال کے بعد بھی اُس کی سہیلیوں کے ساتھ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حُسنِ سلوک سے پیش آنا کارِ ثواب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو اُن کی ازواج کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کے جملہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 345

اَنصاری صحابہ کی خدمت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ فَقُلْتُ لَهُ: لَا تَفْعَلْ فَقَالَ: اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ لَا اَصْحَبَ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهُ.[1]

(1) ... مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی حسن صحبة الانصار، ص ۱۳۶۳، حدیث: ۲۵۱۳۔

ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ بَجَلِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ سفر پر گیا وہ میری خدمت کیا کرتے تھے، میں نے اُن سے کہا: آپ ایسا نہ کیا کریں۔ اُنہوں نے کہا: میں نے انصار کو دیکھا ہے وہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ اسی طرح پیش آتے تھے تو میں نے قسم کھائی ہے کہ انصار میں سے جس کا بھی رفیقِ سفر بنوں گا اس کی خدمت کروں گا۔"

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مدینہ منورہ کے رہائشی تھے اور انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے آنے والے مہاجر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ نہایت ہی خیر خواہی کی اور ہمیشہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم اور ادب واحترام کیا کرتے تھے۔ انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ذکرِ خیر خود قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں فرمایا گیا ہے۔ انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جانثار دوست تھے۔ اس حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سیدنا جَرِیر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دوستوں یعنی انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی خدمت کیا کرتے تھے، ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا کرتے تھے، ان کی خیر خواہی کیا کرتے تھے اور یہ باب معزز لوگوں کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کے بارے میں بھی ہے، اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اِس باب میں بیان فرمائی ہے۔

دورانِ سفر مسلمانوں کی خیر خواہی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ دورانِ سفر اپنے رُفقاء اور مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔ اس ضمن میں دو حکایات ملاحظہ کیجیے:

(1) حضرت سَیِّدُنا رِباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنہیں بارگاہِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سفینہ (یعنی کشتی) کا لقب اس وقت عطا ہوا جب دورانِ سفر ایک تھکے ہارے شخص نے اپنا سامان بھی اُن کے کندھوں پر

ڈال دیا حالانکہ یہ پہلے ہی بہت زیادہ سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خوش طبعی اور مزاح کے طور پر ان سے فرمایا: ”اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ یعنی تم تو کشتی ہو۔“ اس دن سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے۔[1]

(2) حضرتِ سَیِّدُنا ابو علی رِباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی صحبت اختیار کی، وہ جنگل میں جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: ”میں اِس شرط پر تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا کہ ہم دونوں میں سے ایک امیر ہو گا اور دوسرا ماتحت۔“ میں نے عرض کی: ”آپ امیر ہوں گے۔“ انہوں نے فرمایا: ”پھر تم پر میری اطاعت لازم ہو گی۔“ میں نے کہا: ”جی ہاں۔“ چنانچہ انہوں نے ایک تھیلا لیا اور میرا زادِ راہ اس میں ڈال کر اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کہا: ”آپ یہ تھیلا مجھے دے دیجئے۔“ انہوں نے فرمایا: ”کیا تم نے مجھے امیر نہیں بنایا؟ تم پر میری اطاعت لازم ہے۔“ ایک رات بارش نے ہمیں آلیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صبح تک میرے سرہانے کھڑے ہو کر چادر کے ذریعے مجھے بارش سے بچاتے رہے حالانکہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میں ندامت کے سبب اپنے نفس سے کہہ رہا تھا: ”کاش میں مر جاتا اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے یہ نہ کہتا کہ آپ امیر ہیں۔“[2]

تعظیم کا تعلق فقط عمر سے نہیں ہوتا:

واضح رہے کہ حضرت سیدنا جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عمر میں بڑے تھے اس کے باوجود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے مقام و مرتبے کی وجہ سے خدمت اور تعظیم کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ تعظیم کا تعلق فقط عمر سے نہیں بلکہ مَقام و مَرتبے سے بھی ہوتا ہے، اگر چھوٹی عمر والا مَقام و مَرتبے میں زیادہ ہو تو بڑے کو چاہیے کہ اُس کی تعظیم بجالائے۔ اسی طرح چھوٹے کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے سے بڑے کی خدمت و تعظیم کرے۔ اِس ضمن میں دو فرامین مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجیے: (1) ”جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے تو وہ ہم میں سے

---

1 ... اسد الغابۃ، سفینۃ، ۲/ ۴۸۱ ملخصا۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ...الخ، الباب الثانی فی حقوق الاخوۃ والصحبۃ، ۲/ ۲۲۸۔

نہیں۔"[1] (2) "جو بھی جوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے تعظیم کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے اُسے مقرر فرمادیتا ہے جو بڑھاپے میں اُس کی عزت کرے گا۔"[2]

تعظیمِ رسول کرنے والا اِکرام کا مستحق:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا جریر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ میں نے انصار کو دیکھا کہ وہ سید عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کرتے ہیں اور آپ کی تعظیم میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اس لیے انصار میں سے جو کوئی مجھے ملے میں اُس کا اکرام کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ سید عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعظیم کرنے والا اکرام کا مستحق ہے۔"[3]

اسلام اور تعظیم و تکریم کا درسِ عظیم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام وہ پیارا مذہب مُہَذَّب ہے جو مسلمانوں کو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام، مزاراتِ مُقَدَّسہ ودیگر تمام معزز لوگوں ومقامات کے ادب واِحترام کا درس دیتا ہے، اِسلام میں کسی بھی معزز ہستی یا کسی بھی معزز مقام کی بے ادبی کا کوئی تصور نہیں ہے، یقیناً جو نام نہاد مسلمان انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، یا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام یا دیگر معزز ہستیوں یا مقدس مقامات کی توہین کرتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیشہ معزز ہستیوں کا اِحترام کیجئے، علمائے کرام، مفتیانِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا بھی ادب کیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا وآخرت دونوں میں اِس کی برکتیں نصیب ہوں گی۔ منقول ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالِم تشریف لاتے، تو بادشاہ اُن کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: "حضور! اِس طرح کرنے سے تو آپ رُعبِ سلطنت چلا جاتا ہے۔" بادشاہ نے

---

1 ... ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، ۳/ ۳۶۹، حدیث: ۱۹۲۶۔

2 ... ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اجلال الکبیر، ۳/ ۴۱۱، حدیث: ۲۰۲۹۔

3 ... تفہیم البخاری، ۴/ ۴۴۰۔

نہایت ہی اِیمان افروز جواب دیا کہ: ''اگر علمائے دِین کی تعظیم سے رُعبِ سَلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔'' یہی وجہ تھی کہ ہارون رشید کا رُعب رُوئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجۂ اتم (یعنی بہت زیادہ) تھا۔ سلاطین نصاریٰ (یعنی عیسائی بادشاہ) اس کا نام لیتے تھرّاتے تھے۔''[1]

مدنی گلدستہ

''صحابہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان سفر میں اپنے رُفقاء کے ساتھ خیر خواہی فرمایا کرتے تھے۔

(2) معزز لوگوں کے دوستوں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

(3) جو شخص حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم و تکریم کرتا ہے وہ بھی تعظیم و تکریم کا مستحق ہے۔

(4) اسلام وہ پیارا مذہب ہے جو تمام معزز لوگوں کی تعظیم و تکریم کا درس دیتا ہے، اسلام میں بے ادبی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

(5) تعظیم کا تعلق فقط عمر سے نہیں ہوتا بلکہ مقام و مرتبے سے بھی ہوتا ہے، اس لیے اگر کوئی کم عمر بڑے مقام و مرتبے والا ہو تو بڑے کو اس کی تعظیم کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں معزز لوگوں کے دوستوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے، سفر میں اپنے دوستوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے، ہمیشہ با ادب لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے، بڑوں کا ادب کرنے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۱۴۵۔

باب نمبر:43 اَہلِ بَیت کی تعظیم اور اُن کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اَہلِ بیتِ اَطہار حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آل اولاد ہیں، اِن نفوسِ قدسیہ کا ادب و اِحترام نہ صرف ہر مسلمان پر لازم بلکہ تکمیل ایمان کے لیے بہت ضروری ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَہلِ بیت کی تعظیم و توقیر آپ سے محبت کی دلیل ہے کیونکہ کسی سے محبت اِس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اُس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت کی جائے۔ ان پاک ہستیوں کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان حضرات کی تعظیم و تکریم کرنے اور ان سے الفت و محبت رکھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ خود ربِّ کائنات جَلَّ مَجْدُہٗ نے قرآنِ کریم میں ان کی تعریف و توصیف بیان فرمائی، یہ دِینِ اسلام کے وہ روشن ستارے ہیں جن کی پیروی دو جہاں میں کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی ''اہلِ بیت کی تعظیم اور ان کی فضیلت'' کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ کریمہ اور 2 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) اہلِ بیت کی پاکیزگی اور نفاست

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَہلِ بیت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اُنہیں گناہوں سے دور رہنے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے۔ عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاطِن فرماتے ہیں: اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں کیونکہ وہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے آشیانۂ اقدس میں تھیں حضرتِ سَیِّدُنا سعید بن جُبیر اور حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ**

بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی یہ ہی مروی ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ازواج کو اُن گناہوں سے پاک کرنے کا ارادا فرماتا ہے جن سے انہیں منع فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہے: ''یعنی شیطانی اعمال اور ہر وہ کام جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضانہ ہو۔'' جبکہ حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری اور تابعین کی ایک جماعت جس میں حضرتِ سَیِّدُنا مجاہد اور حضرتِ سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی شامل ہیں یہ حضرات اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مذکورہ آیت میں اہلِ بیت سے حضرتِ سَیِّدُنا علی، سیدہ فاطمہ زہرا اور حَسَن و حُسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مراد ہیں اور ان کے قول کی تائید حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی یہ حدیث پاک بھی کرتی ہے۔ چنانچہ اُمُّ المؤمنین فرماتی ہیں کہ ایک صبح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دھاری دار سیاہ بالوں کی چادر پہنے ہوئے نکلے پھر آپ تشریف فرما ہوئے کہ حضرتِ سَیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا تشریف لائیں تو حضور نے انہیں چادر میں داخل کر لیا پھر حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم تشریف لائے تو حضور نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا پھر حضرتِ سَیِّدُنا حَسَن مجتبٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تشریف لائے تو حضور نے انہیں بھی داخل فرما لیا اس کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تشریف لائے تو حضور نے انہیں بھی داخل کر لیا اور پھر آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔ حضرتِ سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چھ ماہ تک حضرتِ سَیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے دروازے پر آتے رہے جبکہ آپ فجر کی نماز کے لیے نکلتے آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے: ''اَلصَّلَاۃ یَا اَھْلَ الْبَیْت یعنی اے اہل بیت! نماز کا وقت ہو گیا۔'' اس کے بعد مذکورہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرماتے۔[1]

صدرُ الافاضل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''اِس آیت سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اَہلِ بیت میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ازواجِ مُطَہَّرات، حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہرا، علی المرتضٰی اور حَسَنَینِ کریمَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سب داخل ہیں، آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

1 . . . تفسیر خازن، پ ٢٢، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٣، ٣/ ٤٩٩ ملخصاً۔

سے منقول ہے، اِن آیات میں اہلِ بیتِ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقوٰی وپرہیز گاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیز گاری کو پاکی سے اِستعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب اُن سے ایسا ہی ملوّث (آلودہ) ہوتا ہے جیسے جسم نجاستوں سے۔ اِس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ اَربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ وپرہیز گاری کی ترغیب دی جائے۔"[1]

(2) شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (پ ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نشانوں کی تعظیم وتکریم کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ شعائرُاللہ کا اَدب واِحترام کرتے ہیں وہ حقیقی تقویٰ وپرہیز گاری والے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کی اپنے قول، عمل بلکہ ہر طریقے سے تعظیم کرنا نہ صرف خوش نصیبی ہے بلکہ یہ تعظیم دلوں میں تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ ہر وہ چیز جس کی تعظیم وتوقیر کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت بن جائے وہ شعائرُاللہ ہے۔ شعائر، شعر کی جمع ہے جس کا لغوی معنی معرفت وپہچان کے ہیں اور اِصطلاح میں محبوب و پسندیدہ، ضروری اشیاء یا شخصیات کو شعائر کہا جاتا ہے۔ یوں وہ تمام اَشیاء یا شخصیات جنہیں دیکھ کر رب تعالیٰ کی ذات وصفات اور قدرتِ کاملہ کی پہچان حاصل ہو شعائرُاللہ ہیں۔ قرآن واَحادیث میں کئی چیزوں کو شعائرُاللہ کہا گیا ہے۔ (1) اَعمال جیسے نماز، روزہ، حج اور زکاۃ (2) اوقات جیسے نمازوں کے اوقات اور روزوں وحج کے مہینے۔ (3) مُقدّس مقامات جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ مُنوّرہ اور بیتُ المقدس (4) مُقدّس شخصیات جیسے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، اَہلِ بیتِ اَطہار وصحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان و مُجتہدین و صالحین عُلَماء رَحِمَہُمُ اللہ (5)

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳۔

اشیاءِ اَعمال مثلاً قرآنِ مجید، حدیثِ پاک، آبِ زم زم اور قربانی کے جانور وغیرہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی تعظیم کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ ❁ جیسے نماز کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ پاک وصاف ہوکر خشوع و خضوع واطمینان سے شریعت کے دیے گئے طریقے کے مطابق مکمل اور صحیح طریقے سے نماز کی ادائیگی کرے۔ ❁ عبادت کے اَوقات کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ مستحب اوقات میں عبادت کرے، وقت سے پہلے وتاخیر سے کام نہ لے۔ ❁ مقامات کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کی زیارت کی جائے، ہر طرح کی گندگی سے حفاظت کرتے ہوئے انہیں پاک وصاف رکھا جائے، انہیں آباد رکھا جائے۔ ❁ انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اُن کی اتباع کی جائے۔ ❁ اہلِ بیت وصحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کی سیرتِ طَیِّبَہ پر عمل کیا جائے، اُن کا ادب واحترام کیا جائے، اُن سے محبت کی جائے۔ ❁ قرآن کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کی تلاوت کی جائے، اُس کے معانی ومفاہیم کو سمجھ کر اُس پر عمل کی جائے، اُس کا ادب واحترام کیا جائے، اُس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے جائیں، اُس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے، بغیر وُضو وغسل کے اُسے ہرگز نہ چھوا جائے۔

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اَہلِ بیتِ اَطہار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے ہیں ان کی تعظیم و توقیر کرنا اور ان کا ادب و احترام بجالانے میں مبالغہ کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری اور ایمان کامل کی علامت ہے۔ یہ باب بھی اہلِ بیت کی تعظیم اور ان کی فضیلت کے بارے میں ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب ! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:346

دو عظیم چیزیں قرآن اور اہل بیت

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اِلٰى زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَمِعْتَ حَدِيْثَهُ وَغَزَوْتَ مَعَهُ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ: لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ وَاللهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ وَقَدُمَ عَهْدِيْ وَنَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِيْ كُنْتُ اَعِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوْا وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُوْنِيْهِ ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ: وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ اَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيْلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ. قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلَا وَاِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: اَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا یزید بن حیان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں، حُصَین بن سَبْرَہ اور عَمرو بن مسلم ہم تینوں حضرت سَیِّدُنا زید بن اَرقَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی خدمت میں حاضر ہوئے پس جب ہم ان کے پاس بیٹھ چکے تو حضرت سیدنا حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: ”اے زید! آپ نے بہت بھلائی پائی کیونکہ آپ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ نے ان سے احادیث سنیں، ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اوران کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اے زید! آپ نے خیر کثیر پائی، آپ ہمیں بھی وہ باتیں بتائیں جو آپ نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنیں۔ حضرت سَیِّدُنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اے بھتیجے! خدا کی قسم! میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے اس یادگار زمانے کو مدت گزر گئی ہے اور جو کچھ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے میں نے یاد کیا تھا اس میں سے بھی کچھ

---

[1] . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ١٣١٢، حدیث: ٢٤٠٨۔

[2] . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ١٣١٣، حدیث: ٢٤٠٨۔

بھول گیا ہوں پس جو کچھ میں تم سے بیان کروں اسے قبول کرلو اور جو نہ بیان کر سکوں اس کے متعلق مجھے زحمت نہ دو۔" پھر فرمایا کہ ایک دن **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ و مدینہ کے درمیان خم نامی تالاب پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہلے **اللہ** تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: "خبردار! اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آجائے اور میں اس کا پیغام قبول کرلوں۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔" پھر آپ نے **کِتَابُ اللّٰہ** پر عمل کرنے پر اُبھارا اور اس کی رغبت دلائی۔ پھر ارشاد فرمایا: "دوسرے میرے اہلِ بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتا ہوں۔" حضرت سیدنا حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: "اے زید! اہل بیت کون ہیں؟ کیا ان میں ازواجِ مُطَہَّرات شامل نہیں؟" حضرت سیدنا زید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "آپ کی ازواج بھی اہلِ بیت میں سے ہیں لیکن یہاں اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔" پوچھا: "وہ کون ہیں؟" فرمایا: "وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں۔" پوچھا: "ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے؟" فرمایا: "ہاں۔" ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سنو! میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رسّی ہے جو اس پر عمل پیرا ہوگا وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہوا۔"

نیک اَعمال میں شرکت باعِثِ شرف:

مذکورہ حدیثِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاکیزہ کلام قرآنِ مجید اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اہل بیت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کا درس دیا گیا ہے۔ حدیث پاک کی ابتدا میں بیان ہوا کہ حضرتِ سَیِّدُنا یزید بن حیان، حُصَین بن سَبْرَہ اور عَمرو بن مسلم رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام تینوں حضرتِ سَیِّدُنا زید بن اَرْقَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حُصَین بن سَبْرَہ نے زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی کہ

آپ تو بہت خوش قسمت ہیں کیونکہ آپ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اَحادیث کا سماع کیا، آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا، آپ تو خیر کثیر پانے والے ہیں۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحاء کے ساتھ نیک اعمال میں شریک ہونا بڑے شرف کی بات ہے اور اسی وجہ سے شریعت نے نمازوں میں جماعت کو مشروع کیا ہے تاکہ صالحین کی برکت سے کوتاہی کرنے والوں کی نماز بھی قبول ہو جائے۔“[1]

محدثین کے اَوصاف اور دعا کی تعلیم:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سیدنا حُصَین بن سَبْرَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کے بعد سیدنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی کہ آپ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جو باتیں سنی ہیں وہ ہمیں بھی بیان کر دیں۔ حضرت سیدنا حُصَین بن سَبْرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول میں اس بات پر دلیل ہے کہ علم اس کے اہل لوگوں سے حاصل کرنا چاہیے اور محدثین سے حدیث طلب کرنے سے پہلے ان کی شان کے لائق اوصاف بیان کیے جائیں اور ان کے لیے دعا کی جائے۔“[2]

بڑھاپے میں حدیث روایت کرنا:

حضرت سیدنا حُصَین بن سبرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرتِ سَیِّدُنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی کہ آپ ہمیں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سنی ہوئی باتیں بیان کریں تو سیدنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اے بھتیجے! میری عمر کافی ہو چکی ہے اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یاد کی ہوئی بہت سی باتیں اب میں بھول چکا ہوں اسی لیے میں جو کچھ تم سے بیان کر دوں تم اسے قبول کر لینا اور جو نہ بیان کر سکوں اس میں مجھے زحمت نہ دینا۔“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا زید بن

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی اکرام اهل بیت۔۔۔الخ، ۲/ ۱۹۷، تحت الحدیث: ۳۴۶ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی اکرام اهل بیت۔۔۔الخ، ۲/ ۱۹۸، تحت الحدیث: ۳۴۶ ملخصاً۔

ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سیدنا حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خود سے چھوٹا ہونے کی بنا پر بھتیجے کے لفظ سے مخاطب کیا نیز سیدنا زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بڑھاپے کی وجہ سے اپنی طرف نسیان کی نسبت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بڑھاپا قوتِ حافظہ کے ضعف اور نسیان کا سبب ہے اسی وجہ سے اَسّی سال (80) کے بعد حدیثِ پاک روایت کرنے کو ایک جماعت نے ناپسند کیا ہے کیونکہ اِس عمر میں لاشعوری طور پر حدیثِ پاک میں اختلاط واقع ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ سلف و صالحین میں سے اکثر نے کثرت سے حدیثِ پاک کی روایت کرنے کو مکروہ جانا ہے۔ سیدنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے تھے: ”**رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہت کم حدیثیں روایت کرنے والا میں بھی ہوں۔“[1]

غدیرِ خُم کیا ہے؟

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک روز حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ”خُم“ نامی تالاب پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حرمین شریفین کے درمیان جحفہ منزل کے قریب ایک جگہ کا نام ”خُم“ ہے، وہاں ایک تالاب ہے اِس تالاب کو غدیرِ خُم کہتے تھے، وہاں کا یہ واقعہ ہے۔“[2] خطبے کی ابتدا میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا بیان فرمائی یعنی **اللہ** تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی یعنی جو چیز ان کے لیے نفع مند تھی اس کی نصیحت کی اور انہیں غفلت کی نیند سے بیدار کیا۔[3]

رسولُ اللہ بے مثل بشر ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ**

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی اکرام اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۲/۱۹۸، تحت الحدیث: ۳۴۶ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/۴۵۶۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۱۰/۵۱۶، تحت الحدیث: ۶۱۴۰۔

عَزَّوَجَلَّ نے بشریت اور نورانیت دونوں سے مُتَّصِف فرمایا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جو فضائل وکمالات عطا فرمائے، اتنے فضائل وکمالات کسی اور بشر کو عطا نہ فرمائے، اسی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بے مثل بشر ہیں، اس حدیثِ پاک میں بھی اس بات کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! میں ایک بشر ہوں۔“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ الفاظ اس لیے نہیں فرمائے کہ آپ کی صفات ایک عام آدمی کی مثل ہیں بلکہ آپ یہ وہم دُور کرنا چاہتے تھے کہ میرے ہاتھ پر خلاف عادت افعال کے صدور کی وجہ سے کہیں تم لوگ مجھے معبود یا فرشتہ نہ سمجھ لو اور خود کو بشر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بشر کی صفت ہے کہ اسے دنیا سے دارِ فانی کی طرف کوچ کرنا پڑتا ہے اسی وجہ سے آپ نے خود کے بشر ہونے کا اظہار فرمایا۔“[1]

رب کا قاصد کون ہے؟

حضور تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے لوگو! میں ایک بشر ہوں! قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آجائے اور میں اس کا پیغام قبول کرلوں۔“ قاصد سے مراد یا حضرت سیدنا عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں جو ہر ایک کے پاس موت کے وقت آتے ہیں یا حضرت سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں جو وفات شریف کے وقت ملک الموت کے ساتھ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے استقبال کے لیے اور بارگاہِ الٰہی میں ساتھ لے جانے کے لیے خدمت میں حاضر ہوئے۔[2]

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”فی الواقع حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رحلت قریب تھی یہ واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی پر ذوالحجہ کے آخری دنوں کا ہے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رحلت ربیع الاوّل میں ہے۔“[3]

---

1. ... دلیل الفالحین، باب فی اکرام اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۲/۱۹۹، تحت الحدیث: ۳۴۶۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۸/۴۵۷۔
3. ... اشعۃ اللمعات، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۶۹۵۔

ثقلین کے دو معنی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے ان دو چیزوں کے لیے ثَقَلَیْنِ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ یہ لفظ دو طرح آتا ہے (1) ثِقْلٌ بمعنیٰ بوجھ، جن و اِنس کو بھی ثقلین کہتے ہیں کہ زمین میں ان کا بڑا وزن ہے کیونکہ قرآنِ مجید کے احکامات پر عمل کرنا اور اہل بیت کی اطاعت کرنا نفس پر بھاری ہے لہٰذا انہیں ثقلین فرمایا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشار فرماتا ہے: ﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝۵﴾ (پ ۲۹، المزمل: ۵) ترجمۂ کنزالایمان: "بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔" (یعنی قرآنِ مجید) (2) ثَقَلٌ بمعنی عظیم و نفیس چیز، چونکہ اِیمان کی زِینت دِین کی رونق قرآنِ مجید اور اہلِ بیتِ اَطہار سے ہے اس لیے انہیں ثقلین فرمایا یعنی دو بھاری بھر کم چیزیں یا نفیس ترین چیزیں جو متاعِ اِیمان میں سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔[1]

قرآن ہدایت اور نور ہے:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اِن دو نفیس چیزوں میں سے پہلی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پر عمل پیرا ہو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔" شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ کتاب دنیا اور آخرت کی سعادت تک پہنچاتی ہے، اس میں روشنی یعنی اعمال کا بیان ہے کہ جس روشنی سے راستہ روشن ہوتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے، نیز نورِ قرآنِ پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔"[2]

حدیث پر عمل قرآن پر عمل کرنا ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "یہ کتاب گمراہی سے ہدایت کی جانب پھیرتی ہے، دلوں کو مُنَوَّر کرتی ہے اور قیامت میں پل صِراط کا نور ہے۔ لہٰذا اسے مُسْتَدَل بناؤ، اسے حِفظ کرو اور اس

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۵۶ماخوذاً۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/ ۶۹۶۔

کے علوم حاصل کرو اور اپنے اعتقاد و اعمال کی اصلاح کے لیے اسے مضبوطی سے تھام لو۔ یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ احادیث **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر عمل کرنا بھی منجملہ **کتابُ اللہ** پر عمل کرنا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ**﴾ (پ۲۸، الحشر: ۷) ”ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔“ اور **رسولُ اللہ** کی اطاعت در حقیقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ**﴾ (پ۵، النساء: ۸۰) ”ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے **اللہ** کا حکم مانا۔“ اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والا ہے اس پر تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کرنا لازم ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿**قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**﴾ (پ۳، آلِ عمران: ۳۱) ”ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم **اللہ** کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ **اللہ** تمہیں دوست رکھے گا۔“ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو **کتابُ اللہ** کے الفاظ و معانی کی رعایت کرنے اور اُس کے اَحکامات پر عمل کرنے پر اُبھارا اور وہ چیزیں بیان فرمائی جن سے لوگوں میں **کتابُ اللہ** پر عمل کرنے کی رغبت پیدا ہو، ممکن ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رغبت دلانے والی باتوں کے ساتھ ان عذابوں سے بھی لوگوں کو خوف دلایا ہو جو اَحکامِ الٰہی ترک کرنے والوں کو دیئے جائیں گے۔“[1]

اللہ کی رسّی مضبوطی سے تھام لو:

ایک روایت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”سنو! میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں سے ایک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رسّی ہے جو اُس پر عمل پیرا ہو گا وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہوا۔“ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ فرمانِ عالی اِس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿**وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا**

---

1 ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۱۰/ ۵۱۷، تحت الحدیث: ۶۱۴۰ ملخصاً۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا (پ۴، آل عمران: ۱۰۳) ”ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں بٹ نہ جانا)۔“ جیسے کنویں میں گیا ہوا ڈول رسّی سے وابستہ رہے تو پانی لے آتا ہے وہاں کی کیچڑ میں نہیں پھنستا لیکن اگر رسّی سے کھل جاوے تو وہاں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، دنیا کنواں ہے جہاں نیک اَعمال و اِیمان کا پانی بھی ہے اور کفر و گناہوں کی دلدل بھی، ہم لوگ گویا ڈول ہیں اگر قرآن اور صاحبِ قرآن سے وابستہ رہے تو یہاں کے کفر و عصیان میں نہیں پھنسیں گے۔ نیک اعمال کا پانی لے کر بخیریت اپنے گھر پہنچیں گے۔ خیال رہے کہ قرآن رسّی ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اوپر کھینچنے والے مالک ہیں اور اگر حضور رسی ہیں تو رب تعالیٰ اوپر کھینچنے والا۔ امام ابوصیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ .... مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٖ

ترجمہ: ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی طرف بلایا تو ان کی اطاعت کی رسّی تھامنے والے ایسے تھامنے والے ہیں کہ کبھی منقطع نہ ہوں گے۔“ رسّی کا ایک کنارہ ڈول میں ہوتا ہے دوسرا کنارہ اوپر والے کے ہاتھ میں اگر اوپر والا ہاتھ نہ کھینچے تو رسّی ڈول کو نہیں نکال سکتی۔ لہٰذا کوئی قرآن چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آسکتا۔ خیال رہے کہ بعض مؤمنین بغیر کتابُ اللہ صرف نبی کے ذریعہ رب تک پہنچ گئے جیسے فرعونی جادوگر یا جیسے وہ لوگ جو عین جہاد میں ایمان لاکر فوراً شہید ہوگئے مگر کوئی شخص صرف کتابُ اللہ سے بغیر نبی رب تک نہیں پہنچا۔“[1]

اہلِ بیت سے محبت اور اُن کا ادب:

کتابُ اللہ کی عظمت بیان فرمانے کے بعد حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دوسری عظیم چیز بیان فرمائی کہ وہ میرے اہلِ بیت ہیں اور میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے ارشاد کا معنٰی یہ ہے کہ میں تمہیں اہلِ بیت کی حفاظت، ان کے ادب واحترام، ان کی تعظیم اور ان سے محبت مؤدت کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق سے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/۴۵۸۔

آگاہ کرتا ہوں۔ نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے مبالغہ فرمانے کے لیے اپنے جملے مکرَّر فرمائے اور یہ اِمکان بھی بعید نہیں کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پہلی مرتبہ میں اپنی آل مراد لی ہو اور دوسرے بار میں اَزواج کیونکہ اہلِ بیت کا لفظ تو آل و ازواج دونوں کو شامل ہے۔"(1)

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "معنٰی یہ ہے کہ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کی شان کے حوالے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتا ہوں اور تم سے کہتا ہوں کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو انہیں ایذا نہ دو بلکہ ان کی حفاظت کرو۔"(2)

اہلِ بیت کی بے ادبی سے بچو:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں تم کو اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتا ہوں، اُن کی نافرمانی بے ادبی بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ دِین کھو بیٹھو گے۔"(3)

اہلِ بیت دو طرح کے ہیں:

"اشعۃ اللمعات" میں ہے: "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اہلِ بیت دو طرح کے ہیں: (1) بیتِ جسم یعنی وہ لوگ کہ جن کا آپ سے جسمانی تعلق ہے جیسے آپ کی اولاد اور اَزواج۔ (2) بیتِ ذِکر یعنی وہ لوگ کہ جن کا آپ سے قلبی رشتہ و تعلق ہے اور یہ عُلَماء، صُلَحاء اور اَولیاءُ اللہ ہیں۔ یہ دونوں اہلِ بیت اہل دنیا کے ظاہر و باطن کی آبادی اور دِین و دُنیا کے نظام کی اِصلاح کا سبب ہیں۔"(4)

ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

حدیثِ پاک کے آخر میں بیان ہوا کہ سیدنا حُصَین بن سَبُرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سیدنا زید بن اَرقم رَضِیَ

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب اھل بیت۔۔۔الخ، ۱۰/۵۱۷، تحت الحدیث: ۶۱۴۰۔
2. ... شرح الطیبی، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب اھل بیت۔۔۔الخ، ۱۱/۲۹۶، تحت الحدیث: ۶۱۴۰۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۸/۴۵۸۔
4. ... اشعۃ اللمعات، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت۔۔۔الخ، ۴/۶۹۶ ملخصاً۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے دریافت کیا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے اہلِ بیت کون ہیں؟ اور کیا اِن میں اَزواجِ مطہَّرات شامل نہیں ہیں؟ تو حضرتِ سَیِّدُنا زید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا کہ اَزواجِ مطہَّرات بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں لیکن مذکورہ حدیثِ پاک میں اَہلِ بیت سے مراد وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ یہاں ایک اِشکال وارد ہوتا ہے کہ صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب سید نا زید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اَزواجِ مطہَّرات کے اہلِ بیت میں شامل ہونے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے نفی میں جواب دیا۔ بظاہر اِن دونوں روایتوں میں تضاد نظر آتا ہے لیکن ان دونوں احادیث میں تطبیق دینا ممکن ہے وہ اس طرح کہ جس روایت میں اَزواجِ مطہَّرات کی اہلِ بیت ہونے سے نفی کی گئی ہے تو وہاں مراد اُن اہلِ بیت میں شمولیت سے نفی ہے کہ جن پر صدقہ (زکوٰۃ) لینا حرام ہے اور جس حدیث میں یہ بیان ہوا کہ اَزواجِ مطہَّرات بھی اَہلِ بیت سے ہیں تو وہاں ادب و احترام، تعظیم و تکریم اور حُرمت کے اِعتبار سے انہیں اہلِ بیت میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ اَزواجِ مطہَّرات تو حضور کے گھر میں سکونت پذیر تھیں اور اُن کے اَخراجات حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے ذمہ تھے اِس لحاظ سے وہ اَہلِ بیت میں داخل ہیں۔[1] اَحناف کے نزدیک وہ اَہلِ بیت جن پر صدقہ حرام ہے وہ صرف مؤمنینِ بنی ہاشم ہیں ان کے علاوہ کسی پر صدقہ حرام نہیں۔[2]

مدنی گلدستہ

”خاتونِ جنت“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) علمِ دِین حاصل کرنے کے لیے اکابرین کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت سیدنا حصین بن سبرہ، سیدنا یزید بن حیان اور سیدنا عَمرو بن مُسلِم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ تینوں حضرت سیدنا زید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنهم، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه، ۸/۱۸۰، الجزء الخامس عشر۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی اکرام اهل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔۔۔الخ، ۲/۲۰۱، تحت الحدیث: ۳۴۶۔

(2) اہلِ بیت کی تعظیم، ادب واحترام اور اُن سے محبت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

(3) بڑھاپا نسیان اور حافظہ کمزور ہونے کا سبب ہے، اِسی وجہ سے بڑھاپے میں حدیث روایت کرنے کو اکثر مُحدِّثین نے ناپسند فرمایا ہے۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بشریت اور نورانیت دونوں صفات سے مُتَّصِف فرمایا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بے مثل بشر ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے بشر ہونے کا اِظہار اس لیے فرمایا تاکہ لوگ آپ کے معجزات دیکھ کر کہیں آپ کو معبود یا فرشتہ نہ سمجھ لیں۔

(5) اَحکامِ قرآنی پر عمل کرنا اور اہلِ بیت کی تعظیم کرنا نفس پر بہت ثقیل (بھاری) ہے اس لیے ان کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

(6) **کتابُ اللہ** ہدایت، نور اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رسّی ہے اسے مضبوطی سے تھامنے والے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں۔

(7) حدیث پر عمل کرنا بھی **کتابُ اللہ** پر عمل کرنا ہے کیونکہ حضور تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت ہے۔

(8) بعض مؤمنین بغیر **کتابُ اللہ** صرف نبی کے ذریعے رب تک پہنچ گئے جیسے وہ لوگ جو عین جہاد میں ایمان لا کر فوراً شہید ہوگئے مگر کوئی شخص فقط **کتابُ اللہ** سے بغیر نبی کے رب تک نہ پہنچا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اہلِ بیت کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:347

حضور کی رضا اَہل بیت کی تعظیم میں ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَوْقُوْفًا عَلَیْہِ اَنَّہُ قَالَ: اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهِ. [1] مَعْنٰى "اُرْقُبُوْا": رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے اہلِ بیت کا خیال رکھو۔"

"اُرْقُبُوْا" کا معنی ہے: "ان کی رعایت کرو، ان کا احترام کرو اور ان کی عزت کرو۔"

حدیثِ موقوف کی تعریف:

مذکورہ حدیثِ پاک امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے موقوفاً روایت ہے۔ موقوف اس روایت کو کہتے ہیں جس کی اضافت صحابی کے قول یا فعل کی طرف کی جائے۔ [2]

صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نصیحت:

عَلّامہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اہلِ بیت کے معاملے میں حضور کا خیال رکھو، اس طرح کہ اہلِ بیت کی حفاظت کرو، انہیں اذیت نہ پہنچاؤ اور ان کی اہانت (توہین) نہ کرو۔ نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے اہلِ بیت سیّدہ فاطمہ، سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا امامِ حَسَن و حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں کیونکہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں کمبل میں لپیٹ کر فرمایا: یہ میرے اہلِ بیت ہیں یا یہ حضرات اور ازواجِ مُطَہَّرات دونوں اہلِ بیت ہیں کیونکہ اہلِ بیت سے مطلقاً ذہن اُن کی طرف جاتا ہے۔" [3]

اہلِ بیت و صحابہ کرام کا ادب لازم ہے:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اہلِ بیت کی قدر و منزلت کے پیشِ نظر

---

1 . . . بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۵۳۸، حدیث: ۳۷۱۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی اکرام اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۳۴۷۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۱۱/ ۵۳۴، تحت الحدیث: ۳۷۱۳۔

اُن کی تعظیم کرنا، اُن سے محبت و مؤدت کرنا لازم ہے اور اہلِ بیت کی تعظیم کے ساتھ ساتھ اُن تمام لوگوں کا ادب و احترام بھی لازم ہے کہ جن کی تعظیم کا شریعت نے حکم دیا ہے یعنی صحابہ کرام، علمائے عاملین اور اَولیاءِ کاملین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم۔"[1]

مدنی گلدستہ

امامِ "حَسَن" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اہلِ بیت اور اُن تمام لوگوں کا ادب و احترام کرنا لازم ہے کہ جن کی تعظیم کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

(2) اہلِ بیت کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی سیرت پر عمل کیا جائے اور ان کی اتباع کی جائے۔

(3) مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان بھی لوگوں کو اہلِ بیت سے محبت کرنے کا حکم دیتے اور انہیں اِس پر اُبھارتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اَہلِ بیت سے محبت اور اُن کا ادب واِحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کل بروزِ قیامت ہمیں اُن کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول
اہل سنت کا ہے بیڑا پار اَصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عِترت رسولُ اللہ کی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی اکرام اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۳۴۷۔

باب نمبر:44

عُلَمَاء وبزرگوں کی تعظیم ومَراتِب کا بیان

عُلَما، بزرگوں اور اَہلِ فَضل کی تعظیم کرنے، اُنہیں دوسروں پر مُقَدَّم کرنے، اُن کی مَسْنَد کو بلند رکھنے

اور اُن کے مَراتِب کو ظاہر کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام نے ہمیں ادب واحترام کا درس دیا ہے، کسی بھی شخص کا ادب واحترام دو2وجہ سے کیا جاتا ہے اس میں چند ایسی صفات ہوتی ہیں جو اسے دوسروں پر مقدم رکھتی ہیں یا وہ بذاتِ خود عمر یا تجربے کے لحاظ سے بڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ادب واحترام کیا جاتا ہے۔ مثلاً علم والے اور جاہل برابر نہیں ہیں، علم والوں کو ان کے علم کی بناء پر فوقیت ہے، اس لیے علماء کا ادب واحترام اور ان کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے، عمر یا تجربہ میں بڑے ہونے والے بزرگ اپنی بڑائی یا زیادہ تجربے کی وجہ سے چھوٹوں کے مقابلے میں زیادہ ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کے لائق ہیں، جنہیں شریعت نے بذاتِ خود فضیلت دی ہے تو وہ اس فضیلت کے سبب دیگر تمام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کے مستحق ہیں، الغرض جو شخص جس بھی مقام ومرتبے کے لائق ہے اسے وہی مقام ومرتبہ دیا جائے گا، اس کا ادب واحترام کیا جائے گی، اس کے ساتھ تعظیم وتوقیر سے پیش آئیں گے، اسے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی اور جہاں شریعت اجازت دے گی اس کے مخصوص مقام ومرتبے کو ظاہر بھی کیا جائے گا۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی علماء، اہل فضل اور بزرگوں کا ادب واحترام کرنے، انہیں دوسروں پر مقدم رکھنے اور ان کے مقام ومرتبے کو ظاہر کرنے کے بارے میں ہے۔ عَلّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیتِ کریمہ اور 12 احادیثِ مبارکہ ذکر فرمائی ہیں۔ پہلے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

علم والے اور بے علم برابر نہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے

يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

تفسیرِ طبری میں ہے: اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا: ''اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اپنی قوم سے فرما دو کہ جو لوگ اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ ان کے لیے اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری میں کیا (اجر و ثواب) ہے اور اس کی نافرمانی میں کیسے (عذاب) ہیں کیا یہ لوگ (مقام و مرتبے میں) ان کے برابر ہو سکتے ہیں جو اِن باتوں کا علم نہیں رکھتے؟ پس وہ (بے علم) لوگ بنا سوچے سمجھے کام کرتے ہیں، انہیں نیک اعمال کے ثواب کا پتہ ہوتا ہے نہ ہی بُرے کاموں کے عذاب کا خوف۔ پس یہ دونوں قسم کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔ حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو جعفر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ جاننے والوں سے مراد ہم لوگ ہیں اور نہ جاننے والوں سے ہمارے دشمن (کافر) مراد ہیں۔ اس آیت کے اگلے جزء میں فرمایا: ''نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔'' یعنی جو عقل والے ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دلیلوں سے عبرت حاصل کرتے، نصیحت لیتے، اس میں تفکر کرتے اور اس میں غور و فکر کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو جاہل ہیں اور جن کی عقلوں میں نقص ہے وہ ایسا نہیں کرتے۔''[1]

حقیقی عالِم کون ہے؟

حضرت شیخ شہابُ الدین سہروردی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ''عوارِفُ المعارِف'' میں فرماتے ہیں: ''ارباب ہمت وہ علماء ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (اس آیت میں) اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ ...الخ سے تعبیر فرمایا اور ان کے بارے میں فرمایا کہ علماء وہ ہیں جو راتوں کو قیام کرتے ہیں، اپنے نفوس کو مشقت میں ڈال کر اسے آرام و سکون سے دُور کرتے ہیں اور اپنی نظروں کے ذریعے اپنے نفوس کو لذّتِ روحانی اور حقیقی مشاہدوں کی بلندیوں پر پہنچاتے ہیں پس وہ اپنے بستروں سے دُور رہتے ہیں اور یہ لوگ غافلوں کی صَف سے نکل چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے سب سے پہلے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔ حضرتِ سَیِّدُنا

[1] ... تفسیر طبری، پ ۲۳، الزمر، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰ / ۶۲۱۔

عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا سلیمان بن داوٗد عَلَیْہِمَا السَّلَام کو علم، مال اور مُلک میں سے ایک کو چننے کا اختیار دیا گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے علم کو اختیار فرمایا، تو انہیں علم کی برکت سے مال اور مُلک دونوں دے دیئے گئے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:348

اِمامت کا سب سے زیادہ حق دار

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَۃَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِیِّ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللہِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَاءً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ سِنًّا وَلَا یَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِیْ سُلْطَانِہٖ وَلَا یَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ عَلٰی تَکْرِمَتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: "فَاَقْدَمُھُمْ سِلْمًا" بَدَلَ "سِنًّا" اَیْ اِسْلَامًا. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللہِ وَاَقْدَمُھُمْ قِرَاءَۃً فَاِنْ کَانَتْ قِرَاءَتُھُمْ سَوَاءً فَلْیَؤُمَّھُمْ اَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَلْیَؤُمَّھُمْ اَکْبَرُھُمْ سِنًّا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو مسعود عقبہ بن عَمرو بدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "قوم کی اِمامت وہ شخص کرے جو اُن میں زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو، اگر سب قرآن پڑھنے میں برابر ہوں تو پھر سنت کو زیادہ جاننے والا، اگر سنت کو جاننے میں بھی سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں سب سے مقدم ہو وہ اِمامت کرائے، اگر ہجرت میں بھی سب یکساں ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے، اور کوئی شخص (بغیر اجازت) کسی کی جگہ امامت نہ کرے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کے بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے۔" ایک روایت میں: "جو عمر میں بڑا ہو" کے بجائے یہ فرمایا: "جو پہلے اسلام لایا ہو۔" ایک روایت میں ہے کہ "لوگوں کی امامت وہ کرے جو ان میں زیادہ

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۳، الزمر، تحت الآیۃ: ۹، ۸/۸۲۔

2 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ، ص ۳۳۸، حدیث: ۶۷۳۔

کتابُ اللہ پڑھنے والا ہو اور زیادہ قراءت جانتا ہو، پھر اگر قراءت میں سب یکساں ہوں تو وہ امامت کرے جو ہجرت کرنے میں مقدم ہو، اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرے جو عمر میں بڑا ہو۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

اِس حدیثِ پاک میں امامت کے مراتب کا بیان ہے کہ کون زیادہ امامت کا مستحق ہے، نیز اس میں علماء کی فضیلت کا بھی بیان ہے کہ لوگوں میں جو شخص زیادہ قرآن و حدیث کو جاننے والا ہو اسے امامت کے لیے دوسروں پر مُقَدَّم کیا جائے۔ یہ باب بھی علماء کی تعظیم کے اور اُن کے مَراتِب کے بارے میں ہے اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اِس باب میں بیان فرمائی۔

عالِم اِمامت کا زیادہ حق دار ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”عہدِ نبوی میں قریباً سارے صحابہ نماز کے مسائل کے عالم تھے مگر قاری کوئی کوئی تھا، اس لیے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا کہ امامت کے لیے مقدم وہ ہے جو عالِم ہونے کے ساتھ قاری بھی ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قاری غیر عالم، عالِم غیر قاری سے مُقَدَّم ہو گا۔ دیکھو حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مرضِ وفات شریف میں صدیقِ اکبر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کو امام بنایا حالانکہ اُبَی ابن کعب صحابہ میں بڑے قاری تھے، بلکہ فرمایا: جہاں ابو بکر موجود ہوں وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وہ عمل اِس حدیث کی تفسیر ہے اِسی لیے امامِ اعظم و امامِ شافعی وغیرہم (رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی) امامت میں عالِم کو قاری پر مُقَدَّم رکھتے ہیں کیونکہ علم کی ضرورت نماز کے ہر رکن میں ہے، قراءت کی ضرورت صرف ایک رکن (قیام) میں۔ امام ابو یوسف اور بعض دیگر علماء (رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی) نے ظاہر حدیث کو دیکھ کر قاری کو عالِم پر مُقَدَّم رکھا مگر قولِ اوّل نہایت صحیح ہے۔ اگر قراءت سب کی یکساں ہو تو صرف عالِم کو مقدم کرو۔ خیال رہے کہ یہاں علم سنت سے مراد نماز کے اَحکام کا جاننا ہے نہ کہ سند یافتہ عالِم ہونا۔“[1]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۹۶۔

سب سے زیادہ اِمامت کا مستحق شخص:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب ''بہارِ شریعت'' جلد اول صفحہ 567 پر ہے: ''سب سے زیادہ مستحق اِمامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ (مہارت) نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطورِ مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش (بے حیائیوں) سے بچتا ہو، اس کے بعد وہ شخص جو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں تو وہ کہ زیادہ وَرع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو، اِس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا، اِس میں بھی برابر ہوں، تو جس کے اَخلاق زیادہ اچھے ہوں، اِس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ وَجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے، پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبارِ نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں، غرض چند شخص برابر کے ہوں، تو اُن میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ اِمامت کرے یا اُن میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو۔''

بزرگوں کو مُقَدَّم رکھو:

حدیثِ پاک میں اس چیز کا بیان ہے کہ اگر سب لوگ علم، قراءت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں برابر ہوں تو پھر اس شخص کو مُقَدَّم کیا جائے جو اُن میں عمر میں بڑا ہو۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یعنی جسے اسلام میں زیادہ عمر بیت گئی ہو اسے مُقَدَّم کیا جائے جیسا کہ دوسری روایت اسی بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اس میں فرمایا کہ ''پھر اسے امام بنایا جائے جسے اسلام لائے ہوئے زیادہ زمانہ گزر گیا ہو۔'' لٰہذا وہ جَوان جو پہلے اسلام لایا ہو اُس بوڑھے پر مُقَدَّم ہے جو بعد میں اسلام لایا ہو اور یہ فضیلت اسلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے ہے۔''[1]

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/۲۰۴، تحت الحدیث: ۳۴۸۔

امامت کے مراتب کی نفیس وجہ:

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ''فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی نے اس ترتیب کا بہت خیال رکھا ہے کیونکہ یہ (امامت) نبی کی خلافت ہے، اور نبی دنیا و آخرت میں امام ہوتا ہے۔ لہٰذا امامت اس منزلت کے قریب قریب ہے اور رُتبے کے لحاظ سے اس کے مشابہ ہے۔''(1)

مقررہ امام سب سے زیادہ حق دار ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مبارکہ اور اس کی شرح میں جو امامت کی ترتیب بیان فرمائی گئی ہے اس کا لحاظ رکھنا اس وقت ضروری ہے کہ جب کسی جگہ کوئی امام مقرر نہ ہو اور کچھ لوگ جمع ہو جائیں تو اب اِس ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے جو شخص امامت کا اہل ہو اسے امام بنایا جائے لیکن جہاں پہلے سے کوئی امام مقرر ہو وہاں وہی امامت کا حقدار ہے۔ کسی اور شخص کو وہاں اِمامت کا حق نہیں چاہے وہ علم اور مرتبے میں بڑا ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ مقررہ امام میں اِمامت کی تمام شرائط پائی جائیں۔ چنانچہ دلیل الفالحین میں ہے: ''اس ترتیب کا لحاظ اس وقت ضروری ہے جب کوئی مقررہ امام نہ ہو اگر وہاں کوئی امام مقرر ہو تو وہی امامت کا حقدار ہے چاہے کوئی اور اُس سے بڑھ کر عالِم یا قاری ہو۔''(2) بہارِ شریعت میں ہے: ''امام معین ہی اِمامت کا حق دار ہے، اگرچہ حاضرین میں کوئی اِس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔ یعنی جب کہ وہ امام جامِع شرائط امام ہو، ورنہ وہ اِمامت کا اہل ہی نہیں، بہتر ہونا درکنار۔''(3)

مقررہ اِمام کی اجازت سے دوسرا اِمام:

حدیث میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ کوئی شخص کسی کی جگہ اس کی اجازت کے بغیر امامت کرے نہ ہی اس کی خاص مسند پر بیٹھے ہاں اگر مقرر امام خود کسی کو اجازت دے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔ چنانچہ مرآۃ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۰۴، تحت الحدیث: ۳۴۸۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۰۴، تحت الحدیث: ۳۴۸۔

3 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۵۶۷، حصہ سوم۔

المناجیح میں ہے: ''جہاں امام مسجد مقرر ہو وہاں وہی نماز پڑھائے گا اگرچہ اس سے بڑا عالِم یا قارِی موجود ہو، معلوم ہوا کہ گزشتہ ترتیب وہاں کے لیے تھی جہاں امام پہلے سے مقرر نہ ہو، ہاں مقررہ امام کی اجازت سے دوسرا نماز پڑھا سکتا ہے۔''(1)

نماز اور اِمامت کے مسائل کی اہمیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک اور اس کی شرح میں جس باریک بینی سے امامت کے مراتب کا بیان ہوا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امامت کا منصب کتنا اہم ہے۔ مگر افسوس! آج ہماری اکثریت امامت کے مسائل سے واقفیت اور اس کی اہلیت تو کُجا فقط نماز کے ضروری مسائل سے بھی ناواقف نظر آتی ہے، دُنیوی علوم سیکھنے کے لیے تو ہم دن رات ایک کر دیتے ہیں لیکن دِینی علوم سیکھنے میں ہماری کوئی خاص دلچسپی نظر نہیں آتی، دُنیوی امتحانات کی تیاری میں تو پوری پوری رات صرف کر دیتے ہیں حالانکہ اُس میں کامیابی فقط دُنیوی اور وقتی فائدہ ہے، لیکن اُخروی امتحان کی تیاری کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہے جس میں کامیابی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مفید ہے۔ پنج وقتہ نماز ہم پر فرض ہے، اس کے ضروری مسائل سیکھنا ہم پر فرض ہے، کل بروزِ قیامت نماز کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا۔ کاش! دُنیوی ضروری علوم کے ساتھ ساتھ ہم دینی فرض علوم کو سیکھنے کا بھی مدنی ذہن بنائیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول میں فرض علوم، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کے احکام اور ضروری مسائل سیکھنے کا موقع ملتا ہے، دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول نہ صرف نماز کے مسائل سکھانے میں معاون ومددگار ہے بلکہ امامت کے مسائل سے بھی آگاہی میں مدد دیتا ہے۔ دعوتِ اسلامی کے تحت اِمامت کورس کروایا جاتا ہے جس میں نماز کے تمام ضروری مسائل، اِمامت کے مسائل سکھائے جاتے ہیں، آپ بھی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوجایئے، معاشرے کے کئی ایسے بگڑے ہوئے اَفراد جو کل تک گناہوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے، شراب وکباب کے عادی تھے، فرض علوم، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۱۹۶۔

وغیرہ کے ضروری مسائل تک نہ جانتے تھے، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول نے انہیں اپنے مدنی رنگ میں رنگ دیا اور اِمامت کے مصلے پر کھڑا کر دیا۔ ترغیب کے لیے ایک مدنی بہار پیش خدمت ہے:

قاتل اِمامت کے مصلے پر:

دادو (بابُ الاسلام سندھ، پاکستان) میں دعوتِ اسلامی کی مجلس فیضانِ قرآن (جیل خانہ جات) کے ذمہ دار کا بیان کچھ اس طرح ہے: ایک شخص قتل کے مقدمہ میں دادو کی جیل میں بطورِ قیدی لایا گیا۔ خوش قسمتی سے **وہاں اس کی ملاقات دعوتِ اسلامی سے وابستہ اسلامی بھائیوں سے ہوئی جو جیل میں مدنی کام کرتے، قیدیوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور سنّتیں سکھاتے تھے۔** چنانچہ ان اسلامی بھائیوں نے اس قیدی پر انفرادی کوشش کرتے ہوئے اسے **دعوتِ اسلامی کی مجلس فیضانِ قرآن** کے تحت مدرسہ (فیضانِ قرآن) میں درست تلفظ کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھنے اور سنّتیں سیکھنے کی دعوت دی، چنانچہ اُس نے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور یوں نیک صحبت کی برکت سے اُن میں مثبت تبدیلیاں رونما ہونے لگیں، قرآنِ پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پابندی سے نمازیں پڑھنے، **حقوقُ الله** ادا کرنے اور عشقِ مصطفٰے کی نورانیت اپنے دل میں بسانے لگے۔ **کل تک جس کی آنکھوں میں دہشت وبربریت کی سرخی تھی آج اُس کی آنکھوں میں خوفِ خدا کے آنسو تھے،** جس کی گفتگو میں شرارت تھی اب اس کی زباں پر نیکی کی دعوت ہے، جس کی گردن غرور وتکبر سے اکڑی رہتی تھی اب خدا عَزَّوَجَلَّ کے روبرو عبادت میں جھکی رہتی ہے۔ بالآخر انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر اپنے سابقہ تمام گناہوں سے توبہ کی اور دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مشکبار مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر سنّتوں کے سانچے میں ڈھل گئے، نیز اس عظیم **مدنی مقصد "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** پر کاربند ہو گئے۔ ربیع الغوث ۱۴۲۷ ہجری بمطابق مئی 2006 عیسوی کو جب یہ اسلامی بھائی رِہا ہو کر باہر نکلنے لگے تو جیل کا عملہ اور قیدیوں کی ایک تعداد تھی جن کی آنکھیں اشکبار تھیں کہ واہ! ایک مجرم، گناہوں کے دلدادہ کو **دعوتِ اسلامی** کے مشکبار مَدَنی ماحول نے عاشقِ رسول اور نیکوکار بنا دیا، مسلمانوں پر ناجائز ظلم وستم کرنے والے کو اُن کا خیر خواہ بنا دیا۔ آج اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تادمِ تحریر وہ خوش نصیب اِسلامی

بھائی دادو کی ایک مسجد کے امام ہیں اور دعوتِ اسلامی کے مدنی کاموں کی دھوم مچا رہے ہیں۔

سنور جائے گی آخرت اِنْ شَآءَ اللّٰه .... تم اپنائے رکھو سدا مدنی ماحول

کسی کی مخصوص جگہ پر بیٹھنے کی مُمانعت کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بھی بیان ہوا کہ کوئی کسی کے گھر میں اس کی مقررہ جگہ پر نہ بیٹھے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''کسی کی جگہ پر بیٹھنے سے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں کسی کے حق میں بلا اِجازت تَصَرُّف کرنا پایا جارہا ہے تو جب کسی کی جگہ پر بیٹھنے سے منع فرمایا کہ جس میں تَسَاہُل یعنی سُستی پائی جاتی ہے (کہ بندہ عموماً ایسی جگہ پر بلا اجازت بیٹھ جاتا ہے) اور اس میں تخفیف ہوتی ہے (کہ جس کی جگہ ہے وہ عموماً بُرا محسوس نہیں کرتا) تو پھر دوسرے حقوق میں (جن کو بندہ عموماً تلف نہیں کرتا اور تلف کرنے کی صورت میں جس کا حق ہے وہ بُرا محسوس کرتا ہے) یہ ممانعت اور بھی زیادہ ہو گی۔''(1)



''احترام'' کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) امامت بہت ہی اہم منصب ہے اور ہر شخص اس کا اہل نہیں ہے۔

(2) امام کے تقرر میں ان تمام شرائط اور مراتب کو ملحوظ رکھنا چاہیے جنہیں شریعت نے بیان فرمایا ہے۔

(3) علمائے کرام سب سے افضل ہیں، امامت کے لیے اُنہیں مُقَدَّم کرنا چاہیے۔

(4) اگر کسی جگہ کچھ لوگ جمع ہوں اور علم میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو اُس کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے اُسے امامت کے لیے آگے کرنا چاہیے۔

(5) مقررہ امام کی موجودگی میں کسی اور کو مقدم نہیں کیا جائے گا چاہے وہ علم اور عمر میں مقررہ امام سے بڑا

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۰۵، تحت الحدیث: ۳۴۸۔

ہی کیوں نہ ہو، ہاں مقررہ امام خود جسے اجازت دے وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔

(6) کسی کے گھر میں اس کی مخصوص مسند پر اس کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علمائے اہلسنت کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اور بزرگوں کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:349 نماز میں قُربتِ رسول کے حقدار

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلَاةِ وَیَقُوْلُ: اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ لِیَلِنِیْ مِنْکُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کے وقت ہمارے کندھے پکڑ کر فرماتے: ”سیدھے رہو اور الگ الگ نہ رہو ورنہ تمہارے دل الگ الگ ہو جائیں گے، بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب کھڑے ہوں، پھر وہ کھڑے ہوں جو اُن سے قریب ہوں پھر وہ جو اُن سے قریب ہوں۔“

حدیث نمبر:350 امام کے قریب والوں کی ترتیب

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: ”لِیَلِنِیْ مِنْکُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثَلَاثًا وَاِیَّاکُمْ وَهَیْشَاتِ الْاَسْوَاقِ.“[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبدُاللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب کھڑے ہوں۔“ پھر تین بار فرمایا: ”پھر وہ لوگ جو اُن کے قریب ہوں اور تم لوگ بازاروں کے شور و غل سے بچو۔“

---

1 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف واقامتها۔۔۔الخ، ص ۲۳۰، حدیث: ۴۳۲۔

2 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف واقامتها۔۔۔الخ، ص ۲۳۰، حدیث: ۴۳۲۔

ہر مجلس میں اہلِ فضل کی تقدیم:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ افضل شخصیات کو مقدم کرنا چاہیے اور اُنہیں امام کے قریب کھڑا کرنا چاہیے کیونکہ اس میں اُن کی عزت ہے اس لیے کہ بعض اوقات امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانا زیادہ بہتر ہے اور اس لیے بھی کہ جو افضل شخص ہوگا وہ نماز کے مسائل جانتا ہوگا اور امام کو ایسے سہو (غلطی) پر متنبہ کرے گا جس کو غیر عالم نہیں جانتا۔ اُن کو مُقَدَّم کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ وہ نماز کے اوصاف کو ضبط کریں، انہیں یاد کر کے دوسروں تک پہنچائیں اور لوگوں کو نماز سکھائیں اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ان کے افعال کی پیروی کر سکیں اور یہ حکم صرف نماز کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ اہلِ فضل حضرات کو ہر مجلس میں مُقَدَّم رکھا جائے جیسے کہ علم، قضاء، ذِکر، مُشاوَرت، جہاد، اِمامت، تدریس، اِفتاء اور سماعِ حدیث کی محافل میں صدرِ مجلس کے قریب بٹھایا جائے اور لوگ علم، دِین، عقل، شرف، عمر اور کُفو کے لحاظ سے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھیں۔''[1]

کون لوگ امام کے قریب کھڑے ہوں؟

حدیثِ پاک میں فرمایا: ''اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّھٰی'' میرے قریب رہیں۔ اِن سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''اَحْلَام جمع ہے حِلْم کی اور حِلْم کا مطلب ہے سکون، وقار۔ یعنی باوقار لوگ اور معاملات میں ثابت قدم رہنے والے لوگ، غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھنے والے لوگ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد عقل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بالغ ہیں اور اَلنُّھٰی کا مطلب عقل ہے۔ (مطلب یہ ہوا) بالغ، عقلمند لوگ میرے قریب رہیں، اپنے شرف و رُتبہ، زیادہ سمجھداری، غور سے نماز پڑھنے اور نماز کو یاد رکھنے کی وجہ سے اور اگر امام کو کوئی حَدَث لاحق ہو جائے تو وہ اس کے خلیفہ بن سکتے ہیں۔ علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: عقلمند اور بالغ

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا...الخ، ۲/ ۱۵۵، الجزء الرابع۔

لوگوں کو آگے رکھنے کا حکم اس لیے ارشاد فرمایا تاکہ وہ لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز کو سیکھیں، اس کے احکام وسنن کو یاد کریں اور اپنے بعد والوں کو یہ اَحکام پہنچائیں۔ پھر وہ کھڑے ہوں جو اُن سے قریب ہوں۔ یعنی جو قریب البلوغ ہیں یا پھر مراد یہ ہے کہ جو لوگ عقل وحلم میں اُن سے قریب ہیں۔ پھر وہ جو اُن سے قریب ہوں۔ یعنی سمجھ دار بچے یا پھر یہ مراد ہے کہ وہ لوگ جو عقل وحلم میں ان سے کم ہیں۔"(1)

نماز میں بھی تعلیمِ رسولُ اللہ:

مُفَسِّر شہیر مُحدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** "صفِ اَوّل میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور **عبد اللہ** بن عباس و **عبد اللہ** بن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اَوروں کو سمجھائیں اور بوقتِ ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں۔ ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سُبْحٰنَ اللہ! حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔"(2)

امیرِ اہلسنت کا حدیثِ پاک پر عمل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک اور اُس کی شرح میں اِس بات کی بھی تعلیم دی گئی ہے کہ اَہلِ علم حضرات کو ہر مجلس میں مُقَدَّم رکھنا چاہیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ بھی اس حدیثِ پاک کے عامل ہیں، دیکھا گیا ہے کہ آپ اپنے مدنی مذاکروں میں عموماً علمائے کرام، مفتیانِ کرام، مدنی اسلامی بھائیوں کو اپنے قریب بٹھاتے ہیں، بلکہ اپنے متعلقین، مریدین اور محبین کو بھی اس بات کی ترغیب دلاتے ہیں کہ ہر ہر معاملے میں علمائے کرام کی شرعی رہنمائی لیں، بغیر شرعی رہنمائی کے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ امیرِ اہلسنت کے صدقے ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، ۳/ ۱۷۱، ۱۷۲، تحت الحدیث: ۱۰۸۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۳۔

ہم کو اے عطار سنی عالموں سے پیار ہے
اِنْ شَآءَ الله دو جہاں میں اپنا بیڑا پار ہے



”عُلَمَاء“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اسلام میں ہر دینی اور دُنیوی مقام و مرتبے والے اشخاص کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

(2) علمائے کرام، مفتیانِ کرام و دیگر تمام معظم شخصیات کو ہر مجلس میں مُقدَّم رکھنا چاہیے۔

(3) جو لوگ دِین کی سمجھ بوجھ رکھتے ہوں انہیں نماز میں اگلی صفوں میں کھڑا ہونا چاہیے۔

(4) علماء و مشائخ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو رکھیں جو دِین کے معاملے میں سمجھدار ہوں اور علماء سے کچھ سیکھ سکیں تاکہ یہ لوگ علماء سے اور بعد میں دوسرے لوگ اِن سے فائدہ اُٹھائیں۔

(5) ہمیں بھی چاہیے کہ ہم علماء اور صلحاء کی صحبت میں بیٹھیں تاکہ اُن کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں اور اُن سے کچھ سیکھ سکیں۔

الله عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علمائے اہلسنت اور دیگر بزرگانِ دین کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 351

بڑوں کو بات کرنے دو

عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِنْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ اِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِي دَمِهٖ قَتِيْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ: كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ:

اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْث. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سَہل بِن ابو حَثْمَہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا **عبد اللّٰہ** بن سَہل اور حضرت سیدنا مُحَیِّصَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خیبر کی طرف گئے، یہ صلح کے دن چل رہے تھے۔ (یعنی جنگ بند تھی) وہ دونوں جدا ہوگئے، بعد میں حضرت سیدنا محیصہ حضرت سیدنا **عبد اللّٰہ** بن سَہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ خون میں لت پت ہیں اور دم توڑ چکے ہیں، حضرت سیدنا محیصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں دفن کیا اور مدینے آگئے۔ پھر سیدنا عبد الرحمٰن بن سَہل، حضرت سیدنا محیصہ اور سیدنا حویصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جو کہ مسعود کے بیٹے ہیں بارگاہِ رِسالت میں حاضر ہوئے، حضرت سیدنا عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بات کرنے لگے تو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو۔" سیدنا عبد الرحمٰن بن سَہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن سب میں چھوٹے تھے تو وہ خاموش ہوگئے۔ پھر حضرت سیدنا محیصہ اور سیدنا حویصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سارا واقعہ بیان کیا تو تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا تم اپنے مقتول کے قاتل پر قسم کھا سکتے ہو؟" (پھر امام بخاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مکمل حدیث ذکر فرمائی۔)

حدیثِ پاک کی باب سے مُناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب چند افراد کو کہیں بات کرنی ہو تو پہلے بڑے بات کریں۔ جیسا کہ جب سیدنا عبد الرحمٰن بن سَہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بات کرنا چاہی تو **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے فرمایا: "بڑوں کو بات کرنے دو۔" اس سے پتہ چلا کہ بات کرنے میں بھی بڑوں کو مقدم رکھنا چاہیے۔ یہ باب بھی اہل فضل کو مقدم رکھنے کے بارے میں ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث پاک اس باب میں بیان فرمائی۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس حدیث پاک کو مکمل بیان نہیں فرمایا کیونکہ اُن کا مقصود فقط اتنی حدیثِ پاک سے حاصل ہو گیا تھا کہ بڑوں کو مُقَدَّم کرنا چاہیے۔

---

[1] ... بخاری، کتاب الجزیۃ، باب الموادعۃ والمصالحۃ مع المشرکین بالمال، ۲/۳۶۸، حدیث: ۳۱۷۳۔

حدیثِ پاک میں مذکور مکمل واقعہ:

امام طحاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن سہل اور حضرت سیدنا محیصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خیبر کی طرف گئے، پھر کسی کام سے دونوں جدا ہوگئے۔ بعد میں حضرت سیدنا سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خیبر کے قلب میں ایک کنوئیں میں مقتول پائے گئے، اُن کے بھائی حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے دو چچا زاد بھائی سیدنا محیصہ اور سیدنا حویصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو کہ مسعود کے بیٹے تھے بارگاہِ رِسالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ گفتگو کرنے لگے، چونکہ یہ اِن سب میں چھوٹے تھے اِس لیے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: ”بڑوں کو بات کرنے دو۔“ تو وہ خاموش ہوگئے اور حضرت سیدنا محیصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ ذکر کیا کہ یہود اُن سے عداوت رکھتے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر یہود پچاس قسمیں کھالیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا تو کیا تم اُن کو بری کردو گے؟“ تو انہوں نے عرض کی: ”ہم مشرکوں کی قسموں کا اعتبار کیسے کرسکتے ہیں؟“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”پھر تم میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ یہود نے اس کو قتل کیا ہے۔“ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اُس چیز کی قسم کیسے کھائیں جس کو ہم نے دیکھا ہی نہیں۔“ پھر تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے پاس سے اُن کی دیت ادا کردی۔[1]

بڑی عمر والے کو مُقَدَّم کیا جائے:

عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”مقتول کے بھائی سیدنا عبد الرحمٰن بن سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے دو چچا زاد بھائی سیدنا محیصہ اور سیدنا حویصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مقتول کے بھائی سیدنا عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بات کرنا چاہی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ”تم میں سے بڑا بات کرے۔“ بے شک حقِ دعویٰ تو سیدنا

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ۱۶/۱۷۳، تحت الحدیث: ۶۸۹۸۔

عبد الرحمٰن بن سہل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی کو تھا، نہ کہ اُن کے چچازاد بھائیوں کو۔ لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن میں بڑے کو کلام کرنے کا حکم اس لیے دیا تاکہ سارا واقعہ معلوم کریں۔ اس حدیث میں بڑے کی فضیلت کا ذکر ہے کہ جب کچھ لوگ فضائل میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو اسے مُقَدَّم کیا جائے جیسا کہ اِمامت، ولایتِ نکاح میں بڑے کو مُقَدَّم کیا جاتا ہے۔"[1]

بڑوں کا ادب ہر حال میں کرنا چاہیے:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** "یعنی تم میں جو سب سے بڑے ہیں انہیں پہلے گفتگو کرنے دو پھر تم کچھ کہنا۔ بڑے حویصہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب ہر حال میں چاہیے اور عمر کی بڑائی بھی معتبر ہے، بڑائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے: رشتہ کی بڑائی، علم کی بڑائی، تقویٰ کی بڑائی، عمر کی بڑائی، یہاں عمر کی بڑائی مراد ہے۔"[2]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مسائل:

(1) اِس حدیثِ پاک سے ہمیں ایک درس یہ بھی ملتا ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جائے تو اسے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے بلکہ قانونی چارہ جوئی کرتے ہوئے حاکم وقت یا مقررہ حکام کے پاس جانا چاہیے۔ جیسا کہ مذکورہ واقعے میں حضرت سیدنا **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قتل کر دیا گیا حالانکہ وہ صلح کے دن چل رہے تھے، اس کے باوجود اُن کے بھائی اور چچازاد بھائیوں نے کسی قسم کا کوئی جذباتی فعل یا غیر قانونی کام نہیں کیا بلکہ سیدھے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور قتل کا دعویٰ دائر کیا۔ (2) یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کے بارے میں تصدیق نہ ہو جائے کہ فلاں کام اس نے کیا ہے تب تک اس کو موردِ اِلزام نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ (3) یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو جھوٹے مقدمے میں پھنسانے کے لیے جھوٹی قسم نہیں کھانی چاہیے۔ جھوٹی قسم کو سرکارِ مدینہ راحتِ

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب القسامۃ، باب القسامۃ، ۶/۱۴۶، الجزء الحادی عشر۔

[2] . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۲۵۹۔

قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔[1]



مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑوں کی موجودگی میں خود کلام نہ کریں پہلے بڑوں کو بات کرنے کا موقع دیں۔

(2) بڑوں کا ہر حال میں ادب واحترام کرنا چاہیے۔

(3) اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ قانون کو ہاتھ میں لینے کے بجائے حاکم وقت یا متعلق حکام سے بالمشافہ رابطہ کرے۔

(4) جھوٹی قسم نہیں کھانی چاہیے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بڑوں کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں جھوٹی قسم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 352

حافظِ قرآن کی فضیلت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ يَعْنِیْ فِی الْقَبْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰی اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحْدِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شہدائے اُحُد میں سے دو دو کو جمع کرتے یعنی قبر میں۔ پھر دریافت فرماتے کہ ”اِن میں سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟“ جب اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 . . . بخاری، کتاب الشهادات، باب ماقيل فی شهادة الزور، ۲/ ۱۹۴، حدیث: ۲۶۵۳ ماخوذا۔

2 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب من يقدم فی اللحد، ۱/ ۴۵۳، حدیث: ۱۳۴۷۔

وَسَلَّم اُسے لحد میں پہلے اُتارتے۔

جنگِ اُحُد اور مسلمانوں کی کسمپرسی:

غزوۂ اُحُد 3 ہجری میں پیش آیا، اِس غزوہ میں ستّر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان شہید ہوئے، مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ اُن شہداء کرام کے کفن کے لیے کپڑا بھی نہیں تھا۔ شہدائے کرام خون میں لتھڑے ہوئے تھے دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو آگے رکھتے۔"[1]

حافظِ قرآن کی دنیا وآخرت میں تقدیم:

حدیثِ مذکور میں اس بات کا ذکر ہے کہ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے لحد میں پہلے اُتارتے۔ اِس سے حافِظِ قرآن کی فضیلت معلوم ہوئی کہ جو حافظ ہو اُسے مقدم کرنا چاہیے۔ چنانچہ عَلّامہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو قبر میں پہلے اُتارا جاتا، بے شک قرآن تمام مسلمانوں کا امام ہے تو اِس کے قاری کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ دنیا و آخرت میں اُسے مقدم رکھا جائے اور جنت میں بھی اس کے درجے بلند ہوں گے۔"[2]

عَلّامہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "قاریٔ قرآن کا یہ حق ہے کہ اُس کی حیات میں اسے اس کے غیر سے امامت کے معاملے میں مقدم رکھا جائے، اسی طرح اس کی وفات کے بعد قبر میں بھی اسے مُقَدَّم رکھا جائے۔"[3]

باعمل حافِظِ قرآن کے فضائل:

باعمل حافِظِ قرآن کے فضائل پر مشتمل تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں:

(1) "جس نے قرآنِ مجید پڑھا، اور اُسے حفظ کیا، اُس کے حلال کو حلال جانا اور اُس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اُس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کے حق میں اُس کی شفاعت

---

1 . . . سیرت مصطفٰی، ص ۲۸۲۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، ۴/ ۱۵۳، تحت الحدیث: ۱۶۶۵۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب الجنائز، باب من یقدم فی اللحد، ۳/ ۴۸۸، تحت الحدیث: ۱۳۴۷۔

قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔"[1] (2) "صاحِبِ قرآن قیامت کے روز آئے گا اور قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اسے خلعت عطا فرما۔" تو اس شخص کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر عرض کرے گا: "اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اور زیادہ کر۔" تو اسے بزرگی کا حلہ پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر عرض کرے گا: "اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اس سے راضی ہو جا۔" تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس شخص سے کہا جائے گا: "پڑھتے رہو اور (درجات) چڑھتے جاؤ اور ہر آیت پر ایک نیکی زیادہ کی جائے گی۔"[2] (3) "صاحِبِ قرآن کو حکم ہو گا کہ پڑھتے رہو اور (درجات) چڑھتے جاؤ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو جیسے تم اسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے کہ تمہارا مقام اس آخری آیت کے نزدیک ہے جسے تم پڑھو گے۔"[3]

قبر میں لحد بنانا سنت ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر میں لحد بنانا سنت سے ثابت ہے۔ حضرت سیدنا عیسیٰ بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک لحد بنانا زیادہ محبوب ہے کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر مبارک بھی لحد والی بنائی گئی تھی، اسی طرح خود رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے شہزادے حضرت سیدنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے بھی لحد بنائی، شیخین کریمین یعنی امیر المؤمنین، خلیفۂ رسول اللہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبور میں بھی لحد بنائی گئی، سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تو اپنے گھر والوں کو وصیت فرمائی کہ جب مجھے لحد میں رکھنا تو میرے گال کو زمین کے ساتھ لگا دینا، اسی طرح جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بھی اپنے لیے لحد بنانے کی وصیت فرمائی۔ سیدنا امام نخعی، سیدنا امام مالک، سیدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی اور آپ کے دیگر اصحاب کے نزدیک بھی لحد بنانا مستحب ہے۔"[4]

---

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قارئ القرآن، ۴/۴۱۴، حدیث: ۲۹۱۴۔

2 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ۱۸، ۴/۴۱۹، حدیث: ۲۹۲۴۔

3 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ۱۸، ۴/۴۱۹، حدیث: ۲۹۲۳۔

4 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصلاۃ، ابواب تقصیر الصلاۃ، باب الشق واللحد فی القبر، ۳/۳۳۸۔



"قرآن" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حافِظِ قرآن کو قرآنِ پاک کی عظمت کی وجہ سے ترجیح دی گئی ہے۔

(2) حافِظِ قرآن کا یہ حق ہے کہ اس کی زندگی میں امامت کے معاملے میں اس کے غیر کے مقابلے میں اسے ترجیح دی جائے۔

(3) جب اُحُد کے شہداء کرام کی تدفین کی گئی تو حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حفاظ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تدفین کے معاملے میں تقدیم فرمائی۔

(4) لحد والی قبر بنانا سنت سے ثابت ہے اور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے وہ ہمیں قرآن وسنت کے اَحکام پر صحیح طرح سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 353

پہلے بڑے کو دیجئے

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَرَانِیْ فِی الْمَنَامِ اَتَسَوَّکُ بِسِوَاکٍ فَجَاءَنِیْ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاکَ الْاَصْغَرَ فَقِیْلَ لِیْ: کَبِّرْ فَدَفَعْتُہُ اِلَی الْاَکْبَرِ مِنْھُمَا. (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، پس میرے پاس دو شخص آئے، اُن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھ سے کہا گیا: "بڑے کو دو۔" پھر میں نے اُن میں سے بڑے کو مسواک دے دی۔

---

(1) ... بخاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواک الی الاکبر، ۱/ ۱۰۴، حدیث: ۲۴۶۔

انبیائے کرام کے خواب حق ہیں:

واضح رہے کہ نبی کو جو چیز خواب میں بتائی جائے وہ بھی وحی ہوتی ہے اس کے جھوٹے ہونے کا احتمال ہی نہیں۔ کیونکہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب بالکل سچے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک کے پارہ ۱۲، سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۳ میں حضرت سیدنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب کا بیان ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ اور یہ خواب بالکل برحق تھا۔ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب برحق ہیں۔“[1]

ہر اچھے کام میں بڑوں کو مقدم رکھا جائے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے پتہ چلا کہ جب کوئی جماعت موجود ہو تو اُن میں جو عمر میں بڑے ہوں اُنہیں مُقَدَّم رکھا جائے اور چھوٹوں کے بجائے اُن سے ابتدا کی جائے، اسی طرح سلام کرنے، کھانے پینے اور دوسرے اُمور میں بھی یہی سنت ہے کہ بڑوں سے ابتدا کی جائے۔“[2] دلیل الفالحین میں عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے بھی یہی کلام فرمایا ہے۔

دائیں ہاتھ سے کب ابتدا کی جائے؟

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”بڑوں سے ابتداء کرنا اسلامی آداب میں سے ہے۔ امام مہلب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ ہر ذیشان کام میں بڑوں کو مُقَدَّم کرنا بہتر ہے لیکن یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب سب لوگ ترتیب سے بیٹھے ہوئے نہ ہوں۔ اگر لوگ مجلس میں ترتیب سے بیٹھے ہوئے ہوں تو پھر سیدھے ہاتھ سے پہل کرنا سنت ہے۔ (یعنی جو دائیں جانب بیٹھا ہو پہلے اُسے دیں) جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مجلس میں کم عمر لڑکے کو اپنا بچا

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الرؤیا، باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۷ / ۲۳۰، تحت الحدیث: ۲۲۷۱۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواک الی الاکبر، ۱ / ۶۹۴، تحت الحدیث: ۲۴۶۔

ہوا دودھ عطا فرمایا کیونکہ وہ سیدھی جانب بیٹھا ہوا تھا۔“[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے بھی عمدۃ القاری میں یہی کلام ذکر فرمایا ہے۔

مسواک کرنا سنت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی کو مسواک عطا فرمائی۔ واضح رہے کہ مسواک ہمارے پیارے نبی اکرم نور مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنتِ مبارکہ ہے، مسواک سے دُنیوی واُخروی دونوں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسواک کے فضائل وفوائد پر مشتمل پانچ فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”مسواک میں منہ کی پاکیزگی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے۔“[2] (2) ”مسواک کیا کرو کیونکہ مسواک میں منہ کی پاکیزگی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے، جب بھی جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کرنے کی وصیت کی یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر اور میری اُمَّت پر فرض نہ ہوجائے اور اگر مجھے اپنی اُمَّت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کرنا فرض کردیتا اور بے شک میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اپنے اگلے دانت زائل نہ کرلوں۔“[3] (3) ”بلاشبہ مجھے مسواک کا اس قدر حکم دیا گیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں مسواک کے بارے میں میری طرف وحی نہ آجائے۔“[4] (4) ”اگر مجھے اپنی اُمَّت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر (نماز کے وقت) وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“[5] (5) ”بندہ جب مسواک کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پیچھے ایک فرشتہ بھی کھڑا ہوجاتا ہے اور اس کی قراءت کو غور سے سنتا ہے اور جب بھی وہ کوئی آیت یا کلمہ پڑھتا ہے تو فرشتہ اس سے قریب ہوجاتا ہے یہاں تک کہ

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الوضوء، باب دفع السواک الی الاکبر، ۱/ ۳۶۴۔

2 ... نسائی، کتاب الطھارۃ، باب الترغیب فی السواک، ص ۱۰، حدیث: ۵۔

3 ... ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ۱/ ۱۸۶، حدیث: ۲۸۹۔

4 ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۵۸۶، حدیث: ۲۷۹۹۔

5 ... بخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب والیابس للصائم، ۱/ ۶۳۷۔

اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے تو اس کے منہ سے جتنا قرآن نکلتا ہے فرشتے کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے، اس لئے تم قرآن کیلئے اپنے منہ کو پاک رکھا کرو۔"[1]

دوسرے کی مسواک استعمال کرنا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی مبارک مسواک کسی شخص کو عطا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی استعمال والی مسواک کسی دوسرے کو دی جاسکتی ہے، نیز کسی کی استعمال شدہ مسواک اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ چنانچہ عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ دوسرے کی مسواک اس کی اجازت سے استعمال کرنا جائز ہے، البتہ مستحب یہ ہے کہ پہلے اسے دھولے اور پھر استعمال کرے۔"[2]



"احترام" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب بھی وحیِ الٰہی ہوتے ہیں۔

(2) اسلام میں بڑوں کے ادب واحترام کا درس عظیم دیا گیا ہے۔

(3) ہر اچھے کام میں بڑوں کو مقدم رکھا جائے کہ اس کی احادیث میں تعلیم دی گئی ہے۔

(4) اگر کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو ایسی صورت میں دائیں جانب سے ابتدا کی جائے۔

(5) مسواک کرنا ہمارے پیارے نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری پیاری سنت ہے، اس پر عمل کیجئے اور ڈھیروں ثواب کمائیے۔

(6) اپنی مسواک بھی کسی کو دی جاسکتی ہے، نیز کسی دوسرے کی استعمال شدہ مسواک بھی اپنے استعمال

---

1 . . . مسند بزار، مما روی سعد بن عبیدۃ۔۔۔الخ، ۲/۲۱۴، حدیث: ۶۰۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار۔۔۔الخ، ۲/۲۱۱، تحت الحدیث: ۳۵۳۔

میں لائی جاسکتی ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ اسے دھو کر استعمال کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بڑوں کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، انہیں ہر ہر معاملے میں مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں مسواک جیسی پیاری سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:354

تین قابلِ تعظیم شخصیات

عَنْ اَبِی مُوسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللهِ تَعَالٰی اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِی فِیْهِ وَالْجَافِیْ عَنْهُ وَاِکْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ.(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک بوڑھے مسلمان، وہ حافظِ قرآن جو نہ تو اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور عادِل بادشاہ، اِن تینوں کی تعظیم کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم میں سے ہے۔“

بزرگوں کی تعظیم کرو:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرو یعنی وہ شخص جس کے بال سفید ہو چکے ہوں اور اُس کی عمر اسلام اور ایمان کی حالت میں گزری ہو تو اُس کی تعظیم کرنا، اگر اُن میں امامت کی شرائط پائی جاتی ہوں تو نماز میں انہیں مُقَدَّم کرنا، اسی طرح دیگر محافل و مجالس اور قبر وغیرہ میں بھی نیز اُن پر نرمی و شفقت کا برتاؤ کرنا گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کمال تعظیم کرنا ہے۔“(2)

چار اَشخاص کی تعظیم سنت ہے:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم و توقیر یہ

(1) . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/ ۳۴۴، حدیث: ۴۸۴۳۔

(2) . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۱۲، تحت الحدیث: ۳۵۴۔

بھی ہے کہ اُس کے وقار کی عزت کی جائے اور وقار بوڑھا مسلمان ہے، اسی وجہ سے حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم خلیلُ الله عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا مانگی: ”اے اللہ میرے وقار میں اضافہ فرما۔“ امام طاؤس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ چار شخصوں کی تعظیم کرنا سنت ہے: (1) عالم (2) عمر رسیدہ مسلمان (3) حاکم اور (4) باپ۔“[1]

حامِلِ قرآن کون ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حامِلِ قرآن سے مراد قاریِ قرآن، حافظ اور مفسِّر ہے، ”اُس میں زیادتی کرنے والا نہ ہو“ یعنی قرآن کے لفظوں یا معنٰی میں حد سے بڑھنے والا نہ ہو جیسا کہ بعض وہمی یا شکی مزاج لوگ یا ریاکاری کرنے والا یا قرآن میں تحریف کر کے خیانت کرنے والا جیسا کہ اکثر جاہل عوام اور بہت سے نام نہاد علماء یا غلط تاویل کر کے غلط معنٰی بیان کرنے والے جیسے تمام بدعتی لوگ۔ ”قرآن سے دور نہ ہو“ یعنی قرآن کی تلاوت، اس کے اَحکام، اس کے معانی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے اعراض نہ کرے۔“[2] ایسے حافظ قرآن کی حدیث میں فضیلت بیان ہوئی ہے چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا مولا علی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے قرآنِ مجید پڑھا، اور اسے حفظ کیا، اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔“[3]

عادِل حکمران اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت:

حدیثِ پاک میں عادِل حاکم کی تعظیم کو بیان فرمایا گیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مُنصِف حاکم عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رِعایا کے لیے مثل مہربان والد کے ہے

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الادب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۹/ ۲۱۴، تحت الحدیث: ۴۹۷۲۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الادب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۸/ ۶۰۷، تحت الحدیث: ۴۹۷۲۔

3 . . . ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قارئ القرآن، ۴/ ۴۱۴، حدیث: ۲۹۱۴۔

اس لیے اس کا احترام ضروری ہے۔"[1] عادِل حکمران کے بھی احادیثِ مبارکہ میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں ، چنانچہ حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "سات افراد ایسے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ دے گا جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (1) عادل حکمران (2) وہ نوجوان جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں اپنی زندگی گزار دی۔ (3) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے۔ (4) وہ دو شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے۔ (5) وہ شخص جسے کوئی صاحب مال و جمال عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہو۔ (6) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے جو صدقہ دیا بائیں ہاتھ کو اس کا پتہ نہ چلے۔ (7) وہ شخص جس کی آنکھیں تنہائی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہوئے بہہ پڑیں۔"[2]

مدنی گلدستہ

"احادیث" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بوڑھے اور بزرگ مسلمانوں کا بہت ادب و احترام کرنا چاہیے، جہاں تک ممکن ہو انہیں ہر ہر معاملے میں آگے کرنا چاہیے۔

(2) بوڑھے اور بزرگ مسلمانوں کے ساتھ نہایت ہی تعظیم اور شفقت والا برتاؤ کرنا چاہیے کہ ان کی تعظیم کرنا گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کرنا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم یہ بھی ہے کہ اس کے وقار کی تعظیم کی جائے اور اس کا وقار بوڑھا مسلمان ہے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۶۱۔

2 ... بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر صلوۃ، ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۶۶۰۔

(4) عالم، عمر رسیدہ مسلمان، حاکم اور والدان چاروں کی تعظیم کرنا سنت ہے۔

(5) حامِلِ قرآن کی بھی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے، مگر اس سے مراد وہ حافِظ یا قارِیٔ قرآن یا مفسر ہے جو قرآن کے حلال کو حلال جانے، حرام کو حرام اور اس پر عمل کرے کہ ایسے حافظ کی احادیث میں فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

(6) انصاف کرنے والا بادشاہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمت ہے جس کے سائے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی مخلوق آرام پاتی ہے، ایسے عادل حاکم کی بھی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بوڑھے اور بزرگ مسلمانوں کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، انہیں ہر معاملے میں مُقدَّم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، قرآن وسنت پر عمل کرنے والے حافظ، قارِی یا مُفسِّر اور عادِل بادشاہ کی بھی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 355 چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب کرو

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا.[1] وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ: ”حَقَّ کَبِیْرِنَا“.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عَمرو بن شعیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے اور اُن کے والد اِن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے شرف وعزت کو نہیں پہچانتا وہ ہم میں سے نہیں۔“ ابو داود کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ”ہمارے بڑوں کے حق کو نہیں پہچانتا۔“

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ۳/۳۶۹، حدیث: ۱۹۲۷۔

2 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی الرحمة، ۴/۳۷۲، حدیث: ۴۹۴۳۔

”وہ ہم میں سے نہیں“ کا معنی:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہم میں سے نہیں۔“ کا مطلب ہے کہ ہماری سنت پر نہیں یا ہماری راہ پر نہیں یا ہمارے راستے پر نہیں۔“[1] علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہم میں سے نہیں۔یعنی ہمارے کامل مسلمانوں میں سے نہیں۔“[2] **مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ہم میں سے نہیں۔یعنی ہماری جماعت سے یا ہمارے طریقہ والوں سے یا ہمارے پیاروں سے نہیں یا ہم اس سے بیزار ہیں وہ ہمارے مقبول لوگوں میں سے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ وہ ہماری اُمَّت یا ہماری ملت سے نہیں کیونکہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہوتا ہاں جو حضراتِ انبیاءِ کرام کی توہین کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔“[3]

چھوٹوں پر رحم نہ کرنے سے مراد:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ چھوٹے بچوں پر شفقت نہ کرے، اُن پر رحم نہ کرے، ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے، ان کے ساتھ خوش طبعی نہ کرے۔“[4] **مُفَسِّرِ شَہِیر، حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ یعنی اپنے سے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اپنے سے بڑوں کا ادب نہ کرے، چھوٹائی بڑائی خواہ عمر کی ہو، خواہ علم کی، خواہ درجہ کی، یہ فرمان بہت عام ہے۔خیال رہے کہ صَغِیْرَنَا اور کَبِیْرَنَا فرما کر یہ بتایا کہ چھوٹے بڑے مسلمانوں کا ادب ان پر رحم چاہیے یہ قید بھی زیادتی اہتمام کے لیے ہے، ورنہ کافر ماں باپ کا بھی مادری ادب کافر چھوٹے بھائی پر بھی قرابت داری کا رحم چاہیے جیسا کہ فقہاء کے فرامین اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے یوں ہی اُن کے حقوق قرابت ادا کرے۔“[5]

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۳۵۵۔

2 ... فیض القدیر، حرف الام، ۵/ ۴۹۴، تحت الحدیث: ۷۶۹۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۶۰۔

4 ... دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۳۵۵۔

5 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۶۰۔

بڑوں کے شرف و عزت کی پہچان:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہمارے بڑوں کے شرف و عزت کو نہ پہچانے۔اس سے مراد یہ ہے کہ بڑے جس تعظیم و توقیر کے مستحق ہیں انہیں وہ عزت نہ دے۔“[1] علامہ عبدالرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہمارے بڑوں کے شرف و عزت کو نہ پہچانے۔یعنی جس تعظیم و تکریم کے وہ لائق ہیں اس کو نہ پہچانے۔ اور تجھ پر لازم ہے کہ تو ساری مخلوق پر رحم کرے اور ان کی رعایت کرے چاہے وہ جیسے بھی ہوں کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں اگرچہ وہ گنہگار یا نافرمان ہیں، کیونکہ جب تو ایسا کرے گا تو تیری کوشش کامیاب ہو جائے گی اور تیری شان بلند ہو جائے گی۔“[2]

مدنی گلدستہ

”ایمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) چھوٹوں پر شفقت کرنا، بڑوں کے شرف و مرتبے کو پہچاننا کمال ایمان سے ہے۔

(2) چھوٹا چاہے عمر میں چھوٹا ہو، چاہے علم میں چھوٹا ہو چاہے مرتبے میں چھوٹا ہو، اس پر رحم اور شفقت کرنی چاہیے، یہ فرمانِ عالیشان عام ہے۔

(3) گناہ سے انسان کافر نہیں ہوتا ہاں جو حضراتِ انبیاءِ کرام کی توہین کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔

(4) بڑے جس مقام و مرتبے کے مستحق ہوں اُن کو وہی مقام و مرتبہ دینا چاہیے۔

(5) کافر ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ بھی نرمی اور شفقت والا سلوک کرنا چاہیے، جبکہ ایسے لوگ جن کے عقائد درست نہیں یا اسلام کے بعد کفر کر چکے اُن کا کوئی حق نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے چھوٹوں پر شفقت کرنے، رحم کرنے اور اپنے بڑوں کے ساتھ ادب واِحترام سے پیش آنے اور ان کی تعظیم و تکریم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/ ۲۱۲، تحت الحدیث: ۳۵۵۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الام، ۵/ ۴۹۴، تحت الحدیث: ۷۶۹۲۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:356

لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے سلوک

عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ اَبِیْ شَبِیْبٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا مَرَّ بِہَا سَائِلٌ فَاَعْطَتْہُ کِسْرَۃً وَمَرَّ بِہَا رَجُلٌ عَلَیْہِ ثِیَابٌ وَہَیْئَۃٌ فَاَقْعَدَتْہُ فَاَکَلَ فَقِیْلَ لَہَا فِیْ ذٰلِکَ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَہُمْ“ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوُدَ: لٰکِنْ قَالَ: ”مَیْمُوْنٌ لَمْ یُدْرِکْ عَائِشَۃَ“.[1] وَقَدْ ذَکَرَہُ مُسْلِمٌ فِیْ اَوَّلِ صَحِیْحِہٖ تَعْلِیْقًا فَقَالَ وَذُکِرَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: ”اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَہُمْ“ وَذَکَرَہُ الْحَاکِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ فِیْ کِتَابِہٖ ”مَعْرِفَۃُ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ“ وَلَمْ یَذْکُرْ لَہُ سَنَدًا وَقَالَ: ہُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا میمون بن ابو شَبِیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ اُمّ المومنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس ایک فقیر آیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اُسے ایک ٹکڑا دے دیا پھر آپ کے پاس ایک ایسا آدمی آیا جو کہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھا، آپ نے اُسے بٹھایا پھر اُس نے کھانا کھایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے اِس فرق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جواب دیا کہ محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں کے ساتھ اُن کے مرتبے کے لحاظ سے سلوک کرو۔“ اِس حدیثِ پاک کو امام ابو داود رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روایت کیا اور فرمایا: ”حضرت سیدنا میمون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ملاقات نہیں کی۔“

امام مسلم نے اسے اپنی ”صحیح مسلم“ کے شروع میں تعلیقاً ذکر کیا ہے پس انہوں نے کہا کہ حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: ”**رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حکم دیا لوگوں کے ساتھ اُن کے مَراتب کے لحاظ سے سلوک کیا جائے۔“ حاکم **ابو عبد اللہ** رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

---

[1] ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/۳۴۳، حدیث: ۴۸۴۲۔

نے اِس حدیثِ پاک کو اپنی کتاب ”معرفۃ علوم حدیث“ میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اِس کی سند ذکر نہیں کی اور فرمایا کہ ”یہ حدیث صحیح ہے۔“

لوگوں سے اُن کی حیثیت کے مطابق سلوک:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں اِس بات پر ابھارا گیا ہے کہ لوگوں کو اُن کے مرتبے اور منصب کے درجے میں رکھا جائے، محفل و قیام اور خطاب و کتابت میں اُن کے منصب کا اِعتبار کرتے ہوئے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جائے۔“ امام مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”لہٰذا باوقار شخص کو کم تر درجے میں اور کسی کم تر کو بلند درجے میں نہ رکھا جائے، نیز ہر ذی حق کو اس کا حق دیا جائے۔“[1]

سب کو برابر مت ٹھہراؤ:

علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”لوگوں کو ان کے مرتبے میں رکھو۔“یعنی ہر ایک کی حرمت کی اس کے مطابق حفاظت کرو، جو اس کی عمر، دِین، علم اور شرف کے مناسب ہو۔ اس حدیث مبارکہ میں عوام و خواص سب کو مخاطب کیا گیا ہے۔ علامہ عسکری نے اس حدیث پاک کو امثال اور حکم میں شمار کیا ہے اور فرمایا: ”یہ وہ ادب ہے جو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی امت کو سکھایا تاکہ وہ لوگوں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرسکے، علمائے کرام، اولیائے عظام کی تعظیم اور بزرگوں کا ادب واحترام وغیرہ کرے۔“[2]

ساری مخلوق کی حالتیں ایک جیسی نہیں:

ایک اور مقام پر علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ایک نکتہ بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: ”تعظیم و تکریم بندے کی غذا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق کی حالت ایک جیسی نہیں رکھی،

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/۲۱۴، تحت الحدیث: ۳۵۶۔

2 ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۳/۵۷، تحت الحدیث: ۲۷۴۵۔

بعضوں کو غنی بنایا، بعضوں کو فقراء بنایا، بعضوں کو پستی عطا کی، بعضوں کو بلندی عطا فرمائی تا کہ یہ جانچ ہو کہ کون زیادہ شکر گزار ہے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والا دنیا والوں کے ساتھ انہی مختلف حالتوں کے موافق معاشرتی اُمور سرانجام دے گا جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمائی ہیں، جب وہ کسی کو اس کے اس مقام ومرتبے میں نہیں رکھے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے لیے رکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھے اَخلاق سے پیش نہیں آئے گا تو گویا وہ رب تعالیٰ کے ساتھ جفا کرنے والا ہو گا اور وہ اس کے بندوں کی حالتوں میں رب تعالیٰ کی موافقت کو ترک کرنے والا ہو گا، پس جب وہ شریف اور کمینے، غنی اور فقیر کو کسی مجلس میں برابر مرتبہ دے گا یا کوئی چیز برابر عطا کرے گا تو اس سے صلح کم اور فساد زیادہ برپا ہو گا، کیونکہ غنی کی نشست کو جب دُور رکھا جائے گا یا اسے کوئی حقیر تحفہ دیا جائے گا تو وہ دشمنی اور عداوت رکھے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے لیے اس چیز کو مقدر نہیں فرمایا اور جب کوئی حکام والا معاملہ رعایا کے ساتھ کرے گا تو گویا اس نے اپنے آپ کو مصیبتوں کے لیے پیش کر دیا۔" امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: "جس نے لوگوں کو اُن کے مقام ومرتبے میں رکھا تو اس نے اپنے آپ سے مشقت کو دور کر دیا اور جس نے اپنے بھائی کو اس کے مقام ومرتبے سے زیادہ بلند کیا تو گویا کہ اس نے اپنے اس بھائی کی دشمنی کو اپنی جانب کھینچا۔"[1]

معاملات، عقائد، عبادات میں فرقِ مراتب:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی تمہارے پاس جس حیثیت کا آدمی آوے، اس کی تواضع خاطر، اِعزاز واِکرام اُس کی حیثیت کے لائق کرو، اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کھانا کھا رہی تھیں، ایک اجنبی سائل دروازے سے گزرا، آپ نے اسے روٹی کا ٹکڑا بھیج دیا، ایک اجنبی گھوڑا سوار گزرا تو آپ نے اس سے کہلا کر بھیجا کہ اگر آپ کو کھانے کی خواہش ہو تو کھانا حاضر ہے۔ کسی نے اُمّ المؤمنین سے اس فرق کی وجہ پوچھی تو آپ نے یہ ہی حدیث پڑھی۔ معاملات عقائد بلکہ عبادات میں فرقِ مراتب کرنا ضروری ہے۔"[2]

---

1. ... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۳/۷۵، تحت الحدیث: ۲۷۳۶۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۷۴۔

مدنی گلدستہ

”حسن سلوک“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اسلام میں ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام و مرتبے کے مطابق حُسنِ سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اسلام میں کسی بھی مسلمان کی توہین و تذلیل کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیۡھِمُ الرِّضۡوَان بھی لوگوں سے اُن کے مقام و مرتبے کے مطابق ہی پیش آتے تھے۔

(3) اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا نہایت ہی سخی تھیں، امیر و غریب ہر شخص کو عطا فرمایا کرتی تھیں، آپ کے در سے کوئی بھی محروم نہیں جاتا تھا۔

(4) حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا بھی لوگوں کے مقام و مرتبے کا لحاظ رکھتیں اور ان کے اسی مقام و مرتبے کے اعتبار سے حُسنِ سلوک سے پیش آتی تھیں۔

(5) معاملات، عقائد، عبادات وغیرہ ہر ہر معاملے میں مقام و مرتبے کا خیال رکھنا چاہیے۔

(6) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یہ مشیت ہے کہ اس نے لوگوں کے احوال ایک جیسے نہیں بنائے، بلکہ مختلف بنائے، کسی کو غریب، کسی کو امیر، کسی کو زیادہ رتبے والا، کسی کو کم رتبے والا، لہٰذا لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق معاملات کرنے والا دراصل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت کے مطابق معاملات کرنے والا ہے اور جو لوگوں سے ان کے مراتب کے خلاف معاملات کرتا ہے تو گویا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جفا کرنے والا اور اس کی موافقت کو ترک کرنے والا ہے۔

(7) لوگوں سے اُن کے مقام و مرتبے کے مطابق معاملات کرنے میں بہت فوائد ہیں، جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ لوگوں کی دشمنیوں کو مول لیتا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر ایک کے ساتھ اس کے مقام و مرتبے کے مطابق حُسنِ سلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:357

سیدنا فاروقِ اعظم قرآنی حُکم کے عامل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ عُیَیْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ اَخِیهِ الْحُرِّ بْنِ قَیْسٍ وَ كَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِینَ یُدْنِیهِم عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا اَوْ شُبَّانًا. فَقَالَ عُیَیْنَةُ لِابْنِ اَخِیهِ یَا ابْنَ اَخِی لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِیرِ فَاسْتَاْذِنْ لِی عَلَیْهِ فَاسْتَاْذَنَ لَهُ فَاَذِنَ لَهُ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِیْ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا تُعْطِینَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِینَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ یُّوْقِعَ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِیِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾﴾ وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِینَ وَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِینَ تَلَاهَا عَلَیْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ عُیَیْنَہ بن حِصْن آئے اور اپنے بھتیجے حضرت حُربن قَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس ٹھہرے۔ حضرت حُربن قَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مُقَرَّبِین میں سے تھے۔ میر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ بیٹھنے والے اور مُشِیر (یعنی مشورہ دینے والے) نوجوان وبڑی عمر والے علماء حضرات ہوتے تھے۔ عُیَیْنَہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: "اے بھتیجے! امیر المؤمنین کے ہاں تیری عزت ہے، میرے لیے وہاں جانے کی اجازت طلب کرو۔" انہوں نے اجازت مانگی تو امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجازت دے دی، جب عُیَیْنَہ حاضر ہوئے تو عرض کی: "اے ابنِ خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ ہمیں نہ زیادہ دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں۔" یہ سن کر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جلال میں آگئے اور قریب تھا کہ اُنہیں سزا دیتے لیکن حضرت حُربن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: "اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا: "اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو

[1] ... بخاری، کتاب التفسیر، باب خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین، ۳/۲۲۷، حدیث: ۴۶۴۲۔

اور جاہلوں سے منہ پھیر لو" اور یہ ناسمجھ لوگوں میں سے ہیں۔" راوی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس آیت کی تلاوت کے بعد امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنَا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کوئی کاروائی نہ کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پر بہت عمل کرنے والے تھے۔"

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

(1) اس حدیثِ مبارکہ میں اِس بات کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قریبی اور مشیر لوگ علماء حضرات ہوتے تھے، یقیناً علماء کا یہ مقام ومرتبہ ہے کہ ان کو اپنے قریب کیا جائے ان ہی سے مشاورت کی جائے۔ یہ باب بھی علماء کو ان کے مقام ومرتبے میں رکھنے، ان کی مسند کو بلند کرنے کا ہے۔ اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔ (2) اس حدیثِ پاک میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ حضرت عُیَینہ بن حِصن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے تو انہوں نے شکوہ کیا جسے سن کر امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جلال میں آگئے اور ہوسکتا تھا کہ انہیں سزا دیتے لیکن حضرت حُر بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کو عفوو درگزر کرنے اور جاہلوں سے اعراض کرنے کی ترغیب دلائی، نیز یہ بھی بیان کیا کہ حضرت عیینہ بن حصن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ناسمجھ لوگوں میں سے ہیں۔ یعنی انہوں نے آپ کی بارگاہ میں فقط اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، لہٰذا ان کے ساتھ سزا والا معاملہ نہ کیا جائے تو سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی کیونکہ وہ عفوودرگزر کے لائق تھے، اس لیے آپ نے انہیں درگزر کردیا۔ یعنی جو بات ان کے مرتبے کے لائق تھی آپ نے ان کے ساتھ وہی فرمایا اور یہ باب بھی اسی بات کے بیان میں ہے کہ جس کا جو مقام ومرتبہ ہو اس کے ساتھ ویساہی معاملہ کیا جائے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم کا صبر اور قرآن پر عمل:

مذکورہ حدیثِ پاک میں امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عظیم الشان

صبر کا بیان ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اوپر سنگین الزامات سننے کے بعد قرآن پر عمل کرتے ہوئے عفوو درگزر سے کام لیا اور الزام لگانے والے کے خلاف کسی قسم کی کوئی کاروائی نہ کی۔اس حدیث کی مزید مزید شرح کے لیے ”فیضانِ ریاض الصالحین“ کی جلد اوّل، باب الصبر، حدیث نمبر ۵۰ کا مطالعہ کیجئے۔

سیدنا فاروقِ اعظم کے مشیر:

اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشیر اور قریبی وہ لوگ تھے جو قاریٔ قرآن تھے۔ یہاں قاری سے مراد عالم ہے۔ جیسا کہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: ”قُرَّاء سے مراد عُلَماء اور عبادت گزار بندے ہیں۔“[1]

اس سے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ علماء، اہلِ فضل اور نیک لوگوں کو اپنے قریب جگہ دیتے، اُن کی تعظیم و توقیر کرتے اور انہی سے مشاورت کرتے تھے۔

سیدنا حُر بن قیس اور بارگاہِ فاروقی:

حضور سید عالَم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس غزوۂ تبوک کے بعد قبیلہ فزارہ کا وفد آیا اُن میں حضرت سیدنا حُرّ بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے۔ یہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مجلس مشاورت کے رُکن اور مقرب تھے۔ یہ عالِم اور بہت بڑے عابد تھے اسی لیے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں اپنا قریبی کیا تھا کیونکہ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشیر علماء، قاری، عابد اور نیک خو بوڑھے اور نوجوان ہوتے تھے۔ تمام نیک سیرت اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے تھے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مجلس کے وقت اُن کا کوئی حاجب دربان نہ ہوتا تھا۔ اُن کی مجلس میں داخل ہونے کے لیے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی البتہ جب تنہا ہوتے اور آرام کا وقت ہوتا اس وقت ان کے پاس جانے کے لیے اجازت لینا پڑتی تھی اس لیے حضرت سَیِّدُنَا عُیَیْنَہ بِن حِصن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تنہائی کے وقت میں اجازت لینا پڑی۔[2]

---

1 ... عمدة القاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم، ۱۶ / ۵۰۸، تحت الحدیث: ۷۲۸۶۔

2 ... تفہیم البخاری، ۱۱ / ۱۶۴۔

عفوو در گزر سے کام لینے کی ترغیب:

حضرت سیدنا حُر بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عفوو در گزر کی ترغیب دلائی تو سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فوراً اسے قبول فرمالیا اور حضرت سیدنا عُیَینَہ بِن حِصن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معاف فرمادیا، ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی معاف کرنے کی ترغیب دلائے اور معاف کرنا بندے کے اختیار میں ہو تو معاف کر دینا چاہیے۔ احادیثِ مبارکہ میں عفوو در گزر اور معاف کرنے کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1)"جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لیے جنت میں محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کیے جائیں تو اسے چاہیے کہ جو اس پر ظلم کرے یہ اسے معاف کرے اور جو اسے محروم کرے یہ اسے عطا کرے اور جو اس سے قطع تعلق کرے یہ اس سے ناطہ جوڑے۔"[1] (2)"رحم کیا کرو تم پر رحم کیا جائے گا اور معاف کرنا اختیار کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں معاف فرمادے گا۔"[2] (3)"قیامت کے روز اعلان کیا جائے گا: جس کا اجر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا: کس کا اجر ہے؟ وہ منادی کہے گا: ان لوگوں کا جو معاف کرنے والے ہیں۔ تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"[3]

جاہلوں سے اِعراض کرنے کی تعلیم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیثِ پاک سے جہاں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ جس طرح معزز لوگوں کے مقام و مرتبے کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ ویسا ہی حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے اسی طرح جاہل لوگوں سے بحث مباحثہ کرنا یا ان کی کسی بات پر ان سے الجھنا یا ان سے لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہیے بلکہ جاہل لوگوں سے اَعراض کرنا چاہیے۔ خود قرآنِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 . . . مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، شرح آیۃ: (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس)، ۳/۱۲، حدیث: ۳۲۱۵۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۶۸۲، حدیث: ۷۰۶۲۔

3 . . . معجم اوسط، بن اسمہ احمد، ۱/۵۴۲، حدیث: ۱۹۹۸۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ(۱۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۹۹)

مُفَسِّرِ شَہِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی اپنے ذاتی دشمنوں کو معاف فرمادو اور جو تمہاری ذات سے جہالت کا برتاؤ کرے، اس سے بے توجہی اور درگزر فرماؤ نہ کہ اللہ رسول کے دشمنوں سے۔ لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور اس میں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے جس سے دشمن بھی دوست بن جاویں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”حُسنِ خُلُق“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حق بات کہنے، سننے والے تھے، کسی بھی ناحق بات کو ہرگز قبول نہ فرمایا کرتے تھے۔

(2) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے قریب علماء اور نیک و متقی لوگوں کو رکھا کرتے تھے جن میں جوان اور بوڑھے دونوں ہوتے تھے اور ان ہی سے مشورہ کرتے تھے۔

(3) حضرت سیدنا حر بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عالم اور بڑے عابد تھے اسی لیے انہیں بارگاہِ فاروقی کی قربت اور اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

(4) اپنی ذات کے خلاف کوئی بھی بات سن کر اس پر صبر کرنا چاہیے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صبر فرمایا۔

(5) اسلام میں اپنے ذاتی دشمنوں سے بدلہ لینے کی نہیں بلکہ انہیں معاف کرنے اور عفو درگزر سے کام لینے کی ترغیب دلائی گئی ہے، یہ وہ تعلیم ہے جس سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔

---

[1] ... تفسیر نور العرفان، پ۹، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۹۹۔

(6) جاہل لوگوں سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی کاروائی کرنی چاہیے کیونکہ اِسلام میں جاہلوں سے اِعراض کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عفوودرگزر سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے، جاہلوں سے بحث مباحثہ کرنے کے بجائے اُن سے اِعراض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:358

بڑوں کا ادب واِحترام

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: لَقَدْ کُنْتُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامًا فَکُنْتُ اَحْفَظُ عَنْہُ فَمَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ ھَاھُنَا رِجَالًا ھُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید سَمُرہ بن جُنْدُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں لڑکا تھا اور میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے (سن کر) حدیثیں یاد کیا کرتا تھا، مجھے وہاں گفتگو سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی سوائے اس بات کے کہ وہاں مجھ سے بڑی عمر کے لوگ موجود ہیں۔"

چھوٹوں کا گفتگو میں پہل کرنا خلافِ ادب:

اِس حدیثِ پاک میں ادب کی تربیت دی گئی ہے کہ جب کسی جگہ بڑے موجود ہوں تو چھوٹوں کو بلا ضرورت کلام نہیں کرنا چاہیے بلکہ بڑوں کو بات کرنے کا موقع دینا چاہیے، بڑوں کے سامنے چھوٹوں کا گفتگو میں پہل کرنا خلافِ ادب ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک سے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ اگر کسی جگہ بڑے مرتبے والا شخص ہو مثلاً علم میں، ضبط میں، حفظ میں یا عمر میں بڑا ہو تو چھوٹے مرتبے والے کو گفتگو کرنا مکروہ ہے۔"[2] حافظ عبد الرحمٰن

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب این یقوم الامام من المیت، ص ۴۸۱، حدیث: ۹۶۴۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/۲۱۸، تحت الحدیث: ۳۵۸۔

ابنِ جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''اِس حدیثِ پاک میں گفتگو کرتے ہوئے بڑوں کا ادب کرنے پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔''(1)

بڑوں کے سامنے گفتگو نہ کرنا حُسنِ ادب:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''بڑی عمر والے بزرگوں اور زیادہ علم والوں کے سامنے تقدیم نہیں کرنی چاہیے اور یہ حُسنِ ادب میں سے ہے۔ حضرت سیدنا سُفیان بِن عُیَینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی موجودگی میں کلام نہیں فرمایا کرتے تھے، جب انہوں نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو سیدنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: ''جب تک آپ حیات ہیں میں کلام نہیں کروں گا۔''(2)

بڑوں کی مجلس میں چھوٹوں کی حاضری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے حضرت سیدنا سَمُرہ بِن جُندُب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کم عمر ہونے کے باوجود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احادیثِ مبارکہ سنتے اور انہیں یاد کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم عمر سمجھدار بچوں کی بڑوں کی مجلس میں سیکھنے کی غرض سے حاضری بالکل جائز اور درست ہے، بلکہ والد کو چاہیے کہ اپنے سمجھدار بچوں کو بزرگوں کی بارگاہ میں لے کر جائے، علمائے کرام، مفتیانِ کرام کی خدمت میں لے کر جائے تاکہ وہ بھی ان کے علوم سے استفادہ کریں، ان کے فیضان سے فیض حاصل کریں، وہ بھی بڑوں کی مجالس کے آداب سیکھیں۔ نیز والد کو چاہیے کہ اپنے سمجھدار بچوں کی اس معاملے میں حوصلہ افزائی بھی کرے۔ چنانچہ،

فاروقِ اعظم کم سن اصحاب کا حوصلہ بڑھاتے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہ صرف عِلمی مُباحَثے کو پسند فرماتے اور

---

1 ... کشف المشکل، مسند سمرة بن جندب، ص ٣٣، تحت الحدیث: ٥٠٣/ ٦٠٨۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب الجنائز، باب این یقوم الامام من المیت۔۔۔الخ، ٣/ ٤٣١، تحت الحدیث: ٩٦٤۔

علمی مناظرے فرماتے بلکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حلقۂ احباب میں جو کم عمر اصحاب حصولِ علم میں دلچسپی لیتے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ دونوں ہمہ وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زیرِ تربیت رہتے تھے۔ چنانچہ،

سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر کی حوصلہ افزائی:

ایک بار سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے، سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے۔ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مخاطب کرکے ایک سوال پوچھا اور ارشاد فرمایا: ”اے میرے صحابہ! بیشک ایک درخت ہے، جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مؤمن کی مثل ہے، بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟“ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کا جواب آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اپنے والد گرامی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی موجودگی میں بولنے سے جھجک محسوس کی کہ جب دو عالم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اتنے جلیل القدر صحابہ خاموش ہیں تو میں کیوں بولوں؟“ پھر سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ہی جواب ارشاد فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ بعد میں جب میں نے اپنے والد سے اس بات کا اظہار کیا کہ مجھے اس سوال کا جواب آتا تھا لیکن میں آپ لوگوں کی وجہ سے نہ بول سکا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے ارشاد فرمایا: ”اے بیٹے! اگر تو حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے اپنے جواب کا اظہار کر دیتا تو یہ مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب تھا۔“[1]

---

1 . . . ترمذی، کتاب الامثال، باب ماجاء فی مثل المؤمن۔۔۔الخ، ۴/۳۹۶، حدیث: ۲۸۷۶۔

سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس کی حوصلہ افزائی:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں سے ایک آیتِ مبارکہ کی تفسیر کے متعلق استفسار فرمایا تو لوگوں نے انکار کیا لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے شاگرد رشید حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا کہ اس کے متعلق میرے ذہن میں کچھ ہے۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! اگر تمہیں معلوم ہے تو ضرور بتاؤ اور اپنے آپ کو حقیر (یعنی چھوٹا) نہ سمجھو۔''[1]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ صفحات پر مشتمل کتاب ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' جلد دوم، ص۴۸۴ سے کم عمر سمجھدار بچوں کی بڑوں کی مجلس میں حاضری، بڑوں کی مجلس کے آداب اور ان کم عمر سمجھدار بچوں کی علمی حوصلہ افزائی سے متعلق علم وحکمت کے چند مدنی پھول پیش خدمت ہیں:

(1) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے، جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کے اندر شرافت، ذہانت وفطانت کی علامات دیکھیں تو ان پر خصوصی توجہ دینا شروع کردی، آپ انہیں اپنے علمی حلقوں میں بٹھاتے، اُن سے مشورے بھی کرتے، قرآنی آیات میں اِشکال ہوتا تو اُن سے استفسار فرماتے۔ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چونکہ ابھی نوجوان تھے اس لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شفقتوں سے آپ کو آگے بڑھنے اور علم حاصل کرنے کا حوصلہ اور جذبہ ملتا۔

(2) انہی حوصلہ افزا اقدام کو دیکھتے ہوئے ایک بار آپ کے والد گرامی حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ سے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم

---

1 . . . بخاری، کتاب تفسیر القرآن، قولہ: ایود احدکم۔۔۔الخ، ۳/۱۸۵، حدیث: ۴۵۳۸۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمہیں بلا لیتے ہیں، تمہیں تنہائی میں بھی اپنا قرب دیتے ہیں، دیگر اصحاب کی موجودگی میں تم سے مشورہ لیتے ہیں، لہٰذا میری تین باتیں ہمیشہ یاد رکھنا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہنا، امیر المؤمنین کا کوئی راز فاش نہ کرنا، وہ کبھی تم کو جھوٹا نہ پائیں، ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔"[1]

(3) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی علمی مجالس میں بھی لے جایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی ذات مبارکہ میں موجود "فہم" یعنی بات کو جلدی سمجھنے کی صلاحیت، اسے یاد رکھنے کی قوت، استنباط کی باریکیوں کو پہچاننے کی قابلیت جیسے اَوصاف کو جانچ لیا تھا۔ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود فرماتے ہیں کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دیگر اَصحاب پر میری رائے کو مقدم رکھتے تھے اور مجھ سے فرمایا کرتے تھے: "تم اُس وقت تک کوئی رائے نہ دیا کرو جب تک یہ لوگ اپنی کوئی رائے نہ دے دیں۔" میں اس پر عمل کرتا اور جب اپنی رائے دیتا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے: "تم سب مل کر بھی وہ رائے نہ دے سکے جو اس کم عمر لڑکے نے دی ہے۔"[2]

(4) سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چونکہ کم عمر تھے اس لیے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مجالس میں شرکت کے وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ خاموشی اختیار فرمایا کرتے تھے، اُن کی اجازت کے بغیر ایک لفظ بھی نہ بولتے، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے سورۃُ النصر کی تفسیر کے بارے میں استفسار کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب نے اپنا موٴقف بیان کر دیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آپ سے استفسار فرمانے پر ہی جواب دیا۔[3]

(5) سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک علمی مجلس تھی جس میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نوجوانوں

---

1 ... معجم کبیر، من مناقب عبد اللہ بن عباس۔۔۔الخ، ۱۰/ ۲۶۵، حدیث: ۱۰۶۱۹۔

2 ... صحیح ابن خزیمۃ، جماع ابواب ذکر الایام۔۔۔الخ، باب الامر بالتماس۔۔۔الخ، ۳/ ۳۲۲، حدیث: ۲۱۷۲۔

3 ... بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: فسبح۔۔۔الخ، ۳/ ۳۹۱، حدیث: ۴۹۷۰۔

کی علمی باتیں سنتے اور اُن کی اصلاح فرماتے تھے، سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُس میں پیش پیش رہتے تھے، سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نمازِ اشراق سے فارغ ہو کر کھجوریں خشک کرنے کے لیے اپنے باغ میں جاتے اور قرآنِ پاک پڑھنے والے نوجوانوں کو بلواتے، ان میں سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہوتے تھے، ایک مرتبہ دورانِ تلاوت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قرآنِ پاک کی تفسیر بیان کی تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے ابنِ عباس! تمہارے علم کی کیا بات ہے۔“

(6) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خصوصی شفقتوں، محبتوں اور عنایتوں ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کئی خصوصیتیں وسعادتیں نصیب ہوئیں، نیز علمی میدان خصوصاً تفسیرِ قرآن میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حوصلہ اَفزائی سے وہ ترقیاں ملیں کہ آج سب لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ”مُفَسِّرِ قرآن“، ”ترجُمان القرآن“، ”حِبْرُ الاُمَّت“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”حُسنِ ادب“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جب کسی مجلس میں چھوٹے اور بڑے دونوں موجود ہوں تو چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑوں سے پہلے گفتگو میں پہل نہ کریں۔

(2) بڑوں سے گفتگو میں پہل کرنا خلافِ ادب اور پہل نہ کرنا حسن ادب ہے۔

(3) کم عمر سمجھدار بچوں کا اصحاب علم بڑوں کی مجلس میں حاضر ہونا مستحسن ہے تاکہ وہ بڑوں کی مجالس کے آداب سیکھیں، ضروری دینی مسائل سے آگاہی حاصل کریں۔

---

1 ... فیضان فاروق اعظم، ۲/ ۴۸۴-۴۸۶۔

(4) والد کو چاہیے کہ وہ اپنے کم عمر سمجھدار بچوں کو اصحاب علم کی مجالس میں لے کر جائے اور ان کی اس معاملے میں حوصلہ افزائی کرے۔

(5) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کم عمر اصحاب کی حصول علم کے معاملے میں بہت حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔

(6) حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کم عمر تھے لیکن جب یہ دونوں بڑے اصحاب علم کی مجلس میں بیٹھتے تو ان کے ادب واحترام کی وجہ سے کچھ نہ بولتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی بڑوں کی مجالس کا ادب کرنے، ان سے پہلے گفتگو شروع نہ کرنے، اصحابِ علم کی مجالس میں حصولِ علم کیلئے بیٹھنے، ان کی مجلس کے آداب سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:359

عزت کرو گے تو عزت پاؤ گے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّہِ اِلَّا قَیَّضَ اللہُ لَہُ مَنْ یُکْرِمُہُ عِنْدَ سِنِّہِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو بھی جوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے تعظیم کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے اُسے پیدا فرما دیتا ہے جو بڑھاپے میں اُس کی عزت کرے گا۔“

جیسی کرنی ویسی بھرنی:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں ایک وعدے کی

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب ما جاء فی اجلال الکبیر، ۳/ ۴۱۱، حدیث: ۲۰۲۹

طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی بزرگ کا ادب و احترام کرے گا وہ لمبی عمر پائے گا یہاں تک کہ جب وہ خود بوڑھا ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک شخص کو مقرر فرمادے گا جو اُس کی عزت کرے گا پس جیسا اُس نے کیا تھا اس کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا۔"[1]

درازیٔ عمر پانے کا طریقہ:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی جو شخص بوڑھے مسلمان کا صرف اس لیے احترام کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے، اس کی عبادات مجھ سے زیادہ ہیں، یہ مجھ سے پرانے اسلام والا ہے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں وہ دیکھ لے گا کہ اس کے بڑھاپے کے وقت لوگ اس کا احترام کریں گے۔ اس وعدے میں فرمایا گیا کہ ایسا آدمی دراز عمر بھی پائے گا دنیا میں مال، عیش، عزت بھی اسے ملے گی آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے۔ خود اس حدیث کے راوی حضرت انس (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی دس سال خدمت کی، دیکھ لو کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ ان کی زندگی میں ان کی اولاد کی تعداد ایک سو ہوئی یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد۔ ایک مخلوق نے ان سے احادیث روایت کیں، جہاں پہنچ جاتے تھے لوگ ان کی زیارت کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ یہ ہے اس حدیث کا ظہور اور اس وعدہ نبوی کی جیتی جاگتی تصویر و تفسیر۔"[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی آدمی جیسا کرتا ہے ویسا ہی بھرتا ہے، یعنی آج اگر ہم کسی بزرگ کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، اپنے ماں باپ کی بڑھاپے میں خدمت کریں گے، ان کا ادب واحترام کریں گے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کل ہماری اولاد بھی ہمارا ادب واحترام کرے گی، ہمارے بڑھاپے میں بھی وہ ہماری خدمت کرے گی۔ جو لوگ بوڑھوں کی عزت نہیں کرتے، اپنے بوڑھے والدین کی خدمت نہیں کرتے، ان کا ادب واحترام نہیں کرتے، ان کی بھی بڑھاپے میں کوئی عزت نہیں کرتا۔ ترغیب وترہیب کے لیے چند

1 ... دلیل الفالحین، باب فی توقیر العلماء والکبار واھل الفضل، ۲/۲۱۹، تحت الحدیث: ۳۵۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۶۰۔

واقعات پیشِ خدمت ہیں:

پیر و مرشد کی خدمت کا نتیجہ:

خراسان سے ایک مرید اپنے پیر صاحب کی خدمت و زیارت کی غرض سے سفر پر روانہ ہوا اور مصر پہنچا اور ایک مدت تک پیر صاحب کی خدمت میں رہا۔ ایک دن پیر صاحب کے پاس کچھ اکابرین زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے تو پیر صاحب نے مرید سے کہا کہ ''ان کی سواریوں کی دیکھ بھال کرو۔'' مرید ان کی دیکھ بھال کرنے لگا لیکن اس کے دل میں ایک خیال آیا کہ میں اتنا طویل سفر کر کے آیا اور اتنے عرصے پیر صاحب کی خدمت کی اُس کا یہ صلہ ملا ہے۔ جب اکابرین زیارت کر کے چلے گئے تو مرید شیخ صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ شیخ صاحب نے اس سے فرمایا: ''اے بیٹے ایک دن آئے گا جب تیرے پاس بڑے بڑے لوگ زیارت کے لیے آئیں گے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک شخص کو مقدر فرمادے گا جو اُن کی خدمت کرے گا۔'' شیخ الاسلام ندیم الباری **عبد اللہ** الانصاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''جیسا شیخ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ اس مرید کے دروازے پر ہر وقت زیارت کرنے والوں کے خچر اور گھوڑے کھڑے رہتے تھے۔''[1]

ماں کو تنہا چھوڑ دینے والے کی عبرتناک موت:

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''نیکی کی دعوت'' صفحہ ۴۳۴ پر ایک عبرت ناک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی ماں سخت بیمار، موت کے بچھونے پر پڑی تھی، اِس کے باوُجود نالائق بیٹے نے اُس کے ساتھ بد تمیزی کی اور بے چاری کو تنہا چھوڑ دیا اور وہ غریب اِسی حالتِ تنہائی میں انتِقال کر گئی۔ وقت گزرتا گیا۔ 30 سال بعد اُس ''نالائق بیٹے'' کو دست لگ گئے اور نہایت کمزور ہو گیا۔ ہاتھوں کا کِیا یوں آڑے آیا کہ رو رو کر کہتا سنا گیا: ''میرے تین بیٹے ہیں مگر میری بِالکل پرواہ نہیں کرتے، میں کئی روز سے بیمار پڑا

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۸/۶۰۷، تحت الحدیث: ۴۹۷۱۔

ہوں مگر ایک بار بھی ملنے نہیں آئے۔'' آخر کار وہ اپنی ماں کی طرح رات کو اکیلا مر گیا۔ صُبح محلّے والوں نے دیکھا کہ اکیلی لاش پر چیونٹیاں اکٹّھی ہو چکی تھیں اور اُس کو کاٹ رہی تھیں۔

دل دُکھانا چھوڑ دیں ماں باپ کا

ورنہ ہے اِس میں خسارہ آپ کا

یہ حقیقت ہے کہ ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں بھی سزا پاتا ہے۔ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''سب گناہوں کی سزا اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو قِیامت کیلئے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں دُنیوی مفادات کیلئے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَحکامات کی بجا آوری کی نیّت سے والِدَین کی اِطاعت کرنی چاہئے۔

غیر اسلامی مُمالِک میں بکثرت اولڈ ہاؤس ہیں اور افسوس اب ان کی دیکھا دیکھی اسلامی ملکوں حتّٰی کہ پاکستان میں بھی اس کا آغاز ہو چکا ہے! دعوتِ اسلامی کے عالمی مَدَنی مرکز فیضانِ مدینہ میں 16 ربیعُ النور شریف ۱۴۳۲ ہجری (19.2.2011) کو مُعَمَّر حضرات (یعنی بوڑھوں) کا مَدَنی مذاکرہ ہوا تھا جس میں مُلک بھر سے ہزاروں سِن رَسیدہ بزرگوں نے شرکت کی تھی اور یہ مدنی مذاکرہ ''مدنی چینل'' پر براہِ راست ٹیلی کاسٹ (TELECAST) کیا گیا تھا۔ کسی پاکستانی اولڈ ہاؤس میں مقیم دو نہایت کمزور بزرگوں نے اسلامی بھائیوں سے نہایت غمگین لہجے میں اپنا درد بیان کیا اور اولڈ ہاؤس میں چھوڑ کر چلے جانے پر اپنے عزیزوں کے متعلّق نہایت تأسُّف و حسرت کا اِظہار کیا اور کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ ہمارے خاندان والے ہمیں گھر واپس لے چلیں ہم یہاں کافی دُکھی ہیں۔ ہائے! ہائے! وہ اولاد کتنی احسان فراموش اور ناخَلَف و نالائق ہے جو بچپن میں ماں باپ کی طرف سے کئے جانے والے تمام اِحسانات کو فراموش کر کے بُڑھاپے میں انہیں ٹھکرا دیتی ہے حالانکہ بڑھاپے میں تو بے چاروں کو ہمدردیوں کی زیادہ حاجت ہوتی ہے۔ میٹھے اسلامی بھائیو! آپ عہد کیجئے کہ چاہے

---

[1] . . . مستدرک حاکم، کتاب البر والصلة، کل الذنوب یؤخر اللہ ـــ الخ، ۵/۲۱۶، حدیث: ۷۳۴۵۔

کچھ بھی ہو جائے ماں باپ کو عمر بھر نبھائیں گے اور اُن کی خدمت کر کے خود کو جنّت کا حقدار بنائیں گے۔[1]

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمارے معاشرے پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائے، ہماری جوان اَولاد کو اپنے بوڑھے ماں باپ، بوڑھے بزرگوں کا ادب واحترام نصیب فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

اِسم جلالت "اللہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بزرگوں کا ادب واحترام کرنے کی برکتیں دنیا وآخرت دونوں میں نصیب ہوتی ہیں۔

(2) جو شخص کسی بوڑھے کا اس کے بڑھاپے کی وجہ سے ادب واحترام کرتا ہے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے اس کے بڑھاپے میں بھی ادب واحترام نصیب فرماتا ہے۔

(3) بوڑھے بزرگوں کا ادب واحترام درازیٔ عمر بالخیر کا سبب ہے۔

(4) یہ بالکل سچ ہے کہ "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے" یا "جیسی کرنی ویسی بھرنی" جو جس کے ساتھ جیسا سلوک کرے گا بعد میں اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے گا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے والدین اور دیگر بزرگوں کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں ان کے ساتھ نہایت ہی حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دِل دُکھانا چھوڑ دیں ماں باپ کا
ورنہ ہے اس میں خسارہ آپ کا

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 ... نیکی کی دعوت، ص ۴۴۴۔

باب نمبر: 45

نیک لوگوں و مُقَدَّس مَقامات کی زیارت کا بیان

نیک لوگوں کی زیارت، اُن کی مَجلِس وصُحبت، اُن سے مَحبَّت، اُن کی زیارت کی خواہش اور اُن سے دعائیں کروانے
اور مُقدَّس مقامات کی زیارت کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، پھر انسانوں میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، بزرگانِ دین، علماء و صالحین و اولیائے کاملین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کو پیدا فرمایا۔ یہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے فیوض و برکات کے سبب ہر دور میں حق کی شمع فروزاں رہی ہے۔ ان ہی کے طفیل ہر زمانے میں لوگ راہِ راست سے منسلک رہے ہیں۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کا قرب انسان کو نیک بنانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ ان سے محبت کی بدولت خطاکاروں کے قلب سے بُرائی کی ظلمت دور ہوجاتی ہے۔ ان کی دعاؤں کی برکت سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ ان کی ہم نشینی دنیا و آخرت میں سلامتی کا باعث ہے۔ ان کی زیارت کرنے سے ظلمت کدے منور ہوجاتے ہیں۔ ان کی حیات میں عوام وخواص خود ان کی ذات سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں اور ان کے وصال کے بعد ان کے مزارات مَرجَعِ خَلَائِق ہوتے ہیں۔ آج بھی اس عالَمِ فانی میں ہدایت کے روشن چراغ یہی عظیم ہستیاں ہیں۔ گناہوں کے اِس پُر فِتَن دور میں جہاں نفس و شیطان جیسے بڑے دشمنوں سمیت مختلف معاشرتی بُرائیاں بھی ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہیں، ایمان کی بقا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت میں اپنی زندگی گزارنے کے لیے اولیاء کرام کی زیارت کرنا، اُن کی صحبت اختیار کرنا انتہائی ناگزیر ہوچکا ہے۔ ریاض الصّالحین کا یہ باب بھی **"نیک لوگوں کی زیارت کرنے، ان کی صحبت اختیار کرنے، ان سے محبت کرنے، ان سے دعائیں کروانے اور مقدس مقامات کی زیارت کرنے"** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوْزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 15 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات کی تفاسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) سیدنا موسیٰ و سیدنا خضر عَلَیْہِمَا السَّلَام کی ملاقات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ٘ وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ٘ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ٘ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ٘ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

(پ۱۵، الکہف: ۶۰ تا ۶۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا (مدتوں چلتا) جاؤں۔ پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں اپنی راہ لی سرنگ بناتی۔ پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔ بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور (ذکر) کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبا (عجیب بات) ہے۔ موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ اس سے موسیٰ نے کہا: کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

مذکورہ آیات کی باب سے مناسبت:

واضح رہے کہ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ان آیات کا ابتدائی اور انتہائی حصہ بیان فرمایا ہے، لیکن ہم نے مکمل آیات کو بیان کر دیا ہے۔ مذکورہ آیات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا السَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا ہے جس میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی زیارت کرنے، ان کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے علم سیکھنے کا بیان ہے۔ اور یہ باب بھی بزرگوں کی زیارت کو جانے، ان کی صحبت اختیار کرنے، ان سے علم حاصل کرنے کے بارے میں ہے اسی وجہ سے عَلَّامَہ یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ان آیات کو اس باب میں بیان کیا ہے۔

تفصیلی واقعہ:

حضرت سیدنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک روز حضرتِ سَیِّدُنا موسیٰ کلیم اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو آپ سے پوچھا گیا: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''میں۔'' تو رب تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا کہ آپ نے علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کے بجائے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف کیوں نہ کی؟ اور یہ کیوں نہ کہا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ''بے شک میرا ایک بندہ مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن کے پاس رہتا ہے، وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔'' موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ''اے میرے رب! میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ''تم ایک مچھلی لے کر اپنے توشہ دان میں رکھ لو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے تو وہی اس بندے کی رہائش گاہ ہے۔'' چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک مچھلی بُھون کر اپنے توشہ دان میں رکھی اور منزل کی طرف چل دیئے، آپ کے ساتھ حضرت سیدنا یوشع بن نُون عَلَیْہِ السَّلَام بھی تھے۔ سفر کے لیے نکلتے وقت حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ عزم کیا کہ میں اس وقت تک چلتا رہوں گا جب تک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر نہ پہنچ جاؤں یا پھر اس جگہ کی تلاش میں برسوں سفر کرتا رہوں۔ اس کے بعد یہ دونوں حضرات اپنے سفر پر روانہ ہوئے حتیٰ کہ مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن یعنی دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر پہنچ گئے۔ اس جگہ دریائے فارس اور دریائے رُوم آپس میں ملتے ہیں۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے جسے آب حیات کہا جاتا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کا پانی اگر مُردے سے لگ جائے تو اس میں حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس پانی کی چھینٹے توشہ دان میں موجود مچھلی پر پڑ گئے کیونکہ توشہ دان کا منہ کھلا ہوا تھا لہٰذا وہ مچھلی زندہ ہو کر اچھلتی کودتی دریا میں غوطہ زن ہو گئی اور جس سمت سے وہ دریا میں داخل ہوئی وہاں ایک سرنگ و غار جیسا راستہ بن گیا۔ اس وقت حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ایک چٹان سے ٹیک لگا کر آرام فرما رہے تھے جبکہ حضرت سیدنا یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَام نے مچھلی میں زندگی آنے اور اس کے پانی میں چلے جانے کو ملاحظہ فرما لیا تھا لیکن آپ نے حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو جگا کر اس بارے میں آگاہ

کرنا مناسب خیال نہ کیا اور سوچا کہ جب آپ خود اُٹھ جائیں گے تو سارا ماجرہ بیان کر دوں گا۔

لیکن حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بیدار ہونے کے بعد حضرت سیدنا یوشع عَلَیْہِ السَّلَام انہیں مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گئے اور دونوں آگے چل پڑے۔ ایک دن اور رات سفر کرنے کے بعد حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ہم سفر سیدنا یوشع عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: ”ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ، بے شک اِس سفر نے ہمیں بہت مشقت میں ڈال دیا۔“ اِس پر حضرت سیدنا یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کو مچھلی کا بھولا ہوا مشاہدہ یاد آ گیا اور آپ نے معذرت خواہی کے انداز میں عرض کیا: ”جس جگہ پر ہم آرام کرنے کے لیے رُکے تھے وہیں پر اس مچھلی میں جان آ گئی تھی اور وہ اچھلتی کودتی دریا میں داخل ہو گئی تھی اور بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ جس جگہ سے دریا میں داخل ہوئی وہاں ایک سرنگ نُما راستہ بن گیا۔ میں نے یہ سارا معاملہ بذاتِ خود ملاحظہ کیا تھا اور میں نے چاہا کہ آپ کو جگا کر یہ دکھاؤں لیکن آپ کی سفری تھکاوٹ کی وجہ سے جگانا مناسب نہ سمجھا، میں نے سوچا کہ جب آپ بیدار ہوں گے تو بتا دوں گا، لیکن بعد میں شیطان نے مجھے بھلا دیا کہ میں آپ کو اس بارے میں آگاہ کروں۔“ جب حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ”وہی تو ہماری مطلوبہ جگہ ہے جس کی تلاش میں ہم نکلے ہیں۔“ پھر دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے پلٹے اور واپس مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن آئے اور اسی چٹان کے پاس جہاں آپ نے آرام فرمایا تھا حضرتِ سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کو سفید کپڑے میں لپٹا ہوا پایا۔ حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں سلام کیا تو حضرت سیدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”تمہاری زمین میں سلام کہاں؟“ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”میں موسیٰ ہوں۔“ پوچھا: ”بنی اسرائیل کے موسیٰ؟“ فرمایا: ”ہاں! میں تمہارے پاس موجود علم سیکھنے آیا ہوں۔“[1]

تحصیلِ علم کے بارہ 12 آداب:

جب حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ملاقات حضرت سیدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے ہوئی تو آپ نے ان

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۱۵، الکہف، تحت الآیۃ: ۶۰ تا ۶۶، جزء: ۱۰، ۵/۱۵، ۳، تفسیر خازن، پ ۱۵، الکہف، تحت الآیۃ: ۶۰ تا ۶۶، ۳/۲۱۶، ۲۱۸، ملخصا۔

سے فرمایا: ”کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہوں کہ آپ مجھے اپنے اس علم میں سے کچھ سکھائیں گے جو آپ کو عطا کیا گیا۔“ امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے علم سیکھنے کے اس ارادے میں طلب علم کے کئی آداب اور لطائف کو ملحوظ خاطر رکھا۔“ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کم وبیش بارہ 12 آداب کو بیان فرمایا جن کا خلاصہ وماحصل پیش خدمت ہے: ”(1) علم حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ جس سے علم حاصل کر رہا ہے اپنے آپ کو اس کے تابع کر دے۔ (2) پہلے حصولِ علم کی اجازت طلب کرے کہ یہ حد درجہ کی تواضع وانکساری ہے۔ (3) اپنی جہالت اور جس سے علم حاصل کر رہا ہے اُس کے علم کا اعتراف کرے۔ (4) اس کے علم کے کچھ حصے کی طلب کرے کہ یہ بھی تواضع وانکساری ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں آپ کے پورے علم کے برابر حصول نہیں چاہتا بلکہ آپ کے جملہ علوم میں سے کچھ حصہ حاصل کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ جب کوئی فقیر کسی غنی سے مانگتا ہے تو اس کے مال کا کچھ حصہ مانگتا ہے۔ (5) اِس بات کا اعتراف کرے کہ جس سے وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کا علم خداداد علم ہے۔ (6) اِس سے ہدایت وراہنمائی کے لیے علم طلب کرے کہ جس کے بغیر ضلالت وگمراہی ہے۔ (7) اِس طور پر علم طلب کرے کہ جس طرح اسے اس کے رب نے عطا فرمایا۔ یعنی یوں کہے کہ جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو علم عطا فرمایا تو یہ اس کا آپ پر انعام ہے اسی طرح آپ بھی مجھے یہ علم سکھا کر مجھ پر احسان فرمائیں۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا غلام ہوں۔ (8) جو وہ سکھائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے، اس سے کسی قسم کا کوئی لڑائی جھگڑا اور اس پر اعتراض وغیرہ نہ کرے۔ (9) تمام امور میں اس کی متابعت کرے۔ (10) علم حاصل کرنے والا اگر بذاتِ خود کثیر علوم اور فضائل ومناقب رکھتا ہو تو پھر وہ جس سے علم حاصل کر رہا ہے اس کی بھی حد درجہ تعظیم وتکریم کرے گا کیونکہ تعظیم وتکریم کے معاملے میں بھی اس کا علم زیادہ ہوگا۔ (11) جس سے حصولِ علم کیا جا رہا ہے اس کی خدمت کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کے تابع کر دیا جائے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس سے علم طلب کیا جائے۔ (12) اس کا مقصد فقط علم کا حصول ہونا چاہیے نہ کہ علم کے حصول کے ضمن میں کوئی مال یا مقام ومرتبے کی چاہت۔“[1]

---

1 . . . تفسیر کبیر، پ ۱۵، الکہف، تحت الآیۃ: ۶۶، ۷ / ۴۸۳۔

طَلَبِ عِلم کی جستجو میں رہے:

صَدرُ الا فاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس سے علم سیکھے اس کے ساتھ بتواضع وادب پیش آئے۔“[1]

طَلَبِ عِلم سے متعلق چند مسائل:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس واقعہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے: (1) طلبِ علم کے لیے سفر کرنا سنت پیغمبر ہے۔ (2) اس کے پاس جانا اسے گھر نہ بلانا سنت ہے۔ (3) علم کی زیادتی چاہنا بہتر ہے۔ (4) سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے۔ (5) سفر میں اچھا ساتھی ہونا بہتر ہے۔ (6) استاد کا ادب کرنا ضروری ہے۔ (7) استاد کی بات پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ (8) طریقت والے کبھی خلافِ شرع کریں تو اس کی کوئی خفیہ وجہ ضرور ہوتی ہے، دراصل وہ کام خلافِ شریعت نہیں ہوتا اس لیے جلد ان سے بد ظن نہ ہونا چاہیے، مگر یہ پیر کامل کے احکام ہیں۔ (9) علم صرف کتاب سے نہیں استاد کی صحبت سے بھی آتا ہے، بزرگوں کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے، ایک معمولی لوہا کاریگر کا ہاتھ لگنے سے قیمتی اوزار بن جاتا ہے تو معمولی انسان کامل کی صحبت سے شان والا بن جاتا ہے۔“[2]

(2) خود کو رب کی رضا چاہنے والوں سے مانوس رکھو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (پ ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ سرداران کفار کی ایک جماعت نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۱۵، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۶۔

2 ... تفسیر نور العرفان، پ ۱۵، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۱۔

وَالسَّلَام سے عرض کی کہ ہم آپ پر ایمان لانا چاہتے ہیں لیکن آپ کی مجلس میں کچھ ایسے مفلس و نادار لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے میں ہمیں عار محسوس ہوتی ہے لہٰذا اگر آپ ہمارے ایمان لانے کے خواہشمند ہیں تو انہیں خود سے دور کر دیں ہم ایمان لے آئیں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ آپ ان کفار کی باتوں پر عمل کرنے کے بجائے اپنے غریب و نادار مخلص اَصحاب کے ساتھ ہی رہیں اور انہیں اپنی محفل سے الگ نہ کریں۔ **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فقراء ہوں اور بروں کے ساتھ رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح و شام خصوصیت سے رب کا ذکر کرنا بہت افضل ہے، ربّ فرماتا ہے: ﴿**وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا**﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۲۵) ''ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔'' یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو صالح، غریب بڑے پیارے اور محبوب ہیں کیونکہ ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں اور محبوب ٹوٹے دلوں کی آس ہیں۔ شانِ نزول: سردارانِ قریش نے عرض کیا تھا کہ ہم اسلام تو قبول کرلیں لیکن ان فقراء و مساکین مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے ہم کو شرم آتی ہے، اگر آپ ان غریبوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ کر دیں تو صرف ہم ہی نہیں بلکہ بہت خلقت ایمان قبول کرلے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ اتری۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے مخلص مسلمان بہت سے ریاکاروں سے بہتر ہیں، عطر تھوڑا اچھا، پیشاب بہت سا بھی اچھا نہیں۔ **اللہ** تعالیٰ اس عطر کے ہمراہ رکھے۔ معلوم ہوا کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی نگاہِ کرم ہمیشہ اپنی اُمت کے صالحین پر ہے خواہ وہ کہیں اور کسی زمانے میں ہوں حضور کی نگاہ میں ہیں۔ اس سے مسئلہ حاضر و ناظر بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، مالداروں کی نہ مانا کریں، مخلص صالح غرباء و مساکین مسلمانوں کی اطاعت کیا کریں، ان مالداروں کی بات ماننا دنیا و دین برباد کر دیتا ہے، اور ان غرباء کے ساتھ رہنا دونوں جہان درست کر دیتا ہے، اسی لیے اکثر انبیاء و اولیاء غرباء میں ہوئے۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... تفسیر نور العرفان، پ ۱۵، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۸۔

حدیث نمبر:360

شَیخین کریمین اور حضرت اُمِّ اَیمَن کی زیارت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا بَعْدَ وَفَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰی اُمِّ اَیْمَنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نَزُوْرُھَا کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزُوْرُھَا فَلَمَّا انْتَھَیَا اِلَیْھَا بَکَتْ فَقَالَا لَھَا: مَا یُبْکِیْکِ؟ اَمَا تَعْلَمِیْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنِّیْ لَا اَبْکِیْ اَنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی خَیْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ اَبْکِیْ اَنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَھَیَّجَتْھُمَا عَلَی الْبُکَاءِ فَجَعَلَا یَبْکِیَانِ مَعَھَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرتِ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”آیئے حضرتِ اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ملاقات کے لیے چلتے ہیں جیسا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔“ جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے بہتر مقام ہے۔“ سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بولیں: ”میں اس لیے نہیں روتی کہ میں اس بات سے لاعلم ہوں کہ اللّٰہ تعالٰی کے یہاں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے بہتر مقام ہے بلکہ میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔“ سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اس گفتگو نے سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔

حضرت سیدتنا اُمِّ اَیمَن کا مختصر تعارف:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ صالحین کی زیارت کے لیے جانا بزرگوں کا طریقہ ہے جیسا کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر اور فاروقِ

[1] ... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اُمِّ اَیمن رضی اللہ تعالی عنھا، ص ۱۳۳۳، حدیث: ۲۴۵۴۔

اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔جناب اُمِّ اَیْمَن کا نام ''برکت'' ہے، آپ حبشہ کی تھیں، حضرت سیدنا عبد اللّٰہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد کی باندی تھیں، سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پرورش انہوں نے بھی کی ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا نکاح حضرت سیدنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کر دیا تھا۔انہیں کے بطن سے حضرت سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیدا ہوئے۔آپ جہاد میں جاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور غازیوں کی خدمت کرتی تھیں۔امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کے بیس دن بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی وفات ہوئی، حضرت سیدنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ام المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے غلام بن گئے تھے، حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے لے کر انہیں آزاد کرکے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔''(1)

سیدتنا اُمِّ اَیمن کے یہاں کثرت سے جانے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضورِ اکرم نُورِ مجسم شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدتنا اُمِّ اَیْمَن کا بہت اکرام فرماتے تھے اور فرمایا کرتے: ''اُمِّ اَیْمَن میری والدہ ہیں۔'' اسی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کثرت سے ان کی زیارت کے لیے جایا کرتے، آپ ان کے یہاں بیٹے کی طرح تھے اور وہ بھی آپ سے بیٹوں جیسا برتاؤ کرتی تھیں۔''(2)

سنت پر عمل کی نیت سے زیارت:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرتِ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ: ''چلو ہم بھی سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی زیارت کریں جیسا کہ حضور نبی

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۰۰ماخوذا۔

2 ...دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۲۲، تحت الحدیث: ۳۶۰۔

اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا کرتے تھے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** ''یعنی حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جناب اُمِّ اَیْمَن کی ملاقات کے لیے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، چلو ہم بھی اس سنت پر عمل کریں، اُمِّ اَیْمَن کی زیارت کریں۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا، بلکہ جن کی وہ حضرات ملاقات کرتے ہوں، ان سے ملاقات کے لیے جانا سنتِ صحابہ ہے۔''[1]

شیخین کو دیکھ کر حضور یاد آگئے:

حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر وفاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''دراصل ان بزرگوں کو دیکھ کر سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یاد آگئے کیونکہ یہ دونوں حضرات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھی اور خاص محبوب دوست تھے۔ بعدِ وفات مرحوم کی چیزیں، اس کی اولاد، اس کے دوست دیکھ کر مرحوم یاد آتا ہے اور لوگ رونے لگتے ہیں یہ رونا ایسا ہی تھا۔ حضرت سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو روتا دیکھ کر ان حضرات نے ان سے فرمایا: ''آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے یہاں حضور کے لیے بہترین مقام ہے۔ ''یعنی جہاں حضور اب ہیں وہ جگہ دنیا سے بہتر ہے کہ یہاں تکالیف تھیں، وہاں آرام وراحت ہے، وہاں ہر وقت اپنے رب سے قُربِ خاص حاصل ہے پھر آپ اتنی بے قرار ہو کر کیوں روتی ہیں۔''[2]

مقامِ رسول بیان کرنا ممکن نہیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۰۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۰۰ملخصًا۔

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰىؕ(۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ (پ ٣٠، الضحی: ۴)

صَدرُ الا فاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”یعنی (سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی) آخرت دنیا سے بہتر (ہے) کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقامِ محمود و حوضِ مَورود و خیرِ مَوعود اور تمام انبیاء ورُسل پر تَقَدُّم اور آپ کی اُمَّت کا تمام امّتوں پر گواہ ہونا اور آپ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آتیں اور مفسّرین نے اس کے یہ معنٰی بھی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے اَحوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر و برتر ہیں گویا کہ حق تعالٰی کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا اور عزّت پر عزّت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کے مَراتب ترقیوں میں رہیں گے۔“[1]

اِنقطاعِ وحی کے بعد اِختلاف، فتنے و فساد:

دلیل الفالحین میں ہے: حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر و سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی گفتگو سن کر حضرت سیدتنا اُمِّ اَیمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ”میرے رونے کی وجہ یہ نہیں کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں حضور کو ملنے والے اِنعام واِکرام سے لاعلم ہوں بلکہ میں تو اس سبب سے رو رہی ہوں کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے ساتھ آسمان سے زمین کی طرف وحی آنا منقطع ہوگئی۔“ یعنی وحی کے منقطع ہونے کے سبب لوگوں کے مذاہب میں اختلاف پیدا ہو گیا، فتنے اور فساد پھیلنے لگے، آزمائشوں اور مصیبتوں نے اُمَّت کو گھیر لیا یہی وجہ ہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد نفاق اور اِرتداد کا ظہور ہوا۔ ایسے میں اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ذریعے اُن فتنوں کا تدارک نہ فرماتا تو اِس اُمَّت کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔[2]

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ٣٠، الضحٰی، تحت الآیۃ: ۴۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ٢/ ٢٢٢، تحت الحدیث: ٣٦٠۔

وصال کے سبب نعمتوں سے محرومی:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضرت اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مقصود یہ بیان فرمانا تھا کہ میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت نعمتوں سے محروم ہوگئے، آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہوگیا، احادیث نبویہ کا سلسلہ ختم ہوگیا، مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہوگیا، حضور سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے۔ سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی یہ بات سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہ رونا تو امت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے؟ کس کے منہ سے آیات و احادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں؟ حضرت سیدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہی سوچ کر مدینہ منورہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کرکے اذان کہا کروں گا۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ:

قافلہ سالار سفر کر گیا
قافلہ کو زیر و زبر کر گیا[1]

حدیثِ پاک سے مستنبط اَحکام:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں نیک لوگوں کی زیارت کرنے، مَردوں کی ایک جماعت کا نیک خاتون کی زیارت کے لیے جانے، ان کے کلام کو سننے اور عالِم و بوڑھے شخص کا کسی کی زیارت یا عیادت اور دیگر اس طرح کے نیک کاموں کے لیے جاتے وقت اپنے ساتھ کسی کو لے جانے کا ثبوت ہے۔ نیز حدیثِ پاک میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ نیک لوگوں کے فراق میں غم کرتے ہوئے رونا جائز ہے اگرچہ وہ اعلیٰ مقام میں منتقل ہوچکے ہیں۔“[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۰۱ ملخصاً۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل ام ایمن، ۸/ ۱۰، الجزء السادس عشر۔

مدنی گلدستہ

سیدتنا "اُمِّ اَیمن" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بہت ہی مقام و مرتبے اور فضیلت والی خاتون تھیں، انہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضاعی والدہ ہونے کی سعادت حاصل ہے نیز حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذاتِ خود انہیں اپنی والدہ فرمایا کرتے اور ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔

(2) بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا بلکہ وہ حضرات جن سے ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(3) مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جب چند لوگوں کا مل کر اپنے سے کم مرتبے والے شخص کی زیارت کرنے کے لیے جانا بالکل جائز ہے تو اپنے سے زیادہ مرتبے والے کی زیارت کے لیے جانا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

(4) نیک لوگوں کے وصال اور ان کی جدائی پر غم کرتے ہوئے رونا جائز ہے اگرچہ وہ اس سے بھی زیادہ افضل مقام پر منتقل ہو چکے ہوں۔

(5) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال سے اُمَّت کئی فوائد سے محروم ہوگئی، اسی وجہ سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کی جدائی کے غم میں آنسوں بہایا کرتے تھے۔

(6) وحی کے منقطع ہونے کے بعد اُمَّت میں فتنہ وفساد برپا ہوئے، نفاق وارتداد کا ظہور ہوا اور اگر امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان فتنوں کی سرکوبی نہ فرماتے تو قیامت تک اسلام کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا، یقیناً یہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اُمَّتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک لوگوں کی زیارت کے لیے جانے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 361

اللہ کیلئے مسلمان بھائی سے محبت کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهُ فِیْ قَرْيَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَيْهِ قَالَ: اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: اُرِيْدُ اَخًا لِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا غَيْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُهُ فِی اللهِ تَعَالٰی قَالَ: فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ فِيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بھائی کی زیارت کرنے کے لیے چلا جو کسی دوسری بستی میں رہتا تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر فرما دیا۔ جب وہ شخص اس فرشتے کے پاس پہنچا تو فرشتے نے پوچھا: ”کہاں جانے کا ارادہ ہے؟“ اس نے کہا: ”اس بستی میں میرا ایک بھائی رہتا ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔“ فرشتے نے پوچھا: ”تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے جس کا بدلہ لینا چاہتے ہو؟“ وہ بولا: ”نہیں! بلکہ میں تو محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں۔“ فرشتے نے کہا: ”میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہارے پاس یہ پیغام لایا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تم سے محبت کرتا ہے جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہو۔“

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام بندے کے نام:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جانے اور اس سے محبت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص اپنی بستی سے کسی دوسری بستی کی طرف چلا تاکہ اپنے بھائی سے ملاقات کرے۔ یہاں بھائی سے مراد ایمانی اسلامی بھائی ہے جس کو اللہ کے لیے بھائی بنایا ہو خواہ نسبی ہو یا غیر نسبی۔ جب یہ شخص اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے نکلا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتے کو اس کی گزرگاہ پر بھیج دیا اور جب یہ اس جگہ پہنچا تو فرشتے نے اس سے

[1] . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص ۱۳۸۸، حدیث: ۲۵۶۷۔

پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ سوال بے علمی کی بناء پر نہیں بلکہ اس سے وہ جواب حاصل کرنے کے لیے ہے جو یہاں مذکور ہے اور اسے بشارت دینے کے لیے ہے تاکہ لوگ یہ دونوں باتیں سنیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اسے بیان فرمانا اسی مقصد کے لیے ہے۔ اُس شخص نے فرشتے کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس بستی میں میرا ایک بھائی قیام پذیر ہے میں اس سے ملنے کے لیے جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے جس کا عوض لینے تو اس کے پاس جارہا ہے؟ یعنی تو کبھی اس پر احسان کرچکا ہے جس کا عوض حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے یا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے جس کا عوض دینے تو جارہا ہے۔ وہ بولا: نہیں بلکہ میں تو محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں یعنی اس سے میری محبت اس لیے ہے کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت سے اللہ تعالٰی راضی ہوجاتا ہے۔ بخشے ہوؤں کی ملاقات کرو کہ تم بھی بخشے جاؤ۔ اس شخص کا جواب سن کر فرشتے نے کہا: سنو! میں اللہ تعالٰی کی طرف سے تمہارے لیے یہ پیغام لایا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہو۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی کے لیے مسلمان بھائی سے محبت کرنے والے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: ”بندوں کی محبت اصل میں دل کا مائل ہونا ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے منزہ ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت کی صورت یہ ہے کہ وہ اس پر رحم فرماتا ہے، اس سے راضی ہوتا ہے، اس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس سے محبوبوں جیسا معاملہ فرماتا ہے۔“ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیثِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت کرنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت حاصل ہونے کا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٨٧ ملخصاً۔

سبب ہے اور اس حدیثِ پاک میں صالحین اور نیک دوستوں کی زیارت کرنے کی فضیلت کا ثبوت ہے۔"[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ احکام:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ حدیثِ پاک اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے اور مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جانے کی عظمت اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ افضل اَعمال میں سے ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے جبکہ خواہشاتِ نفس سے خالی ہو۔"[2] مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک فرشتے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس شخص کے راستے پر مقرر فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے دوسری بستی جارہا تھا۔ مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "عام انسان فرشتے کو شکل انسانی میں دیکھ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی حضرات اولیاء اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے پاس فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجتا ہے یہ درجۂ اِلہام سے اوپر ہے مگر یہ پیغام وحی نہیں کہ وحی حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے سوا کسی کو نہیں ہوتی۔"[3]



اسم رسالت "محمد" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مذکورہ حدیثِ پاک میں صالحین اور نیک دوستوں کی زیارت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(2) اپنے مسلمان بھائی سے کسی دنیاوی غرض کے بغیر محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت رکھنے والے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ

---

1 ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الحب فی اللہ، ۸/ ۱۲۴، الجزء السادس عشر۔

2 ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۳/ ۲۲۴، تحت الحدیث: ۳۶۱۔

3 ۔۔۔ مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۸ ملخصاً۔

عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم کرتا ہے اس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

(4) خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کسی سے محبت کرنا قُربِ الٰہی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خالص اپنی رضا کے لیے مسلمانوں سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک لوگوں کی زیارت کے لیے جانے کی سعادت مرحمت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:362 مسلمان کی عیادت اور زیارت کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَهُ فِى اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِاَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی مریض کی عیادت کرے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے (مسلمان) بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ تیری زندگی خوشگوار ہو اور تیرا چلنا باعث برکت ہو اور تو نے جنت میں گھر بنالیا۔“

عیادت اور زیارت میں فرق:

مذکورہ حدیثِ پاک میں مسلمان کی عیادت اور زیارت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”لغوی طور پر عیادت اور زیارت کے معنٰی کی طرف نظر کریں تو یہ دونوں معنٰی میں بہت قریب ہیں لیکن غالب طور پر عیادت کا لفظ بیماری میں ملاقات کے لیے جانے پر بولا جاتا ہے اور زیارت تندرستی میں ملاقات کے لیے جانے پر بولا جاتا ہے۔“[2]

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی زیارة الاخوان، ٣/٤٠٥، حدیث: ٢٠١٥۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی الله ومن الله، ٨/٧٤٨، تحت الحدیث: ٥٠١٥۔

تین بشارتیں:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ جب کوئی شخص کسی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرنے جاتا ہے تو ایک پکارنے والا اسے ندا کرکے تین بشارتیں دیتا ہے: (1) تیری زندگی خوشگوار ہو۔ (2) تیرا چلنا باعث برکت ہو۔ (3) تونے جنت میں گھر بنالیا۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”پکارنے والا فرشتہ ہوتا ہے اور یہ بشارتیں دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے تو اور تیرا چلنا اچھا ہو اور تو جنت میں مکان پالے یا تو اچھا ہے اور تونے گویا جنت میں مکان بنالیا۔ مگر یہ بشارتیں اس کے لیے ہیں جو محض رضائے الٰہی کے لیے بیمار پرسی کرے۔“[1]

خوشگوار زندگی اور متعلقہ چیزیں:

حدیثِ پاک میں عیادت اور زیارت کرنے والے کے لیے پہلی فضیلت بیان ہوئی کہ تیری زندگی خوشگوار ہو یعنی تو کامیاب ہو کہ تونے اس بڑے اجر کو حاصل کرلیا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تیرے لیے ہے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مغفرت فرمانے کے سبب تو گناہوں سے پاک ہوگیا۔[2] حدیث پاک میں دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ تیرا چلنا باعث برکت ہو۔ **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یعنی تیرا چلنا تیری دنیاوی زندگی کے خوشگوار ہونے کا سبب بنے اور خوشگوار زندگی کا تعلق جن چیزوں سے ہے وہ یہ ہیں کہ بندے کو قناعت کی دولت نصیب ہو جائے، رضائے الٰہی کی سعادت ملے، رزق میں برکت ہو، وسعت قلبی عطا ہو، اچھے اخلاق اور علم و عمل کی توفیق نصیب ہو۔“[3]

جنت میں گھر اور جنت کی زمین:

حدیثِ پاک میں تیسری فضیلت یہ بیان ہوئی کہ تجھے جنت میں گھر حاصل ہو۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جنت کی بعض زمین سفیدہ

1... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۲۷ ملخصًا۔

2... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۲۵، تحت الحدیث: ۳۶۲۔

3... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۴۸، تحت الحدیث: ۵۰۱۵۔

(یعنی خالی) بھی ہے جس میں مؤمنوں کے اعمال کے بعد باغ یا مکانات تیار ہوتے ہیں اور بعض زمین میں تمام چیزیں پہلے ہی موجود ہیں جہاں کسی جنت میں گھر بنانے یا مکان بنانے کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس خالی زمین میں مکان بنانا مراد ہوتا ہے۔“[1]



”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر مسلمان بھائی کی زیارت کرنے والے کو تین بشارتیں دی گئی ہیں۔

(2) رضائے الٰہی کے لیے مسلمان کی عیادت کرنے یا زیارت کے لیے جانے والے کی زندگی خوشگوار ہوتی ہے اور اسے قناعت، حُسنِ اخلاق، علم و عمل اور رزق میں برکت نصیب ہوتی ہے۔

(3) جنت کی بعض زمین خالی ہے اور بعض پر تمام چیزیں پہلے ہی موجود ہیں جب جنت میں کوئی گھر یا محل بنانے کا ذکر آتا ہے تو وہاں خالی زمین میں مکان بنانا مراد ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بیمار کی بیمار پرسی کرنے اور محض رضائے الٰہی کے لیے مسلمانوں کی زیارت کو جانے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 363

اچھے اور بُرے دوست کی مثال

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السُّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَ اِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا مُّنْتِنَۃً.[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/٥٩٦ ملخصا۔

2 ... بخاری، کتاب الذبائح والصید والتسمیۃ علی الصید، باب المسک، ٣/٥٦٧، حدیث: ٥٥٣٤۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اچھے اور برے دوست کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے، مشک اٹھانے والا تمہیں تحفہ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی۔“

پنجابی اشعار میں حدیثِ پاک کا مفہوم:

کسی پنجابی شاعر نے اسی حدیثِ پاک کا مفہوم اشعار میں بہت خوبصورت طریقے سے بیان کیا ہے:

بُرے بندے دی صُحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھاویں کُنج کُنج بیٔے، چنڑگاں پینڑں ہزاراں
چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھاویں مل نہ لیئے ملے آوَنڑں ہزاراں

ترجمہ: ”یعنی بُرے دوست کی صحبت ایسے ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ آپ اپنے کپڑوں کو اس سے جتنا بھی بچالیں مگر کپڑوں پر اس کی چنگاریاں ضرور پڑیں گی جبکہ اچھے دوست کی مثال عطر بیچنے والے کی سی ہے جس سے آپ اگرچہ عطر نہ خریدیں مگر اس سے خوشبو بہت آئے گی۔

نیک و بد مجلس کا نفع نقصان:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اچھی اور بری صحبت کے درمیان فرق کو ایک مثال کے ذریعے بیان کیا گیا ہے کہ مشک بیچنے والے کی ہم نشینی سے نفع ہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ مشک بیچنے والا ہو سکتا ہے کہ تحفے میں مشک دے دے یا پھر کبھی بندہ خود ہی اس سے خرید لے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ بھی ہوں جب بھی اس کے پاس بیٹھنے سے خوشبو پہنچتی رہے گی جبکہ بھٹی دھونکنے والے کی صحبت میں بیٹھنے سے ضرر ہی پہنچتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بھٹی سے اڑنے والی چنگاری کپڑے جلادے اور اگر کپڑے محفوظ بھی رہیں تب بھی اس کے پاس بیٹھنے سے دھواں تو پہنچتا ہی رہے گا۔ اسی طرح نیک و بد صحبت اختیار کرنے کا معاملہ ہے، نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرنے سے ہمیشہ نفع ہی ہو گا اور برے لوگوں کی رفاقت سے ہمیشہ ضرر پہنچے گا۔ **مُفَسِّرِ شہِیر**

مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: سُبْحٰنَ اللہ! کیسی پاکیزہ مثال ہے جس کے ذریعے سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی، بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گی گرمی اور دھواں ہی ملے گا، مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں، مشک یا خوشبو ہی ملے گی۔ مشک والے سے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلیٰ نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنیٰ نفع ہے۔ خیال رہے کہ ابو جہل وغیرہ دشمنانِ رسول حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری محبت سے حاصل ہوتی ہے۔"[1]

مجلسِ صالحین کی فضیلت:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک میں صالحین، نیک، عمدہ اخلاق کے حامل، علم و ادب سے مُزین اور زُہد و مُرَوَّت سے آراستہ لوگوں کی مجلس اختیار کرنے کی فضیلت بیان ہوئی اور اس کے برعکس شریر، اہلِ بدعت، غیبت کرنے والے، فاسق و فاجر اور کسی بھی قسم کے اعمال مذمومہ کا صدور کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔"[2]

حدیثِ مذکور کی حکمتیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرنے اور بُرے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کی بڑی پیاری حکمتیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: "حدیث مذکور میں علماء وصلحاء کی مجلس اختیار کرنے اور فساق و فجار کی صحبت سے اجتناب کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ کیونکہ نیک لوگوں کی رفاقت دنیا و آخرت میں سود مند ہے جبکہ شریروں کی ہم نشینی دو جہاں میں ضرر رساں ہے۔ بھلے لوگوں کی مُصاحَبت بھلائی اور بُرے لوگوں کی مُصاحَبت سے برائی ہاتھ آتی ہے۔ جس طرح ہوا جب پاکیزہ چیز پر گزرتی ہے تو خوشبو مہکاتی ہے اور جب گندگی پر گزرتی ہے تو بدبو سے ماحول کو ناگوار کر دیتی ہے نیز برائی انسان کی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۹۰۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب مجالسۃ الصالحین۔۔۔الخ، ۸/ ۱۷۸، الجزء السادس عشر۔

جانب بہت تیزی سے بڑھتی ہے اور بہت جلد انسانی طبیعت میں سرائیت کر جاتی ہے۔ الغرض صحبت بہت مؤثر ہے، اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ(۱۱۹) ﴾ (پ۱۱، التوبة: ۱۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔[1]

انسانی زندگی پر صحبت کا اثر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسانی زندگی پر اچھی اور بُری صحبت کا یقیناً بہت گہرا اثر ہوتا ہے علم و عمل کے پیکر، اَخلاقِ حَمیدہ سے متصف زُہد وورع سے آراستہ لوگوں کی ہم نشینی سے انسان میں تقویٰ، پرہیزگاری اور فکرِ آخرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کے برعکس فاسِق و فاجِر، بے عمل و بدکار لوگوں کی رفاقت انسان کو بدکردار، سرکش و بے باک بنا دیتی ہے اور اگر بالفرض ظاہری طور پر کسی کی زندگی میں بری صحبت کا اثر دکھائی نہ بھی دے پھر بھی اسے دو نقصان ضرور پہنچتے ہیں: (1) برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے وقت کا ضیاع ہوگا۔ (2) بری صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس کی شخصیت متاثر ہوگی اور معاشرے میں اسے بھی برا شمار کیا جائے گا کیونکہ انسان کا شمار انہیں لوگوں میں کیا جاتا ہے جن کے ساتھ وہ مُصاحبَت رکھتا ہے۔ الغرض صحبت انسان کو حیوان اور حیوان کو انسان بنا سکتی ہے۔ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جلوہ گری سے پہلے عرب کی جو حالت تھی اس سے کون واقف نہیں ہے؟ ہر طرف ظلم وستم، جہالت، ناانصافی اور بے اعتدالی کا راج تھا لیکن تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبعوث ہوتے ہی ہر طرف امن و سکون، رواداری، اُخُوَّت و بھائی چارہ، عدل و انصاف اور محبت پھیل گئی۔ یہ ساری تبدیلی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت اور ہم نشینی کے طفیل عرب کو نصیب ہوئی اور عرب کے بد اَطوار و بدکردار لوگ اچھے اوصاف و کردار کی وجہ سے تاقیامت آنے والے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ بن گئے۔ شارحینِ حدیث نے بھی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت اس نکتے کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ،

---

1 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۴۲، تحت الحدیث: ۵۰۱۰ ملخصاً۔

حضور نبیِ رحمت کی صحبت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مدح بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہم مجلس ہونے کی وجہ سے صحابی ہونے کی فضیلت پائی اور صحابہ کے نام سے موسوم کیے گئے۔ اگرچہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان علماء، شجاع، سخی اور دیگر فضائل کے جامع تھے لیکن صحابی ہونے کی فضیلت ان کی تمام فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے۔ آج مسلمان نمازی، غازی، حاجی، قاضی بنتے رہتے ہیں مگر صحابی نہیں بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم۔“[2]

مُشک کی تعریف وحکم:

مذکورہ حدیث میں مشک کا ذکر ہوا ہے یہ سیاہ سرخی مائل جما ہوا خون ہوتا ہے جو ہرن کی ناف میں ایک تھیلی میں ہوتا ہے اور ہرن کی ناف سے جھڑ جاتا ہے، یہ نہایت خوشبو دار ہوتا ہے۔ ”تفہیم البخاری“ میں ہے: ”علماء نے اس کی طہارت پر اتفاق کیا ہے اور احناف کے نزدیک یہ مرد وعورت دونوں کے لیے حلال ہے اور اس سے انتفاع جائز ہے۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس بھی مشک تھی جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔“[3]



”صحابی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مذکورہ حدیثِ پاک میں صالحین کی صحبت اختیار کرنے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنے

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الذبائح والصید والتسمیۃ علی الصید، باب المسک، ۱۴/ ۵۳۴، تحت الحدیث: ۵۵۳۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۹۱۔

3 ... تفہیم البخاری، ۸/ ۶۱۷۔

کا درس دیا گیا ہے۔

(2) نیک لوگوں کی ہم نشینی دنیاو آخرت میں سود مند ہے اور بُرے لوگوں کی رفاقت دونوں جہاں میں نقصان کا باعث ہے۔

(3) نیک صالح صحیح العقیدہ کی ہم نشینی باعثِ برکت ہے اور بد مذہب، گمراہ فاسق وفاجر سے دوستی ایمان کے ضائع ہونے اور فسق وفجور میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے لیے صحابی ہونے کی فضیلت ان کی دیگر تمام فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔

(5) مشک پاک ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا مرد وعورت دونوں کے لیے جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صالحین کی رفاقت اختیار کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور ہمیں شریر لوگوں کی صحبت سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:364

دِیندار عورت سے نکاح کرو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُنْکَحُ الْمَرْاَۃُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ.[1]

وَمَعْنَاہُ: اَنَّ النَّاسَ یَقْصِدُوْنَ فِی الْعَادَۃِ مِنَ الْمَرْاَۃِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ فَاحْرِصْ اَنْتَ عَلٰی ذَاتِ الدِّیْنِ وَاظْفَرْ بِهَا وَاحْرِصْ عَلٰی صُحْبَتِهَا.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عورت سے چار خصلتوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے: (1) اس کے مال کی وجہ سے (2) اُس کے حسب یعنی خاندان کی وجہ سے (3) اُس کے حُسن کی وجہ سے (4) اور اس کے دیندار ہونے کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دیندار عورت کے حصول کی کوشش کر۔“

---

1 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ۳/ ۴۲۹، حدیث: ۵۰۹۰۔

علامہ نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ پاک کا معنٰی یہ ہے کہ عام طور پر لوگ ان چار خصلتوں کی وجہ سے عورت کا قصد کرتے ہیں لٰہذا تو دیندار عورت کے حصول کی کوشش کر اور اس کے ساتھ کامیابی حاصل کر اور اس کی رفاقت پر حریص ہو جا۔''

عورت کی مالداری کی وجہ سے نکاح:

مذکورہ حدیثِ پاک میں عورتوں سے نکاح کرنے کی چار وجوہات بیان کی گئی ہیں اور عام طور پر لوگ پہلی تین وجہوں یعنی عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہوئے اُن سے نکاح کرتے ہیں لیکن حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چوتھی وجہ یعنی دینداری کو باقی تمام پر ترجیح دینے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں عورت سے نکاح کرنے کا پہلا سبب مال بیان کیا گیا ہے یعنی بعض مرد عورت کے مال و اَسباب کی بناء پر اس سے نکاح کرتے ہیں۔ عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت مالدار ہوتی ہے تو شوہر پر عورت کو وہ چیزیں دینا لازم نہیں ہوتا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اور مرد پر عورت کے نان نفقے کا خرچ اٹھانا بھی بھاری نہیں ہوتا۔''[1]

عورت کے حسب نسب کی وجہ سے نکاح:

حدیثِ پاک میں حسب کو عورت سے نکاح کرنے کی دوسری وجہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی بعض لوگ ایسی عورت سے نکاح کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جو باعزت گھرانے سے تعلق رکھتی ہو اور اس کا خاندان شرف و بلندی کا حامل ہو تاکہ اس کے ذریعے پیدا ہونے والی اولاد معاشرے میں نسب کی بنیاد پر امتیازی حیثیت حاصل کرے۔ عَلَّامَه حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''عورت کے حسب والی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے باپ، دادا شرف و فضیلت کے حامل ہوں۔ حسب ماخوذ ہے حساب سے جس کا معنی ہے شمار کرنا کیونکہ اہل عرب اپنے آباء و اجداد اور اپنی قوم کے فضائل شمار کرتے اور اس پر فخر کرتے اور جس شخص کے فضائل زیادہ ہوتے اسے دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔'' عَلَّامَه حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی عَلَیْهِ

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ۱۴ / ۳۲، تحت الحدیث: ۵۰۹۰۔

رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے اس مقام پر ایک مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ ''اعلیٰ اور بلند نسب والے مرد کے لیے مستحب ہے کہ وہ شریف النسب عورت سے نکاح کرے۔ہاں اگر عالی نسب والی عورت دیندار نہ ہو اور غیر عالی حسب و نسب والی دیندار ہو تو دیندار کو ترجیح دے۔اسی طرح تمام صفات میں نیک عورت کو فضیلت دی جائے گی۔''(1)

عورت کے حُسن و جمال کی وجہ سے نکاح:

مذکورہ حدیثِ پاک میں عورت سے نکاح کی تیسری وجہ حُسن و جمال بیان کی گئی ہے۔دلیل الفالحین میں امام رافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے منقول ہے کہ نکاح سے حاصل ہونے والا فائدہ یعنی عورت سے قربت کا حلال ہونا تو کسی بھی عورت سے نکاح کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن حسن بھی نکاح کا ایک بہت قوی داعی (یعنی سبب) ہے۔شریعت میں عورت کی تمام صفات سے صرفِ نظر کرکے محض حسن کو مدِنظر رکھ کر نکاح کرنے اور بہت زیادہ حسین و جمیل عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ حسن کی بنا پر عورت ناز و نخرے زیادہ دکھائے گی اور یہ زیادتی دونوں کے درمیان نزاع اور عدمِ انسیت کا سبب بنے گی اور ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خوبصورتی کی بنا پر عورت کی جانب شدید میلان ہو گا اور ممکن ہے کہ شدتِ میلان کی وجہ سے عورت اسے کثیر نیک اعمال سے غفلت میں مبتلا کر دے نیز حسین و جمیل عورت طمعِ فاسد کا سبب بھی بنے گی کیونکہ جس چشمے کا پانی میٹھا ہو وہاں بھیڑ بھی زیادہ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں عورت سے ایسی ناگوار حرکت سرزد ہونے کا اندیشہ رہے گا کہ جو مرد کے لیے ضرر رساں ہو گی لیکن اس تفصیل کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً حسن کی رعایت ہی نہ کی جائے بلکہ اتنا حسن ہونا چاہیے کہ جو طبیعت کے موافق ہو یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ایسی عورت کو دیکھنے کی اجازت دی ہے جسے نکاح کا پیغام بھیجا ہو۔''(2)

نیک عورت سے نکاح:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی نکاح جیسی عظیم سنت ادا کرنے کی سعادت نصیب ہو تو ہمیشہ

---

1 . . . فتح الباری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ۱۰/۱۱۵، ۱۱۶، تحت الحدیث: ۵۰۹۰ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/۲۲۸، تحت الحدیث: ۳۶۴ ملخصاً۔

دینداری کو فوقیت و برتری دینی چاہیے۔ مال و دولت، عزت و شہرت اور حسن و جمال تو عارضی اوصاف ہیں لیکن دینداری دنیاو آخرت میں فلاح و کامرانی کا پیش خیمہ ہے۔ **مُفَسِّر شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دِین لازوال دولت، نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

بے ادب ماں با ادب اولاد جَن سکتی نہیں

مَعْدَنِ زَر مَعْدَنِ فولاد بَن سکتی نہیں

ماں سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جیسی ہو تو اولاد حسنینِ کریمین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا جیسی ہوتی ہے۔ نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو عورت کا صِرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا، وہ فقیر رہے گا، جو صِرف خاندان دیکھ کر نکاح کرے گا وہ ذلیل ہو گا اور جو دِین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی۔ مال ایک جھٹکے میں، جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔"[1]

دِیندار عورت سے نکاح کی برکت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ نکاح کے معاملے میں دِیندار نیک و صالح خاتون کو دنیاوی اوصاف کی حامل عورتوں پر ترجیح دی جائے کہ یہ دونوں جہاں میں کامیابی کا سبب ہے نیز دیندار عورت کو زوجیت میں لانے سے ایک اچھے انسان کی رفاقت کا شرف بھی حاصل ہو گا اور یہ حدیثِ پاک بھی اسی مناسبت سے اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں اس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ ہر معاملے میں نیک لوگوں کی مُصَاحَبَت اختیار کرنی چاہیے کہ صالحین کی رَفاقت اختیار کرنے والا اُن کے اَخلاق، اچھی عادات اور برکات سے مُسْتَفِیْد ہوتا ہے اور ان کی جانب سے کسی بھی قسم کے ضرر پہنچنے سے امان میں رہتا ہے۔"[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵ / ۳، ۴ ملخصاً۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین، ۵ / ۵۲، الجزء العاشر۔

"تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں" کا مطلب:

حدیثِ پاک کے آخر میں ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تَرِبَتْ یَدَاکَ یعنی تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔" علامہ کرمانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "یہ کلمہ دراصل دعا ہے لیکن عرب اس کو انکار، تعجب، تعظیم اور کسی کام پر رغبت دلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہاں یہ رغبت دلانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔" بعض علماء نے فرمایا: "ممکن ہے کہ یہاں یہ جملہ دعا دینے کے لیے ہو جبکہ وہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارشاد پر عمل نہ کرے تو اس صورت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کا یہ مطلب ہوگا کہ اگر تم میری بات پر عمل نہ کرو اور دیندار عورت کو نظر انداز کرکے فقط خوبصورت اور مالدار عورت کے متلاشی ہو تو تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔[1]

نکاح کے لیے نیک مرد کو ترجیح دو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نکاح کے لیے جہاں شریعت نے نیک عورت کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے وہیں عورت کے لیے نیک مرد کو بھی ترجیح دینے کا حکم ہے کہ جس طرح دیندار عورت سے مرد کو فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی نیک مرد سے عورت کو بھی فائدہ ہوگا۔ اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص حضرتِ سَیِّدُنا حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ میری ایک بیٹی ہے جس سے میں بہت محبت کرتا ہوں اور میرے پاس اس کے چند رشتے آئے ہوئے ہیں، آپ مجھے مشورہ دیں کہ میں اس کا نکاح کس سے کروں؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "تو اس کا نکاح اس شخص سے کر جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے۔ کیونکہ اگر وہ تیری بیٹی سے محبت کرے گا تو اس کی عزت کرے گا اور اگر اس سے نفرت کرے گا تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔"[2]

---

1 ... تفہیم البخاری، ۸/ ۱۴۱ ملخصاً۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب النکاح، الفصل الاول، ۶/ ۲۳۸، تحت الحدیث: ۳۰۸۲۔



سیدتنا ”فاطمہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مذکورہ حدیثِ پاک میں دیندار عورت سے نکاح کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے کیونکہ یہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا سبب ہے۔

(2) نیک و صالح عورت کو زوجیت میں لانے کی برکت سے ایک اچھے انسان کی مُصَاحَبَت ملے گی اور مرد اس کے اچھے اخلاق، عادات اور برکات سے مستفید ہو گا۔

(3) نکاح کے لیے حسن و جمال، حسب و نسب اور مال و دولت کو مَطْمَحِ نظر نہ بنایا جائے بلکہ دینداری کو ترجیح دی جائے کیونکہ یہ تمام اوصاف تو عارضی ہیں جبکہ دینداری لازوال دولت ہے۔

(4) نیک عورت سے نکاح کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ نیک اولاد جنے گی اور اس کی بہتر انداز میں دینی تربیت کرے گی۔

(5) عورت کے تمام اوصاف سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض حسن کو مد نظر رکھتے ہوئے نکاح کرنے کو شریعت نے ناپسند کیا ہے کیونکہ بہت زیادہ حسین عورت ناز نخرے بھی زیادہ دکھائے گی اور اس وجہ سے دونوں کے درمیان جھگڑا اور فساد ہو گا۔ لہٰذا دینداری کو بھی ضرور دیکھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر معاملے میں دِین کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیشہ نیک لوگوں کی مصاحبت و رفاقت اختیار کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 365

جبریل امین اور نبی کریم کی ملاقات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرِیْلَ: مَا یَمْنَعُكَ اَنْ

تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟ فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ﴾.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: ”آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اس سے زیادہ ہم سے ملاقات کیا کریں جتنی آپ ہم سے ملاقات کرتے ہیں؟ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ (پ ۱۶، مریم: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: (اور جبریل نے محبوب سے عرض کی:) ہم فرشتے نہیں اُترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے۔

آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول:

مذکورہ حدیثِ پاک میں سورۂ مریم کی آیت نمبر 64 کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور رحمتِ عالم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قوم نے آپ سے اصحاب کہف، ذو القرنین اور روح کے متعلق سوال کیا تو آپ کو امید تھی کہ ان سوالوں کے جوابات حضرت سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام لے کر آئیں گے۔ لیکن سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آنے میں تاخیر کر دی۔ بعض روایات کے مطابق چالیس دن، بعض کے مطابق بارہ راتیں اور بعض کے مطابق پندرہ دن تاخیر کی۔ یہ تاخیر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بہت شاق گزری پھر جب حضرت سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آپ نے آنے میں تاخیر کر دی، مجھے آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔“ تو سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ”مجھے بھی آپ سے ملاقات کرنے کا اشتیاق تھا لیکن میں حکم کا پابند ہوں جب مجھے بھیجا جاتا ہے تو میں حاضر ہو جاتا ہوں اور جب روکا جاتا ہے تو رُک جاتا ہوں۔“ تو اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہی آیتِ مبارکہ نازل فرمائی۔“[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾، ۳/۲۷۱، حدیث: ۴۷۳۱۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ: وما نتنزل الا بامر ربک۔۔۔الخ، ۱۳/۱۴۹، تحت الحدیث: ۴۷۳۱ ملخصاً۔

فرشتے باذنِ اِلٰہی نازِل ہوتے ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا تھا کہ ”تم جتنی بار ہم سے ملاقات کرتے ہو اس سے زیادہ ملاقات کرنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے؟“ تو اس کا جواب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِس آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمادیا۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد حضور اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے بطور جواب تھا۔ یعنی فرشتے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اذن سے نازل ہوتے ہیں۔ جب وہ انہیں حکم فرماتا ہے تو نازل ہوتے ہیں اور جب انہیں روکتا ہے تو وہ رُک جاتے ہیں۔ نیز آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہوا تھا کہ ”اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے۔“ تو آیتِ مبارکہ میں آگے سے مراد آخرت کا معاملہ ہے اور پیچھے سے مراد دنیا کا معاملہ ہے اور ان دونوں کے درمیان برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے۔“[1]

جبریل حضور کی بارگاہ میں کتنی بار آئے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں نیک لوگوں سے ملاقات کو پسند کرنے اور اس کی تمنا کرنے کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک کے ظاہر سے بالکل واضح ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات کی زیادتی کو پسند فرماتے تھے۔ سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کی حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضری دوسرے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں تشریف آوری سے کہیں زیادہ تھی۔ چنانچہ ”نزہۃ القاری“ میں ہے: ”حضرت جبرئیل حضرت آدم کی خدمت میں بارہ مرتبہ، حضرت ادریس کی خدمت میں چار مرتبہ، حضرت نوح کی خدمت میں پچاس مرتبہ، حضرت ابراہیم کی خدمت میں بیالیس مرتبہ، حضرت عیسیٰ کی خدمت میں دس مرتبہ، حضرت یعقوب کی خدمت میں چار بار اور حضرت ایوب کی خدمت میں تین بار اور سید الانبیاء صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں چوبیس ہزار

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب التوحید، باب ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین، ۱۶ / ۶۵۴، تحت الحدیث: ۷۴۵۵ ملخصًا۔

مرتبہ باریابی سے مشرف ہوئے۔"[1] اس کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے یہ استفسار فرمارہے ہیں کہ "تم ہم سے اس سے بھی زیادہ ملاقات کے لیے کیوں نہیں آتے؟" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس سوال سے واضح ہوتا ہے کہ آپ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے آنے کو کس قدر محبوب جانتے ہیں اور پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملاقات کے شوق کو بیان کیا کہ **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں بھی اس بات کا خواہش مند ہوں کہ بار بار آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں لیکن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم اور اس کے اذن کا پابند ہوں، وہ مجھے جب بھیجتا ہے تو میں نازل ہوجاتا ہوں اور جب روکتا ہے تو رُک جاتا ہوں۔"

مدنی گلدستہ

"حدیث" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور کی جبریل امین سے محبت اور جبریل امین کی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے محبت بیان ہوئی۔

(2) ہمیشہ نیک لوگوں کی رَفاقت و مُصاحَبت کے حصول کی آرزو وتمنا کرنی چاہیے۔

(3) فرشتے جہاں بھی جاتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے کرتے ہیں۔

(4) سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مقابلے میں حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضری کا زیادہ شرف حاصل ہوا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق اور اس کے حصول کی کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... نزہۃ القاری، ۱/۲۴۶۔

حدیث نمبر:366

مُؤمن ہی کو دوست بناؤ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خُدْرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مؤمن کے سوا کسی کو دوست نہ بناؤ اور پرہیز گار کے علاوہ تیرا کھانا کوئی نہ کھائے۔“

مؤمن سے کون مراد ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک کے دو جز ہیں۔ پہلے جز میں مؤمن ہی کو دوست بنانے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ دوسرے جز میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ تمہاری کمائی متقی و پرہیز گار لوگوں پر ہی خرچ ہونی چاہیے اور تمہارا کھانا پرہیز گار ہی کھائیں۔ مؤمن ہی کو دوست بنانے کے حوالے سے عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یہاں مؤمن سے مراد یا تو خاص کامل مؤمن ہے جو فاسق کے مقابلے میں بولا جاتا ہے یعنی کامل مسلمان ہی کو اپنا ہم نشیں بناؤ اور گناہ گار و فاسق لوگوں سے کنارہ کش رہو یا مؤمن سے مراد عام مسلمان ہے جو کفار و منافقین کے مقابلے میں بولا جاتا ہے یعنی اپنی رفاقت مسلمانوں ہی کے ساتھ رکھو اور کفار و منافقین کی دوستی سے بچو کیونکہ اُن کی مصاحبت دِین میں نقصان کا سبب ہے۔“[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مؤمن ہی کو دوست بنانے کے حکم میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کفار سے میل جول، الفت و محبت اور رفاقت و مُصَاحَبَت رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ

ترجمۂ کنز الایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ۴/ ۳۴۱، حدیث: ۴۸۳۲۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۵۰، تحت الحدیث: ۵۰۱۸ ملخصاً۔

اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔[1] (پ ۲۸، المجادلۃ: ۲۲)

بدمذہبوں سے اِختلاط جائز نہیں:

صَدرُ الا فاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی مؤمنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔ مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مَوَدَّت واختلاط جائز نہیں۔“[2]

مخلص مومن کی صحبت کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں نیک متقی وپرہیز گار لوگوں کی رفاقت وہم نشینی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ان کی صحبت کے طفیل **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ عام مسلمانوں پر بھی رحم وکرم فرماتا ہے۔ اگر ہم دنیا میں نیک لوگوں سے اُلفت ومحبت کا رشتہ قائم کریں گے تو **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ آخرت میں ہمارا حشر ان کے ساتھ فرمائے گا۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگرچہ مُحِبّ کے اعمال محبوب جیسے نہ ہوں مگر محبت کی بنا پر **اللہ** تعالٰی اسے محبوب سے جدا نہ کرے گا، پھول کے ساتھ گھاس بندھ جاوے تو گلدستہ میں اس کی بھی عزت ہو جاتی ہے، اگر کسی گنہگار کو حضور احمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت نصیب ہو جاوے تو اِنْ شَآءَ اللہ حضور ہی کے ساتھ ہوا۔ (لہٰذا) مخلص مومنوں کی خصوصًا ان کی کہ جو تم کو اپنی صحبت میں کامل مکمل کردے، تم کو **اللہ** رسول کے رنگ میں رنگ دے ان کی ہمراہی ان کے ساتھ رہنا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کرو۔“[3]

متقی کو کھانا کھلانے کے دو معنٰی:

مذکورہ حدیثِ پاک کے دوسرے جز میں اس بات کا بیان ہے کہ تمہارا کھانا متقی کے علاوہ کوئی نہ

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم ... الخ، ۲/ ۲۲۹، تحت الحدیث: ۳۶۶۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۸، المجادلہ، تحت الآیۃ: ۲۲۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۹۸ ملتقطاً۔

کھائے۔ حدیثِ پاک کے اس جملے کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں: (1) روزی حلال ذریعے سے حاصل کرو تاکہ نیک وپرہیزگار مسلمانوں کے کھانے کے قابل ہو۔ **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یعنی تو حرام روزی کمانے سے اعراض کر کہ متقی حرام نہیں کھاتے اور ایسی کمائی سے بچ جس سے پرہیزگار لوگ متنفر ہوتے ہیں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ توکسبِ حلال کرتا کہ مطیع وفرمانبردار لوگ ہی تیرے صاحب وخلیل ہوں۔''[1] (2) حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اپنا مال نیک لوگوں ہی پر خرچ کرو اور پرہیزگاروں ہی کو کھانا کھلاؤ۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''یہ فرمان بہت جامع ہے یعنی روزی حلال کماؤ تاکہ نیک لوگوں کے لائق بنو اور کوشش کرو کہ تمہاری روزی کُفَّار وفُسَّاق منافقین نہ کھائیں، **اللہ** کے مقبول بندے کھائیں، جو کھا کر نماز پڑھیں عبادات کریں اور ان کے ثواب میں تمہارا بھی حصہ ہو۔ تم کو دعائیں دیں تو تمہارا بھلا ہو جائے۔ اس کھانا دانے کی وجہ سے انہیں تم سے محبت، اُلفت ہو جاوے، یہ اُلفت خدارسی کا ذریعہ بنے۔ کھانے میں کپڑا اور دوسرے خرچ بھی داخل ہیں (لیکن) اب تو مسلمانوں کی کمائی میراثی، بھانڈ، قوال کھاتے ہیں یا پھر حاکم حکیم وکیلوں کے ہاتھ لگتی ہے۔ **اللہ** تعالیٰ نیک توفیق دے، اس حدیث کو ہمارے لیے مشعل راہ بنائے، ہماری کمائی میں علماء صالحین طلباء کا حصہ ہو، حج وزیارت میں خرچ ہو، ایسی جگہ خرچ ہو جہاں خرچ سے **اللہ** رسول خوش ہو جاویں۔''[2]

کیا کافر کو کھانا کھلانا جائز ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ: ''تمہارا کھانا پرہیزگاروں کے سوا کوئی نہ کھائے۔'' یاد رکھیں اس سے مراد وہ کھانا ہے جو دعوت یا کسی شخص پر تنگی نہ ہونے کی صورت میں اسے کھلایا جائے تو اس وقت اس بات کا لحاظ رکھیں کہ نیک لوگوں ہی کو کھلائیں لیکن جب کسی غریب ونادار حاجت مند کی بھوک مٹانے کا موقع ہو تو اس وقت حاجت مند چاہے فاسق ہو اسے کھلانے میں حرج نہیں۔ اِمَام شَرَف

1 ... مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ٨/ ٧٥١، تحت الحدیث: ٥٠١٨ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٩٨۔

الدِّین حُسَین بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس طعام سے مراد طعام دعوت ہے، طعامِ حاجت نہیں اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ﴿۸﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبّت پر مسکین اور یتیم اور اسیر (قیدی) کو۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں مسکینوں اور یتیموں کے ساتھ اسیروں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے یہاں اسیر کفار تھے۔ لہٰذا رفعِ حاجت یعنی بھوک سے بچانے کے لیے کفار کو کھلانے میں حرج نہیں۔ بہر حال حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پرہیز گاروں کے علاوہ دیگر افراد کو کھلانے سے منع فرمانا مسلمانوں کو بُری صحبت سے ڈرانے اور ان سے مُصَاحَبَت و مُخَالَطَت رکھنے سے دور کرنے کے لیے تھا کیونکہ ایک ساتھ کھانے پینے سے دل میں محبت و مَوَدَّت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔“[1] (اور یقیناً یہ مسلمان کے لیے ضرر رساں ہے۔)

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان: ”تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں۔“ اس میں پرہیز گاروں سے میل جول اور ہمیشہ ان کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے نیز اس میں فساق و فجار کو ترک کرنے، غیر متقی کی تعظیم اور ان سے اچھائی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

سیدنا ”ابوبکر“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) کفار و فساق کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے محبت و مَوَدَّت رکھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(2) حدیثِ پاک میں متقی و پرہیز گار لوگوں کی رفاقت و ہم نشینی اختیار کرنے اور ان سے بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۹/ ۲۳۹، تحت الحدیث: ۵۰۱۸ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۲۹، تحت الحدیث: ۳۶۶۔

(3) بھوکے فاسق کو کھانا کھلانے میں حرج نہیں۔

(4) بد دِینوں، بد مذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے محبت و اختلاط جائز نہیں۔

(5) اپنی کمائی نیک و صالح افراد پر خرچ کرنا چاہیے اور گناہگاروں پر خرچ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(6) بُرے لوگوں کی تعظیم اور ان پر احسان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں متقی و پرہیز گار لوگوں کی رَفاقت اختیار کرنے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنا مال عُلَماء، صُلَحاء اور دِینی طالِب عِلموں پر خرچ کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:367

انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک دیکھ لے وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔“

اِنسان پر اُس کے رفیق کے اثرات:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی زندگی پر دوستی کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ انسان جن لوگوں کی مَعِیت و رَفاقت میں وقت بسر کرتا ہے انہی لوگوں کی عادات و اطوار اس میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے ہم نشیں جن صفات سے متصف ہوتے ہیں یہ بھی انہیں صفات کا حامل ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں بھی اس کا شمار اس کے ہم مجلس افراد میں کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے رفیق علم و عمل سے

[1] ۔۔۔ ابوداود، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ۴/ ۳۴۱، حدیث: ۴۸۳۳۔

مزین و آراستہ ہوں تو یہ بھی باشعور و باکردار ہوگا اور اگر وہ جہالت ولاعلمی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں تو پھر حماقت و نادانی میں اس کا بھی کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوگا۔ الغرض آدمی کا رہن سہن، چال چلن، طور طریقہ اور اخلاق و کردار اس کے ساتھ رہنے والوں کی مثل ہوتا ہے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسی بات کو بیان فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے یعنی اَخلاق و کردار میں اپنے رفیق ہی کی مانند ہوتا ہے۔ مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''دِین سے مراد یا تو مِلّت و مذہب ہے یا سیرت و اخلاق، دوسرے معنٰی زیادہ ظاہر ہیں۔ یعنی عموماً انسان اپنے دوست کی سیرت و اخلاق اختیار کرلیتا ہے کبھی اس کا مذہب بھی اختیار کرلیتا ہے لہٰذا اچھوں سے دوستی رکھو تاکہ تم بھی اچھے بن جاؤ۔ صوفیاء فرماتے ہیں: ''لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُطِیْعًا وَلَا تُخَالِلْ اِلَّا تَقِیًّا یعنی نہ ساتھ رہو مگر اللہ رسول کی فرمانبرداری کرنے والے کے نہ دوستی کرو مگر متقی سے۔''[1]

دوستی اور رَفاقت ومعیت کا معیار:

حدیثِ پاک میں جس دوستی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اس سے مراد سچی دلی دوستی ہے جس کی وجہ سے دوست کی محبت دل میں قرار پکڑ لے۔ اسی وجہ سے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مطیع ہے یا نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ''طبیعتیں فطری طور پر ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی اور ایک دوسرے کی پیروی کرتی ہیں بلکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے ضرور کچھ نہ کچھ حاصل کرتی ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔ تو دنیا کی حرص میں مبتلا شخص کی ہم نشینی و

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۹۹۔

مُخَالَطَتِ حرص کا ذریعہ بنتی ہے اور زاہد کی ہم نشینی و مخالطت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے دنیا کے طالب لوگوں کی صحبت کو ناپسند اور آخرت کی رغبت رکھنے والوں کی صحبت کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔"[1]

عَلّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جس شخص سے دوستی کرنے کا ارادہ ہو اس کے ظاہری حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے اگر اس کی حالت اور دینداری پر راضی ہو تو اس کی رفاقت اختیار کرلے اور اگر اس کی دینداری سے مطمئن نہ ہو تو اس سے اجتناب کرے کیونکہ دیکھنے والا جو کچھ اس کے دوست کے بارے میں گمان کرے گا وہ ہی اس کے بارے میں بھی گمان کرے گا۔ نیز اخوت و دوستی کا سب سے نچلا درجہ یہ ہے کہ اپنے دوست کو برابری کی نگاہ سے دیکھے اور کامل درجہ یہ ہے کہ اسے خود سے افضل گمان کرے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"حطیم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی بھی شخص کو اپنا رفیق بنانے سے پہلے اس کے دینی اور دنیاوی حالات کا جائزہ لے لینا چاہیے۔

(2) رفیق بناتے ہوئے دینداری کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ جسے دوست بنارہے ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مطیع و فرمانبردار ہے یا نہیں؟ کیونکہ انسان کے اخلاق و کردار پر اس کے ساتھ رہنے والے لوگوں کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔

(3) معاشرے میں قدر و منزلت کے اعتبار سے آدمی کا شمار اس کے ہم مجلس و ہم صحبت افراد میں ہوتا ہے اس بنا پر نیک و عزت دار لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

(4) کسی بھی شخص کو دوست بنانے کے بعد اسے اپنی ذات سے افضل گمان کرنا رفاقت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک و صالح افراد کو اپنا رفیق بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ والصحبۃ، بیان صفات المشروطۃ فیمن تختار صحبتہ، ۲/ ۲۱۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۰، تحت الحدیث: ۳۶۷۔

ایسے لوگوں کی صحبت سے محفوظ فرمائے جو دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے خسارے کا باعِث ہوں۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:368

جس سے محبت اسی کے ساتھ حشر

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِھِمْ؟ قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن وہ ابھی تک ان سے ملا نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔“

اولیاء سے محبت کرنے کی فضیلت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا کہ ایک آدمی ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن وہ ان سے ملا نہیں۔ یعنی نہ ان کی صحبت میں بیٹھ سکا، نہ ان جیسے اعمال کیے، نہ ان جیسا علم حاصل کیا اور نہ انہیں دیکھ سکا تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے یعنی اس کا حشر اس کے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اسے اپنے پسندیدہ لوگوں کی رفاقت و معیت نصیب ہوگی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

[1] ... بخاری، کتاب الادب، باب علامۃ حب اللہ عزوجل۔۔۔الخ، ۴/۱۴۷، حدیث: ۶۱۷۰۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ (پ۵، النساء: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان: ”آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔“ ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو صالحین، علماء، متقین اور اولیاء کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ انہی لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔“[2] نیز عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک کا ظاہر عموم پر دلالت کرتا ہے کہ ہر شخص کا حشر اس کے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ یعنی نیک لوگوں سے محبت کرنے والے کا نیکوں اور فاسق وبدکار لوگوں سے محبت کرنے والے کا فاسقوں کے ساتھ۔ اس کی تائید یہ حدیثِ پاک بھی کرتی ہے کہ: ”آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے۔“ تو اِس حدیثِ پاک میں عُلَماء صُلَحاء اور بزرگانِ دِین کے ساتھ محبت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور فاسق وبدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے والوں کے لیے اس میں تنبیہ ووعید ہے۔“[3]

محبت کی دو صورتیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔ محبت کی دو صورتیں ہیں: (1) بندے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنا۔ (2) بندے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے نیک بندوں سے محبت کرنا۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”(1) بندے کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرے، ان کے طریقے پر چلے اور ان کی سنت کی اقتدا کرے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۴۰، تحت الحدیث: ۵۰۰۸۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۴/ ۱۴۴۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۴۰، تحت الحدیث: ۵۰۰۸۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللّٰہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللّٰہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (پ ۳، آل عمران: ۳۱)

(2) جو شخص اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کسی نیک بندے سے محبت کرے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمادے گا اگرچہ اس کے عمل میں تقصیر (کمی) ہو کیونکہ جب بندہ صالحین سے اس لیے محبت رکھے کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتے ہیں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص کو اُس کی اچھی نیت کی بنا پر انہی جیسا ثواب عطا فرماتا ہے کیونکہ محبت دل کا عمل ہے اور اس کا تعلق نیت سے ہے اور نیت ہی تمام اَعمال کی اصل ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔"[1]

صالحین کی معیت سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ان روایات میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صالحین و اہلِ خیر سے محبت رکھنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے خواہ وہ حیات ہوں یا نہ ہوں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کا افضل درجہ یہ ہے کہ ان کے اَوامر یعنی جن باتوں پر عمل کرنے کا انہوں نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور نواہی یعنی جن باتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے اور مُسْتَحَبَّاتِ شَرعِیَّہ پر عمل کیا جائے۔ نیز صالحین کی محبت کے نفع مند ہونے کے لیے ان جیسے اعمال کرنا شرط نہیں بلکہ ان جیسے اعمال نہ ہونے کے باوجود بھی ان کی معیت نصیب ہوگی۔"[2] "لیکن ان کی معیت نصیب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اشیاء یعنی مقام و مرتبے اور درجات میں صالحین کے مساوی ہو بلکہ معیت تو محض دخولِ جنت ہی سے نصیب ہوگئی اگرچہ دونوں کے درجات میں تفاوت پایا جائے کیونکہ درجات کی بلندی کا دارو مدار تو اَعمالِ صالحہ پر ہے۔"[3]

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب علامۃ الحب فی اللہ۔۔۔الخ، ۹/ ۳۳۲ملخصا۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب المرء مع من احب، ۸/ ۱۸۶، الجزء السادس عشر۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۱، تحت الحدیث: ۳۶۸ملخصا۔



”مُلْتَزَمْ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نیک لوگوں سے محبت کرنے والا حشر میں نیکوں کے ساتھ، بُرے اور بد عقیدہ لوگوں سے محبت کرنے والا بُرے لوگوں کے ساتھ ہو گا۔

(2) صالحین سے محبت کرنے والے کو حُسنِ نیَّت کی وجہ سے صالحین کی مثل ثواب دیا جاتا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے کی علامت یہ ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کی جائے، آپ کی اطاعت کی جائے اور آپ کی سنت پر عمل کیا جائے۔

(4) صالحین کی محبت کے نفع مند ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بعینہٖ ان جیسے سارے اعمال کیے جائیں بلکہ اعمال میں تقصیر ہونے کے باوجود بھی صالحین کی معیت نصیب ہو گی۔

(5) صالحین کی معیت ملنے سے یہ مراد نہیں کہ بندے کو جنت میں ان جیسا درجہ اور مقام عطا ہو بلکہ اس سے مراد ان کے ساتھ جنت میں داخل ہونا اور ان کا قرب نصیب ہونا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک لوگوں سے محبت و عقیدت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن ہمارا حشر صدیقین و صالحین کے ساتھ فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:369

اللہ ورسول کی محبت نجات کا ذریعہ ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَتَی السَّاعَۃُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَعْدَدْتَ لَہَا؟ قَالَ: حُبَّ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ قَالَ: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔[1]

(1) . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب المرء مع من احب، ص١٤١٨، حدیث: ٢٦٣٩۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: مَا اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ صَوْمٍ وَلَا صَلَاةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا: ''قیامت کب ہوگی؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' عرض کی: ''اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔''

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے عرض کی: ''میں نے قیامت کے لیے زیادہ روزے، نمازیں اور صدقات تو تیار نہیں کیے لیکن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہوں۔''

رسولِ اکرم کا حکمت بھرا انداز:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک دیہاتی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''حضور قیامت کب آئے گی؟'' آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جواباً ارشاد فرمایا: ''تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟'' حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہاں بہت حکمت بھرا انداز اختیار فرمایا کیونکہ اس شخص نے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا اور قیامت اَسرارِ الٰہی میں سے ہے، حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو وُقُوعِ قیامت کا علم دیا گیا ہے مگر اظہار کی اجازت نہیں۔'' [2] ''تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے حکیمانہ انداز میں سائل کی توجہ اس بات سے ہٹا کر کہ قیامت کب آئے گی؟ اس جانب مبذول کروائی کہ تمہارے لیے اہم بات یہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اہم تو یہ ہے کہ تم نے قیامت کے لیے کیا نیک اعمال تیار کیے ہیں۔'' [3] اس شخص نے جواب دیا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہوں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''یہ صاحب بڑے متقی پرہیزگار عبادت گزار

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب علامة حب الله عزوجل۔۔۔الخ، ۴/ ۱۴۷، حدیث: ۶۱۷۱۔

2 . . . الخصائص الکبری، باب اختصاصه بالنصر بالرعب مسيرة شهر امامه۔۔۔الخ، ۲/ ۳۳۵ ماخوذا۔

3 . . . عمدة القاری، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی قول الرجل ''ویلک''، ۱۵/ ۲۹۹، تحت الحدیث: ۶۱۶۷۔

تھے مگر انہوں نے اپنے اعمال کو قیامت کی تیاری قرار نہ دیا کہ یہ سب نیکیاں تو اللہ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے جو مجھے دنیا میں مل چکیں اور مل رہی ہیں، آخرت کی تیاری صرف یہ ہے کہ مجھے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے محبت ہے۔"[1] عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "اس شخص نے اپنی نظر میں اپنے اَعمال کو معمولی سمجھ کر ایک جانب رکھا اور دل میں موجود اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کو حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔"[2]

اللہ ورسول کی محبت تمام اعمال سے بڑھ کر ہے:

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ البَارِی فرماتے ہیں: "اس شخص نے آخرت کی تیاری کے زمرے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کے علاوہ کسی بھی قلبی، بدنی اور مالی عبادت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اَعمال تو محبت کی فرع ہیں اور یہ محبت ہی سائرین و طائرین کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے اور جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ بھی اُس سے محبت فرماتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ (پ۶، المائدۃ: ۵۴) ترجمۂ کنز الایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

لیکن یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ اللہ و رسول سے محبت کے ساتھ اُن کی متابعت بھی ضروری ہے اطاعت کے بغیر محض محبت کا دعویٰ بے فائدہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ۳، آل عمران: ۳۱) ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس دیہاتی کا جواب ملاحظہ کیا تو فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب کسی کی اُلفت و مَوَدَّت اِنسان کے نفس، مال اور اَہل و عیال کی محبت پر غالب آجائے تو وہ اُسی کے ساتھ ملحق و منسلک ہو جاتا ہے اور محبت صادقہ کی علامت یہ ہے کہ بندہ وہی کام کرے جو اُس کے محبوب کو پسند ہو اور جس کام کا محبوب حکم دے اور ہر اُس کام سے اجتناب کرے جس سے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۹ ملخصاً۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم...الخ، ۲/ ۲۳۲، تحت الحدیث: ۳۶۹۔

محبوب منع کرے۔"[1] لہٰذا اگر کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کا دعویدار ہے تو اُس پر لازم ہے کہ اپنے عقیدے، قول، فعل اور عمل سے اُس بات کو ثابت بھی کرے بایں طور کہ فرائض و واجبات پر عمل پیرا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی والے کاموں میں دلچسپی لے اور اس کی نافرمانی سے گریزاں ہو۔

رب تعالیٰ کی معیت کا معنیٰ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ جو جس سے محبت رکھتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معیت کیسے حاصل ہوگی؟ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو جسم سے پاک ہے۔ تو اس کے جواب میں عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "انسان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معیت اس کی مدد و نصرت اور توفیق کی صورت میں حاصل ہوگی۔"[2]

مدنی گلدستہ

سیدنا "عثمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قیامت کا علم عطا فرمایا ہے اور اسے مخفی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بے حد اُلفت و محبت رکھتے تھے اور اس محبت ہی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

(3) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

(4) اللہ ورسول سے محبت کا دعویٰ کرنے والے پر لازم ہے کہ اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔

(5) جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معیت اُس کی نصرت و توفیق کی صورت میں حاصل ہوگی۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۴۰، تحت الحدیث: ۵۰۰۹ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۳۲، تحت الحدیث: ۳۶۹۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب کو اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت سے منور فرمائے اور آخرت میں ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کی معیت عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:370

ہر شخص اپنے مَحبوب کے ساتھ ہوگا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ یَلْحَقْ بِہِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملا نہیں۔“ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“

جنت میں نیکوں کی رفاقت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایک انسان کسی قوم سے محبت کرتا ہے لیکن اس نے نہ تو کبھی اُن سے ملاقات کی ہو، نہ اُن کے جیسے نیک اَعمال کیے ہوں، مگر اُن سے دلی محبت رکھتا ہو جیسے آج ہم گندے کمینے بدکار سیاہ کار حضور سید الابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کے اصحاب اخیار سے محبت کرتے ہیں۔[2] تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: یعنی جنت میں ہر شخص

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب علامۃ حب اللہ عزوجل۔۔۔الخ، ۴/۱۴۷، حدیث: ۶۱۶۹۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۵۸۹۔

اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اگرچہ اس نے نیک لوگوں کی طرح زیادہ اعمالِ صالحہ نہ کیے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے حُسنِ نیت کی وجہ سے جنتیوں میں شامل فرمادے گا۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ ہر نسبت جنسیت چاہتی ہے، عشق و محبت نہ جنسیت دیکھے نہ برابری، بندہ کو **اللہ** سے، اُمّتی کو **رسولُ اللہ** سے عشق ہوسکتا ہے، **اللہ** تعالیٰ نصیب کرے، خوفِ خدا، عشقِ جنابِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** کی بڑی نعمت ہے۔"[2]

نوٹ: مذکورہ حدیث پاک کی تفصیلی شرح کے لیے حدیث نمبر 368 ملاحظہ فرمائیں۔



امام "حسن" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) نیک لوگوں سے محبت کرنے والا جنت میں ان کے ساتھ ہو گا۔

(2) ہر نسبت جنسیت چاہتی ہے لیکن محبت جنسیت کی محتاج نہیں۔

(3) نیک لوگوں سے محبت کرنے کی وجہ سے بندے کو جنتیوں میں شامل کردیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا میں صالحین کی محبت و الفت اور جنت میں ان کی رفاقت و معیت عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 371

لوگ سونے، چاندی کی کانوں کی طرح ہیں

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب علامۃ حب اللہ، ۱۵/ ۳۰۱، تحت الحدیث: ۶۱۶۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۹۔

وَالفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا وَالْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.[1] وَرَوَى الْبُخَارِيُّ قَوْلَهُ: "اَلْأَرْوَاحُ"... الخ مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جو زمانۂ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ وہ دِین کی سمجھ رکھتے ہوں اور رُوحیں جمع شدہ لشکر ہیں ان میں سے جو آپس میں متعارف تھیں وہ (دنیا میں) مُتَّحِد ہیں اور جو ایک دوسرے سے اجنبی تھیں وہ (دنیا میں) الگ رہتی ہیں۔" بخاری نے یہ حدیثِ پاک کہ "روحیں جمع شدہ لشکر ہیں۔" اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت کی ہے۔

انسانوں کی مختلف صفات:

مذکورہ حدیثِ پاک کے دو2 جزء ہیں۔ پہلے جزء میں لوگوں کو سونے اور چاندی کی کانوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ زمانۂ کفر میں عزت وشرف کے حامل تھے وہ اِسلام لانے کے بعد بھی شرف واِکرام کے لائق ہیں۔ حدیثِ پاک کے دوسرے جُزء میں روحوں کی ایک دوسرے سے نسبت و تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ حدیثِ پاک کی شرح میں ابتداءً پہلے جُزء کی تفصیل بیان ہوگی اور آخر میں دوسرے جُزء سے متعلق بیان ہوگا۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں۔" مرآۃ المناجیح میں ہے: "یعنی صورت میں تمام انسان یکساں ہیں مگر سیرت، اَخلاق اور صفات میں مختلف جیسے ظاہری زمین یکساں اس میں کانیں مختلف، نیک سے نیکی ظاہر ہوگی اور بد سے بدی۔"[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی لوگ عُمدہ اَخلاق اور مَحاسِن صفات میں اپنی قابلیت اور شرافت ذات کے لحاظ سے مُتَفَرِّق ہیں جیسے ایک کان وہ ہوتی ہے جو اپنے اندر لعل و یاقوت پیدا کرنے کی استعداد

---

1 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب الارواح جنود مجندۃ، ص۱۴۱۸، حدیث: ۲۶۳۸۔

2 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجندۃ، ۲/ ۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۶۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۸۷۔

رکھتی ہے اور ایک کان سونا، چاندی پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے اور ایک کان وہ ہوتی ہے جو لوہا، تانبہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور ایک کان وہ ہوتی ہے جس میں سے سُرمہ اور چُونا وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔"[1] ایسے ہی انسانوں میں مختلف صفات پائی جاتی ہیں کوئی سخی ہے تو کوئی بخیل، کوئی شجاع ہے تو کوئی بُزدِل، کوئی حُسنِ اَخلاق سے آراستہ ہے تو کسی میں کجی کا غلبہ ہے۔

عزت و شرف والے پانچ شخص:

حضور نبی اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو سونے اور چاندی کی کانوں سے تشبیہ دینے کے بعد فرمایا کہ جو لوگ زمانۂ کفر میں شریف یعنی عزت دار تھے وہ اِسلام لانے کے بعد بھی شرف و فضیلت کے مستحق ہیں۔ شارِحینِ حدیث نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اِس فرمان کے پانچ 5 معنٰی بیان کیے ہیں: "(1) جو شخص زمانۂ جاہلیت یعنی کفر کے زمانے میں خصالِ محمودہ یعنی نرمی اور بُردباری سے متصف تھا اور اسلام لانے کے بعد بھی ان صفات سے متصف رہا تو وہ باعزت ہے۔ (2) جو شخص زمانۂ جاہلیت میں تو شریف نہ تھا لیکن اِسلام لانے کے بعد باعزت بھی تھا اور علمِ دِین بھی حاصل کیا تو اس کا مقام و مرتبہ اس شخص سے بڑھ کر ہے جو زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں عزت دار تو ہے لیکن اس نے علمِ دِین حاصل نہیں کیا کیونکہ علم دِین ہی اصل میں انسان کو شرف و اکرام کا مستحق بناتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: بے قدر عالِم دِین باعزت جاہل سے بہتر ہے کیونکہ علم ایسی شے ہے جو پست کو بالا کر دیتی ہے۔ (3) جو شخص زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں شریف ہے اور اس نے علمِ دِین بھی حاصل کیا تو اس کا مرتبہ مذکورہ بالا دونوں افراد سے بلند ہے۔"[2] (4) شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جو شخص زمانۂ جاہلیت میں نیک، قبائل میں برگزیدہ، اپنے ہم عصروں پر فائق اور اچھی عادات و صفات سے آراستہ تھا، دِین اسلام میں آنے کے بعد بھی اس سے حمیدہ اَوصاف اور برگزیدہ اَفعال وجود میں آتے ہیں لیکن زمانۂ جاہلیت میں وہ ظلمت و کفر میں چھپا ہوا تھا جس طرح سونا چاندی کان میں مٹی سے ملا ہوا ہوتا ہے اور جب انہیں بھٹی میں ڈال

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱ / ۱۶۴۔

2 ... فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ﴿ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت ... الخ﴾، ۶ / ۳۴۹، تحت الحدیث: ۳۳۷۴ ملخصاً۔

کر تپایا جاتا ہے تو یہ صاف ہو کر پوری آب و تاب سے چمکنے لگتے ہیں۔ اسی طرح جس شخص کی اچھی صفات کفر کے اندھیروں میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں، اسلام میں آنے اور ریاضت و مجاہدات کی بھٹی میں تپنے کے بعد اس سے ہر قسم کی مٹی اور گندگی دور ہو جاتی ہے اور وہ علم و معرفت کے نور سے روشن و منور ہو کر لوگوں پر فوقیت و برتری حاصل کرلیتا ہے۔"[1] (5) **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جو لوگ زمانۂ کفر میں اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہو کر علم سیکھ لیں تو مسلمانوں میں سردار ہی رہیں گے، اسلام سے عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نو مسلموں کو حقیر جاننا بہت بُرا ہے اور کفار کا سردار مسلمان ہو کر مسلمانوں کا سردار ہی رہے گا اسے گرایا نہ جائے گا۔"[2]

رُوح کیا ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک کے دوسرے جزء میں بیان کیا گیا کہ عالَمِ اَرواح میں جو روحیں آپس میں متعارف تھیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے اُلفت رکھتی ہیں اور جو وہاں اجنبی تھیں وہ یہاں اختلاف کرتی ہیں۔ رُوح وہ جوہر ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی وجہ سے جسم میں حیات ہے، اَرواح کی تخلیق جسم سے دو ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ یعنی یہ اَجسام سے پہلے موجود ہیں اور اَجسام کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں۔ اِس کی تائید اِس حدیثِ پاک سے ہوتی ہے کہ "اُحُد کے شہداء کی رُوحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔"[3]

اَرواح کے تعارف و تنافر سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ رُوحیں عالَمِ اَرواح میں ایک دوسرے سے متعارِف و نا آشنا ہونے کی وجہ سے دنیا میں مُوافق و مخالف ہوتی ہیں۔ شارِحینِ حدیث نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے اِس فرمان کی چند صورتیں بیان فرمائی ہیں: (1) علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "عالَمِ اَرواح میں جن رُوحوں کی فطرت میں خیر و صَلاح ہو وہ اپنی مثل کی طرف اور جن میں شر و فساد ہو وہ اپنی نظیر کی طرف مَیلان رکھتی ہیں۔ اَرواح کا

---

1 ... اشعة اللمعات، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱/ ۱۶۴ ملخصًا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۸۸ ملخصًا۔

3 ... عمدة القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جند مجندة، ۱۱/ ۱۹، تحت الحدیث: ۳۳۳۶ ملخصًا۔

آپس میں متعارف و اجنبی ہونے سے یہی مراد ہے، اسی طرح جب یہ دنیا میں آتی ہیں تو نیک اہلِ خیر کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اہل شر سے مخالفت رکھتی ہیں اور جن رُوحوں کی فطرت میں شر ہوتا ہے وہ اَشرار کی طرف مائل ہوتی ہیں اور نیکوں سے دُور رہتی ہیں۔“ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”جب کوئی شخص کسی نیک آدمی سے متنفر ہو تو اُسے اپنے اَوصاف کی تفتیش کرنی چاہیے، ضرور اس میں کوئی برائی ہوگی جس کی وجہ سے وہ اُس نیک آدمی سے متنفر ہے، پھر اسے چاہیے کہ اُس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرے حتی کہ اس برائی سے خلاصی حاصل کرلے، اسی طرح جب کوئی شخص اپنے دل میں کسی بُرے انسان کی طرف میلان محسوس کرے تو اسے غور کرنا چاہیے کہ اس میں بھی کوئی برائی ہے جس کی وجہ سے یہ اس کی طرف مائل ہے۔“ (2) عالَمِ اَرواح میں رُوحیں آپس میں ملاقات کرتی اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں یا نفرت کرتی تھیں پھر جب وہ اَجساد میں منتقل ہوئیں یعنی دنیا میں آئیں تو اُن کو وہی تعارف و تنافر یاد آگیا اسی بنا پر یہ آپس میں اُلفت و نفرت کرتی ہیں۔“[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو رُوحیں عالَم اَرواح میں ایک دوسرے کو پہچانتی تھیں تو دنیا میں آنے کے بعد بھی اُن کی یہ جان پہچان باقی رہتی ہے۔ اَرواح کی یہ اُلفت و اجنبیت اِلہامِ اِلٰہی سے ہوتی ہے انہیں آپس میں یاد نہیں ہوتا کہ وہاں جان پہچان تھی یا نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نیک، نیکوں کی طرف اور بد، بدوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ بعض اَسباب و عوارِض کی وجہ سے اُس کے خلاف ہو تو وہ شاذ و نادِر ہوگا، آخر کار وہ اپنے اصل کی طرف ہی لوٹ کر چلا جائے گا۔“[2]



”رِیَاضُ الْجَنَّۃ“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) زمانۂ جاہلیت کے مناقِب و مراتِب اسلام لانے اور علمِ دِین حاصل کرنے کے بعد ہی شمار ہوں گے۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجندۃ، ۱۱/ ۱۹، تحت الحدیث: ۳۳۳۶ ملخصًا۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۴/ ۱۴۲۔

(2) بے قدر عالم یعنی جس کی معاشرے میں کوئی وُقعت نہ ہو عزت دار جاہل سے بہتر ہے کیونکہ علم ہی حقیقت میں عزت وشرافت کا مدار ہے۔

(3) اسلام لانے کے بعد انسان کی چھپی ہوئی خوبیاں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

(4) کفار کے سردار اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کے سردار ہی رہیں گے کیونکہ اسلام سے عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں اسی لیے نومسلموں کو حقیر جاننا بہت بُرا ہے۔

(5) رُوح کی وجہ سے ہی انسانی جسم میں حیات ہے اور یہ جسم سے دوہزار سال پہلے تخلیق کی گئی اور جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(6) عالَمِ اَرواح میں جو رُوحیں ایک دوسرے سے آشنا تھیں وہ دنیا میں آپس میں موافق و آشنا ہوتی ہیں اور جو وہاں اجنبی تھیں وہ یہاں بھی اجنبی رہتی ہیں۔

(7) نیک روحیں نیک لوگوں کی طرف اور شریر، اشرار کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

(8) دنیا میں روحوں کو ایک دوسرے کی پہچان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے الہام کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(9) جو شخص اپنے دل میں کسی نیک آدمی سے نفرت یا بُرے کی محبت محسوس کرے تو اسے خود پر غور کرنا چاہیے ضرور اس میں بھی کوئی برائی ہوگی جس کی وجہ سے اس کے قلب کی یہ حالت ہے۔ لہٰذا جلد اس بُرائی کو تلاش کرے اور اس سے خلاصی پائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک لوگوں سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شریر وفسادی لوگوں سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:372

شانِ اُویس قَرَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

عَنْ اُسَیْرِ بْنِ عَمْرٍو وَیُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَھُوَ "بِضَمِّ الْھَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ الْمُھْمَلَةِ" قَالَ: کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِذَا اَتٰی عَلَیْہِ اَمْدَادُ اَھْلِ الْیَمَنِ سَاَلَھُمْ: اَفِیْکُمْ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰی اَتٰی عَلٰی اُوَیْسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَقَالَ لَہٗ: اَنْتَ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ:

فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ" فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: الْكُوْفَةَ قَالَ: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِهَا؟ قَالَ: أَكُوْنُ فِيْ غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ فَوَافَقَ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ فَقَالَ: تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ" فَأَتَى أُوَيْسًا فَقَالَ: اِسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ: اِسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ: لَقِيْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَاسْتَغْفَرَ لَهُ فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلَى وَجْهِهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ أَيْضًا عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّيْنَ؟ فَجَاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيْكُمْ مِّنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللهَ تَعَالَى فَأَذْهَبَهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اُسَیر بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنہیں ابنِ جابر بھی کہا جاتا ہے، بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جب یمنی مدد گار مجاہدین کے قافلے آتے تو آپ ان سے دریافت فرماتے: "کیا تم میں اُویس بن عامر ہیں؟" یہاں تک کہ (ایک قافلے میں) جب سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے پاس پہنچے تو سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: "کیا آپ اُویس

[1] . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۷۵، حدیث: ۲۵۴۲۔

بن عامر ہو؟'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''کیا آپ قبیلہ مُراد اور قَرَن سے ہیں؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''کیا آپ کو برص کی بیماری تھی جو ایک درہم کی جگہ کے علاوہ ساری ٹھیک ہو گئی؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''کیا آپ کی والدہ ہیں؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''میں نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تمہارے پاس یمنی مددگار مجاہدین کے قافلوں کے ہمراہ اُویس بن عامر آئیں گے، وہ قبیلہ مراد اور (اس کی شاخ) قرن سے ہوں گے، انہیں برص کی بیماری تھی پھر ایک درہم کے برابر جگہ کے علاوہ ٹھیک ہو چکی ہو گی، اُن کی والدہ بھی ہوں گی اور وہ اُن کے ساتھ نیکی کرنے والے ہوں گے، اگر وہ کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری فرمادے گا، اگر تم سے ہو سکے تو ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروانا۔'' لہٰذا آپ میرے لیے بخشش کی دعا کیجیے۔ چنانچہ حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے دعا مانگی۔ پھر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ''اب آپ کہاں جارہے ہیں؟'' کہا: ''کوفہ۔'' فرمایا: ''کیا میں آپ (کی خدمت) کے لیے کوفہ کے حکمران کے نام خط نہ لکھ دوں؟'' کہا: ''مجھے غرباء میں رہنا پسند ہے۔''

پھر آئندہ سال کوفہ کے سرداروں میں سے ایک آدمی حج کے لیے آیا تو اُس کی ملاقات سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی، آپ نے اس سے سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں انہیں شکستہ گھر اور کم سامان کے ساتھ چھوڑ کر آیا ہوں۔'' سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''تمہارے پاس یمنی مددگار مجاہدین کے قافلوں کے ہمراہ اُویس بن عامر آئیں گے، وہ قبیلہ مراد اور (اس کی شاخ) قرن سے ہوں گے، انہیں برص کی بیماری تھی پھر ایک درہم کے برابر جگہ کے علاوہ ٹھیک ہو چکی ہو گی، ان کی والدہ بھی ہوں گی اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرنے والے ہوں گے، اگر وہ کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم ضرور پوری فرمادے گا، اگر تم سے ہو سکے تو ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروانا۔'' چنانچہ یہ شخص بھی جب سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس پہنچا تو ان سے عرض کی: ''میرے لیے بخشش کی دعا کر دیجئے۔'' سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''تم ایک نیک سفر (یعنی حج) سے واپس آرہے ہو، تم میرے

لیے دعا کرو۔" اس نے پھر آپ سے عرض کی کہ "آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کر دیجئے۔" فرمایا: "تم ایک نیک سفر سے واپس آرہے ہو، تم میرے لیے دعا کرو۔" پھر سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: "کیا تمہاری ملاقات امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی تھی؟" عرض کی: "جی ہاں۔" پھر سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے لیے بخشش کی دعا کی۔ تب لوگوں کو سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقام و مرتبے کا علم ہوا اور پھر آپ وہاں سے چلے گئے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا اُسیر بن جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اہلِ کوفہ کا ایک وفد امیر المؤمنین سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا، وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مذاق کرتا تھا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "کیا قبیلہ قرن کا کوئی آدمی یہاں ہے؟" تو وہی آدمی حاضر ہوا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ: "تمہارے پاس یمنی مددگار مجاہدین کا ایک شخص آئے گا جسے اُویس کہا جاتا ہوگا، یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا، اسے برص کی بیماری ہوگی، پھر وہ **اللہ** تعالٰی سے دعا کرے گا تو **اللہ** تعالٰی ایک درہم یا ایک دینار کے سوا باقی داغ اس سے دور فرمادے گا، پس تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو وہ ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروائے۔"

مسلم ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ: "میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ: "تابعین میں سے بہترین آدمی وہ ہوگا جسے اُویس کہا جائے گا، اس کی والدہ بھی ہوگی، وہ برص کی بیماری میں مبتلا رہا ہوگا، اس سے کہنا وہ تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگے۔"

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

اس حدیثِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے اور ولی یعنی حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زیارت اور سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اُن سے ملاقات کا ذکر خیر ہے، یہ باب بھی نیک لوگوں کی زیارت اور اُن سے ملاقات وغیرہ کا ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس حدیثِ پاک

کو اس باب میں بیان فرمایا ہے۔

صحابی کا تابعی سے دعا کروانا:

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنے لیے دعا کروائی، یعنی ایک صحابی رسول نے ایک تابعی سے اپنے لیے دعا کروائی۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بظاہر سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے خطاب فرمایا تھا لیکن سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دعا کروانے والا خطاب ان تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے تھا جو اُن کو پالیں۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”چونکہ حضرت اُویس قرنی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے زمانہ ہی میں حج کو آنے والے تھے، اس لیے اس علیم و خبیر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) ہی سے یہ فرمایا۔ مگر فرمایا یہ کہ تم صحابہ میں سے جو بھی اُویس کو پائے وہ اپنے لیے اُن سے دعا کرائے۔“[1]

افضل کا مفضول سے دعا کروانا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء و رسل بشر و رسل ملائکہ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سب سے افضل امیر المؤمنین، **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، ان کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ان کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ان کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، ان کے بعد عشرۂ مبشرہ کے بقیہ صحابہ کرام، ان کے بعد باقی اہلِ بدر، ان کے بعد باقی اہلِ اُحد، ان کے بعد باقی اہلِ بیعتِ رضوان، پھر تمام صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ ان کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، غوث، قطب، اَبدال، چاہے وہ کتنا ہی بڑے سے بڑا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی ہو، کتنا ہی بڑے سے بڑا زاہد ہو مگر ان کے مقام و مرتبے کو ہر گز نہیں پہنچ سکتا۔ امیر المؤمنین حضرت

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۵۷۵۔

سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو بعد صدیقِ اکبر افضل الصحابہ ہیں، حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنے لیے دعا کروائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل کا مفضول سے دعا کروانا جائز ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ افضل بھی مفضول صالح سے دعا کرائے۔ حضرات صحابہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم) جناب اُویس (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے کہیں افضل ہیں، مگر اِن حضرات کو جناب اویس (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے دعا کرانے کا حکم دیا گیا۔ ایک بار حضور انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے حضرت عمر (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے جب کہ وہ عمرہ کرنے مکہ معظمہ جارہے تھے فرمایا تھا کہ "مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا۔"[1]

سیدنا اُویسِ قرنی مُستَجابُ الدَّعوات ہیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دعا کروائی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا اُویس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زیادہ فضیلت والے ہیں یا پھر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مغفرت یافتہ نہیں۔ بلکہ یہ تو اجماع سے ثابت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بسبب صحابیت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے افضل ہیں اور حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دعا کروانے کا حکم اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مستجاب الدعوات ہیں اور سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ان سے دعا کروانا خیر و بھلائی میں زیادتی کے لیے تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا (اذان کے بعد کی دعا میں) ہمیں اپنے لیے دُعا یعنی صلوٰۃ و سلام اور وسیلہ طلب کرنے کا حکم ارشاد فرمانا۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد میں صالحین سے دعا کروانے کا ثبوت ہے۔"[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۵۷۵۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۶، تحت الحدیث: ۳۷۲ ملخصاً۔

سیدنا اویس قرنی کی دل جوئی:

حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی اکرم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ مبارک پایا تھا، مگر اپنی والدہ کی خدمت کے باعث سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملاقات نہ ہو سکی لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے فضائل ومناقب کو بیان فرمایا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے: ''بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بات حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دل خوش کرنے کے لیے فرمائی اور ان لوگوں کا وہم دُور کیا جنہوں نے خیال کیا کہ سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت یعنی صحابیت کا شرف حاصل نہیں کیا اور وہ پیچھے رہ گئے حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت اور ان کا خیال رکھنے کی بنا پر یہ سعادت حاصل نہ کر سکے تھے۔''[1]

مُفَسِّرِشہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''بعض بزرگوں کو فرماتے سنا کہ بعض صحابہ نے حضرت اویس (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے کہا کہ ''تم نے حضورِ انور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کی۔'' بولے: ''کیا تم نے زیارت کی ہے؟'' فرمایا: ''ہاں۔'' کہا: ''بتاؤ! محبوب (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے سر، داڑھی اور ریش بچی میں کتنے کتنے بال سفید تھے؟'' صحابہ نے کہا: ''ہم نے شمار نہیں کیے۔'' فرمایا: ''مجھ سے پوچھ لو! میں نے گن لیے ہیں، سر شریف میں چودہ بال سفید تھے داڑھی مبارک میں پانچ ریش بچی (ہونٹ اور ٹھوڑی کے بیچ کے بال) میں ایک۔

گو میسّر نہیں سالک کو حضورِ بدنی .... روح حاضر ہے مگر مثل اُویس قرنی
جسم ہندی ہے مرا جان ہے میری مَدَنی .... یا خدا دُور کسی طرح ہو بُعدِ بدنی[2]

عِلمِ غیبِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے صحابہ کرام

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی، ۴/۷۴۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/۵۷۶۔

عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوکر یمن میں مقیم تابعی بزرگ حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق غیب کی خبر دی، نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ یمنی مددگار مجاہدین کے ساتھ آئیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو غیبی خبر دی تھی وہ بِحَمْدِاللہِ تَعَالٰی پوری ہوئی اور سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ واقعی یمنی وفد کے ساتھ تشریف لائے اور سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بھی یہ پختہ عقیدہ تھا کہ حضور نبی پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو غیبی خبر دی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی، جبھی تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عہدِ رسالت و عہدِ صدیقی دونوں میں سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تلاش کرتے رہے اور بالآخر اپنے ہی عہدِ خلافت میں ان سے ملاقات ہوئی۔ چنانچہ بعض روایات میں یہ بھی ہے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "جب سے میں نے حضرت اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا تب سے میں عہدِ رسالت میں انہیں ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے، پھر سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عہد میں بھی ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے، پھر اپنے عہدِ خلافت میں بھی تلاش کرتا رہا اور بالآخر وہ مجھے مل گئے۔"[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام، صفات، علامات اور سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کے بارے میں بتانا غیب کی خبر دینا ہے اور یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے ہی پیشگوئی فرمادی اور پھر سب کچھ ویسا ہی وقوع پذیر ہوا جیسا آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوا تھا۔"[2]

نیک بندوں کی تلاش وجستجو:

مذکورہ بالا روایات میں اس بات کا بھی بیان ہوا کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ... تاریخ ابن عساکر، اویس القرنی، ۹/ ۴۳۱، رقم: ۸۴۰۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۷، تحت الحدیث: ۳۷۲ ملخصا۔

وَسَلَّم نے جب سے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں غیب کی خبر دی تب سے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ انہیں تلاش کرتے رہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کی تلاش وجستجو کرنا بلکہ لمبے عرصے تک ان کی تلاش جاری رکھنا بالکل جائز اور باعث اجر وثواب ہے۔ بعض خوش نصیب لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں کسی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی یا کسی بھی نیک بندے کا معلوم ہو فوراً اُن کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں، ان سے دعائیں کرواتے ہیں، بلکہ وہ تو اس جستجو میں رہتے ہیں کہ کسی اللہ والے کی ملاقات نصیب ہو جائے، جہاں کہیں کسی بزرگ کے مزار کا معلوم ہو تو وہاں حاضری دیتے ہیں، ان کے مزار کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے نزول والی جگہ تصور کرتے ہوئے وہاں دعائیں مانگتے ہیں یقیناً ان کا یہ فعل بالکل جائز، مستحسن اور اجر وثواب کا باعث ہے۔

سیدنا اُویس قرنی کی گمنامی وفقیری:

امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تمنا پوری کرتے ہوئے حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: ”کوفہ کا۔“ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میں کوفہ کے حاکم کو خط نہ لکھ دوں کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے بقدرِ کفایت آپ کی کفالت کرے؟“ سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: ”مجھے غریب، تنگدست اور ایسے لوگوں میں رہنا پسند ہے جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔“ اور یہی آپ کی گمنامی اس بات کی علامت تھی کہ آپ اپنے حالات لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں۔ پھر اگلے سال کوفہ کے اغنیاء میں سے ایک آدمی حج کے لیے آیا تو اس کی ملاقات سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی۔ آپ نے اس سے سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولا: ”میں انہیں ٹوٹے پھوٹے مکان، کم سامان اور تنگی کی حالت میں چھوڑ آیا ہوں۔“[1] مذکورہ بالا ایک حدیثِ پاک میں یہ بھی ہے کہ ایک بار کوفہ کا ایک وفد بارگاہ فاروقی میں حاضر ہوا،

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ۸/۹۶، الجزء السادس عشر۔

ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس شخص کے تمسخر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا حال لوگوں پر مخفی رکھا اور اپنے راز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اپنے درمیان پوشیدہ کیا تاکہ لوگوں پر یہ بات ظاہر نہ ہو اور یہی عارفین اور بلند رتبے کے حامل اولیاء اللہ کا طریقہ ہے کہ اپنا راز لوگوں سے چھپا رکھتے ہیں۔“[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”شاید وہ شخص اپنی مالداری اور جاہ و حشمت کی وجہ سے غرور میں مبتلا تھا جبکہ حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دنیا کے مال و متاع سے منہ پھیرنے کی وجہ سے خستہ حال اور بظاہر تنگی میں تھے۔ اسی وجہ سے وہ شخص آپ کو حقیر جانتے ہوئے آپ کا مذاق اُڑاتا تھا۔“[2]

سیدنا اُویس قرنی کا اپنے لیے دعا کروانا:

مذکورہ روایات میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ کوفہ کے اغنیاء میں سے ایک آدمی حج کے لیے آیا تو اس کی ملاقات سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی۔ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے بھی سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دعا کروانے کی ترغیب دلائی۔ وہ شخص جب سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملا تو دعا کی درخواست کی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”تم میرے لیے دعا کرو۔“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”آپ نے اس شخص سے دعا کرنے کے لیے اس وجہ سے کہا کہ جو شخص جہاد، حج یا کسی نیک سفر سے واپس آئے تو اس کی دعا قبول ہونے کی امید ہوتی ہے، یہ شخص بھی حج سے واپس آرہا تھا اور حدیث پاک میں وارد ہے کہ: ”جب تم حاجی سے ملاقات کرو تو اس سے دعا کا کہو تاکہ وہ تمہارے لیے مغفرت طلب کرے۔“ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ حاجی کی مغفرت فرما دیتا ہے اور اس کی بھی جس کے لیے وہ مغفرت طلب کرے، یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے۔“ اسی بنا پر آپ نے اس شخص سے دعا کا کہا۔ لیکن اس نے آپ سے پھر دعا کی درخواست کی، آپ نے پھر وہی بات

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ۸/ ۹۴، الجزء السادس عشر۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۳۸، تحت الحدیث: ۳۷۲۔

دہرائی کہ تم میرے لیے دعا کرو۔ لیکن وہ آپ سے دعا کروانے پر بضد رہا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا: ”کیا تمہاری سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی؟“ اس نے کہا: ”جی ہاں۔“ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سمجھ گئے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اِسے میرے بارے میں آگاہ فرما دیا ہے اور اب یہ دعا کروائے بغیر یہاں سے جانے والا نہیں۔ لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے لیے دعا فرما دی۔ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے نفس پر فتنے کا خوف اور لوگوں میں مشہور ہونے کے فتنے سے بچتے ہوئے مخلوق سے روپوش ہوگئے تاکہ رب تعالیٰ کی طرف توجہ میں کمی واقع نہ ہو۔“[1]

برص کا نشان باقی رہنے کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم شاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مختلف اَوصاف بیان فرمائے تو ان میں یہ بھی بیان فرمایا کہ انہیں برص کی بیماری تھی پھر ایک درہم کے برابر جگہ کے علاوہ ٹھیک ہوچکی ہوگی۔ ”سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ساری بیماری دور ہوگئی لیکن ایک درہم کے برابر جگہ کیوں رہ گئی؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”برص کا یہ باقی ماندہ نشان بھی حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دعا کی وجہ سے تھا کہ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے جسم میں کچھ سفیدی چھوڑ دے تاکہ اس کے ذریعے میں تیری نعمت کو یاد کرتا رہوں کہ تو نے مجھے اس بُرے مرض سے نجات عطا فرمائی۔“[2]

والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضور نبی پاک صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی کہ وہ اپنی والدہ کے فرمانبردار ہیں، نیز بعض روایات کے مطابق وہ اپنی والدہ کی خدمت واطاعت ہی کی وجہ سے شرف صحابیت

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۷، ۲۳۸ تحت الحدیث: ۳۷۲ ملخصاً۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی، ۴/ ۷۴۹۔

سے سرفراز نہ ہوسکے۔ لیکن انہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے مبارک اوصاف بیان فرمائے۔ اس سے والدین خصوصاً والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مگر افسوس! آج ہماری اکثریت والدین کی خدمت واطاعت تو دُور کی بات اُن کے ساتھ نہایت ہی بدتمیزی سے پیش آتے اور بدسلوکی کرتے ہیں۔ کاش! ہم بھی سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ اپنے والدین خصوصاً والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے بن جائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حقوق کے بعد بندے پر سب سے پہلا حق اس کی والدہ کا ہے۔ والدہ کے حقوق سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ”ماں کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ جنت اس کے قدم کے پاس ہے۔“ [1] (2) ”ماں کی خدمت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرو جب تم ایسا کرلو گے تو تم حاجی، مُعْتَمِر (یعنی عمرہ کرنے والے) اور مجاہد کا مرتبہ پالو گے۔“ [2] (3) ”مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے۔“ [3]

سیدنا اُویس قرنی افضل التابعین:

حدیثِ پاک کی تیسری روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تابعین میں سے بہترین آدمی وہ ہوگا جسے اُویس کہا جائے گا۔“ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشاد بالکل واضح ہے کہ افضل تابعی حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں جبکہ سیدنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک حضرت سیدنا سعید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ افضل تابعی ہیں۔ ان دونوں اقوال میں تطبیق دینا ممکن ہے کہ حضرت سیدنا سعید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عُلومِ شرعِیَّہ یعنی تفسیر، حدیث اور علمِ فقہ میں افضل تابعی ہیں اور حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ تعالٰی کے

---

1 . . . مسند امام احمد، حدیث معاویۃ بن جاھمۃ، ۵/ ۲۹۰، حدیث: ۱۵۵۳۸۔

2 . . . معجم اوسط، ۲/ ۱۷۱، حدیث: ۲۹۱۵۔

3 . . . مستدرک حاکم، کتاب البر والصلۃ، باب برّ اُمّک۔۔۔الخ، ۵/ ۲۰۸، حدیث: ۷۳۲۶۔

یہاں کثرت ثواب میں افضل تابعی ہیں۔“(1)



”اُویس قرنی“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، نیز یہ آپ کا ایک عظیم معجزہ بھی ہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی رحمت شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علمِ غیب پر بہت پختہ یقین رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارشاد کے بعد سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور اپنے عہدِ خلافت تینوں میں حضرت سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تلاش کرتے رہے۔

(3) حضرت سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی مقام و مرتبے والے تابعی ہیں، آپ کے فضائل و مناقب خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمائے۔

(4) نیک لوگوں کو تلاش کرنا اور ان سے دعا کروانا مستحب ہے جیسا کہ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یمنی قافلوں میں تلاش کرتے تھے۔ نیز افضل مفضول سے بھی دعا کروا سکتا ہے۔

(5) والدین خصوصاً والدہ کی خدمت واطاعت کا اسلام میں بہت ترغیب دلائی گئی ہے۔ سیدنا اُویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا زمانہ پایا لیکن اپنی والدہ محترمہ کی خدمت و دیکھ بھال کی وجہ سے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے، مگر آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کے اس مبارک وصف یعنی والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری کو خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ۸/ ۹۵، الجزء السادس عشر۔

وَسَلَّم نے بیان فرمایا۔

(6) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قطعی جنتی صحابی اور سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد اس اُمَّت میں سب سے افضل ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سیدنا اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنی خیر و بھلائی میں اضافہ کرنے کے لیے دعا کروائی۔

(7) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں، ان کے بعد کوئی بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نیک بندہ چاہے وہ کسی بھی مقام و مرتبے والا ہو، مگر وہ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔

(8) حج، جہاد یا کسی بھی نیک سفر سے واپس ہونے والے شخص سے دعا کروانی چاہیے کہ اس کی دعا قبول ہونے کی امید بہت زیادہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک لوگوں کو تلاش کرنے، ان کی زیارت کرنے اور ان سے دعائیں کروانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں صالحین کی تعظیم کرنے اور ان سے محبت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:373 نیک سفر پر جانے والے سے دعا کروانا

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعُمْرَۃِ فَاَذِنَ لِیْ وَقَالَ: لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ: كَلِمَةً مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِهَا الدُّنْیَا. وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ: اَشْرِكْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِكَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: ''اے بھائی! مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا۔'' سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''حضور تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس مبارک فرمان سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس

---

[1] ... ابوداود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۲/ ۱۱۴، حدیث: ۱۴۹۸۔

کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔'' ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں ارشاد فرمایا: ''اے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کرنا۔''

استاد یا پیر صاحب سے سفر کی اجازت مانگنا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے۔ پھر حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا: ''نذر پوری کرو۔'' تب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عمرہ کے لیے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاگرد اور مرید کے لیے مناسب ہے کہ ہر کام میں اپنے استاد اور شیخ سے اجازت طلب کریں۔ خاص طور پر ان نیک کاموں میں ضرور اجازت طلب کریں جو باہم اجتماعیت کے ساتھ کیے جاتے ہیں تاکہ شاگرد یا مرید کی غیر موجودگی اُستاد اور شیخ کے ذہن میں ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُؕ (پ۱۸، النور: ۶۲)	ترجمۂ کنز الایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے عمرے کی اجازت عطا فرمائی اور مغفرت کی دعا سے بھی نوازا۔''[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۹۹۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۱۴۴ تحت الحدیث: ۳۷۳ ملخصاً۔

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی عاجزی:

حضور نبی پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو "بھائی" فرمایا۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کریمانہ ہے جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے: میں تمہارا خادم ہوں۔ مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھائی کہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ ۱۸، النور: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا۔ روایت حدیث میں تمام صحابہ یہی کہتے تھے: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"[1]

اُمَّتی حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے کیا دعا کرے؟

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: "اے بھائی! ہمیں دعا میں یاد رکھنا۔" اس کے تحت **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا۔ معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اس جملے کے معنی یہ کرتے ہیں کہ: اے عمر! ہر دعا میں ہم پر دُرود شریف پڑھنا ہمارے دُرود کو نہ بھولنا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں۔ حضور کے لیے اعلیٰ درجے کی دعا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود شریف پڑھنا ہے۔ کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا در حقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے، ہمارا بھکاری ہمارے دروازے پر آکر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۹۹۔

تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ سے بھیک لیں۔"[1]

سب کے لیے دعا کرے:

عَلّامہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جو دعا کا فرمایا اس سے مقام عبودیت میں خضوع اور عاجزی کا اظہار کرنا مقصود ہے اور آپ نے اپنے اس عمل سے امت کو خدا کے نیک بندوں اور صالحین سے دعا کروانے کی ترغیب دلائی ہے اور اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ دعا کرنے والا صرف اپنے لیے دعا نہ کرے بلکہ اپنی دعا میں اپنے اقرباء اور چاہنے والوں کو بھی شامل کرلے خاص طور پر ان دعاؤں میں کہ جو مقام قبولیت میں مانگی جائیں، اور اس سے حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان و عظمت کا پتا چلتا ہے۔"[2]

مسافر سے دعا کی درخواست:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضورِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مقیم کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسافر کو مقامات خیر پر دعا کرنے کی درخواست کرے۔ اگرچہ مقیم مسافر سے افضل ہو اور اگرچہ اسے یہ بھی معلوم ہو کہ مسافر اس کے لیے دعا کرے گا تب بھی اسے یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں۔ خاص طور پر کہ جب اس کا سفر عبادت کے لیے ہو جیسے حج، عمرہ اور جہاد وغیرہ تو ایسے سفر پر جانے والے سے لازمی طور پر دعا کی التجا کرے۔"[3]

ایک اہم بات کی وضاحت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات بعد از خدا تمام کائنات میں بزرگ و برتر ہے، آپ ہی کے صدقے اہلِ محشر قیامت کی ہولناکیوں سے نجات پائیں گے، آپ ہی کی شفاعت سے بے شمار عاصی و گنہگار لوگوں کی مغفرت ہوگی، آپ ہی سردار انبیاء و رسل ہیں، آپ ہی

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۰۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، ۵/ ۲۳، تحت الحدیث: ۲۲۴۸۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۴۱ تحت الحدیث: ۳۷۳ ملخصا۔

خالقِ کائنات کے محبوب ہیں، آپ کے فضائل و مناقب بے حد و بے شمار ہیں۔ اس عظیم الشان مرتبے کے بعد بھی کیا آپ کو کسی کی دعا کی حاجت ہے؟ کیا آپ اپنے غیر سے دعا کروانے سے مستغنی نہیں؟ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے لیے دعا کروانے کا حکم ارشاد فرمایا؟ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی اِس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اول تو ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کوئی شخص دعا سے مستغنی ہے۔ (کیونکہ ضروری نہیں کہ دعا صرف جہنم سے نجات ہی کے لیے ہو بلکہ بعض اوقات بلندیٔ درجات و اعلیٰ مقام کے لیے بھی دعا مانگی جاتی ہے۔) لیکن اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے غیر کی دعا سے مستغنی ہیں تو پھر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دعا کا فرمانا تعلیم اُمَّت کے لیے ہے یا پھر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عظمت بیان کرنے اور آپ کا دل خوش کرنے کے لیے ہے۔“[1]

حضرت عمر کے لیے ایک جملہ تمام دنیا سے افضل:

دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”اے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں یاد رکھنا، بھول نہ جانا۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے یہ مبارک کلمات سن کر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت خوش ہوئے، فرماتے ہیں کہ: ”اِس مبارک فرمان سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔“ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سیّدِ عالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جن کلمات سے خوشی ہوئی وہ یا تو یہ ہیں: ”ہمیں اپنی دعا میں شریک کرنا یا اے بھائی! ہمیں نہ بھولنا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کچھ اور فرمایا ہو لیکن یہاں حدیث پاک میں وہ الفاظ فخر یا آفت نفس سے بچنے کے لیے بیان نہ فرمائے ہوں۔“[2] نیز حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ نہیں بلکہ شکریہ کے

---

1 . . . شرح سنن ابی داود، تفریع الوتر، باب الدعاء، ۵/ ۴۰۹، تحت الحدیث: ۱۴۹۶۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، ۵/ ۲۴، تحت الحدیث: ۲۲۴۸۔

طور پر ہے یعنی حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا۔ معلوم ہوا کہ میں دنیا وآخرت میں صحیح مؤمن ہوں پھر مجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں۔ معلوم ہوا کہ میرا منہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں۔ معلوم ہوا کہ میرا دل کاشانۂ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سیدنا عمر" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے مختلف اُمور میں حضور نبی اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِجازت طلب کیا کرتے تھے۔

(2) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بارگاہِ رسالت میں نہایت ہی بلند مقام و مرتبہ تھا کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود آپ کو اپنی دعاؤں میں شمولیت کا ارشاد فرماتے ہیں۔

(3) شاگرد اور مرید کے لیے مستحب ہے کہ ہر کام سے پہلے اپنے استاد اور شیخ سے اجازت حاصل کرلے۔

(4) سرکارِ دوعالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھائی فرمانا کریمانہ انداز ہے لیکن کسی مسلمان کا یہ حق نہیں کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنا بھائی کہے۔

(5) اُمتی کی طرف سے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے اعلیٰ دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے۔

(6) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی دعا میں شامل کرنے سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔

(7) کسی بھی نیک سفر پر جانے والے سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے۔

(8) دعا مانگتے ہوئے فقط اپنے لیے دعا نہ مانگی جائے بلکہ عزیز واقرباء کو بھی اپنی دعا میں شامل کیا جائے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۰۰۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بزرگوں کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:374

مسجد قباء کی زیارت کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزُوْرُ قُبَاءَ رَاکِبًا وَمَاشِیًا فَیُصَلِّیْ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءَ کُلَّ سَبْتٍ رَاکِبًا وَمَاشِیًا وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُہُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوار ہوکر اور پیدل مسجد قباء کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی رحمت شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر ہفتے کے دن سوار ہوکر اور پیدل مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے اور جلیل القدر صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

مسجدِ قباء کی تعمیر:

مذکورہ حدیثِ پاک میں مسجد قباء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قباء مدینہ منورہ سے تین میل دور ایک بستی ہے، وہاں کی مسجد کا نام قباء ہے۔ اسی جگہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے ہجرت کے دن مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے پہلے قیام فرمایا۔ ہجرت کے بعد اسلام کی پہلی مسجد ہونے کا اعزاز اسی مسجد کو حاصل ہے۔ نیز اس سے بھی بڑا اعزاز یہ ہے کہ خود حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تعمیر اپنے دستِ مبارک سے فرمائی۔ نیز سابقین، اولین مہاجرین و انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ابو بکر صدیق رَضِیَ

[1] ... مسلم، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاۃ فیہ وزیارتہ، ص ۷۲۳، حدیث: ۱۳۹۹۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ پیٹھ پر پتھر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی بنیاد رکھتے تھے۔ اگر یہ مسجد کہیں دور دراز اطراف میں ہوتی تو وہاں جانے کے لیے ہم اونٹوں کی مدد لیتے۔''[1] حدیثِ پاک میں اس مسجد میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔''[2]

ہفتے کے دن عُلَمَاء و بُزرگانِ دِین کی زیارت:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہفتے کے روز کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد یا اس کے قائم مقام کوئی دوسری نماز ادا فرماتے تھے۔ عَلَّامَہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ مساجد اور صالحین کے مقامات سے تقرُّب حاصل کرنا مستحب اور ہفتہ کے دن ان کی زیارت کے لیے جانا سنت ہے۔''[3] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک میں مقام قباء، مسجد قباء اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، نیز مسجد قباء کی زیارت کرنا مستحب ہے اور وہاں نماز ادا کرنے میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی اقتداء ہے اور ہفتے کے دن مسجد قباء کی زیارت کرنا مستحب ہے۔''[4]

نیک اعمال کے لیے دن مقرر کر لینا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ کوئی خاص دن کسی کارِ خیر کے لیے مقرر کرنا جائز ہے جیسا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے ہفتے کا دن مسجد قباء جانے کے لیے مقرر فرمایا تھا لہٰذا سوئم، چہلم، بزرگانِ دِین و اولیاءِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے عرس کی مجالس قائم کرنا اور بارہ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منانا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہٗ

1 . . . نزہۃ القاری، ۲/۱۵۷۔

2 . . . ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ فی مسجد قباء، ۱/۳۴۸، حدیث: ۳۲۴۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۲/۴۰۰، تحت الحدیث: ۶۹۵۔

4 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضل الصلاۃ۔۔۔الخ، باب مسجد قباء، ۵/۵۷۲، تحت الحدیث: ۱۱۹۱۔

النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعض ایام کو بعض اعمالِ صالحہ کے ساتھ خاص کرلینا جائز ہے اور اس پر ہمیشگی اور مداومت اختیار کرنا بھی جائز ہے۔“[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں دلیل ہے کہ بعض ایام کو نفلی عبادت کے ساتھ خاص کرلینا جائز ہے۔ حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سترہ ۱۷ رمضان المبارک کی صبح مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے۔ البتہ جن اوقات کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے کی واضح ممانعت موجود ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ شبِ جمعہ کو عبادت کے لیے خاص کرنے اور صرف جمعہ کا روزہ رکھنے سے حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے منع فرمایا ہے۔“[2] عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا ہفتے دن مسجد قباء کی زیارت کو جانا بعض ایام کو زیارت کرنے کے ساتھ خاص کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور یہی بات درست ہے۔“[3] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مسجدوں اور ان کے قیام گاہ متبرک ہیں ان کی زیارت ثواب۔ کیونکہ مسجد قباء انصار کی مسجد ہے اور وہ حضرات مقبولینِ بارگاہ تھے، وہاں پیشانیاں رگڑنا اور سجدے کرنا قبولیت کا ذریعہ ہے۔ حضور خواجہ اجمیر قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے لاہور آکر حضرت داتا صاحب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی پائنتی چلہ کیا وہ اسی حدیث سے ماخوذ تھا۔ خیال رہے کہ جہاں بزرگوں کے قدم پڑجائیں وہ جگہ تاقیامت مُتَبَرَّک ہو جاتی ہے۔ اب قباء میں انصار نہیں لیکن اس کی شرافت وہی ہے۔“[4]

ہفتے کو مسجدِ قباء جانے کی وجوہات:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام ہفتے کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے، حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے خاص طور پر ہفتے کے دن ہی کو کیوں مقرر فرمایا؟ شارحینِ حدیث نے اس کی چند وجوہات بیان فرمائی ہیں:

---

1 . . . فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ۔۔۔الخ، باب اتیان مسجد قباء ماشیا وراکبا، ۴/ ۶۱، تحت الحدیث: ۱۱۹۴۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضل الصلاۃ۔۔۔الخ، باب مسجد قباء، ۵/ ۵۷۳، تحت الحدیث: ۱۱۹۱۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاۃ فیہ وزیارتہ، ۵/ ۱۷۱، الجزء التاسع۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۲۔

(1) ہجرت کے بعد حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے سب سے پہلے مسجد قباء کی بنیاد رکھی پھر اس کے بعد مسجد نبوی بنائی گئی اور یہیں جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ تو اہلِ قباء اور مدینہ کے بالائی علاقے کے لوگ مسجد نبوی میں جمعہ ادا کرتے جس کی وجہ سے مسجد قباء جمعہ کے دن نماز سے معطل ہو جاتی تھی تو اسی کی تلافی اور تدارک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہفتے کے دن قباء تشریف لے جاتے تھے۔ (2) اہلِ قباء میں سے بعض حضرات جن پر جمعہ لازم نہیں تھا یا وہ کسی عذر کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہونے اور زیارت کا شرف پانے سے محروم ہو جاتے تھے تو ہفتے کے دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کرم فرما کر خود قباء تشریف لے جاتے اور انہیں اپنی ملاقات و زیارت کے اعزاز سے نوازتے تھے۔ (3) ہفتے کے علاوہ باقی دنوں میں آپ لوگوں کے مسائل کی تدبیر فرمانے میں مصروف ہوتے جبکہ ہفتے کے دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فارغ ہوتے اسی وجہ سے اس دن آپ اپنے احباب سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔"[1]

ایک اہم بات کی وضاحت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک کی شرح میں بیان ہوا کہ مسجد قباء کی زیارت کے لیے جانا اور وہاں نماز ادا کرنا مستحب ہے جبکہ احادیث میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف بالقصد اور اہتمام کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے تو پھر مسجد قباء میں جانا کیسے مستحب ہو سکتا ہے؟ علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "کسی مسجد کے لیے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ملے گا سوائے مساجد ثلاثہ کے ممنوع ہے۔ لیکن مطلق کسی نیک کام کے لیے جانا یا کسی بزرگ نے جہاں نماز پڑھی ہے وہاں جا کر نماز پڑھنا یا کسی مزار کی زیارت و فاتحہ کے لیے جانا اور حصول ثواب و برکت کی امید رکھنا ہرگز ہرگز ممنوع نہیں ہے۔"[2]

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال ابو جعفر داوٗدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ "حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مسجد قباء میں جانا اس بات پر

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضل الصلاۃ۔۔۔الخ، باب مسجد قباء، ۵ / ۵۷۲، تحت الحدیث: ۱۱۹۱ ملخصاً۔

2 . . . فیوض الباری، ۵ / ۴۵۔

دلالت کرتا ہے کہ جو مسجد شہر کے قریب ہو اس میں پیدل یا سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں اور یہ تین مسجدوں کے علاوہ جانے کی ممانعت میں داخل نہیں۔''[1]

سیدنا عبد اللہ بن عمر اور متبرک مقامات:

مذکورہ حدیثِ پاک کے آخر میں یہ بھی بیان ہوا کہ حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ویسا ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا کرتے۔ سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جلیل القدر صحابی ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے منسوب چیزوں اور مقامات کے متعلق معلومات لیتے اور پھر ان کی زیارت کے لیے جاتے، وہاں نماز وغیرہ ادا فرماتے۔ چنانچہ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۸۶۴ صفحات پر مشتمل کتاب **''فیضانِ فاروق اعظم''** جلد اول، صفحہ ۸۴ سے حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ کے چند گوشے پیش خدمت ہیں:

حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۲ بعثت نبوی میں پیدا ہوئے اور اپنے والد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ہی بچپن میں اسلام قبول فرمایا۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ تقریباً دس سال کی عمر میں ہجرتِ مدینہ بھی اپنے والدین ہی کے ساتھ کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ غزوۂ بدر وغزوۂ اُحد کے علاوہ تمام جنگوں میں سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ شریک رہے۔ عالم باعمل، مجتہد، عابد وزاہد، سنتوں کے پابند، بدعاتِ قبیحہ سے نفرت کرنے والے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمانے والے تھے۔ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **''عبد اللہ بن عمر نیک آدمی ہیں۔''**[2]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے جب تک اپنے

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، ابواب تقصیر الصلاۃ، باب مسجد قباء، ۳/۱۸۲۔

2 . . . بخاری، کتاب التعبیر، باب الاستبرق ودخول۔۔۔ الخ، ۴/۴۱۴، حدیث: ۷۰۱۶۔

والد گرامی کی حیاتِ طیبہ کا مظہر نہ بن گئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خلفاء راشدین سمیت کم وبیش تیس ۳۰ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک ہزار چھ سو تیس احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت آپ کی نس نس میں بسی ہوئی تھی، آپ کے عشق رسول کو علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کچھ یوں بیان فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع کے شیدائی تھے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاں تشریف فرما ہوئے، یہ بھی وہیں بیٹھتے، جہاں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز ادا فرمائی، یہ بھی وہیں نماز ادا فرماتے، جہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اونٹنی باندھی یہ بھی وہیں اپنی اونٹنی باندھتے۔''[1] گویا جس چیز کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نسبت ہو جاتی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کی بے حد تعظیم وتوقیر فرماتے۔ علامہ نووی مزید فرماتے ہیں: ''آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک بار نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو بعد میں حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کو پانی لگادیا کرتے تھے تاکہ وہ مبارک درخت کہیں خشک نہ ہو جائے۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تقریباً تہتر ۷۳ ہجری میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن عمر کی مدنی تربیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! والدین کے اوصاف کا اثر ان کی اولاد میں بھی ہوتا ہے، جبکہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تو وہ تھے جن کی مدنی تربیت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود فرمایا کرتے تھے، حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ عشقِ رسول اور سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آثارِ مُقَدَّسہ کی تعظیم وتوقیر اپنے والد گرامی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی ملی تھی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود ان کے لیے درازیٔ عمر کی

---

1 . . . تھذیب الاسماء، حرف العین المھملۃ، ۱/ ۲۶۲۔

2 . . . الاصابۃ، عبد اللہ بن عمر، ۴/ ۱۶۱، رقم: ۴۸۵۳، تھذیب الاسماء، عبد اللہ بن عمر، ۱/ ۲۶۲۔

خواہش فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میرے گھر والوں، اولاد اور مال میں ہر کوئی ایسا ہے کہ میں اس پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا پسند کروں گا مگر عبد اللہ بن عمر کے بارے میں یہ پسند کروں گا کہ وہ میرے بعد بھی زندہ رہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”عرشِ الٰھی“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) مسجد قباء کی زیارت کرنا اور اس میں نماز پڑھنا مستحب ہے نیز یہاں نماز پڑھنا عمرے کی مثل ہے۔

(2) ہجرت کے بعد سب سے پہلے حضور عَلَیْہِ السَّلَام اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے مل کر اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد قباء تعمیر فرمائی۔

(3) بزرگانِ دِین و اولیاء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی زیارت کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے۔

(4) بعض ایام کو نیک اعمال کے لیے خاص کرنا اور اس پر ہیشگی اختیار کرنا بالکل جائز ہے۔

(5) بزرگوں کی مساجد و قیام گاہ متبرک ہیں اور ان کی زیارت کرنا ثواب ہے کیونکہ جہاں بزرگوں کے قدم پڑ جائیں وہ جگہیں تا قیامت برکت والی ہو جاتی ہیں۔

(6) مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی مسجد کی طرف اس نیت سے جانا ممنوع ہے کہ وہاں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ملے گا۔

(7) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی متبرک مقامات واشیاء کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسجد قباء و دیگر مقدس مقامات کی زیارت، اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضری اور ان سے فیض پانے کا شرف عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السادس والاربعون، ص ۱۴۱۔

باب نمبر:46 اللّٰہ کیلئے محبت کرنے کی فضیلت کا بیان

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت کرنے کی فضیلت، اس کی ترغیب دلانے، جس سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت ہو اسے بتادینے اور بتاتے وقت کہے جانے والے الفاظ کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے درمیان محبت واُلفت کو بھی پیدا فرمایا ہے، بندوں کی ایک دوسرے سے محبت کی کئی وجوہات ہوتی ہیں لیکن واضح رہے کہ جس طرح بغیر روح کے جسم بے کار ہے اسی طرح کوئی بھی نیک کام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے بغیر بے کار ہے۔ رضائے الٰہی کے بغیر کیے گئے بڑے سے بڑے نیک کام پر بھی ثواب کی کوئی امید نہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ کل بروزِ قیامت دکھاوے کے لیے کیے جانے والے تمام اَعمال کو بندے کے منہ پر مار دیا جائے۔ اسی طرح بندوں کی آپس میں کی جانے والی محبت کی مختلف صورتیں بھی فقط اسی صورت میں مفید ہیں جبکہ ان میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کی جائے۔ رضائے الٰہی کے لیے کی جانے والی محبت ہی محمود یعنی قابلِ تعریف اور باعثِ اجر وثواب ہے، اس کے علاوہ بقیہ تمام صورتیں مذموم یعنی ناقابل تعریف اور اجر وثواب سے خالی ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے کی فضیلت اور اس سے متعلقہ دیگر اُمور کے بارے میں ہے۔

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 11 احادیث بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مؤمنوں سے محبت، کفار سے نفرت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ۲۶، الفتح: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللّٰہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اس آیتِ مبارکہ میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے دو بہترین اوصاف کا بیان ہے کہ سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب آپس میں بہت نرم دل اور ایک دوسرے پر مہربان ہیں، اپنے دینی بھائیوں سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے بے پناہ محبت کرتے ہیں، جبکہ کفار پر بہت سخت اور شدید ہیں۔ تفسیر

روح البیان میں ہے: ”رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب کفار پر ایسے سخت ہیں جیسے شیر بکری پر سخت ہوتا ہے اور آپس میں ایسے مہربان و شفیق ہیں جیسے باپ بیٹے پر۔ یعنی جو اُن کے دین کی مخالفت کرتا ہے اس پر ایسی شدت و سختی کرتے ہیں کہ اپنے جسموں اور کپڑوں کو بھی اُس سے مَس نہیں ہونے دیتے، جبکہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نرمی و رحم دلی کا یہ عالَم ہے کہ جہاں کسی مسلمان کو دیکھتے ہیں مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔“[1] صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”(حضور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب) ایک دوسرے پر محبت ومہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبت اس حد تک پہنچی گئی کہ جب ایک مؤمن دوسرے کو دیکھے تو فرطِ محبت سے مصافحہ ومعانقہ کرے۔“[2]

(2) انصار اور مہاجرین صحابہ کی آپس میں محبت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ (پ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے۔

اس آیتِ مبارکہ میں انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کا بیان ہے کہ جب وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت میں اپنا مال و اسباب چھوڑ کر بے سَر و سامانی کے عالَم میں مکۂ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا، انہیں اپنے اموال اور گھروں میں حصہ دار بنایا اور ایثار وخیر خواہی کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا کہ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ علّامہ اَبُوعَبْدُ اللّٰہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”ہجرت کے بعد مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان انصار

---

1 ... تفسیر روح البیان، پ۲۶، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۹، ۹/۵۷۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۶، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۹۔

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے گھروں میں رہا کرتے تھے، جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس بنو نضیر کا مال آیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مہاجرین کے ساتھ نیک سلوک کرنے پر انصار کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر تم پسند کرو تو یہ مال تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کردوں اور یہ اسی طرح تمہارے گھروں اور اَموال میں حصہ دار رہیں اور اگر تم چاہو تو یہ مال انہیں دے دوں اور یہ تمہارے گھروں کو چھوڑ دیں؟'' حضرت سیدنا سعد بن معاذ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ یہ مال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور وہ ہمارے گھروں میں ہی رہیں۔'' سب نے ان سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: ''ہم اس پر راضی ہیں، ہم اس پر راضی ہیں۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انصار کا یہ جذبہ دیکھ کر اُن کے حق میں دعا فرمائی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اَنصار اور اُن کی اَولاد پر رحم فرما۔'' پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ مال مہاجرین اور فقط تین انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں تقسیم فرمادیا۔''[1]

حدیث نمبر: 375

ایمان کی مٹھاس

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: اَنْ يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دو عالم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا: (1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (2) صرف رضائے الٰہی کے لئے کسی سے محبت کرے اور (3) وہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کفر سے نجات دے دی تو اسے دوبارہ اس کی طرف جانا آگ میں ڈالے جانے کی طرح ناپسند ہو۔''

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ ۲۸، الحشر، تحت الآیۃ: ۹، ۹/ ۱۹، الجزء الثامن عشر۔

2 ... بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، ۱/ ۱۷، حدیث: ۱۶۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ جو ایمان کی مٹھاس کا طلبگار ہو اسے چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنا محبوب بنالے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں سے محبت کرے اور دین اسلام سے ایسی والہانہ محبت کرے کہ آگ میں جانا تو قبول کرلے مگر لمحہ بھر بھی اسلام چھوڑنا پسند نہ کرے۔ جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ خوش نصیب ایمان کی مٹھاس پالے گا۔

ایمان کی مٹھاس سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ایمان کی مٹھاس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو عبادت، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاطر مشقت برادشت کرنے میں لذت محسوس ہو۔ اِطاعتِ اِلٰہی بجالاکر، مَمْنُوعَاتِ شَرْعِیَّہ ترک کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کو دنیا اور اہلِ دنیا کی محبت پر ترجیح دے۔“ حضرت سیدنا قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: ”انسان کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت اور کفر سے نفرت اسی وقت متحقق ہوتی ہے جب اس کا ایمان قوی ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان کی برکت سے اسے شرحِ صدر نصیب ہو، اس کا نفس مطمئن ہو، اور ایمان اس کے رُوئیں رُوئیں میں سرایت کرجائے۔ جب انسان کو یہ تمام صفات مل جائیں تو اسے ایمان کی مٹھاس نصیب ہوتی ہے۔“[1]

ربّ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہے، جو کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہو اسے پسند کرے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہو اسے پسند نہ کرے۔ بعض علماء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”انسان یا تو ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے حواس کو لذت حاصل ہو، مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آواز، مزے دار کھانے وغیرہ یا پھر اُن سے محبت کرتا ہے جن سے عقل کو لذت ملے جیسے: علم وحکمت کی باتیں، تقویٰ وطہارت، علماء و متقی حضرات وغیرہ یا پھر ان سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کریں، اس سے محبت کریں، اس سے برائی اور نقصان کو دور کریں۔ جان لو کہ محبت کے

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بہن، ۱/ ۱۳، الجزء الثانی۔

یہ تمام اَسباب ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات بابرکت میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ عقل، حواس، حُسنِ اخلاق ودفعِ ضرر کی چاہت وغیرہ یہ تمام اُمور تقاضا کرتے ہیں کہ مخلوق میں سب سے زیادہ محبت حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہونی چاہیے۔ حواس آپ سے محبت کرتے ہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔ عقل آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ مخلوق میں سب سے بڑے عالِم اور متقی وپرہیزگار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں۔ اسی طرح حُسنِ سلوک اور دفعِ شر کی چاہت بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مُحسنِ اِنسانیت ہیں، آپ نے صراطِ مستقیم اور دائمی نعمتوں کی راہ دکھائی اور جہنم کے عذاب سے بچایا۔ اور اِن تمام محاسن وفضائل کا مبدا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہے، اس لئے سب سے زیادہ محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہی ہونی چاہیے۔"[1]

سب کچھ بارگاہِ خداوندی وبارگاہِ رسالت کی عطا:

فقیہِ اعظم شارحِ بخاری حضرت علّامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب کسی کا ایمان پختہ ہوگا تو اس کو اس بات پر یقین کامل ہوگا کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے یا ملتا ہے یا ملے گا سب کا دینے والا اللہ ہی ہے اور سب کچھ رسول (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے واسطے ہی سے ملا ہے اور ملے گا۔ رسول (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہی وہ واسطۂ عظمیٰ ہیں جنہوں نے اللہ کی معرفت کرائی۔ انہیں کے ذریعے ہمیں اسلام جیسا سچا دِین ملا۔ تو لامحالہ (یقیناً) اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت سب سے زیادہ پیدا ہوگی اور جب اللہ اور رسول کی اس درجہ اعلیٰ محبت پیدا ہو جائے گی تو لامحالہ اگر کسی سے محبت کرے گا تو اللہ ہی کے لئے کرے گا۔ یعنی اس لئے کرے گا کہ اس کے ساتھ محبت کرنے سے اللہ راضی ہوگا، اس لئے کہ یہ اللہ کا محبوب ومقبول بندہ ہے اور جب اللہ ورسول کی محبت رگ وپے میں بس جائے گی تو اس کا یہ لازمی اثر ہوگا کہ کفر سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان

---

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بهن، ۱/ ۱۴، الجزء الثانی۔

اور اِن تینوں چیزوں میں تلازُم ہے۔ جب ایمان پایا جائے گا تو یہ تینوں باتیں بھی پائی جائیں گی اور جب یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی تو ایمان بھی ضرور پایا جائے گا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"ایمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے، مسلمانوں سے صرف رضائے الٰہی کے لئے محبت رکھتا ہے اور کفر سے ایسی نفرت ہو کہ اس کی طرف جانے کے بجائے آگ میں جانا منظور ہو، تو ایسا بندۂ مومن ایمان کی مٹھاس کو پالیتا ہے۔

(2) سب سے بڑھ کر محبت حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کرنی چاہیے کیونکہ بندے کسی سے بھی عقل، حواس اور مروت وغیرہ کے سبب محبت کرتا ہے، عقل حواس، ایمان، مروت یہ سب اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ مخلوق میں سب سے زیادہ محبت نبیٔ آخر الزماں سرورِ ذیشان رحمتِ عالَمیاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہونی چاہیے۔

(3) مخلوق میں سب سے زیادہ حسین، انسانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ، سب سے زیادہ متقی وپرہیزگار ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔

(4) جس کو جو بھی ملتا ہے بارگاہِ الٰہی سے ملتا ہے لیکن حضور نبی رحمت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے واسطے اور وسیلے سے ملتا ہے۔

(5) جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جتنی زیادہ محبت ہو گی اسے کفر سے اتنی ہی زیادہ نفرت ہو گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی محبت عطا فرمائے، اپنے مسلمان بھائیوں سے رضائے الٰہی کے لئے محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، دینِ اسلام کی محبت میں مزید

1 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۱۹۔

پختگی اور ایمان کی مٹھاس عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:376

سایۂ عرش کسے ملے گا؟

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللہُ فِی ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِی عِبَادَةِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللہِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: اِنِّی اَخَافُ اللہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دو عالم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دن اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (1) عادل حکمران (2) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادتِ الٰہی میں گزری (3) وہ شخص جس کا دل مساجد میں لگا رہے (4) وہ دو شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت کریں، اسی کی محبت پر ایک دوسرے سے ملیں اور جدا ہوں۔ (5) وہ شخص جسے حسن و جمال والی عورت (برائی کے لئے) بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (6) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا ہی نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے راہِ خدا میں کیا خرچ کیا۔ (7) جو تنہائی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔“

(1) عدل وانصاف کرنے والا حکمران:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عدل و انصاف وہ خوبی ہے جس سے ایک بہترین معاشرے کا نظام بنتا ہے، حقوق کی حفاظت اور جرائم کی روک تھام ہوتی ہے، امن وامان اور اتحاد کی فضا قائم ہوتی ہے، دشمنوں پر

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین، ١/ ٤٨٠، حدیث: ١٤٢٣۔

ہیبت طاری ہوتی ہے، آپس کے جھگڑوں اور بگاڑ سے حفاظت رہتی ہے۔ الغرض جہاں عدل وانصاف سے کام لیا جائے وہ جگہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ عادِل بادشاہ مخلوق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جس کے سائے میں مخلوق آرام پاتی ہے، وہ اپنی رعایا کے لئے مہربان والد کی طرح ہے اس کا احترام لازم ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں عدل وانصاف کرنے والے حکمرانوں کے بہت سے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ پیارا اور سب سے زیادہ قُرب حاصل کرنے والا عادِل بادشاہ ہوگا اور سب سے زیادہ ناپسند اور سب زیادہ بعد یعنی دُوری حاصل کرنے والا ظالم بادشاہ ہوگا۔“[1]

عادِل حکمران نور کے منبروں پر:

عَلَّامَہ اَبُوالْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جو دو یا دو سے زیادہ لوگوں پر حاکم بنا اور اس نے ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیا تو اسے یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ حدیثِ پاک میں ہے: تم سب نگہبان ہو اور تم سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کریں وہ بروزِ قیامت رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔“[2]

(2) جوانی میں عبادت کی فضیلت:

واضح رہے کہ عبادت ہر عمر میں فضیلت والی اور باعثِ اَجر وثواب ہے لیکن جوانی میں عبادت کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے کیونکہ جوانی میں عبادت بہت مشکل اور نفس پر بہت گراں ہوتی ہے، اس وقت گناہوں کے مواقع کثیر ہوتے ہیں، شہوت اور برائی کی طرف ابھارنے والی قوت کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو جو اِن تمام رُکاوٹوں کے باوجود اپنی جوانی کو رضائے الٰہی والے کاموں میں صرف کرے اور اس کی بارگاہ میں تائب ہو تو وہ واقعی اعلیٰ فضیلت کا مستحق ہے۔

---

1 ... ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الامام العادل، ۳/ ۶۳، حدیث: ۱۳۳۴۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین، باب من فضل ترک الفواحش، ۸/ ۴۲۶۔

زمین وآسمان کے درمیان ستر قندیلیں:

مبلغ اسلام شیخ شعیب حریفیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ جوانی میں توبہ کرنے والا ہو کیونکہ نوجوان تر اور سرسبز ٹہنی کی طرح ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی جوانی اور ہر طرف سے شہوات ولذات سے لطف اُٹھانے اوران کی رغبت پیدا ہونے کی عمر میں توبہ کرتا ہے اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ دُنیا اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اس کے باوجود محض رضائے الٰہی کے لئے وہ ان تمام چیزوں کو ترک کردیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا مستحق بن جاتا ہے اوراس کے مقبول بندوں میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے۔ منقول ہے کہ ”ایک نوجوان جب توبہ کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے لئے زمین وآسمان کے درمیان ستر 70 قندیلیں روشن کی جاتی ہیں اور ملائکہ صف بستہ ہو کر بلند آواز سے تسبیح تقدیس کرتے ہوئے اسے مبارک باد دیتے ہیں۔ جب ابلیسِ لعین اس کو سنتا ہے تو کہتا ہے: ”کیا خبر ہے؟“ آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے: ”ایک بندے نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے صلح کرلی ہے۔“ تو ابلیس ملعون اس طرح پگھلتا ہے جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے۔“[1]

بارگاہِ الٰہی کا پسندیدہ نوجوان:

جوانی کی عبادت رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے، جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے۔ جوانی میں عبادت اور توبہ کے بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اس نوجوان کو پسند فرماتا ہے جس نے اپنی جوانی اِطاعتِ اِلٰہی میں گزاری۔“[2]

جوانی میں عبادت کرلیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہاں جوانی میں عبادت کی فضیلت بیان ہوئی وہیں

---

1 . . . حکایتیں اور نصیحتیں، ص۷۶۔

2 . . . حلیۃ الاولیاء، عبدالمالک بن عمر بن عبدالعزیز، ۵/ ۳۹۴، حدیث: ۷۴۹۶۔

ہمیں اس بات کی طرف بھی اُبھارا جارہا ہے کہ ہم اپنی جوانی میں ہی رب تعالٰی کی بارگاہ میں تائب ہوجائیں، گناہوں کو چھوڑ کر نیکیوں میں مصروف ہوجائیں کیونکہ نیکیاں کرنے کی حقیقی عمر جوانی ہی ہے کہ بڑھاپے میں تو عموماً نیکیاں کرنے کی وہ ہمت ہی باقی نہیں رہتی۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی جوانی میں عبادت وریاضت کی نہایت ہی خوبصورت انداز میں ترغیب دلاتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں:

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کر لو ابھی نوری جواں تم ہو

مُفَسِّرشہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں .... جب بڑھاپا آگیا پھر بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہوچکی .... یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

(3) مسجد سے قلبی لگاؤ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسجد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے۔ مسجد میں عبادت کی نیت سے بیٹھنا بھی ثواب ہے۔[1] مسجد میں پابندی سے حاضری دینے والے کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس کے ایمان کی گواہی دو۔[2] ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنے والے کو نماز کا ثواب ملتا ہے۔[3] فرشتوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔[4] فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[5] الغرض مسجد سے محبت کرنے والے کو دِین ودنیا کی بے شمار بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جس کا دل مسجد میں لگا رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر سے دائمی محبت کے صلے میں اسے اس دن عرشِ الٰہی کے سائے میں

---

1 ... احیاء العلوم، کتاب النیۃ ۔۔۔ الخ، بیان تفصیل اعمال ۔۔۔ الخ، ۵/۹۶۔
2 ... ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، ۴/ ۲۸۰، حدیث: ۲۶۲۶۔
3 ... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ۱/ ۲۳۳، حدیث: ۶۴۷۔
4 ... مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، ۳/ ۱۶۲، حدیث: ۳۵۵۹۔
5 ... بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ۔۔۔ الخ، ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۶۵۹۔

جگہ دی جائے گی جس دن عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ مؤمن مسجد میں ایسے خوش رہتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق کی حالت مسجد میں ایسی ہوتی ہے جیسے پرندے کی حالت پنجرے میں۔ "[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: "صوفیاء فرماتے ہیں کہ مؤمن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں۔ اسی لیے نماز کے بعد بلاوجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں۔ خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ اور جب باہر رہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں۔ "[2]

مسجد سے متعلق مختلف اُمور کے فضائل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسجد کی طرف چلنا، اس میں نماز ادا کرنا، اسے اپنا ٹھکانا بنالینا، مسجد سے محبت کرنا بھی عبادت ہے، احادیثِ مبارکہ میں ان تمام اُمور کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ 9 فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیش خدمت ہیں: (1) "مسجد کی طرف چلنا اور اس میں نماز پڑھنا بھی عبادت ہے۔ "[3] (2) "کیا میں تمہاری ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خطاؤں کو مٹاتا ہے اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔" عرض کی گئی: "کیوں نہیں، یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!" تو ارشاد فرمایا: "دشواری کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نَماز کا انتظار کرنا۔ "[4] (3) "مشقت کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آمدورفت اور ایک نَماز کے بعد دوسری نَماز کا انتظار کرنا گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔ "[5] (4) "مسجد ہر پرہیز گار کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے راحت، رحمت اور پل صراط سے باحفاظت گزار کر اپنی رضا والے گھر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔ "[6] (5) "بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھروں کو آباد کرنے والے

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلوۃ، ۲/۴۰۵ تحت الحدیث: ۷۰۱۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۱/۴۳۵۔
3. ... نسائی، کتاب الطھارۃ، باب مسح الاذنین مع الراس، ص ۲۵، حدیث: ۱۰۳۔
4. ... صحیح ابن حبان، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، ۲/۱۸۸، حدیث: ۱۰۳۶۔
5. ... مستدرک حاکم، کتاب الطھارۃ، باب فضیلۃ تحیۃ الوضوء، ۱/۳۴۲، حدیث: ۴۶۸۔
6. ... مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المسجد، ۲/۱۳۴، حدیث: ۲۰۲۶۔

ہی اللہ والے ہیں۔“[1] (6) ”جو مسجد سے محبت کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔“[2] (7) ”جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی اپنے ہاں آمد پر خوش ہوتے ہیں۔“[3] (8) ”بے شک شیطان ریوڑ کے بھیڑیئے کی طرح ایک بھیڑیا ہے جو پیچھے رہ جانے والی تنہا بھیڑ کو پکڑتا ہے، لہٰذا گھاٹیوں سے بچتے رہو اور جماعت، عام لوگوں اور مسجد سے تعلق کو اپنے اوپر لازم کرلو۔“[4] (9) ”بے شک کچھ لوگ (گویا) مساجد کے ستون ہوتے ہیں، ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں اگر وہ غائب ہوجائیں تو ملائکہ انہیں تلاش کرتے ہیں اور اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو ان کی مدد کرتے ہیں۔“[5]

(4) مسلمانوں سے رضائے الٰہی کے لئے محبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر مسلمان کو اپنے کریم ربّ عَزَّوَجَلَّ سے محبت ہے۔ اس محبت کا تقاضا یہ ہے اس کے نیک بندوں سے بھی محبت کی جائے کیونکہ بندہ جس سے محبت کرتا ہے اس سے تعلق رکھنے والی ہر شے سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں سے محبت قُربِ الٰہی کا باعِث ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے دوستی کرنے والوں کو بے شمار دِینی و دُنیوی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ بروزِ قیامت وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت اور اسی کی خاطر کسی سے نفرت فرض ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو دو شخص رضائے الٰہی کے لئے آپس میں محبت رکھیں اُن میں سے افضل وہ ہے جس کی محبت زیادہ ہو۔“ ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سَیِّدُنا ابو رَزِین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا:

---

1. ۔۔۔ معجم اوسط، ۲/۵۸، حدیث: ۲۵۰۲۔
2. ۔۔۔ مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المساجد، ۲/۱۳۵، حدیث: ۲۰۳۱۔
3. ۔۔۔ ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، ۱/۴۳۸، حدیث: ۸۰۰۔
4. ۔۔۔ مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۳۸، حدیث: ۲۲۰۹۰۔
5. ۔۔۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، ۳/۱۶۲، حدیث: ۳۵۵۹۔

''اے رَزین! جب تو تنہائی میں ہو تو ذِکرِ الٰہی کر لیا کر اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے محبت اور اسی کے لئے کسی سے بغض رکھ، بے شک! جب کوئی مسلمان اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اسے الوداع کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس نے تیری خوشنودی کے لئے اپنے بھائی سے اچھا سلوک کیا ہے تو بھی اس سے اچھا سلوک فرما۔'' ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ ''جب کوئی اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔''[1]

جنتی بالاخانوں کے رہائشی:

سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک! جنت میں یاقوت کے ستون ہیں، جن پر زبرجد کے بالاخانے ہیں، جن کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، وہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اِن بالاخانوں میں کون رہیں گے؟ ارشاد فرمایا: ''جو اللّٰہ کیلئے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور اسی کے لئے آپس میں بیٹھتے اور ملاقات کرتے ہیں۔''[2]

ربّ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے کا معنیٰ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں۔ بے دین اور بد عمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے۔ یونہی گہرے دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن کے تقویٰ پر خبر دار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے۔''[3]

(5) خوفِ خدا کی وجہ سے پاک دامنی:

جب کوئی حسین و جمیل، حسب نسب والی عورت کسی کو برائی کی طرف بلائے تو برائی سے بچنا بہت

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین، باب من فضل ترک الفواحش، ۸/۴۲۷۔

2 . . . شعب الایمان، باب قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ۔۔۔الخ، ۶/۴۸۷، حدیث: ۹۰۰۲۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۴۳۵۔

مشکل ہے کیونکہ ایسی عورت تک رسائی بہت مشکل ہوتی ہے اور جب وہ خود ہی برائی کی طرف بلائے تو اس وقت گناہ سے وہی بچ سکتا ہے جس پر خوفِ خدا کا غلبہ ہو، جو جلوت و خلوت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہو۔ایسے متقی و پرہیز گار شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اِس موقع پر گناہ سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنا فضل و کرم اور اِحسان فرمائے اور وہ تنہائی میں بھی اپنے رب کریم سے ڈرتا ہو۔چنانچہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۴۱) (پ ۳۰، النازعات: ۴۰، ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی ٹھکانا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِۚ(۴۶) (پ ۲۷، الرحمٰن: ۴۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

حضرتِ سَیِّدُنا کعب احبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جنت میں موتیوں سے بنا ایک گھر ہے جس میں ستر ہزار 70000 محل ہیں، ہر محل میں ستر ہزار 70000 گھر اور ہر گھر میں ستر ہزار 70000 کمرے ہیں۔اس میں صرف انبیاء، شہداء، صدّیقین،عادِل حکمران اور محکم فی النفس ہی داخل ہوں گے۔ حضرتِ سَیِّدَتُنا سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے حضرت سیدنا عُبَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ محکم فی النفس کون ہے؟“ فرمایا: ”وہ شخص جو بدکاری یا حرام مال کا طالب ہو لیکن جب بدکاری یا حرام مال پر قادر ہو جائے تو خوفِ خدا کے سبب حرام سے باز رہے۔“[1]

اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حاضری کا خوف:

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک فاحشہ عورت کے بارے میں کہا

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین، باب من فضل ترک الفواحش، ۸/۴۲۸۔

جاتا تھا کہ دنیا کا تہائی حسن اس کے پاس ہے۔ وہ اپنا آپ کسی کو سونپنے کا معاوضہ سو 100 دینار لیتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عابد کی نگاہ اس پر پڑ گئی اور وہ اس کا قُرب پانے کے لئے بے چین ہو کر سو 100 دینار جمع کرنے میں مشغول ہو گیا۔ جب مطلوبہ رقم پوری ہو گئی تو وہ اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ: ”تیرے حسن نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے، میں نے تجھے حاصل کرنے کے لئے اپنے ہاتھ کی محنت سے یہ سو 100 دینار جمع کئے ہیں۔“ اس فاحشہ نے کہا: ”یہ میرے وکیل کو دے دو، تاکہ وہ پرکھ لے۔“ جب وکیل نے دینار پرکھ لئے تو اس نے عابد کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب وہ گناہ کے لئے فاحشہ کے نزدیک بیٹھا، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کا خوف غالب آ گیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا اور اس کی شہوت جاتی رہی۔ اس نے فاحشہ سے کہا: ”مجھے چھوڑ دے، میں واپس جانا چاہتا ہوں، اور یہ سو 100 دینار بھی تو ہی رکھ لے۔“ عورت نے کہا: ”یہ کیا؟ میں تجھے پسند آئی، تو نے اتنی محنت سے یہ دینار جمع کئے اور اب جبکہ تیری خواہش پوری ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی، تو واپس جانا چاہتا ہے؟“ عابد نے کہا: ”میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا ہوں، اس لئے میرا تمام عیش ہوا ہو گیا ہے۔“

وہ طوائف یہ بات سن کر بہت متأثر ہوئی، چنانچہ اس نے کہا کہ: ”اگر واقعی یہ بات ہے تو میرا خاوند تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“ عابد نے کہا: ”مجھے چھوڑ دے، میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔“ عورت نے کہا: ”میں تجھے صرف اس شرط پر جانے دوں گی کہ تو مجھ سے شادی کر لے۔“ عابد نے کہا کہ: ”جب تک میں یہاں سے نکل نہ جاؤں، یہ ممکن نہیں۔“ عورت نے کہا کہ: ”ٹھیک ہے! لیکن اگر میں بعد میں تیرے پاس آؤں تو کیا تو مجھ سے شادی کر لے گا؟“ عابد نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“ پھر اس عابد نے منہ چھپایا اور اپنے شہر کو نکل کھڑا ہوا۔ اس عورت نے بھی توبہ کی اور اس عابد کے شہر میں پہنچ گئی، جب وہ پتہ معلوم کرتی ہوئی عابد کے سامنے پہنچی تو اِسے دیکھ کر اُس عابد نے ایک زور دار چیخ ماری اور خوف خدا کے سبب اس کی روح قفصِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ عورت نے لوگوں سے پوچھا کہ: ”اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے؟“ بتایا گیا کہ: ”اس کا ایک بھائی ہے جو بہت غریب ہے۔“ عورت اس کے بھائی کے پاس پہنچی اور اس سے کہا کہ: ”میں تیرے بھائی کی محبت کی بناء پر تجھ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔“ چنانچہ انہوں نے شادی کر لی۔ پھر اس توبہ

کرنے والی عورت کے سات بیٹے ہوئے اور سب کے سب نیک و صالح بنے۔[1]

مرے اشک بہتے رہیں کاش ہردم .... ترے خوف سے یا خدا یا الٰہی
ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھر تھر رہوں کانپتا یا الٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

(6) صدقہ وخیرات میں ریاکاری سے اجتناب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نفلی صدقہ اس طرح دینا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ اس میں اخلاص کی زیادتی اور ریاکاری کے اندیشے سے حفاظت ہے۔ جو اس طرح اخلاص کے ساتھ صدقہ دے گا اسے بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ نصیب ہو گی۔ ہاں! فرض صدقات جیسے زکوٰۃ وغیرہ اعلانیہ طور پر دینا بہتر ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو اور اسلام کے بنیادی امور لوگوں پر ظاہر ہوں۔ **مُفَسِّر شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں صدقہ نفلی مراد ہے صدقہ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقہ نفل علانیہ دینا مستحب ہے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۱) ترجمۂ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے۔[2]

ریاکاری اعمال کی تباہ کاری کا بڑا سبب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی بھی نیک عمل کے اندر ریاکاری اس عمل کو تباہ و برباد کرنے کا بہت بڑا سبب ہے، ریاکاری نیک عمل کو ایسے کھاجاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ اپنے اعمال کو ریاکاری کی تباہ کاری سے محفوظ رکھیے کیونکہ ریاکاری کی تباہ کاریاں شمار سے باہر ہیں، ریاکاری سے عمل ضائع ہو جاتا ہے، ریاکاری کرنے والوں کو شیطان کا دوست فرمایا گیا ہے، جہنم کی ایک وادی ریاکاروں کا ٹھکانہ ہو گی، ریاکاروں کو کل بروز قیامت بہت حسرت وندامت ہو گی، ریاکار کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے

---

1 . . . کتاب التوابین، توبۃ العابد والمرأۃ البغی، ص ۷۴، خوف خدا، ص ۱۰۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۶۔

خود جہنم بھی پناہ مانگتا ہے مگر ریاکاروں کو اس وادی میں داخل کیا جائے گا، کل بروزِ قیامت ریاکاروں کو ذلت ورسوائی کا عذاب دیا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ریاکار پر جنت کو حرام فرمایا دیا ہے، ریاکار تو جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، ریاکار زمین وآسمان دونوں میں ملعون ہے۔ الغرض ریاکاری اور دکھاوے میں کوئی بھلائی نہیں ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرنا یقیناً باعث اجر وثواب ہے لیکن خوب غور کرلیجئے کہ کہیں اس میں ریاکاری کا عنصر تو شامل نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ اجر وثواب کی بجائے ذلت والے عذاب کا سامنا کرنا پڑ جائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور ریاکاری کی تباہ کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین[1]

چھپا کر صدقہ دینے کی فضیلت:

چھپا کر صدقہ دینے کے احادیثِ مبارکہ میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ چھپا کر صدقہ دینے سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ''نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں اور پوشیدہ صدقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کردیتی ہے۔''[2] (2) ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تین آدمیوں سے محبت فرماتا ہے اور تین کو ناپسند فرماتا ہے۔ جن لوگوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے، ان میں سے ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی قوم کے پاس کوئی شخص آیا اور اپنی رشتہ داری کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر ان سے سوال کیا لیکن انہوں نے اسے دینے سے منع کردیا، اس کے بعد اُس کے پیچھے یہ شخص آیا اور چھپا کر اسے کچھ عطا کردیا اور اس کے عطیہ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک قوم رات کو سفر پر نکلی یہاں تک جب نیند ان پر غالب آگئی اور وہ سوگئے تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں گڑگڑانے لگا اور میری (یعنی کلامُ اللہ کی) آیتیں تلاوت کرنے لگا، تیسرا وہ شخص جس نے جنگ کے دوران دشمن کا سامنا کیا پھر انہیں شکست ہوئی مگر یہ شخص شہید ہونے یا فتح پانے تک پیچھے نہ ہٹا اور اللہ تعالٰی کے تین ناپسندیدہ شخص یہ ہیں: بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور ظالم مالدار۔''[3]

---

[1] ...ریاکاری کی مزید معلومات کے لیے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۶۶ صفحات پر مشتمل کتاب ''ریاکاری'' کا مطالعہ کیجئے۔

[2] ...معجم کبیر، ۸/ ۲٦۱، حدیث: ۸۰۱۴۔

[3] ...ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، ۴/ ۲۵٦، حدیث: ۲۵۷۷۔

(3) ”جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کانپنے لگی اور الٹ پلٹ ہونے لگی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دیں تو وہ ساکن ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ملائکہ کو پہاڑوں کی طاقت پر تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا: ” اے رب عَزَّوَجَلَّ! کیا تو نے پہاڑوں سے زیادہ طاقتور کوئی چیز پیدا فرمائی ہے ؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ” ہاں! وہ لوہا ہے۔“ پھر فرشتوں نے عرض کیا: ”کیا لوہے سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟“ فرمایا: ”ہاں! وہ آگ ہے۔“ پھر ملائکہ نے عرض کیا: ”آگ سے بھی طاقتور چیز پیدا فرمائی ہے ؟“ فرمایا: ”ہاں! وہ پانی ہے۔“ پھر ملائکہ نے عرض کیا: ”کیا پانی سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے ؟“ فرمایا: ”ہاں! وہ ہوا ہے۔“ فرشتوں نے پھر عرض کیا: ”کیا ہوا سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے ؟“ فرمایا: ”(ہاں) ابن آدم جب اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔“[1]

مِرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو .... کر اخلاص ایسا عطا یا الٰہی

(7) تنہائی میں خوفِ خدا سے رونا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جس آخری شخص کا ذکر ہے کہ کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا وہ تنہائی میں ذِکرُ اللّٰہ کر کے خوفِ خدا کے سبب رونے والا شخص ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس میں خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت کا بیان ہے۔ بندے کے لئے مستحب ہے کہ کچھ نہ کچھ وقت تنہائی میں گزارے تاکہ گناہوں پر شرمندگی ہو، اِخلاص کے ساتھ اپنے ربّ کریم کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرسکے، اپنی بخشش کے لئے خوب گڑگڑائے کہ مُضْطَر کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ سارا وقت صرف اپنی ذات کے لئے غفلتوں میں صَرف ہو جیسا کہ جانوروں کی حالت ہوتی ہے جو قیامت اور ساری مخلوق کے سامنے حساب کتاب جیسی ہولناکیوں سے بے خوف ہیں۔ تو جو اِن ہولناکیوں سے محفوظ نہیں اسے چاہیے کہ خلوت میں خوب روئے، دنیوی زندگی کو قید خانہ محسوس کرے کیونکہ اسی میں گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: ”جو

[1] . . . ترمذی، کتاب التفسیر، باب ۹۵، ۵/ ۲۴۲، حدیث: ۳۳۸۰۔

مسلمان اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے روئے تو وہ جہنم میں داخل نہ ہو گا یہاں تک دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔" منقول ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: "اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! جو تیرے خوف سے روئے یہاں تک کہ آنسو اس کے چہرے پر بہہ جائیں تو تُو اسے کیا اجر عطا فرمائے گا؟" ارشاد ہوا: "میں اس کے چہرے کو جہنم کی لپٹ سے محفوظ رکھوں گا اور اسے گھبراہٹ والے دن (یعنی قیامت) سے امن عطا فرماؤں گا۔"[1]

خوفِ خدا سے رونے کے فضائل:

امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف "نیکی کی دعوت" سے رونے کے چند فضائل پیش خدمت ہیں: "میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ اور عشقِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں رونا ایک عظیم الشّان "نیکی" ہے، اِس لئے حُصولِ ثواب کی نیّت سے اِس نیکی کی ترغیب پر مبنی نیکی کی دعوت پیش کرتے ہوئے رونے کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ کاش! کہیں ہم بھی سنجیدگی اپنانے اور خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ و عشقِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں آنسو بہانے والے بنیں۔

رونے والی آنکھیں مانگو رونا سب کا کام نہیں .... ذِکرِ مَحَبَّت عام ہے لیکن سوزِ مَحَبَّت عام نہیں

(1) فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "جس مُؤمن کی آنکھوں سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں اگرچِہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، پھر وہ آنسو اُس کے چہرے کے ظاہِری حصّے کو پہنچیں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔"[2] (2) فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "وہ شخص جہنم میں داخِل نہیں ہو گا جو اللّٰہ تعالٰی کے ڈر سے رویا ہو۔"[3] (3) امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: "جب تم میں سے کسی کو خوفِ خدا سے رونا آئے تو وہ آنسوؤں کو کپڑے سے صاف نہ کرے بلکہ رُخساروں پر بہہ جانے دے کہ وہ اِسی حالت میں ربّ تعالٰی کی بارگاہ میں

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین، باب من فضل ترک الفواحش، ۸/۴۲۶۔

2 ... شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/۴۹۱، حدیث: ۸۰۲۔

3 ... شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/۴۸۹، حدیث: ۷۹۸۔

حاضِر ہو گا۔"[1] (4) حضرت سیدنا کعب احبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ڈر سے روئے اور اُس کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جائے تو آگ اُس (رونے والے) کو نہ چُھوئے گی۔"[2]
(5) حضرت سیدنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو کا ایک قطرہ بہنا میرے نزدیک ایک ہزار دینار صَدَقہ کرنے سے بہتر ہے۔"[3] (6) "حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نَماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خوفِ خدا کے سبب اِس قَدَر گریہ و زاری فرماتے (یعنی روتے) کہ ایک مِیل کے فاصلے سے ان کے سینے میں ہونے والی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی۔"[4] (7) حضرتِ سَیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نَماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (خوفِ خدا سے) اِس قَدَر روتے کہ دَرَخت اور مِٹّی کے ڈَھیلے بھی ساتھ رونے لگتے حتی کہ آپ کے والدِ مُحترم حضرتِ سَیِّدُنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام بھی دیکھ کر رونے لگتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے۔ مسلسل بہنے والے آنسوؤں کے سبب حضرتِ سَیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے رُخسارِ مبارَک (یعنی بابرکت گالوں) پر زَخم ہو گئے تھے۔[5] (8) حضرت سیدنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والد گرامی حضرت سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے حوالے سے فرمایا: "جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جسے وُہی طے کر سکتا ہے جو بہُت رونے والا ہو۔"[6]

جی چاہتا ہے پھوٹ کے رووں ترے ڈر سے
اللہ! مگر دل سے قساوت نہیں جاتی

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی اپنے خوف اور عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں رونا نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۴۹۳، حدیث: ۸۰۸۔
2 . . . درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون فی بیان البکاء، ص ۲۵۳۔
3 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۵۰۲، حدیث: ۸۴۲۔
4 . . . احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الانبیاء والملائکۃ علیھم الصلاۃ والسلام فی الخوف، ۴/ ۲۲۴۔
5 . . . خوفِ خدا، ص ۴۵۔
6 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۴۹۳، حدیث: ۸۰۹۔

سایۂ عرش کس کس کو ملے گا؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں فقط سات ایسے افراد کا ذکر ہے جنہیں کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، لیکن ان سات افراد کے علاوہ بھی کئی ایسے افراد ہیں جنہیں کل عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائی جائے گی۔ ان تمام افراد کی تفصیلات کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۸۸ صفحات پر مشتمل امام جلال الدین سیوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی کتاب ''تَمْھِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش'' ترجمہ بنام ''سایہ عرش کس کس کو ملے گا؟'' کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' کے 19 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 19 مدنی پھول

(1) کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرش اور اس کی رحمت کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا، کئی ایسے خوش نصیب لوگ ہوں گے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے سائے میں جگہ ملے گی۔

(2) عدل وانصاف کی بدولت معاشرے کی اصلاح، حقوق کی حفاظت، جرائم کی روک تھام، امن وامان اور اتحاد کی فضا قائم ہوتی ہے، نیز عادل حکمران بھی کل بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں ہو گا۔

(3) عادل بادشاہ مخلوق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جس کے سائے میں مخلوق آرام پاتی ہے۔

(4) گناہوں کے مواقع میسر ہونے کے باوجود گناہوں سے بچ جانا یہ فضلِ خداوندی کی بدولت ممکن ہے۔

(5) عبادتِ الٰہی بہر صورت محمود یعنی پسندیدہ ہے لیکن جوانی میں کی گئی عبادت بڑھاپے میں کی جانے والی عبادت سے بہت زیادہ افضل ہے، کیونکہ جوانی میں آزمائشیں زیادہ ہوتی ہیں، نیز اس وقت جسمانی طور پر بھی بندہ زیادہ قوی ہوتا ہے، جبکہ بڑھاپے میں کمزوری اور نقاہت طاری ہو جاتی ہے۔

(6) مسجد کی طرف عبادت کی نیت سے چلنا، اس میں عبادت کرنا، اس کی زیارت کرنا، وہاں ذکر اللہ کرنا

نیز مسجد میں ہی پڑے رہنا بھی باعثِ اجر و ثواب ہے۔

(7) مؤمن مسجد میں ایسے ہے جیسے مچھلی پانی میں کہ اس کا پانی کے بغیر زندہ رہنا مشکل ہے، ویسے ہی حقیقی مؤمن مسجد کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کا دل مسجد میں ہی لگتا ہے۔

(8) جس مؤمن کا دل مسجد میں ہی لگا رہے اسے بھی کل بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا۔

(9) جو دو اشخاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے آپس میں ملتے اور جدا ہوتے ہیں ایسے لوگ بھی کل بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔

(10) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہے، جو کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہو یہ بھی اسے پسند کرے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہو یہ بھی اسے ناپسند کرے۔

(11) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کے نیک بندوں سے محبت کی جائے۔

(12) جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرے تو فرشتے اُس کی دعا پر آمین کہتے ہیں، لہٰذا ایسی دعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جاتی ہے۔

(13) خلوت میں یادِ الٰہی کرتے ہوئے خوفِ خدا سے رونا بہت سعادت کی بات ہے، خوفِ خدا سے رونے والوں کی احادیث میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

(14) جو شخص خلوت میں ذِکرِ الٰہی کرے اور خوفِ خدا کے سبب روئے اسے بھی کل بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ نصیب ہو گی۔

(15) یہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے پر اس کا بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود وہ خوفِ خدا کے سبب اسے ترک کر دے۔

(16) جسے کوئی مال و جمال والی عورت گناہ کے لیے بلائے لیکن وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے اس کے ساتھ بدکاری کرنے سے باز رہے تو ایسا شخص بھی کل بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں ہو گا۔

(17) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ صدقہ کرنا اور مال و دولت خرچ کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

(18) فرض صدقات اعلانیہ دینا اور نفلی صدقات چھپا کر دینا افضل ہے۔

(19) ریاکاری کی تباہ کاریوں سے بچیے کہ ریاکاری نیک اعمال کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عدل وانصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی جوانی کو عبادتِ الٰہی میں بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا دل مسجد میں لگائے، مساجد سے ہمیں محبت عطا فرمائے، ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت اور اسی کے لیے ملنے وجدا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں خلوت وجلوت دونوں میں اپنے خوف سے رونے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بدکاری جیسی موذی بیماری سے محفوظ فرمائے، ہمیں اپنی راہ میں اخلاص کے ساتھ صدقہ کرنے اور مال ودولت خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:377

روزِ قیامت عِزَّت اَفزائی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ: اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ؟ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت فرمائے گا: کہاں ہیں میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والے؟ آج میں انہیں اپنے (عرش کے) سائے میں رکھوں گا کہ آج میرے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔“

ربِ تعالیٰ کے استفسار فرمانے کی وجہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں اُن خوش نصیبوں کے لئے بشارت ہے جن کی آپس کی محبت صرف جلالِ الٰہی اور رضائے الٰہی کی وجہ سے ہو۔ اس محبت کی بدولت انہیں قیامت کے اس ہولناک اور وحشت والے دن عرش کا سایہ نصیب ہو گا، جب سورج ایک یا سوا میل پر رہ کر آگ برسا رہا ہو گا، تانبے

1 ... مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص ۱۳۸۸، حدیث: ۲۵۶۶۔

کی دہکتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں، ننگے بدن کھڑا کر دیا جائے گا اور اس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرش اور اس کی رحمت کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہر چیز کا علم ہے اس کے باوجود یہ فرمانا کہ میرے جلال کے سبب محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ یہ اس لئے ہوگا تاکہ ساری مخلوق کے سامنے اُن خوش نصیبوں کی عزت افزائی ہو۔[1]

جلالِ الٰہی کی وجہ سے آپس میں محبت:

مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان فرمایا گیا کہ جلالِ الٰہی کی وجہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ یہاں جلالِ الٰہی سے کیا مراد ہے؟ شارحین نے اس کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی جن کی آپس کی محبت صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہیبت اور اس کی تعظیم و فرمانبرداری کے لئے ہو کسی دنیوی یا اور کسی مقصد کے لئے نہ ہو۔“[2] عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی میری عظمت اور میری اطاعت کے ساتھ محبت کرنے والے۔“[3] علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی کہاں ہیں وہ لوگ؟ جن کی محبت نفسانی و شیطانی خواہشات سے پاک تھی اور وہ ایک دوسرے سے محبت امورِ دنیا میں سے کسی دنیوی امر کی وجہ سے نہیں بلکہ میری اور میری رضا کے لیے کیا کرتے تھے۔“[4]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سائے سے کیا مراد ہے؟

شرح صحیح مسلم میں ہے: قاضی عیاض مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سائے سے مراد عرش کا سایہ ہے یعنی جن کی آپس کی محبت صرف رضائے الٰہی کے لئے ہوگی، کل بروزِ قیامت وہ عرش کے سائے میں ہوں گے تاکہ سورج کی تپش، محشر کی گرمی اور مخلوق کے سانسوں کی گرمی سے حفاظت میں

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الحب فی اللہ والحث علیه، ۲/ ۲۵۱، تحت الحدیث: ۳۷۷۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الحب فی اللہ والحث علیه، ۲/ ۲۵۱، تحت الحدیث: ۳۷۷۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الحب فی اللہ تعالی، ۸/ ۱۲۳، الجزء السادس عشر۔

4 . . . فیض القدیر، ۲/ ۳۹۲، تحت الحدیث: ۱۹۲۷۔

رہیں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سائے سے مراد اس کی پناہ ہے۔ یعنی بروز قیامت وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں ہوں گے جس کی وجہ سے ناپسندیدہ اُمور سے محفوظ رہیں گے اور ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سائے سے مراد راحت و سکون ہے یعنی بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں راحت و سکون عطا فرمائے گا۔“(1)

روزِ قیامت پُرنور چہرے اور بے خوف لوگ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جن مسلمانوں کی آپس کی محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرآن کی وجہ سے ہو، آپس کی قرابت داری یا کسی مالی لَین دَین کی وجہ سے نہ ہو تو بروزِ قیامت ان پر انعام اکرام کی ایسی برسات ہو گی کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام وشُہَدَاء عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام بھی ان پر رشک کریں گے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں، نہ شہید، روزِ قیامت اُن کے مقام و مرتبے کو دیکھ کر حضراتِ انبیاء و شہداء بھی اُن پر رشک کریں گے۔“ عرض کی گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمیں بھی ارشاد فرمایئے کہ وہ کون لوگ ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”وہ لوگ جو آپس کی قرابت داری اور مالی لَین دَین کے وجہ سے محبت نہیں کرتے بلکہ قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اُن کے چہرے بھی نورانی ہوں گے اور وہ خود بھی پُرنور ہوں گے، جب تمام لوگ خوفزدہ ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہیں ہو گا اور جب تمام لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہ ہو گا۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (پ ۱۱، یونس: ۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔(2)

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فی فضل الحب فی اللہ، ۸/ ۱۲۳، الجزء السادس عشر۔

2 ... ابوداود، کتاب الاجارہ، باب فی الرھن، ۳/ ۴۰۲، حدیث: ۳۵۲۷۔

مدنی گلدستہ

”عرشِ الٰہی“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) کل بروزِ قیامت چند خوش نصیب لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی عزت افزائی کے لیے خود رب تعالٰی انہیں یاد فرمائے گا اور ان کے لیے انعامات واعزازات کا اعلان فرمائے گا۔

(2) جو لوگ دنیا میں فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال، اس کی عزت وعظمت، اس کی بڑائی اور اس کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے ہوں گے تو رب تعالٰی ان پر خصوصی انعامات واکرام کی بارش فرمائے گا۔

(3) کل بروزِ قیامت انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہدائے عظام کو خصوصی مقام ومرتبہ عطا فرمایا جائے گا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کو وہ انعام واکرام دیے جائیں گے کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔

(4) خالص رضائے الٰہی کے لئے وہی محبت ہوتی ہے جو ہر قسم کے دُنیوی اَغراض ومَقاصد سے پاک ہو۔

(5) جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک اور متقی پرہیزگار بندے ہیں، قیامت کے دن جب تمام لوگ خوفزدہ اور غمگین ہوں گے تو انہیں نہ تو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی کوئی غم۔

(6) رضائے الٰہی کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے کل بروزِ قیامت چہرے بھی نورانی ہوں گے اور وہ خود بھی نورانی ہوں گے۔

(7) روزِ قیامت گرمی وتپش اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہوگی، عرشِ الٰہی کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ مخلوق اس دن کی ہولناکی سے دوچار ہو گی مگر بعض خوش نصیبوں کو عرش کے سائے میں جگہ ملے گی جہاں وہ راحت وسکون میں ہوں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے جنہیں عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا، کل بروزِ قیامت جنہیں نہ تو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی کوئی غم۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:378

ایمان کے بغیر دخول جنت ناممکن

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَكُمْ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تم مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو اور کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسے بجالاؤ تو آپس میں محبت پیدا ہوجائے؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔“

مؤمن ہی جنت میں داخل ہوں گے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ جنت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وہ نعمت ہے جو اس نے فقط مؤمنوں کے لیے بنائی ہے۔ اس میں فقط مؤمنین ہی داخل ہوں گے، کافروں پر جنت حرام ہے، بعض مؤمنین تو اَوّلًا کہ ان پر رب تعالیٰ کا کرم ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے اور بعض وہ کہ اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ کوئی کافر جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ یہاں حدیث پاک میں بھی جنت میں داخلے کے لیے اصل ایمان کو مشروط فرمایا گیا ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک ایمان نہ لے آئے کیونکہ جنت کافروں پر حرام ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۙ﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۰) ترجمۂ کنزالایمان: ”بے شک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔“[2] تمام شارحین نے اسی

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون۔۔۔الخ، ص ۴۷، حدیث: ۹۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فضل السلام۔۔۔الخ، ۳/ ۲۵۳، تحت الحدیث: ۸۴۶۔

بات کی تصریح فرمائی ہے کہ یہاں جنت میں داخلہ مطلق ایمان پر موقوف فرمایا گیا ہے۔

کامل مؤمن نہیں ہوسکتے:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ یہاں کامل مؤمن ہونے کی نفی ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی اپنے مسلمان بھائیوں سے محبت کئے بغیر نہ ہی تمہارا ایمان کامل ہو سکتا ہے اور نہ تمہاری ایمانی حالت درست ہوسکتی ہے۔“[1] چنانچہ عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّحْمٰن جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہاں کمالِ ایمان کی نفی ہے۔ یعنی تم اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔“[2] تقریباً تمام شارِحین نے اسی بات کی تصریح فرمائی ہے کہ یہاں ایمان کامل کی نفی ہے۔

اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں مسلمانوں کی ایک دوسرے سے محبت کو کمال ایمان کی نشانی بیان فرمایا گیا ہے۔ واقعی کامل مؤمن اپنے مسلمان بھائیوں سے محبت کرنے والا ہوتا ہے، کیونکہ اسلام نے مسلمانوں کو الفت ومحبت کا درس دیا ہے، اسلام میں کسی بھی مسلمان سے، اس کی آل اولاد، اس کے رشتہ داروں، دوستوں یا دیگر متعلقین سے بلاوجہِ شرعی نفرت کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ مسلمانوں کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہی اُن کے درمیان بھائی چارے کو فروغ کا سبب ہے، باہمی الفت ومحبت بڑی بڑی معاشرتی اچھائیوں کو فروغ دینے اور بڑے بڑے گناہوں کے خاتمے میں ایک بہترین معاون کا کردار ادا کرتی ہے۔ جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو ایک دوسرے کی غیبت، چغلی، بہتان، تہمت، بُغض اور حسد جیسی بیماریوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں، جبکہ آپس میں نفرت اور دشمنی ان سب باطنی بیماریوں کو پیدا کرتی اور پھیلاتی ہے۔ الغرض مؤمن کامل کی صفت الفت ومحبت

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون، ١/ ٣٦، الجزء الثانی۔

2 . . . الدیباج علی مسلم، ١/ ٧١، تحت الحدیث: ٥٤۔

ہے، بغض و نفرت نہیں۔ دیگر احادیثِ مبارکہ میں بھی مؤمن کی اس صفت محبت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”مؤمن محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور جو شخص نہ خود محبت کرے اور نہ اس سے محبت کی جائے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔“[1]

محبتِ مسلمین سے متعلق مختلف اَقوال:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۳۹۹ صفحات پر مشتمل کتاب ”احیاء العلوم“ جلد ۲، ص۵۷۹ تا ۵۸۲ سے مسلمانوں سے محبت کے متعلق چند اقوالِ بزرگانِ دِین پیشِ خدمت ہیں:

(1) حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میں دن میں روزہ رکھوں اور افطار نہ کروں، رات بھر بغیر سوئے قیام کروں اور وقفے وقفے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مال خرچ کرتا رہوں لیکن جس دن مروں اس دن میرے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کی محبت اور اس کے نافرمانوں سے عداوت نہ ہو تو یہ تمام چیزیں مجھے کچھ نفع نہ دیں گی۔“ (2) حضرت سَیِّدُنا ابنِ سماک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے وفات کے وقت فرمایا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو جانتا ہے اگرچہ میں تیری نافرمانی کیا کرتا تھا لیکن تیرے فرمانبرداروں سے محبت بھی کرتا تھا، میرے اسی عمل کے سبب مجھے اپنا قُرب عطا فرما دے۔“ (3) حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص رکنِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر ستر 70 سال عبادت کرے پھر بھی قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اسی کے ساتھ اٹھائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا۔“ (4) حضرت سَیِّدُنا مُجاہِد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے جب ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہیں تو ان کی خطائیں ایسی مٹتی ہیں جیسے سردیوں میں درختوں کے خشک پتے جھڑ جاتے ہیں۔“ (5) حضرت سَیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”انسان کا محبت و مہربانی کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔“

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۳۶۲، حدیث: ۹۲۰۹۔

اپنے درمیان سلام کو عام کرو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے باہمی محبت کو پیدا کرنے کا ایک بہترین نسخہ عطا فرمایا ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ اس فرمانِ عالی میں سلام عام کرنے کی بہت زیادہ ترغیب ہے، تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ سلام کو عام کریں، ہر شخص کو سلام کریں چاہے اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ کسی کے دل میں محبت داخل کرنے کا سب سے پہلا سبب سلام ہے۔ جب کوئی شخص دوسرے کو سلام کرتا ہے تو فطری طور پر اس کے دل میں سلام کرنے والے کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ سلام کرنا دراصل اگلے شخص کو اس کی جان، مال، عزت وآبرو کی سلامتی کی دعا اور ضمانت ہے۔ سلام حصولِ محبت کی چابی ہے۔ ذاتی دشمن کو بھی بندہ جب سلام کرتا ہے تو اس کا دل بھی نرمی کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ سلام مسلمانوں کا ایسا شعار ہے جس کا اظہار اُنہیں دیگر قوموں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ سلام میں ریاضتِ نفس، عاجزی اور مسلمانوں کی حرمات کی تعظیم ہے۔

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے کہ جس میں یہ تین باتیں جمع ہو جائیں وہ ایمان کو جمع کر لیتا ہے: (1) اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا (2) سلام عام کرنا اور (3) تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔ سلام کی وجہ سے قطع تعلقی، کینہ وفساد سے حفاظت رہتی ہے اور یہ لازم ہے کہ سلام صرف اور صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو کسی نفسانی خواہش کی وجہ سے نہ ہو اور یہ بھی نہ ہو کہ سلام صرف اپنے دوست احباب ہی سے کرے بقیہ کو چھوڑ دے بلکہ بلا امتیاز ہر مسلمان بھائی کو سلام کرے۔"[1]

سلام کرنے کی سنتیں اور آداب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے، بدقسمتی سے آج کل یہ سنت بھی ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون، ۱/ ۳۶، الجزء الثانی۔

جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سے ابتدا کرنے کے بجائے ”آداب عرض، کیا حال ہے؟ مزاج شریف، صبح بخیر، شام بخیر“ وغیرہ وغیرہ عجیب و غریب کلمات سے ابتدا کرتے ہیں، یہ خلافِ سنت ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی ”خدا حافظ، گڈ بائی، ٹاٹا“ وغیرہ کہنے کے بجائے سلام کرنا چاہیے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بعد اگر ”خدا حافظ“ کہہ دیں تو حرج نہیں۔ سلام جیسی پیاری سنت کو عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے آداب سے واقفیت ہو، چنانچہ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۲۲ صفحات پر مشتمل کتاب ”**سنتیں اور آداب**“ ص ۱۰ سے سلام کرنے کی چند سنتیں اور آداب پیشِ خدمت ہیں: (1) سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں: ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی تم پر سلامتی ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔“ (2) سلام کے جواب کے بہترین الفاظ یہ ہیں: ”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔“ (3) عام طور پر معروف یہی ہے کہ ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ ہی سلام ہے۔ مگر سلام کے دوسرے بھی بعض صیغے ہیں۔ مثلاً کوئی آکر صرف کہے ”سلام“ تو بھی سلام ہو جاتا ہے اور ”سلام“ کے جواب میں ”سلام“ کہہ دیا، یا ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ ہی کہہ دیا، یا صرف ”وَعَلَیْکُمْ“ کہہ دیا تو بھی جواب ہو گیا۔“ (4) ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہیے خواہ ہم اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ ہو سکے تو جب بس میں سوار ہوں، کسی اسپتال میں جانا پڑ جائے، کسی ہوٹل میں داخل ہوں جہاں لوگ فارغ بیٹھے ہوں، جہاں جہاں مسلمان اکٹھے ہوں، سلام کر دیا کریں۔ یہ دو الفاظ زبان پر بہت ہی ہلکے ہیں، مگر ان کے فوائد و ثمرات بہت ہی زیادہ ہیں۔ (5) بات چیت شروع کرنے سے پہلے ہی سلام کرنے کی عادت بنانی چاہیے۔ (6) جب کوئی کسی کا سلام لائے تو اس طرح جواب دیں ”عَلَیْكَ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ یعنی تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو۔“ (7) جب گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کیا کریں اس سے گھر میں برکت ہوتی ہے اور اگر خالی گھر میں داخل ہوں تو ”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ“ کہیں یعنی اے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر سلام ہو۔ ”گھر میں جب داخل ہوں اس وقت بھی سلام کریں اور جب رخصت ہونے لگیں، اس وقت بھی سلام کریں۔ (8) اگر کچھ لوگ جمع ہیں ایک نے آکر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ تو کسی ایک کا جواب دے دینا کافی ہے۔ اگر ایک نے

بھی نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گے۔ (9) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے سے دس نیکیاں، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں جبکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔(10) سلام کا فوراً جواب دینا واجب ہے۔ اگر بلا عذر تاخیر کی تو گناہ گار ہو گا اور صرف جواب دینے سے گناہ معاف نہیں ہو گا، توبہ بھی کرنا ہو گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی سلام جیسی پیاری سنت کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

"سلام کرو" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) جنت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت ہی پیاری نعمت ہے جو اس نے تمام مسلمانوں کے لیے تیار فرمائی ہے، جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوں گے، کافروں پر جنت حرام ہے۔

(2) اسلام ہمیں الفت و محبت کا درس دیتا ہے، اور بندہ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا جب تک وہ دوسرے مسلمان بھائیوں سے محبت نہ کرے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے جو محبت کی جائے وہی محمود یعنی قابل تعریف ہے۔

(4) سلام کرنا آپس میں الفت و محبت پیدا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

(5) سلام حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔

(6) سلام کی وجہ سے محبتیں بڑھتیں اور نفرتیں ختم ہوتی ہیں۔

(7) واقف وناواقف سب کو سلام کرنا چاہیے البتہ جنہیں شریعت نے منع کیا ہے انہیں سلام نہ کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں سلام جیسی پیاری سنت کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:379

فرشتے نے خوشخبری دی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهُ فِیْ قَرْیَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰی مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَیْهِ قَالَ: اَیْنَ تُرِیْدُ؟ قَالَ: اُرِیْدُ اَخًا لِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ. قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَیْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَیْهِ؟ قَالَ: لَا غَیْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُهُ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ: فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ فِیْهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک شخص اپنے ایک مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے دوسری بستی کی طرف چلا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر فرمادیا جب وہ اس کے پاس پہنچا تو فرشتے نے پوچھا: ”کہاں کا ارادہ ہے؟“ اس نے کہا: ”اس بستی میں میرا ایک دینی بھائی ہے اس کے پاس جارہا ہوں۔“ اس نے کہا: ”کیا تجھ پر اس کا کوئی احسان ہے جس کا بدلہ دینے جارہے ہو۔“ اس نے کہا: ”نہیں، بلکہ میں اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرتا ہوں۔“ فرشتے نے کہا: ”بے شک! میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تیرے لیے یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرتا ہے ایسے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی تجھ سے محبت فرماتا ہے۔“

مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے جانا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ایسے مسلمان بندے کا ذکر خیر ہے جو اپنے بھائی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ملاقات کو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے جانا بھی ایک بابرکت اور مبارک عمل ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کی رضائے الٰہی کی خاطر زیارت یا ملاقات کو جانے والے کے بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ تین فرامینِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ”جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے اپنے کسی اِسلامی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو ایک منادی اسے مخاطب کرکے کہتا ہے کہ: خوش ہو جا کیونکہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔“[2] (2) ”نبی جنت

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص ١٣٨٨، حدیث: ٢٥٦٧۔

2 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی زیارة الاخوان، ٣/٤٠٦، حدیث: ٢٠١٥۔

میں جائے گا، صدیق جنت میں جائے گا اور وہ شخص بھی جنت میں جائے گا جو محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنے کسی بھائی سے ملنے شہر کے مضافات میں جائے۔"[1] (3)"جو شخص اپنے مؤمن بھائی سے ملتا ہے وہ واپس لوٹنے تک جنت کے باغات میں رہتا ہے اور جو اپنے مؤمن بھائی کی عیادت کرتا ہے وہ واپس لوٹنے تک جنت کے باغات میں رہتا ہے۔"[2]

مسلمان بھائی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرنے والے شخص کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔واقعی بہت خوش نصیب ہے وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرتا ہے، کسی بھی عمل کے قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کیا جائے، جو عمل رضائے الٰہی کے لیے نہ ہو وہ عمل مردود ہوجاتا ہے۔رضائے الٰہی کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرنے والے سے تو جنت بھی خوش ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرتِ سیدنا اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک، سَیّاحِ افلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی اپنے کسی بھائی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ تونے اچھا کیا اور تیرے لیے پاکیزہ جنت ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے عرش کے ملائکہ سے فرماتا ہے: "میرا بندہ میرے لئے لوگوں سے ملتا ہے، اس کی میزبانی کرنا میرے ذمہ ہے۔" پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔"[3]

کون سی محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کسی بھی مسلمان سے محبت کرنے کی فضیلت تو معلوم ہوگئی لیکن کون سی محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہے اور کون سی محبت رب تعالٰی کی رضا کے لیے

---

1. ...معجم اوسط، ۱/۴۷۲، حدیث: ۱۷۴۳۔
2. ...معجم کبیر، ۸/۶۷، حدیث: ۷۳۸۹۔
3. ...مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب الزیارۃ، ۸/۳۱۷، حدیث: ۱۳۵۹۱۔

نہیں ہے؟ اس کا جاننا بے حد ضروری ورنہ رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنا کیونکر ممکن ہے؟ حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے اس کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1393 صفحات پر مشتمل کتاب "احیاء العلوم" جلد دوم، ص ۵۸۲ تا ۶۰۰ کا خلاصہ پیش خدمت ہے جس میں محبت کی چار اقسام اور رضائے الٰہی میں داخل محبت کی تفصیل کچھ یوں ہے: (1) بسا اوقات بغیر فائدے کے باطنی طبیعتوں اور پوشیدہ اخلاق میں موافقت و مناسبت کی وجہ سے کسی کی فقط ذات سے محبت کی جاتی ہے، حسن و جمال کی وجہ سے بھی محبت کرنا بھی اسی قسم میں شامل ہے، اس قسم کی محبت کے ساتھ اگر کوئی مذموم غرض یعنی برا مقصد مل جائے تو یہ محبت مذموم ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی حسین و جمیل صورت سے نفسانی خواہشات پوری کرنے کی خاطر محبت کرنا، یہ مذموم محبت ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر اس محبت کے ساتھ کوئی مذموم غرض نہ ملی ہو تو یہ مباح ہوتی ہے یعنی نہ تو قابلِ تعریف ہے اور نہ ہی قابل مذمت۔ (2) کسی سے دنیوی مقصد کے لیے محبت کرنا۔ مثلاً سونے چاندی سے جاہ و مرتبہ، مال یا علم حاصل کرنے کے لیے محبت، بادشاہ کے دل میں جگہ بنانے یا اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کے قریبی لوگوں سے محبت، شاگرد کی اپنے استاد سے حصولِ علم کے لیے محبت۔ اگر اس محبت میں مذموم مقاصد کا ارادہ کیا جائے مثلاً ہم عصر لوگوں پر غالب آنا، یتیموں کا مال کھانا، قاضی کا عہدہ پا کر رعایا پر ظلم کرنا تو یہ محبت بھی مذموم ہو گی۔ لیکن اگر اس کے ذریعے جائز مقاصد کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہو گی۔ (3) کسی سے اخروی مقصد کے لیے محبت کرنا۔ مثلاً شاگرد کا اپنے استاد سے یا مرید کا اپنے پیر سے اس لیے محبت کرنا کہ ان کے ذریعے وہ علم حاصل کر کے اچھے اعمال کر سکے اور آخرت میں کامیاب ہو سکے تو یہ محبت رضائے الٰہی کے لیے محبت ہے۔ اسی طرح استاد کا اپنے شاگرد سے اس لیے محبت کرنا کہ یہ شاگرد علم پھیلانے کا ذریعہ ہے جس کے سبب اسے رب تعالی کی بارگاہ میں اسے عزت و عظمت ملتی ہے تو یہ محبت بھی رضائے الٰہی کے زمرے میں شامل ہے۔ (4) اگر انسان کسی سے علم و عمل میں اضافے یا کسی اور غرض کے لئے محبت نہ کرے بلکہ خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرے۔ تو یہ محبت کا سب سے اعلیٰ ترین، انتہائی دقیق اور مشکل درجہ ہے لیکن بہر حال ممکن ہے۔[1]

---

1 ... احیاء العلوم، ۲/ ۵۸۲ تا ۶۰۰ ملخصاً۔

رضائے الٰہی میں داخل محبتیں:

(1) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنا مال صدقہ کرے، اس کا قرب پانے کے لئے مہمانوں کو جمع کرے اور ان کے لئے لذیذ کھانے تیار کرے اور اچھے کھانے بنانے کی وجہ سے ملازم سے محبت کرے تو یہ شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والا شمار ہوگا، اسی طرح اگر یہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف سے مستحقین کو صدقہ پہنچاتا ہے تو اس وقت بھی یہ رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والا شمار ہوگا۔(2) اگر کوئی مالدار اپنے کپڑے دھونے والے، گھر کی صفائی کرنے والے اور کھانا پکانے والے (ملازمین) سے محبت کرتا ہے جن کی بدولت اسے علم و عمل کے لئے وقت مل جاتا ہے اور یہ کام کروانے کا مقصد خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مشغول رکھنا ہو تو یہ شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہوگا۔(3) اگر کوئی مالدار اس شخص سے محبت کرے جس پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، اسے لباس، کھانا، رہائش اور دنیا کی تمام ضروری اشیاء فراہم کرتا ہے اور اس کا مقصد اس مستحق کو علم و عمل حاصل کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب پانے کے لئے فارغ کرنا ہو تو یہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ اَسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا ایک گروہ ایسا تھا جن کی کفالت مالدار کیا کرتے تھے، لہٰذا دونوں (یعنی مدد کرنے والے اور جن کی مدد کی گئی) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والے شمار ہوں گے۔(4) بلکہ اگر کوئی شخص کسی نیک عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ اس کے ذریعے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکے اور اپنے دین کو بچائے رکھے یا نیک اولاد کے حصول کے لئے نکاح کرے جو اس کے لئے دعا کرے اور اپنی زوجہ سے اس لئے محبت کرے کیونکہ یہ ان دینی مقاصد کے حصول کا آلہ ہے تو یہ شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والا شمار ہوگا۔ اسی لئے روایات میں اہل وعیال پر خرچ کرنے حتی کہ مرد اگر اپنی زوجہ کو ایک لقمہ کھلائے تو اس کے متعلق بھی بے شمار اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے۔(5) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والا، اس کی رضا چاہنے والا اور کل قیامت میں اس سے ملاقات کا شوق رکھنے والا مشہور ہو اگر وہ غَیْرُ اللہ سے محبت کرے تو بھی رِضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والا شمار ہوگا کیونکہ وہ اسی شے سے محبت کرے گا جو اس کے نزدیک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کرنے والی اور اس کی رضا کا ذریعہ ہے۔(6) اگر کوئی شخص

اپنے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور دنیا دونوں کی محبتیں جمع کرنا چاہتا ہو اور اس مقصد کے لئے کسی ایسے شخص سے محبت کرے جو ان دونوں میں کامیاب ہو تاکہ اس کے ذریعہ یہ بھی دونوں کو برقرار رکھ سکے تو ایسا شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ جیسا کہ طبعی طور پر دنیوی راحت اور اُخروی سعادت کا طلب گار شاگرد اپنے استاذ سے اس لئے محبت کرے کہ وہ دِین سکھانے کے ساتھ ساتھ مالی تعاون کے ذریعے اس کی دنیاوی ضروریات پوری کرتا ہے تو وہ بھی رِضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والا شمار کیا جاتا ہے۔

حاصل کلام:

اِس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ محبت کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو اس کا تصور بھی نہ ہوتا تو یہ محبت "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت" شمار کی جائے گی، اِسی طرح محبت میں زیادتی کا معاملہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان نہ ہونے پر یہ زیادتی بھی نہ ہوتی تو یہ زیادتی "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت" شمار ہوتی۔ حضرت سیِّدُنا ابو محمد احمد بن حسن جَرِیْرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: "پہلے زمانے میں لوگوں کے باہمی معاملات کا تعلق دِین سے تھا حتّٰی کہ دِین کمزور ہو گیا، دوسرے زمانے میں لوگ وفا کے ذریعے معاملات کرتے تھے حتّٰی کہ وفا ختم ہو گئی، تیسرے زمانے میں لوگوں نے مروّت کے ساتھ معاملات کئے حتّٰی کہ مروّت بھی ختم ہو گئی اور اب لالچ و خوف کے سوا کچھ باقی نہیں۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت کا معنیٰ:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے بندے سے محبت یہ ہے کہ ربّ تعالٰی اپنے بندے کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھتا ہے، اس سے راضی ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس سے مُحِبّ والا یعنی محبت کرنے والے جیسا سلوک فرماتا ہے۔"[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے بندے سے محبت یہ ہے کہ رب تعالٰی اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے،

---

1 . . . احیاء العلوم، ۲/۵۸۹تا۵۹۴ ملخصاً۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والاداب، فضل الحب فی اللہ، ۸/۱۲۴، الجزء السادس عشر۔

اسے بھلائی کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس پر لطف و کرم فرماتا ہے۔“[1]

کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص۔۔۔!

واضح رہے کہ دنیا میں اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں بڑے مقام و مرتبے والا شخص اس سے محبت کرتا ہے تو وہ اسے اپنے لیے فخر محسوس کرتا ہے، اپنے گھر والوں، والدین اور قریبی دوستوں سے اس کا تذکرہ کرتا ہے، وہ اسے اپنے لیے بہت بڑا اعزاز تصور کرتا ہے، تو کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس سے دنیا وآخرت تمام معزز اور بڑے مقام و مرتبے والے افراد کا خالِق و مالِک عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے۔ جس بندے سے رب تعالیٰ خود محبت فرماتا ہے یقیناً ایسا شخص دنیا آخرت میں کامیاب وکامران ہو گیا، دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اس کا مُقَدَّر بن گئیں۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بننے کے لیے ربّ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کریں، گناہوں بھری زندگی سے توبہ کریں اور آئندہ کی زندگی کو نیکیوں میں بسر کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



”ریاض الصالحین“ کے 12 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 12 مدنی پھول

(1) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرتا ہے اس کی احادیثِ مبارکہ میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بسا اوقات اسے اپنی نورانی مخلوق یعنی فرشتوں سے ملاقات کروا دیتا ہے۔

(3) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی زیارت یا اُس سے ملاقات کے لیے جاتا ہے تو اُس کا یہ سفر بہت ہی بابرکت اور مبارک ہوتا ہے۔

---

[1] ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر، ۲/ ۲۲۴، تحت الحدیث: ۳۶۱۔

(4) رضائے الٰہی کے لیے اپنے مسلمان بھائی کے پاس جانے والے کا ٹھکانہ جنت ہے، ایسا شخص واپس آنے تک جنت کے باغات میں ہوتا ہے۔

(5) اپنے دینی بھائی سے ملاقات کے بعد جب کوئی شخص رخصت ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے ستر ہزار 70،000 فرشتے اِستغفار کرتے ہیں اور اِس کے لیے قُربِ اِلٰہی کی دعا کرتے ہیں۔

(6) بہت خوش نصیب ہے وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے۔

(7) رضائے الٰہی کے لیے اپنے بھائی سے محبت کرنے والے سے کہا جاتا ہے: ”تو نے اچھا کیا اور تیرے لیے پاکیزہ جنت ہے۔“

(8) رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنے والے شخص کی میزبانی رب تعالیٰ فرماتا ہے اور اس کے لیے جنت کے علاوہ کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔

(9) ہر وہ محبت کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور روزِ آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو اُس کا تصور بھی نہ ہوتا تو یہ محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت ہے۔یہی معاملہ محبت میں زیادتی کا بھی ہے۔

(10) اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرنے کے بہت سے درجے ہیں، بغیر کسی دُنیوی غرض کے فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنا اعلیٰ اور بلند ترین درجے کی محبت ہے۔

(11) رب تعالیٰ کی محبت جیسا عظیم الشان انعام حاصل کرنے کے لیے ہمیں بھی چاہیے کہ گناہوں بھری زندگی سے توبہ کریں اور آئندہ نیکیوں بھری زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

(12) جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اُس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے بھلائی عطا فرماتا ہے، اس پر لطف وعنایت کرتا اور رحمت ورضا وخیر عطا فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرنے اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:380

انصار صحابہ کرام سے محبت کی فضیلت

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْاَنْصَارِ: لَا یُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما سے مَروی ہے کہ حسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”ان سے مؤمن ہی محبت رکھے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا اور جو اِن سے محبت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ناپسند فرماتا ہے۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

(1) مذکورہ حدیثِ پاک میں انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کرنے کا بیان ہے اور یہ باب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے کا ہے، اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔ (2) مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ انصار سے فقط مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا اور مؤمنین کی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہے اور یہ باب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے کا ہے، اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔ (3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وہ کامل مؤمنین ہیں جن کی بدولت آج ہم سب مؤمن ہیں، ہم حقیقی مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت نہ کریں، گویا اِس حدیث پاک میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی محبت کو ایمان کی نشانی اور علامت فرمایا گیا ہے اور اُن کی محبت کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ یہ باب بھی رِضائے الٰہی کے لیے محبت، اُس کی ترغیب دلانے اور اُس کی علامات وغیرہ کے بارے میں ہے، اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

---

[1] ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حب الانصار، ۲/ ۵۵۵، حدیث: ۳۷۸۳۔

اَنصار و مہاجرین صحابہ کرام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر جن مسلمانوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی انہیں "مہاجرین" کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ میں رہنے والے وہ مسلمان جنہوں نے ان مہاجرین مسلمانوں کی مدد کی انہیں "انصار" کہا جاتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی فضیلت، ان سب سے اپنی رضامندی اور اعلیٰ انعام واکرام کو اپنے پاک کلام قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں خود بیان فرمایا ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝۱۰۰ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

حدیثِ مذکور میں اَنصار کی محبت کو ایمان کی علامت اور اُن سے بغض کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے محبت کرنے والوں کو پسند فرماتا اور اُن کے معاندین کو ناپسند فرماتا ہے۔ انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے وہی محبت کرے گا جو کامل مؤمن ہو گا اور ان سے بغض وہی رکھے گا جو اعتقادی یا عملی منافق ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین

اَنصار کے اَوصافِ حمیدہ:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اَنصار سے محبت کے متعلق احادیث کی جو شرح فرمائی ہے اس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے: "اَنصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بہت سی خوبیوں کے حامل ہیں۔ مثلاً انصار نے دِینِ اسلام کی مدد و نصرت کی، دِینِ اِسلام کی اشاعت کی خاطر خوب کوشش کی، مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اپنے پاس عزت واحترام سے ٹھہرایا، اِسلام کی خاطر جانی و مالی قربانی دی، اَنصار حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے والہانہ محبت کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اُن سے محبت فرمایا کرتے تھے، انصار بارگاہِ رسالت میں اپنے اَموال اور قیمتی جانور پیش کیا کرتے

تھے، انصار نے اسلام کی خاطر سب سے دشمنی مول لی وغیرہ وغیرہ۔ اِن تمام اَوصافِ حمیدہ کی بدولت انہیں یہ مقام ملا کہ اُن سے محبت کو اِیمان کی علامت اور اُن سے بُغض کو منافقت کی علامت قرار دیا گیا۔“[1]

اَنصار کے فضائل پر اَحادیثِ مبارکہ:

حضور نبی اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو انصار سے بہت محبت تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی خوشی پر خوش ہوتے، لوگوں کے سامنے ان سے محبت کا اظہار فرماتے، ان کے ساتھ رہنا پسند فرماتے تھے۔ اِس ضمن تین اَحادیثِ مبارکہ ملاحظہ کیجئے: (1) حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کچھ بچوں اور عورتوں کو ایک شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ”الٰہی تو جانتا ہے، اے انصار! تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔ الٰہی تو جانتا ہے، اے انصار! تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔“[2] (2) دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں اَنصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ ایک جنگل میں چلیں اور اَنصار دوسرے جنگل میں یا دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کے جنگل یا ان کی گھاٹی میں چلوں گا اور انصار اندرونی لباس ہیں اور باقی لوگ بیرونی لباس ہیں۔“[3] (3) حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایمان کی نشانی اَنصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی اَنصار سے بُغض ہے۔“[4]



”مُرْسَلِیْن“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

---

1. ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار۔۔۔الخ، ۱/ ۶۴، الجزء الثانی۔
2. ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قول النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم للانصار، ۲/ ۵۵۶، حدیث: ۳۷۸۵۔
3. ... بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، ۳/ ۱۱۶، حدیث: ۴۳۳۰۔
4. ... بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ الایمان حب الانصار، ۱/ ۱۷، حدیث: ۱۷۔

(1) جو انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ناپسند فرماتا ہے۔

(2) انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے والہانہ عشق تھا۔

(3) حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اَنصار سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔

(4) دِینِ اِسلام کی خدمت اور اُس کی اِشاعت میں اَنصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

(5) اَنصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت اِیمان کی علامت اور اُن سے بغض منافقت کی علامت ہے۔

(6) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایک دوسرے سے محبت فرماتے، مشکل وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے اور اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر دل وجان سے لَبَّیْک کہتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ادب واحترام نصیب فرمائے، ان کی محبت نصیب فرمائے، ان کی شان بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 381



عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: قَالَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ.(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ (بروزِ قیامت) ارشاد فرمائے گا: آج میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے، انبیاء اور شہداء اُن پر رشک کریں گے۔“

اس حدیثِ پاک میں بھی رضائے الٰہی کے لئے آپس میں محبت کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ایسے

(1) ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، ۴/ ۱۷۴، حدیث: ۲۳۹۷۔

خوش نصیب بروزِ قیامت نور کے منبروں پر ہوں گے اور انبیاء و شہداء انہیں دیکھ کر رشک کریں گے۔

انبیائے کرام کے رشک کے معانی:

حدیثِ مذکور میں ''یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ'' کے الفاظ آئے ہیں یعنی انبیاء کرام ان پر غِبْطَه کریں گے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْحَنَّان لفظِ ''غِبْطَة'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یا تو یہاں غِبْطَه سے مراد ہے خوش ہونا۔ تب تو حدیث واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) اُن لوگوں کو اس مقام پر دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور ان لوگوں کی تعریف کریں گے اور اگر غِبْطَه بمعنیٰ رشک ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ اگر حضرات انبیاء و شہداء کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے تو یہ فرضی صورت کا ذکر ہے یا رشک اپنی اُمَّت کی بنا پر ہوگا کہ اُمَّتِ محمدیہ میں یہ لوگ ایسے درجے میں ہیں کہ ہماری اُمَّت میں نہیں یا یہ مقصد ہے کہ وہ حضرات اپنی اُمَّت کا حساب کرا رہے ہوں گے اور یہ لوگ آرام سے ان منبروں پر بے فکری سے آرام کر رہے ہوں گے تو حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) ان لوگوں کی بے فکری پر رشک کریں گے کہ ہم مشغول ہیں یہ فارغ البال۔ بہر حال اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ یہ حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) سے افضل ہوں گے۔''[1]

دو خوبیاں جمع کرنے کی تمنا:

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْبَارِی نقل فرماتے ہیں کہ ''جب کوئی بندہ علم و عمل کے حوالے سے کسی خوبی سے متصف ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس کا اس خوبی کی وجہ سے ایک ایسا درجہ اور مقام و مرتبہ ہوتا ہے جس میں کوئی دوسرا شخص شریک نہیں ہوتا جو اس خوبی سے متصف نہ ہو، اگرچہ وہ اس سے بھی کسی ارفع و اعلیٰ خوبی سے متصف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس بندے میں پائی جانے والی خوبی پر رشک کرتا ہے، اس کی تمنا کرتا ہے اور اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے دیگر بلند مراتب اور مقامات کے ساتھ ساتھ یہ مرتبہ بھی اسے مل جاتا۔ حدیثِ پاک میں جو فرمایا گیا کہ انبیاء اور شہداء بھی رضائے الٰہی کی خاطر

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۹۲۔

محبت کرنے والوں کے مقام و مرتبے پر رشک کریں گے اس کا یہی معنٰی ہے کہ انبیائے کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو بذاتِ خود بہت بلند مقامات اور درجات پر فائز ہوں گے کہ انہوں نے خلقِ خدا کو وحدانیت ورسالت کی دعوت دی، حق کا اظہار کیا، دِین کو سربلند کیا، ہر خاص وعام کی ہدایت ورہنمائی فرمائی۔ الغرض انہیں وہ تمام کمالات اور فضائل حاصل ہیں جو اِن جُزئیات کا کُل ہیں۔ اسی طرح شہداء بذاتِ خود مرتبۂ شہادت پر فائز ہوں گے اور بڑی کامیابی کے ساتھ کامیاب ہوئے ہوں گے، بلکہ جیسا ان کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ہے ویسا کسی کا بھی نہیں ہوگا، لیکن جب یہ لوگ رضائے الٰہی کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ دیکھیں گے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کے قُرب اور عزت وعظمت کا مشاہدہ کریں گے تو وہ اِس بات کو پسند کریں گے کہ وہ اپنے موجودہ فضائل کے ساتھ ساتھ اِس فضیلت کو بھی حاصل کرتے تاکہ وہ دو فضیلتوں، دو دَرجوں، دو مرتبوں اور دو کامیابیوں کے جامع ہوتے۔"[1]



"حطیم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کل بروزِ قیامت تمام لوگوں کے مراتب برابر نہیں بلکہ اعمال کے اعتبار سے مختلف ہوں گے۔

(2) بروزِ قیامت نیک لوگ اپنے اپنے مقام و مرتبے کے مطابق اپنی اپنی نشستوں پر ہوں گے، جس کا مقام ومرتبہ جتنا زیادہ ہوگا اس کی نشست بھی اتنی ہی اعلیٰ ہوگی۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ اتنا بلند وبالا ہوگا کہ انبیائے کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہدا بھی ان کے مقام پر رشک کریں گے۔

(4) کوئی بھی اُمتی چاہے جتنے بھی افضل اعمال کرلے، مقام ومرتبہ حاصل کرے مگر انبیائے کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقام ومرتبے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا یہ جو حدیثِ پاک میں انبیائے کرام عَلَیْھِمُ

---

[1] ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/۷۴۳، تحت الحدیث: ۵۰۱۱۔

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رشک کا ذکر ہے اِس سے رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنے والوں کے مقام و مرتبے کی اہمیت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے کل بروزِ قیامت ہمیں بھی بلند مقامات اور درجات عطا فرمائے اور ہماری مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:382 ربّ تعالٰی کی محبت لازم ہوجاتی ہے

عَنْ اَبِی اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ رَحِمَہُ اللّٰہُ قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًی بَرَّاقُ الثَّنَایَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَہُ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْءٍ اَسْنَدُوْہُ اِلَیْہِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَاْیِہٖ فَسَاَلْتُ عَنْہُ فَقِیْلَ: ھٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ ھَجَّرْتُ فَوَجَدْتُہُ قَدْ سَبَقَنِیْ بِالتَّھْجِیْرِ وَوَجَدْتُہُ یُصَلِّیْ فَانْتَظَرْتُہُ حَتّٰی قَضٰی صَلَاتَہُ ثُمَّ جِئْتُہُ مِنْ قِبَلِ وَجْھِہٖ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ ثُمَّ قُلْتُ: وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ لِلّٰہِ فَقَالَ: آللّٰہِ؟ فَقُلْتُ: آللّٰہِ فَقَالَ: آللّٰہِ؟ فَقُلْتُ: آللّٰہِ فَاَخَذَنِیْ بِحَبْوَۃِ رِدَائِیْ فَجَبَذَنِیْ اِلَیْہِ فَقَالَ: اَبْشِرْ! فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو اِدریس خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو وہاں چمکدار دانتوں والے ایک نوجوان کو دیکھا جس کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے، جب ان لوگوں میں اختلاف ہوتا تو نوجوان کی طرف رُجوع کرتے اور اس کی رائے قبول کرتے۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت سیدنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں۔ دوسرے دن میں مسجد پہنچا تو وہ مجھ سے بھی پہلے پہنچ چکے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، میں انتظار کرنے لگا۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے سلام کے بعد عرض کی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آپ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''واقعی اللہ کی

[1] ۔۔۔ موطا امام مالک، کتاب الشعر، باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ، ۲/۴۳۹، حدیث: ۱۸۲۸۔

رضا کے لیے؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں۔“ پھر فرمایا: ”کیا واقعی اللّٰہ کی رضا کے لیے؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں۔“ انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا: ”خوش ہو جاؤ! میں نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میری محبت اُن کے لئے ہے جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں، میری رضا کے لئے مل بیٹھتے ہیں، میری ہی رضا کے لئے باہم ملاقات کرتے اور میری خوشنودی کے لئے ہی مال خرچ کرتے ہیں۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں باب کی مناسبت سے اِس بات کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا ابو اِدریس خولانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت فرمایا کرتے تھے البتہ مذکورہ حدیثِ پاک سے متعلق چند اہم اُمور یہ ہیں۔

سیدنا ابو ادریس خولانی کا تعارف:

حضرت سیدنا ابو ادریس خولانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا اصل نام **عائِذُ اللّٰہ بن عُبَیْدُ اللّٰہ** ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ غزوۂ حنین کے ایام میں سن ۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بہت بڑے تابعی اور ملک شام کے جلیل القدر عالمِ دِین تھے۔ انہوں نے جن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے احادیث روایت کی ہیں ان میں ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں: امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیدنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد ملک شام کے بڑے عالِم تھے، خلیفہ عبد الملک نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو حضرت سیدنا بلال بن ابی درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد دمشق کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ کا وصال سن ۸۰ ہجری میں ہوا۔[1]

1 . . . الاصابۃ، عائذ اللہ بن عبید اللہ، ۵/ ۵، رقم: ۶۱۷۲۔

مسجد میں علمِ دِین کی مجلس:

مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور آپ کے متعلقین مسجد میں علمِ دِین کی مجلس لگایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علمِ دِین کی مجلس لگانا اور دینی علوم حاصل کرنا بالکل جائز بلکہ بڑے اجر وثواب کا باعِث ہے نیز مسجد میں علمِ دِین سیکھنا سکھانا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو ہر وقت مسجد میں مقیم رہتا تھا اور بارگاہِ رِسالت کے علمی فیضان سے فیضیاب ہوتا رہتا تھا ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اَصحابِ صفہ کہا جاتا تھا۔ الغرض مسجد میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذِکر کرنے، علمِ دِین کی مجلس لگانے والوں کے بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ اِس ضمن میں تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں:

(1)"مسجد میں بیٹھنے والے میں تین خصلتیں ہوتی ہیں: ❁ اِس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے یا ❁ وہ حکمت بھرا کلام کرتا ہے یا ❁ رحمت کا منتظر ہوتا ہے۔"[1] **(2)**"بے شک کچھ لوگ (گویا) مساجد کے ستون ہوتے ہیں، ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں اگر وہ غائب ہو جائیں تو ملائکہ انہیں تلاش کرتے ہیں اور اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو ان کی مدد کرتے ہیں۔"[2]

(3) حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف لائے ہم اس وقت صفہ (مسجد نبوی شریف سے متصل چبوترے) پر بیٹھے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ روزانہ صبح کو بُطحان یا عقیق کی وادیوں میں جائے اور کوئی گناہ اور قطع رحمی کئے بغیر دو بڑے کوہان والی اونٹنیاں لے کر واپس لوٹے؟" تو ہم نے عرض کیا: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں سے ہر ایک یہ پسند کرتا ہے۔" فرمایا: "تو تم میں سے کوئی صبح کے وقت مسجد میں کیوں نہیں جاتا اور **کتابُ اللہ** کی دو آیتیں سیکھتا یا تلاوت کرتا کہ یہ تمہارے حق

---

1 . . . الترغیب والترھیب، کتاب الصلوۃ، ۱/۱۳۸، حدیث: ۸۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، ۳/۱۶۲، حدیث: ۳۵۵۹۔

میں دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین آیتیں تمہارے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اوراسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں۔''[1]

مسجد میں دینی مسائل سکھانا:

واضح رہے کہ جہاں مسجد کو بنانا ایک بہت بڑے ثواب کا کام ہے وہیں اسے آباد کرنا بھی بہت بڑے اجرو ثواب کا باعث ہے، مسجد میں نماز ادا کرنا، اُس میں انفرادی یا اجتماعی طور پر ذکرُ اللہ کرنا، مسجد میں علمِ دِین کی مجلس لگانا یہ تمام صورتیں مسجد کو آباد کرنے کی ہیں۔ حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اپنے متعلقین یا شاگردوں کے ساتھ مسجد میں علمِ دِین کی مجلس لگانا یقیناً مسجد کو آباد کرنا ہے۔ مساجد کو آباد کرنے اور اُسی میں پڑے رہنے والوں کے بھی احادیث میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ اِس ضمن میں تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھروں کو آباد کرنے والے ہی اللہ والے ہیں۔''[2] (2) ''مسجد ہر پرہیزگار کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے راحت، رحمت اور پل صراط سے باحفاظت گزار کر اپنی رضا والے گھر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔''[3] (3) ''جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لئے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے گمشدہ شخص کی اپنے ہاں آمد پر خوش ہوتے ہیں۔''[4]

دعوتِ اسلامی اور مساجد کی آبادکاری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مساجد کو آباد کرنے کی قرآن واحادیث میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، مسجد کو آباد کرنے والے حقیقی مؤمن ہیں، مسجد کو آباد کرنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب ہیں، جو لوگ مساجد کو اپنا ٹھکانہ بنالیتے ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے خوش ہوتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِس پرفتن دور میں جہاں

---

1. ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن، ص ۴۰۲، حدیث: ۸۰۳۔
2. ... معجم اوسط، ۲/۵۸، حدیث: ۲۵۰۲۔
3. ... مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المسجد، ۲/۱۳۴، حدیث: ۲۰۲۶۔
4. ... ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، ۱/۴۳۸، حدیث: ۸۰۰۔

لوگ دِن بدن نمازوں سے دُور ہوتے جارہے ہیں، دعوتِ اسلامی نے مساجد کی آباد کاری کا بیڑا اٹھایا ہے۔ مساجد کی آباد کاری کے حوالے سے دعوتِ اسلامی مختلف انداز میں مدنی کاموں میں مصروفِ عمل ہے۔ مثلاً (1) اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا اپنے مختلف بیانات، مدنی مذاکروں اور مدنی مکالموں میں وقتاً فوقتاً مسجد میں نماز باجماعت کا ترغیب دلانا (2) اپنے مریدین، طالبین، محبین، متعلقین وغیرہ کو عطا کیے گئے مدنی انعامات میں پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت پہلی صف میں تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب (3) آپ کی جانب سے چلائی گئی مسجد بھرو تحریک (4) دعوت اسلامی کے مختلف مبلغین کا اپنے بیانات میں بھی مسجد میں نماز باجماعت کی ترغیب دلانا (5) دعوت اسلامی کے تحت راہِ خدا میں سفر کرنے والے مدنی قافلوں کا مساجد میں ہی قیام کرنا اور اس کی آباد کاری کے لیے مختلف علاقوں میں اِنفرادی واجتماعی کوششیں کرنا (6) مساجد میں ہفتہ وار اجتماعات کی ترکیب بنانا (7) مسجد درس کی ترکیب بنانا (8) مساجد میں تربیتی حلقوں کا قیام (9) مساجد میں مختلف اجتماعاتِ ذکر ونعت کا قیام (10) مساجد میں ماہ رمضان میں 30 دن، 10 دن کے اجتماعی نفلی وسنت اعتکاف کا قیام (11) مساجد میں تربیتی اجتماعات کی ترکیب (12) مساجد میں مختلف علمی نشستوں کا قیام (13) مساجد میں مختلف علمی وتربیتی کورسز کا قیام۔ وغیرہ

پیارے اسلامی بھائیو! آپ بھی دعوتِ اسلامی کا ساتھ دیجئے، مسجد بھرو تحریک میں حصہ لیجئے، اس بات کا عہد کیجئے کہ آئندہ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری کوئی نماز قضا نہیں ہوگی، تمام نمازیں مسجد میں باجماعت پہلی صف میں تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ادا کریں گے، نہ صرف خود ادا کریں گے بلکہ دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی اس کی ترغیب دلا کر مسجد میں لائیں گے۔ دعوت اسلامی کے تحت مساجد میں ہونے والے مختلف اجتماعات، مدنی مذاکروں، ودیگر تربیتی نشستوں میں بھی شرکت کی بھرپور کوشش کریں گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے دِین ودنیا کی بے شمار بھلائیاں ہاتھ آئیں گی۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

سیدنا معاذ بن جبل کا تعارف:

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جلیل القدر صحابی رسول تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے احادیثِ مبارکہ میں بہت سے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، عہدِ فاروقی میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ملکِ شام کے مفتی تھے، سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے علم وفضل کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: ”عورتیں معاذ جیسا شخص جننے سے عاجز آگئیں ہیں۔“[1] حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے: ”مجھے دو عقل مندوں کی باتیں سناؤ۔“ پوچھا جاتا کہ وہ کون ہیں؟ تو فرماتے: ”حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔“[2] ملک شام اور یمن میں فیضانِ علم پھیلانے کے لیے حضرت سَیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بہت کوششیں فرمائیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطبات میں لوگوں کو علم دِین حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کئی ایسے اقوال بھی ہیں جو حصول علم کی ترغیبات پر مشتمل ہیں۔ علم کی قدرومنزلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”علم سیکھو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے علم سیکھنا خشیت، اس کی جستجو عبادت، اس کی تکرار تسبیح، اس کے متعلق بحث کرنا جہاد، جو نہیں جانتا اسے علم سکھانا صدقہ اور اسے اس کے اہل پر خرچ کرنا نیکی ہے۔[3] آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات ۱۷ ہجری میں ملک شام میں طاعون کے سبب ہوئی۔[4]

اللہ کے لیے محبت کرنے والوں پر اِنعام واِکرام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا مَعاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کے اِنعام واِکرام پر مشتمل حدیثِ پاک بیان فرمائی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میری محبت اُن کے لئے ہے جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں، میری رضا کے لئے مل بیٹھتے ہیں، میری ہی رضا

---

1 . . . مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحدود، من قال اذا فجرت۔۔۔الخ، ۶/ ۵۵۸، حدیث: ۵۔

2 . . . طبقات کبری، معاذ بن جبل، ۲/ ۲۶۶۔

3 . . . قوت القلوب، الفصل الحادی، کتاب العلم وتفضیله، ذکر فضل علم المعرفة۔۔۔الخ، ۱/ ۲۳۳۔

4 . . . الاصابة، ذکر من اسمه معاذ، ۶/ ۱۰۷، رقم: ۸۰۵۵۔

کے لئے باہم ملاقات کرتے اور میری خوشنودی کے لئے ہی مال خرچ کرتے ہیں۔" یقیناً جس شخص سے ربّ تعالیٰ محبت فرمائے تو وہ شخص دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا، اب اسے نہ تو دنیا کا کوئی غم ہے اور نہ ہی آخرت کا۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں سے کسی دنیوی غرض کی خاطر نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں، ان کا ملنا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہوتا ہے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مال بھی اس کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے یے خوشخبری ہے کہ رب تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو اپنے مسلمان بھائیوں سے دُنیوی اغراض حاصل کرنے کے لیے محبت کرتے ہیں، ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی دنیوی اغراض کے لیے ہوتا ہے، اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مال خرچ بھی کرتے ہیں تو اس لیے کہ ان کی واہ واہ ہو، لوگ انہیں سخی تصور کریں، ایسے لوگوں کی بد بختی ہے کہ انہیں ربّ تعالیٰ کی محبت نصیب نہیں ہوتی بلکہ اپنی واہ واہ اور سخی کہلوانے کے لیے مال خرچ کرنے والے کے لیے کل بروزِ قیامت نہایت ہی ذِلّت و رُسوائی ہے، اُس کے ریاکاری سے بھرپور تمام اَعمال اُس کے منہ پر مار دیے جائیں گے اور اُسے فرشتے گھسیٹتے ہوئے جہنم میں داخل کر دیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی رضا کے لیے محبت کرنے، اپنی رضا کے لیے مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور اپنی رضا کے لیے مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

"چل مدینہ" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) مسجد میں علمِ دِین کی مجلس لگانا اور علمِ دِین حاصل کرنا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینا جائز ہے۔

(2) مسجدوں کو آباد کرنے والے کے احادیث میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔

(3) ہمارے بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن مساجد کی آباد کاری کے حوالے سے بہت مستعد رہتے ہیں، ہمیں بھی چاہیے کہ مسجد میں پنج وقتہ نمازِ باجماعت ادا کرکے مسجد کی آباد کاری میں حصہ لیں۔

(4) کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو اپنے سے زیادہ علم والوں کی طرف رُجوع کرنا چاہیے۔

(5) اپنے مسلمان بھائیوں سے دُنیوی غرض کی وجہ سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنی چاہیے۔

(6) جس مسلمان سے رضائے الٰہی کے لئے محبت کرے اس کو بتادینا چاہیے کہ میں تجھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔

(7) جن کی باہمی محبت، ملاقات، نشست و برخاست اور مال خرچ کرنا صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو ان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں آپس میں صرف اپنی رضا کے لئے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا حشر نیکوں کے ساتھ فرمائے اور جنت الفردوس میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 383

آپس میں محبت بڑھانے کا طریقہ

عَنْ اَبِیْ کَرِیْمَۃَ الْمِقْدَادِ بِنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو کریمہ مِقداد بن مَعدِیکَرِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔"

محبت بڑھانے کا زبردست نسخہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ "جب کوئی اپنے مسلمان بھائی سے رضائے الٰہی کے لئے محبت کرے تو اسے بتا دے کہ میں تجھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔" دراصل یہ محبت بڑھانے کا بہت ہی زبردست نسخہ ہے، جب ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو رضائے الٰہی کے لیے کی جانے والی اپنی اِس محبت کی اطلاع دے گا تو اِس اِطلاع کا فائدہ یہ ہوگا کہ اُس کے دل میں بھی محبت پیدا

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبتہ۔۔۔الخ، ۴/۴۲۹، حدیث: ۵۱۲۴۔

ہو گی۔ نتیجۃً وہ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں گے اور دیگر نیک امور میں بھی ایک دوسرے کے معاون ہوں گے۔ حضرت سیدنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ مبارکہ میں بتادینے کا حکم اس لیے فرمایا کیونکہ اِس سے محبت بڑھتی ہے، اگر کوئی مسلمان بھائی جان لے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو تو یقیناً وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور جب تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے تو لازماً تمہاری محبت میں اضافہ ہو گا، اس طرح محبت جانبین سے بڑھتی رہے گی۔ مسلمانوں کا آپس میں پیار و محبت کرنا شریعت کو مطلوب و محبوب ہے اسی لیے اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آپس میں تحفہ دو محبت بڑھے گی۔''[1]

اطلاع دینے میں احتیاطی تدابیر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ حدیثِ مذکور میں اپنے بھائی کو اپنی محبت کی اطلاع دینے کا حکم اور فائدہ تب ہی ہے جبکہ واقعی میں اُس سے محبت کرتا ہوں، اگر محبت نہیں کرتا اور اسے کہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تو یقیناً یہ جھوٹ ہے اور جھوٹ بولنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ اسی طرح اپنے بھائی سے محبت کا اظہار خوشامد یعنی جھوٹی تعریف کے طور پر بھی نہ ہو کہ اس کی بھی شرعاً ممانعت ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یہ خبر دینا خوشامد کے لیے جھوٹ بولنے کے طریقہ سے نہ ہو بلکہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ اسے بھی اس سے محبت ہو جاوے گی۔ اور پھر یہ دو طرفہ محبت بہت پختہ ہو گی یا وہ اس کے لیے دعا کرے گا یہ عمل بہت ہی مُجَرَّب ہے، محبت کی خبر دینے سے محبت پیدا ہوتی ہے جبکہ اِخلاص سے ہو اور محض اللّٰہ کے لیے ہو دنیاوی لالچ سے نہ ہو۔''[2]

محبت بڑھانے کے مزید نسخے:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۳۹۳ صفحات پر مشتمل کتاب **''احیاء العلوم''**

---

1 ... احیاء العلوم، ۲/ ۶۵۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۹۶۔

جلد دوم، صفحہ ٦۵۵ پر ہے: ”خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جنہیں اپنانے سے تمہارے دل میں مسلمان بھائی کی محبت بڑھے گی: (1) جب اس سے ملاقات کرو تو سلام میں پہل کرو۔ (2) اس کے لیے مجلس کشادہ کرو اور (3) اسے پسندیدہ نام سے پکارو۔“ زبان کے اعتبار سے دوست کے حقوق یہ بھی ہیں کہ اسے جس شخص کے سامنے اپنی تعریف پسند ہو اس کے سامنے اس کی وہ تمام خوبیاں بیان کرو جو تمہیں معلوم ہیں۔ محبت بڑھانے کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اسی طرح اس کے اہل وعیال، ہنر، افعال حتّٰی کہ اس کی عقل، اخلاق، شکل وصورت، تحریر، اشعار، تصنیفات اور اس کی ہر اس چیز کی تعریف کرنی چاہیے جس سے وہ خوش ہوتا ہے لیکن یہ سب جھوٹ اور مبالغہ کے بغیر ہو، ہاں اس کی جو خوبی لائقِ تحسین ہو اسے ضرور بیان کیا جائے۔ اس سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ جو اس کی تعریف کرے تم بخوشی اسے اس کے سامنے بیان کرو کیونکہ تعریف چھپانا خالص حسد ہے۔ مزید یہ کہ اگر وہ تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرے یا بھلائی کا ارادہ ہی کرے تو بھی اس کا شکریہ ادا کرو اگرچہ کام مکمل نہ ہو۔ چنانچہ خلیفہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ”جو اچھا ارادہ کرنے پر اپنے مسلمان بھائی کی تعریف نہیں کرتا وہ اس کے اچھے کام پر بھی اس کی تعریف نہیں کرتا۔“

دوست کی محبت بڑھانے کا اہم ذریعہ:

دوست کی محبت بڑھانے میں یہ بات سب سے اہم ہے کہ اُس کی عدم موجودگی میں جب کوئی اس کی برائی بیان کرے یا صراحتاً یا اشارتاً اس کی عزت کے درپے ہو تو اس کا دفاع کیا جائے، اپنے دوست کی مدد وحمایت کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ اس بدگو کو خاموش کرا دیا جائے اور اس سے سخت کلام کیا جائے۔ ایسے وقت میں خاموش رہنا سینے میں کینہ اور دل میں نفرت پیدا کرتا ہے اور بھائی چارے کے حق میں کوتاہی ہے کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو مسلمانوں کو دو ہاتھوں کے ساتھ اس وجہ سے تشبیہ دی کہ ان میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے اور اس کا قائم مقام بنے۔[1]

1 ... احیاء العلوم، ۲/٦۵٦۔



”مسلمان“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت پر کمالِ شفیق اور مہربان ہیں، آپ جب اپنے کسی اُمتی کے لئے کوئی فائدہ مند چیز دیکھتے تو فوراً اُس کی طرف رہنمائی فرمادیا کرتے تھے۔

(2) جب کوئی اپنے مسلمان بھائی سے رضائے الٰہی کے لئے محبت کرے تو چاہیے کہ اسے بتادے کہ میں آپ سے رضائے الٰہی کے لئے محبت کرتا ہوں کہ اس سے اس کے دل میں بھی محبت پیدا ہوجائے گی نیز مشکل وقت میں دونوں ایک دوسرے کے معاون بنیں گے۔

(3) ایک دوسرے کے لئے دعا کرنے سے بھی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(4) اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرنا، اس کے حق میں دعا کرنا، اس کے لیے مجلس میں جگہ کشادہ کرنا، اسے پسندیدہ نام سے پکارنا اور اس کی خوبیوں کو بیان کرنا یہ تمام امور محبت میں اضافے کا باعث ہیں۔

(5) اپنے مسلمان بھائی کی بُرائی سن کر اس کا دفاع کرنا بھی محبت بڑھانے کا ایک بہترین نسخہ ہے، ایسے موقع پر خاموش رہنے سے دل میں کینہ اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔

(6) اپنے مسلمان بھائی سے محبت بڑھانے کے تمام طریقوں میں اس بات کو ضرور ملحوظِ خاطر رکھے کہ نہ تو اس میں جھوٹ ہو اور نہ ہی ناجائز مبالغہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 384 اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِہٖ وَقَالَ: یَا مُعَاذُ! وَاللہِ اِنِّیْ

لَاُحِبُّكَ ثُمَّ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ! لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: ”اے معاذ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کہنا ہرگز نہ چھوڑنا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے ذکر وشکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔“

ہاتھ پکڑ کر گفتگو کرنا:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اَزراہِ شفقت ومحبت کسی کا ہاتھ تھام کر گفتگو کرنا شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ نیز حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ انہیں مانوس کرنے اور ان پر لطف کرنے کے لیے پکڑا۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ بطورِ شفقت اور انہیں مانوس کرنے کے لیے اپنے دستِ اقدس میں لیا۔“[2] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی محبت کا اظہار فرمانا گویا ان کے ساتھ عقدِ محبت تھا اور گویا یہ بیعت محبت تھی۔“[3]

بارگاہِ رسالت کا عظیم الشان انعام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی آل، اولاد، مال اسباب، گھر والوں، بیوی بچوں بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 . . . ابوداود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ۲/ ۱۲۳، حدیث: ۱۵۲۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الحب فی اللہ، ۲/ ۲۵۷، تحت الحدیث: ۳۸۴۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی التشہد، ۳/ ۳۲، تحت الحدیث: ۹۴۹۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت نہ کرے۔ تمام چیزوں سے بڑھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنا ایمان کامل کی نشانی ہے، لیکن غور کیجئے اس معزز ہستی یعنی حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قسمت پر جن سے خود حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبت فرماتے ہیں، نہ صرف محبت فرماتے ہیں بلکہ اُن سے محبت کا اِظہار بھی فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا معاذ بن جبل کو بارگاہِ رسالت سے یہ بہت بڑا اِنعام واِکرام اور اِعزاز عطا ہوا جس پر دنیا کے تمام اِنعام واِکرام اور اِعزازات قربان ہوں۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بارگاہِ نبوی میں اتنا عظیم مرتبہ ملنا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عظمت وفضیلت، استقامت اور اُمورِ دِینیہ کے اہتمام کی واضح دلیل ہے۔“[1]

سیدنا معاذ بن جبل کی رسولُ اللّٰہ سے محبت:

نسائی اور مسند احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا تو سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔“ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اظہارِ محبت میں بہت زیادہ تاکید ہے (کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لفظ ”اِنَّ“ اور لام تاکید کے ساتھ کلام فرمایا)۔ جبکہ حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اظہارِ محبت میں تاکید نہیں ہے کیونکہ سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ متصور اور ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت نہ کریں۔“[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حضرت سیدنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضور سرورِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اُن سے محبت کا اظہار تاکید وقسم کے ساتھ فرمایا جیسا کہ کریموں

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الحب فی اللہ، ۲/۲۵۷، تحت الحدیث: ۳۸۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الدعافی التشہد، ۳/۳۳، تحت الحدیث: ۹۴۹۔

کا طریقہ ہے اور مخلوق میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں۔“[1]

بارگاہِ رسالت سے مزید اِعزازات:

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار ایسے جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے جو بارگاہِ رسالت کے علمی فیضان سے بھی بھرپور فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہ سے کئی اعزازات نصیب ہوئے، جن میں سب سے بڑا اعزاز یہی تھا کہ خود تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔

اس کے علاوہ بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کئی اعزاز حاصل ہوئے جن میں سے چند یہ ہیں: (1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم فرمایا۔[2] (2) حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو اچھا مرد ارشاد فرمایا۔[3] (3) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جن انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے بیعتِ عقبہ فرمائی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ان میں شامل تھے۔[4] (4) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔[5] (5) حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کل بروزِ قیامت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ علما کے آگے ہوں گے۔“[6] (6) سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چار آدمیوں سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا اُن میں سے ایک حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہیں۔[7] (7) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود

---

1. ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الحب فی اللہ، ۲/۲۵۷، تحت الحدیث: ۳۸۴۔
2. ... ترمذی، کتاب المناقب، مناقب معاذ بن جبل۔۔۔الخ، ۵/۴۳۵، حدیث: ۳۸۱۵۔
3. ... ترمذی، کتاب المناقب، مناقب معاذ بن جبل۔۔۔الخ، ۵/۴۳۷، حدیث: ۳۸۲۰۔
4. ... الاستیعاب، معاذ بن جبل، ۳/۴۶۰۔
5. ... الاستیعاب، معاذ بن جبل، ۳/۴۶۰۔
6. ... معجم صغیر، من اسمہ علی، ۱/۳۳۵، حدیث: ۵۵۶۔
7. ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب معاذ بن جبل، ۲/۵۶۹، حدیث: ۳۸۰۶۔

آپ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔[1] (8) جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو الوداع کیا تو یوں دعا دی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر، نیچے سے حفاظت فرمائے اور تم سے جن وانس کے شرور کو دور رکھے۔"[2]

ذِکر، شکر اور اچھی عبادت سے مراد:

حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہر نماز کے بعد صبر وشکر اور حسنِ عبادت پر مدد کی دعا کی ترغیب ارشاد فرمائی۔ ذکر، صبر اور شکر سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ذِکر قرآنِ پاک اور تمام اَذکار کو شامل ہے، شکر سے مراد تمام ظاہری وباطنی، دِینی و دُنیوی نعمتوں کا شکر ہے کہ جن کا اِحاطہ ممکن نہیں اور اچھی عبادت سے مراد تمام شرائط، اَرکان، سُنَن، خُشُوع و خُضُوع، اِخلاص، دِل جمعی اور کامل توجہ سے عبادت کرنا ہے۔"[3]



سیدنا "معاذ بن جبل" کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) کسی کا اَزراہِ شفقت و محبت ہاتھ پکڑ کر کلام کرنا بالکل جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اپنے آپ سے مانوس رکھا کرتے تھے۔

(3) حضور نبی اکرم شفیعِ مُعظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے پیارے صحابی حضرت سیدنا معاذ بن جبل

---

1 ۔۔۔ ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب اجتھاد الرای فی القضاء، ۴/۴۲۲، حدیث: ۳۵۹۲۔

2 ۔۔۔ تاریخ ابن عساکر، ۵۸/۴۱۳، الاصابۃ، ذکر من اسمہ معاذ، ۶/۱۰۸، رقم: ۸۰۵۵۔

3 ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی فضل الحب فی اللہ، ۲/۲۵۸، تحت الحدیث: ۳۸۴۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بہت زیادہ محبت تھی بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنی اس محبت کا اظہار بھی فرمایا۔

(4) **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ پکڑ کر گویا ان سے عقد محبت اور بیعت محبت فرمائی۔

(5) جب کسی سے رضائے الٰہی کے لیے محبت ہو جائے تو محبت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اسے بتادے تاکہ دونوں میں مزید محبت والفت بڑھ جائے۔

(6) حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ سے خود **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبت فرمایا کرتے تھے۔

(7) حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہِ رسالت سے کئی اعزازات حاصل ہوئے۔

(8) **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہم پر اتنی عنایتیں اور نعمتیں ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے، لہٰذا ہمیں اس کی نعمتوں کا ہر دم شکر ادا کرنا چاہیے۔

(9) اچھی عبادت وہ ہے جو تمام شرائط وارکان، سُنَن، خُشُوع وخُضُوع، اِخلاص ودِل جمعی اور کامل توجہ کے ساتھ ادا کی جائے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بھی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی پکی محبت نصیب فرمائے، حضرت سیدنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صدقے ہمیں بھی اپنے سچے ذِکر، شکر اور عبادت کرنے کی توفیق عطاد فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:385 جس سے محبت کرتے ہو اس کو بتادو

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَجُلًا کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ رَجُلٌ بِہٖ فَقَالَ: یَا

رَسُولَ اللہ اِنِّی لَاُحِبُّ هٰذَا فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَاَعْلَمْتَهُ؟ قَالَ: لَا قَالَ: اَعْلِمْهُ! فَلَحِقَهُ فَقَالَ: اِنِّی اُحِبُّكَ فِی اللہِ فَقَالَ: اَحَبَّكَ الَّذِی اَحْبَبْتَنِی لَهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر تھا کہ وہاں سے ایک اور شخص کا گزر ہوا تو بارگاہ رسالت میں موجود شخص نے کہا: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک! مجھے اس سے محبت ہے۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے بتا دیا ہے؟'' عرض کی: ''نہیں۔'' فرمایا: ''اسے بتا دو۔'' چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور کہا: ''مجھے محض رضائے الٰہی کے لئے تم سے محبت ہے۔'' یہ سن کر اس نے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ سے محبت فرمائے جس کی رضا کے لئے تمہیں مجھ سے محبت ہے۔''

صحابہ کرام کی بارگاہِ رسالت میں حاضری:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مُعَلِّمِ کائنات ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی اور پھر ان کے ذریعے پورے عالَم میں اسلامی اَحکامات کی ترویج واشاعت ہوئی، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ وہ ہر وقت حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اسلامی تعلیم وتربیت کے لیے حاضر رہا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج ہم تک صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے واسطے سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ کا ہر ہر پہلو بالکل واضح ہو کر پہنچا ہے، یقیناً یہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اُمَّتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم ہے۔

صحابہ کرام ذاتی اُمور بھی بتادیتے تھے:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت کے تمام اَحوال سے واقف ہیں، جو لوگ آپ کے پاس موجود ہوتے یا غائب ہوتے تمام کے ظاہری وباطنی اَحوال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے لیکن صحابہ کرام آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہترین راہنمائی لینے کے لیے اپنے ذاتی معاملات بھی بتادیا

[1] ... ابوداود، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبتہ۔۔۔الخ، ۴/ ۴۲۹، حدیث: ۵۱۲۵۔

کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی صحابی نے اپنا ذاتی معاملہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا تاکہ بہتر راہنمائی ملے اور پھر ویسا ہی ہوا کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنی محبت اپنے مسلمان بھائی کو بتانے کا حکم دیا جو ان دونوں کے درمیان مزید محبت اور محبت میں پختگی کا سبب بنے گی۔

صحابہ کرام کا اِتباعِ رسول:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنے والے صحابی کو یہ حکم دیا کہ جاؤ اور اپنے بھائی کو اپنی محبت کے بارے میں بتادو تو وہ صحابی فی الفور گئے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہیں اپنی محبت کی اطلاع دے دی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع کے لیے ہر دم مستعد رہا کرتے تھے، اُدھر حکم جاری ہوا اور اِدھر اتباع ہوئی۔ کاش ہم بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے والے بن جائیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احکامات پر کماحقہ عمل کرنے والے بن جائیں، اپنی زندگی کو گناہوں میں گزارنے کی بجائے نیکیوں میں بسر کرنے والے بن جائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محبت کا اظہار کرنا مستحب ہے:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس صحابی کو حکم دیا کہ جاکر اس سے اپنی محبت کے بارے میں بتادو۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ حکم دینا یا تو ندب یعنی استحباب کے طور پر تھا یعنی تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ تم جاکر اسے اپنی محبت کے بارے میں بتادو یا یہ حکم خاص ان صحابی رسول کے حق میں واجب تھا۔“[1]

محبت کا اظہار کرنے کا فائدہ:

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے محبت کا اظہار کرنے والے صحابی کو اپنے بھائی کو بتادینے کا

1 . . . دلیل الفالحین، باب علامات حب اللہ تعالی العبد، ۴/۸۸، تحت الحدیث: ۱۳۸۵۔

حکم اس لیے ارشاد فرمایا تاکہ دونوں کے درمیان مزید محبت پیدا ہو چنانچہ مسند احمد کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ”جاؤ اور اسے بتادو کہ تم اس سے محبت کرتے ہو، تم دونوں کے درمیان محبت مزید پختہ ہو جائے گی۔“[1]

جس کے ساتھ محبت اسی کے ساتھ حشر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شخص دنیا میں جس سے محبت کرتا ہو گا کل بروزِ قیامت اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔ اگر نیک لوگوں سے محبت کرتا ہو گا تو نیکوں کے ساتھ حشر ہو گا، اگر برے لوگوں سے محبت کرتا ہو گا تو اس کا حشر برے لوگوں کے ساتھ ہو گا۔ جس کا حشر اچھے لوگوں کے ساتھ ہو گا یقیناً کل بروزِ قیامت اسی کو فائدہ ہو گا اور وہ نجات پائے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے جب وہ صحابی اپنے اس مسلمان بھائی کو اپنی محبت کا اظہار کر کے واپس بارگاہِ رسالت میں آئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: ”تو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت کرتا ہے۔“[2]

یَا اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں، تیرے تمام انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے محبت کرتے ہیں، تیرے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتے ہیں، تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کرتے ہیں، اہلِ بیتِ عظام سے محبت کرتے ہیں، اُمہاتُ المؤمنین سے محبت کرتے ہیں، حسنینِ کریمین سے محبت کرتے ہیں، تابعین، تبع تابعین سے محبت کرتے ہیں، چاروں ائمہ کرام سے محبت کرتے ہیں، غوثِ اعظم سے محبت کرتے ہیں، داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، اعلیٰ حضرت، امیرِ اہلسنت اور تیرے دیگر پسندیدہ بندوں اور تمام نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ تو ہمارا حشر بھی ان تمام مقدس ہستیوں کے ساتھ فرما، ہمیں ان کی شفاعت نصیب فرما، جنت میں بھی ہمیں ان کا پڑوس نصیب فرما۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۳/ ۴۸۱، حدیث: ۱۳۵۳۶۔

2 . . . شعب الایمان، باب في مقاربة أهل الدین وموادتهم وافشاء السلام بینهم، ۶/ ۴۸۹، حدیث: ۹۰۱۱۔

مدنی گلدستہ

”محبت حق“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمَّت کے تمام اَحوال سے واقف ہیں لیکن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بہترین راہنمائی کے لیے اپنی چھوٹی سی چھوٹی بات اور ذاتی اُمور بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بتادیا کرتے تھے۔

(2) سرکارِ دوعالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت پر کمال مہربان ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ہر ہر معاملے میں راہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

(3) جب کوئی شخص کسی اچھی بات کا اظہار کرے تو اسے اچھا مشورہ دینا چاہیے۔

(4) جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اسے بتادے کہ اس سے ان دونوں کے درمیان مزید الفت و محبت پیدا ہوگی۔

(5) جس سے اس کا مسلمان بھائی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کا اظہار کرے تو اسے بھی چاہیے کہ وہ اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرے اور محبت کرے تو اس کا اظہار بھی کردے۔

(6) اگر کوئی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کا اظہار کرے تو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ یہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر 47 رب تعالٰی کی بندے سے محبت کی علامات کا بیان

رب تعالٰی کی بندے سے محبت کی علامات، انہیں پیدا کرنے پر ابھارنے اور ان کے حصول کے لیے کوشش کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مخلوق کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت عام ہے، ہر شخص کسی نہ کسی سے محبت وانس رکھتا ہے، وہ جس سے محبت کرتا ہے، اس کا ذکر کرتا رہتا ہے، اس کے مختلف اوصاف بیان کرتا رہتا ہے، اس سے منسوب چیزوں سے محبت کرتا ہے، اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے جس میں اس کے محبوب کی رضا ہو۔ مخلوق کی آپس میں محبت اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو تو یہ سچی محبت ہے اور اس پر اجر عظیم کی نوید ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں ایسے بھی بندے ہیں جو مخلوق سے نہیں بلکہ اپنے خالق عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں، ہر وقت اُس کی یاد میں مگن رہتے ہیں، ذِکرِ الٰہی سے اُن کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، جب تک ذکرُ اللہ نہ کرلیں اُن کے دلوں کو چین نہیں آتا، اُن کا جینا مرنا فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں ہوتا ہے، رب تعالٰی جن سے محبت فرماتا ہے وہ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں، رب تعالٰی جن سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے وہ اُن سے بھی محبت کرتے ہیں کیونکہ اُن سے محبت کرنا دراصل ربّ تعالٰی سے ہی محبت کرنا ہے۔ مگر! بعض خوش نصیب لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ خود محبت فرماتا ہے، یقیناً ایسے لوگ خوش نصیبی کی معراج کو پہنچے ہوتے ہیں، ایسے خوش قسمت لوگوں کو نہ تو دنیا کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی آخرت کی فکر کیونکہ دنیا وآخرت کا خالق ومالک اُن سے محبت فرماتا ہے۔ یقیناً ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ اپنے ربّ تعالٰی کا محبوب بندہ بن جائے۔ ربّ تعالٰی کی اپنے بندے سے محبت کی کیا علامات ہیں؟ اِن علامات کو اپنے اندر کیسے پیدا کیا جائے؟ ان علامات کے حصول کے لیے کیا کوششیں کی جائیں؟ ریاض الصالحین کا یہ باب انہی تمام اُمور کے بارے میں ہے۔ اس باب میں امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے 2 آیات اور 3 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت حضور کی فرمانبرداری میں ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۳، آل عمران: ۳۱)

شانِ نزول: ”حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کیے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ حضور نے فرمایا: اے گروہِ قریش خدا کی قسم! تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کے دِین کے خلاف ہو گئے۔ قریش نے کہا: ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبّتِ الٰہی کا دعویٰ سیّد عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اتباع و فرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے اور حضور نے بت پرستی سے منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبّتِ الٰہی کے دعوے میں جھوٹا ہے۔ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبّت کا دعویٰ جب ہی سچّا ہو سکتا ہے جب آدمی سیّد عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مُتَّبع ہو اور حضور کی اِطاعت اختیار کرے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اِطاعت کے معنٰی ہیں فرمان پر عمل۔ اِتباع کے معنی ہیں کسی کی اداؤں کی نقل کہ جو کچھ اسے کرتے دیکھا خود کرنے لگے وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اِتباع ناقص بھی ہوتی ہے کامل بھی۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے چار قسم کے کام کیے: فرائض، واجبات، مستحبات، عادات۔ ان عادات کو سُنَنِ زوائد کہتے ہیں۔ صرف فرائض اور واجبات میں اتباع ناقص ہے۔ ان چاروں اعمال شریف کی اتباع کامل اتباع ہے۔ جس قدر اتباع کامل ہو گی اسی قدر رب کی محبوبیت اعلیٰ۔“[2]

رب تعالٰی کی اپنے بندوں سے محبت کا معنٰی:

اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت اس طور پر ہے کہ

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۳، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۳۱۔

2 ... تفسیر نعیمی، پ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/ ۳۵۸۔

وہ اپنے بندے کو ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے گناہ معاف فرما کر اسے عذاب سے دور کر دیتا ہے اور ہر ذی شعور انسان کا مطلوب بھی تو یہ ہی ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت حاصل کر کے خود کو عذاب سے محفوظ رکھے۔"[1]

(2) رب تعالیٰ کے پیاروں کی صفات

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ٘ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ (پ ۶، المائدہ: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں کچھ لوگوں کے مرتد ہونے سے قبل ان کے مرتد ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد کچھ لوگ زکوۃ دینے سے انکار کر کے مرتد ہو گئے۔ چنانچہ حضرت سیدنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی، بیشک اس کے علم میں یہ بات موجود تھی کہ کچھ لوگ مرتد ہوں گے۔ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظاہری پردہ فرما گئے تو اہلِ مکہ، اہلِ مدینہ اور اہلِ بحرین کے علاوہ عام عرب کے لوگوں کی ایک تعداد مرتد ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگے کہ: "ہم نماز ادا کریں گے لیکن زکوۃ نہیں دیں گے، اللہ کی قسم تم (یعنی سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) ہمارا مال غصب نہیں کر سکتے۔" (نَعُوْذُ بِاللہ) حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی گئی کہ آپ ان لوگوں سے فی الحال درگزر کریں جب یہ سمجھ جائیں گے تو زکوۃ لے آئیں گے لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: "بھلا جن چیزوں (نماز اور زکوۃ) کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اکٹھا کیا ہے میں ان میں تفریق نہیں کروں گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

[1] ... تفسیر کبیر، پ ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/ ۱۹۸۔

وَسَلَّم کی فرض کی ہوئی زکوٰۃ کی ایک رسی بھی ادا نہ کی تو ہم ان سے قتال کریں گے۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک جماعت کے ذریعے مدد فرمائی۔ انہوں نے ان مرتدین کے خلاف جہاد کیا یہاں تک کہ یہ مرتدین ومنکرین زکوٰۃ کا اقرار کرنے والے ہوگئے۔"[1]

خلفائے راشدین کی امامت کا ثبوت:

اس آیتِ مبارکہ میں اعجازِ قرآن اور رسولِ کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معجزہ بیان ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کے ارتداد سے پہلے ہی اُن کے مرتد ہونے کی خبر دے دی تھی یہ معاملہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عہد میں وقوع پذیر نہ ہوا اور یہ غیب کی خبر تھی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال اور ایک مدت کے بعد ویسا ہوا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا کہ عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہوگئے۔ حضرت سیدنا حَسَن و قتادہ عَلَیْہِمَا الرَّحْمَہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ مبارکہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں مرتدین کے خلاف جہاد کرنے والوں کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں: وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کا محبوب ہوگا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کریں گے، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے نیز یہ آیتِ مبارکہ چاروں خلفائے راشدین یعنی حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق، حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق، حضرتِ سَیِّدُنا عثمانِ غنی اور حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی امامت کے اثبات پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ انہوں نے حضور تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ظاہری حیات میں جہاد کیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پردہ فرمانے کے بعد مرتدین کی سرکوبی کی اور جس میں یہ صفات موجود ہوں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست ہے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... تفسیر طبری، پ۶، المائدہ، تحت الآیۃ: ۵۴، ۴/۶۲۳ ملخصاً۔

2 ... تفسیر قرطبی، پ۶، المائدہ، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/۱۳۰-۱۳۱۔



حدیث نمبر:386

محبوبِ الٰہی بننے کا بہترین نسخہ

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: اِنَّ اللهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِىْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔“[2]

ولی کون ہے؟

ولی کی کئی تعریفات بیان کی گئی ہیں۔ علامہ سَعْدُ الدین تَفْتازانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”ولی وہ ہے جو ممکنہ حد تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی صفات کا عارف ہو، ہمیشہ اُس کی عبادت کرتا ہو اور ہر قسم کے گناہوں اور (مباح اشیاء) کی لذات اور شہوات میں مشغولیت سے بچتا ہو۔“[3]

فقیہِ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ولی وہ مؤمن عَارِف بِاللہ ہے جو طاعات کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے اور محرمات سے بچتا رہے وہ بھی اللہ

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، حدیث: ۶۵۰۲۔

2 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، حدیث: ۶۵۰۲۔

3 . . . شرح العقائد، کرامات الاولیاء حق، ص ۳۱۳۔

کی رضا کے لیے نہ کہ عزت وشہرت حاصل کرنے کے لیے اور دکھاوے کے لیے، اس لیے جو شریعت کا پابند نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا اگرچہ ہوا میں اڑے۔ جوگی جے پال حالت کفر میں قادر تھے کہ اپنے حریف پر پتھر برسائیں، آگ برسائیں، خود ہوا میں اڑیں، کیا اس وقت وہ ولی تھے؟ (ہرگز نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا) ارشاد ہے: ﴿اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (پ۹، الانفال: ۳۴) اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "**ولیُّ اللہ** وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہو گیا کہ اسے ایک آن کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے۔ نیز حدیث پاک میں بیان ہوا کہ جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے، خدا کی پناہ۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو ربّ تعالیٰ کی طرف سے اِعلانِ جنگ دیا گیا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء۔"[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی ہونے کی وجہ سے عداوت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "**وَلِیُّ اللہ** سے اس لئے عداوت وعِناد (دشمنی وبغض رکھنا) کہ وہ **وَلِیُّ اللہ** ہے یہ تو کفر ہے۔ اسی کا یہاں (حدیثِ پاک میں) ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلافِ رائے یہ نہ کفر ہے اور نہ ہی فسق۔"[3] شارحِ بخاری حضرت علامہ غلام رسول رَضوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی جو کوئی ولی سے عداوت (دُشمنی) اس لئے کرتا ہے کہ وہ میرا ولی ہے تو میں اس سے جنگ کرتا ہوں اور اس کو ہلاک کرتا ہوں اور اس پر ایسے لوگ مُسَلَّط کرتا ہوں جو اس کو اذیت پہنچاتے رہیں۔ اُس شخص کی یہ رُسوائی دنیا میں ہے آخرت کی خرابی اس کے علاوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ذلت ورُسوائی سے پناہ دے۔"[4]

---

1. ...نزہۃ القاری، ۵/ ۶۶۹۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۸ ملتقطاً۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۸۔
4. ...تفہیم البخاری، ۹/ ۷۹۶۔

دو لوگوں سے رب تعالیٰ کا اِعلانِ جنگ:

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: ”دو قسم کے گناہ گاروں سے رب عَزَّوَجَلَّ نے اِعلانِ جنگ کیا ہے: (1) سُود خور (2) اَولیاء کا دشمن۔ یہ دونوں (یعنی سود خوری اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی) بہت بڑے گناہ ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندے سے جنگ کرنا بندے کے بُرے خاتمے پر دلالت کرتا ہے اور جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اِعلانِ جنگ کر دے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔“[1]

فرائض کی ادائیگی نوافل سے افضل ہے:

فقیہِ اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی حدیثِ پاک کی شرح کے تحت فرماتے ہیں: ”فرائض کی پابندی اور ادائیگی بہ نسبت نوافل کے افضل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فرائض ادا کرنے میں ثواب کی امید ہے اور ترک میں عذاب کا استحقاق اور نوافل کی ادائیگی میں ثواب کی امید اور ترک پر کوئی گناہ نہیں۔ نیز فرائض مامور بہٖ ہیں (یعنی ان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے) ان کا کرنے والا تابع فرمان ہے۔ اس میں آمر (یعنی حکم دینے والے) کی عظمت ظاہر ہے، اس میں عبودیت کا تذلل بھی ہے۔ نیز فرائض اصل ہیں اور نوافل فرع۔ حتیٰ کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جو (شخص) فرائض ترک کئے (ہوئے) ہو اور نوافل ادا کرے تو اس کے سارے نوافل زمین و آسمان کے درمیان معلق رہیں گے مقبول نہ ہوں گے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا: جس کے فرائض قضا ہو گئے ہوں وہ بجائے نوافل کے فرائض کی قضا کرے۔“[2]

نوافل کب قُربِ الٰہی کا سبب ہیں؟

حدیثِ مذکور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نوافل کے ذریعے بندہ اپنے رب کا مُقَرَّب و محبوب بن جاتا ہے۔ تو یہاں مطلقاً نوافل مراد نہیں بلکہ وہ نوافل مراد ہیں جو فرائض کی ادائیگی کے بعد اضافی طور پر ادا کئے جائیں۔ فرائض کی ادائیگی کے بغیر محض نوافل کی وجہ سے نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب مل سکتا ہے نہ وِلایت۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ، ۵/ ۱۰، تحت الحدیث: ۲۲۶۶۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۵/ ۶۶۹۔

فقیہِ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی کَمَاحَقُّہٗ ادائیگی کے بعد نوافل کی ادائیگی کرتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑے اور نوافل ادا کرے پھر بھی محبوب ہو۔ اس لئے کہ جو فرائض چھوڑے گا فاسق ہو گا وہ محبوب کیسے ہو گا؟ نوافل چونکہ بندہ اپنی طرف سے بخوشی ادا کرتا ہے اس لئے نوافل ادا کرنے والا محبت کا مستحق ہوا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص خدمت پر نوکر ہے جس کی تنخواہ لیتا ہے اور متعلقہ خدمت کے سوا کچھ انجام نہیں دیتا وہ مشاہرے کا ضرور مستحق ہے اور وہ ایک اچھا نوکر بھی کہلائے گا مگر دوسرا نوکر متعلقہ خدمات کے علاوہ مزید اپنی خوشی سے دوسری خدمات بھی انجام دیتا ہے یقیناً مالک اس دوسرے نوکر سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ محبت کرے گا۔“[1]

فرائض وواجبات مع نوافل کی ادائیگی:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”صرف فرائض وواجبات ادا کرنے والوں اور فرائض وواجبات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرنے والوں کی مثال اُن دو غلاموں کی طرح ہے کہ جنہیں اُن کا مالک پھل لانے کا حکم دے تو اُن میں سے ایک پھلوں کو ٹوکری میں رکھ کر پھولوں اور خوشبو وغیرہ سے سجا کر بڑے سلیقے سے اپنے مالک کی خدمت میں پیش کرے۔ جبکہ دوسرا جھولی میں پھل لائے اور اپنے مالک کے سامنے زمین پر ڈال دے۔ تو اِن دونوں ہی غلاموں نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی لیکن اہتمام سے حکم کی تعمیل کرنے والا دوسرے کے مقابلے میں مالک کو زیادہ محبوب ہو گا۔ اسی طرح جو بندہ فرائض کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے۔“[2]

محبوبِ الٰہی بننے کا انعام:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے اپنے ذکر اور فرمانبرداری میں مشغول کر کے شیطان کے شر سے محفوظ فرما دیتا ہے،

---

1 ... نزہۃ القاری، ۵/ ۶۶۹۔

2 ... الاربعین النوویۃ، الحدیث الثامن والثلاثون، ص ۱۲۹۔

اس کے سب اعضاء کو نیکیوں میں لگا دیتا ہے۔ قرآن پاک کی سماعت اور ذِکرِ الٰہی کو اس کا محبوب ترین مشغلہ بنا دیتا ہے۔ گانے باجے اور دیگر لغویات کو اس کے نزدیک بہت ناپسندیدہ کر دیتا ہے پھر وہ جاہلوں سے اعراض اور فحش کلامی سے اجتناب کرتا ہے، اپنی نظروں کو حرام اشیاء سے بچاتا ہے، پس اس کا دیکھنا غور وفکر و عبرت پر مبنی ہوتا ہے، وہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی قدرت پر دلیل پکڑتا ہے۔'' اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''میں کسی بھی چیز کو دیکھنے سے پہلے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔''مخلوق کو دیکھ کر خالق کی قدرت کی طرف متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کو دیکھ کر ان کے خالق کی تسبیح و تقدیس بیان کرے اور اس کی عظمت کا اقرار کرے، اپنے ہاتھ، پاؤں صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق استعمال کرے، کسی فضول کام کی طرف نہ چلے، اپنے ہاتھوں سے کوئی بے کار کام نہ کرے، اس کی حرکات و سکنات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہوں، جب بندے کی یہ حالت ہو جائے تو اسے اس کی تمام حرکات و سکنات اور افعال پر ثواب دیا جاتا ہے۔''[1]

کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہونے کے معانی:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا''**میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔۔۔الخ**'' علمائے کرام اور شارحین نے اس کے کئی معنی بیان فرمائے ہیں۔ شارِحِ حدیث علامہ نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اس کے دو معنی بیان فرمائے ہیں: **(1)** پہلا معنی یہ ہے کہ میں اس کے کان آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہوں۔ **(2)** دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب وہ اپنے ہاتھ، کان یا پاؤں سے کوئی عمل کرتا ہے تو میری یاد اس کے دل میں بسی ہوتی ہے جب وہ میری طرف متوجہ ہوتا ہے تو غیر کے لیے کوئی کام نہیں کرتا اس کے سب کام میری رضا کے لیے ہوتے ہیں۔[2] عمدۃ القاری میں ہے: ''یہ حدیث اپنے مجازی معنٰی پر محمول ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندے کی اِس طرح حفاظت فرماتا ہے جیسے بندہ اپنے اعضاء کی خود حفاظت کرتا اور انہیں ہلاکت سے بچاتا ہے۔'' امام خطابی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی فرماتے ہیں: اِس

---

1. ۔۔۔الاربعین النوویۃ، الحدیث الثامن والثلاثون، ص ۱۲۹۔
2. ۔۔۔الاربعین النوویۃ، الحدیث الثامن والثلاثون، ص ۱۳۰۔

حدیث میں سمجھانے کے لیے اس طرح مثال دی گئی ہے اور معنٰی یہ ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندے کو اِن چار اعضاء (یعنی ہاتھ زبان کان اور پاؤں) سے ہونے والے نیک اُمور کی پہچان کرا دیتا ہے پھر اُن نیک اَعمال کی محبت اُس کے دل میں ڈال کر انہیں اس پر آسان کر دیتا ہے اور ان اعضاء کو اپنی ناراضی والے کاموں مثلاً بُری باتیں سننا، ممنوع اشیاء کی طرف نظر کرنا، حرام اشیاء کو پکڑنا، ناجائز اُمور کی طرف چلنا وغیرہ سے محفوظ کر دیتا ہے یا پھر اس پر اس طرح آسانی فرماتا ہے کہ اس کی دعائیں اور حاجتیں جلد پوری فرماتا ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"اولیاء" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی رکھنا دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی رکھنے والا دراصل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دشمن ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے اور جس کے خلاف خود ربّ عَزَّوَجَلَّ اِعلانِ جنگ فرمادے یہ اس کے بُرے خاتمے اور دنیا و آخرت میں کامیاب نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے اُن کی ولی ہونے کی وجہ سے عداوت یعنی دشمنی رکھنے کو علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے کفر لکھا ہے۔

(4) فرائض کی ادائیگی ربّ عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے جبکہ فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کی ادائیگی بھی ربّ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

(5) جو نوافل فرائض کی ادائیگی کے بعد ادا کیے جائیں وہی قُربِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

(6) جس بندے سے ربّ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے اسے خلافِ شرع کاموں سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی پابند بنائے اور ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے اور اپنے اولیا کی دشمنی اور بُغض سے محفوظ فرمائے، ہمیں فقط اُن کی محبت

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۱۵ / ۵۷۷، تحت الحدیث: ۶۵۰۲۔

نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:387

محبوبِ الٰہی، محبوبِ جبریل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اِذَا اَحَبَّ اللہُ تَعَالٰی الْعَبْدَ نَادٰی جِبْرِیلَ: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَیُحِبُّهُ جِبْرِیْلُ فَیُنَادِیْ فِیْ اَھْلِ السَّمَاءِ: اِنَّ اللہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهُ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِی الْاَرْضِ.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَیُحِبُّهُ جِبْرِیلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ: اِنَّ اللہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهُ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیلَ فَیَقُوْلُ: اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ فَیُبْغِضُهُ جِبْرِیلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَھْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللہَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ فَیُبْغِضُهُ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِی الْاَرْضِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل کو ندا دیتا ہے کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ جبریل بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین میں اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔“ مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ دو عالم کے مالک و مختار، مکی مدنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر فرماتا ہے کہ بے شک میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل امین بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبریل

---

1 . . . بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۲/ ۳۸۲، حدیث: ۳۲۰۹۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب اذا احب اللہ عبدا، ص ۱۴۱۷، حدیث: ۲۶۳۷۔

عَلَیْہِ السَّلَام آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔" پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر زمین میں اسے مقبول بنادیا جاتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کو ناپسند فرماتا ہے تو جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلاکر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اسے ناپسند کرو۔ چنانچہ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بھی اسے ناپسند کرتے ہیں پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں شخص کو ناپسند فرماتا ہے لہٰذا تم لوگ بھی اسے ناپسند کرو۔" پھر آسمان والے بھی اس سے ناپسند کرتے ہیں پھر زمین میں بھی اس کے لیے ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔"

رب تعالیٰ کی بندے سے محبت کا معنیٰ:

رب تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت کے شارحین نے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے اس طور پر محبت فرماتا ہے کہ وہ اس سے بھلائی کرنے، اسے ہدایت دینے اور اس پر انعام کرنے اور اس پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے۔"[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ بندہ سے مراد مؤمن انسان ہے، محبت سے مراد یا تو اس کی بھلائی کا ارادہ فرمانا ہے تو یہ محبت ربّ کی ذاتی صفت ہے یا اس بندہ پر کرم و احسان فرمانا ہے تو یہ صفت فعل ہے لہٰذا حدیث ظاہر ہے اس پر علمِ کلام کا کوئی اعتراض نہیں۔"[2] عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "بندے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اسے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔"[3]

جبریلِ امین کی بندے سے محبت کا معنیٰ:

جب اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کو بلاکر اپنی محبت کا اظہار فرماتا ہے۔ چونکہ حضرت سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام تمام فرشتوں سے افضل ہیں، نیز جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام ہی

1 ... دلیل الفالحین، باب فی علامات حب اللہ تعالٰی للعبد، ۲/ ۲۶۲، تحت الحدیث: ۳۸۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۵۔

3 ... فتح الباری، کتاب الادب، باب المقۃ من اللہ تعالٰی، ۱۱/ ۳۹۲، تحت الحدیث: ۶۰۴۰۔

خالق و مخلوق کے درمیان سفیر ہیں اور حضرات انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر وحی لانے والے۔ اس لیے ان سے ہی یہ فرمایا جاتا ہے، بلانے سے مراد انہیں مطلع فرمانے کے لیے ندا فرمانا ہے۔[1] سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام اور فرشتوں کی بندے سے محبت کا معنی بیان کرتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ملائکہ کی بندے سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ ملائکہ اس بندے کے لیے استغفار کرتے ہیں، اور اس کے لیے دنیا و آخرت کی خیر کا ارادہ کرتے ہیں۔“[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کی بندے سے محبت کے دو احتمالات ہیں: ایک یہ کہ وہ اس بندے کے لیے استغفار کریں، اس کی تعریف بیان کریں اور اس کے لیے دعا کریں۔ دوسرا یہ کہ محبت کے وہی ظاہری معنٰی مراد لیے جائیں جو دیگر مخلوق کی محبت کے لیے جاتے ہیں یعنی دل کا محبوب کی جانب مائل ہونا اور اس سے ملنے کا اشتیاق ہونا۔ سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کی اس بندے سے محبت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ اپنے ربّ تعالٰی کا مطیع و فرمانبردار اور محبوب ہوتا ہے۔“[3]

محبت کی تین اَقسام کا بیان:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”محبت کی تین قسمیں ہیں: (1) محبتِ الٰہی (2) محبتِ روحانی (3) اور محبتِ طبعی۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں تینوں اَقسام کا بیان ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے بندے سے محبت، محبتِ الٰہی ہے۔ سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام اور ملائکہ کی بندے سے محبت، محبت روحانی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی اُس محبوب بندے سے محبت محبتِ طبعی ہے۔“[4]

زمین میں بندے کی مقبولیت:

زمین میں بندے کی مقبولت کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۵۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب المقۃ من اللہ تعالٰی، ۱۵/ ۱۹۷، تحت الحدیث: ۶۰۴۰۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی علامات حب اللہ تعالٰی للعبد، ۲/ ۲۶۳، تحت الحدیث: ۳۸۷۔

4 ... فتح الباری، باب المقۃ من اللہ، ۱۰/ ۳۶۲، تحت الحدیث: ۵۶۹۳۔

فرماتے ہیں: ”مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کے دل اُسے قبول کرلیتے ہیں، اُس سے محبت کرتے ہیں، اُس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اُس سے راضی ہو جاتے ہیں۔ اِس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ کسی بندے سے لوگوں کا محبت کرنا یہ اِس بات کی علامت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اُس سے محبت فرماتا ہے کیونکہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی اچھا ہی ہوتا ہے۔“[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کی لوگوں کے دلوں میں محبت، اس کے لیے بھلائی اور اس کی رضا ڈال دیتا ہے اور لوگ اس کی غیر موجودگی میں اس کے ذکر کو اچھا سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے نیک بندوں اور بڑے بڑے ائمہ حضرات کے حق میں عادت جاری ہے کہ لوگ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے ذکرِ خیر کو اچھا سمجھتے ہیں۔“[2] عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ بندگانِ خدا اُس کے لیے بھلائی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو اس سے شر کو دور کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔“[3]

زمین والوں سے کون مراد ہے؟

مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”زمین سے مراد زمینی باشندے انسان ہیں یا جن و انس دونوں مگر وہ جن و اِنس جو اہلِ محبت سے ہوں۔ جو بہ شکل اِنسان جانور ہیں وہ محبت نہ کریں تو نہ کریں۔ چنانچہ حضراتِ انبیاء اولیاء، حضرات صحابہ و اہل بیت کے بہت لوگ دشمن ہیں، یہ لوگ اہلِ محبت اور دل والے نہیں، لباس آدمی میں شیر بھیڑیئے ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دِل اُس بندے کی طرف کھنچنے لگتے ہیں وہ دِلوں کا مقناطیس بن جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ (پ۱۶، مریم: ۹۶) (ترجمۂ کنزالایمان: ”بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔“) یہ حدیث اِس آیت کی شرح ہے۔[4]

---

1. . . . عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب المقۃ من اللہ تعالٰی، ۱۵/ ۱۹۷، تحت الحدیث: ۶۰۴۰۔
2. . . . دلیل الفالحین، باب فی علاماتِ حب اللہ تعالٰی للعبد، ۲/ ۲۶۳، تحت الحدیث: ۳۸۷۔
3. . . . فتح الباری، کتاب الادب، باب المقۃ من اللہ، ۱۰/ ۳۹۲، تحت الحدیث: ۶۰۴۱۔
4. . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۶۔

ربّ تعالیٰ کی بندے سے ناپسندیدگی کا معنیٰ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ ”ربّ تعالیٰ کی اپنے بندے سے ناپسندیدگی کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اسے عذاب دینے اور اس کی بدبختی کا اِرادہ فرماتا ہے۔“[1] قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”معنیٰ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عذاب دینے اور دنیا وآخرت میں اس کی تباہی بربادی کا ارادہ فرماتا ہے۔“[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے حد درجہ ذلت ورُسوائی کا اِرادہ فرماتا ہے، اُس سے نظرِ رحمت کو پھیرنے اور اُسے اپنی رحمت سے دُور کرنے کا اِرادہ فرماتا ہے۔“[3]

جبریلِ امین کی بندے سے ناپسندیدگی:

سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام یا ملائکہ کی بندے سے ناپسندیدگی کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ناپسندیدگی کی سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام یا دیگر فرشتوں کی طرف نسبت کے دو معنیٰ ہوسکتے ہیں: (1) حقیقی معنیٰ یعنی قلبی ناپسندیدگی اور اندرونی نفرت (کہ جس طرح بندے ایک دوسرے سے قلبی اور اندرونی طور پر نفرت کرتے ہیں ویسے ہی فرشتے بھی اس شخص سے نفرت کرتے ہیں۔) (2) مجازی معنیٰ یعنی اس بندے کے خلاف دھتکارے جانے کی بد دعا کرنا اور ناپسندیدگی کی دیگر اقسام۔“[4]

دنیا میں بندے کے لیے ناپسندیدگی:

علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”دنیا میں بندے کے لیے ناپسندیدگی رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ساری دنیا والے اُس سے نفرت کرتے ہیں، اُس کی طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں، لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت ختم ہوجاتی ہے اور لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچائے بغیر اس کی تعظیم وتکریم

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ۸/ ۷۶۳، تحت الحدیث: ۵۰۰۵۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب الارواح جنود مجندہ، ۸/ ۵۵، تحت الحدیث: ۲۶۳۷۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی علامات حب اللہ تعالٰی للعبد، ۲/ ۲۶۴، تحت الحدیث: ۳۸۷۔

4 ... دلیل الفالحین، باب فی علامات حب اللہ تعالٰی للعبد، ۲/ ۲۶۴، تحت الحدیث: ۳۸۷۔

دِلوں سے ختم ہوجاتی ہے۔"[1] حضرت سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں شخص کو ناپسند فرماتا ہے سو تم لوگ بھی اسے ناپسند کرو۔" **مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی اے آسمان والو فلاں بدنصیب انسان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس پر غضب کرنا چاہتا ہے تم اس سے نفرت کرو اس کے لیے بددعائیں کرو۔ ایسے شخص سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اسے بددعائیں دیتے ہیں اور دل والے محبت والے انسانوں کے دلوں میں قدرتی طور پر اس سے نفرت ہوجاتی ہے اگرکچھ برے لوگ اس کی طرف مائل ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔"[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا والے کام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں ہمارے لیے بے شمار عبرت کے مدنی پھول ہیں، بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور محبوبیت نصیب ہوجاتی ہے، رب تعالیٰ ان سے راضی ہوجاتا ہے، رب تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے، آسمان والے یعنی ملائکہ ان سے محبت کرتے ہیں، زمین والے بھی ان سے محبت کرتے ہیں، یقیناً ایسے لوگ دُنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوگئے، دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی بھی اُنہیں سُرخُروئی نصیب ہوگئی اور بہت بدنصیب ہیں وہ لوگ جن سے ان کا ربّ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے، اُن کا خالق و مالک عَزَّوَجَلَّ انہیں ناپسند فرماتا ہے، اُس کے فرشتے ناپسند کرتے ہیں، دنیا میں اس کے لیے ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔ یقیناً ایسے لوگوں کی دنیا بھی تباہ ہوگئی اور آخرت بھی برباد ہوگئی، ہمیشہ ہمیشہ کی ذِلّت ورُسوائی اُن کا مقدر بن گئی۔ مگر آہ! ہمیں نہیں معلوم کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ بندے ہیں یا نہیں؟، ہم سے ہمارا ربّ عَزَّوَجَلَّ راضی ہے یا نہیں؟ ہم سے آسمان والے یعنی فرشتے محبت کرتے ہیں یا نہیں؟ ہم سے دنیا والے حقیقی محبت کرتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے لیے دنیا میں پسندیدگی رکھ دی گئی ہے یا نفرت؟ یقیناً اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق گزارنے میں ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا ہے۔ کاش! ہم بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا میں اپنی زندگی کو بسر کرنے والے بن جائیں، اپنے ہر ہر کام کو سنتوں کے مطابق گزارنے والے بن جائیں۔

---

1. ... التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۲۴۴۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۸۵۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا عملی طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ آپ بھی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے۔ امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے عطا کردہ اس مدنی مقصد کے تحت زندگی گزاریئے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ"** مدنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنالیجئے، مدنی انعامات کو اپنی زندگی میں نافذ کیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا مدنی ذہن بنے گا۔اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

مدنی گلدستہ

"مسلمین" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) خوش بخت ہیں وہ لوگ جن سے ان کا ربّ تعالٰی محبت فرماتا ہے۔

(2) جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے، اس سے جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام، سارے فرشتے اور دنیا والے بھی محبت کرتے ہیں، اُس کی عزت واحترام کرتے ہیں، اُس کے ذکر کو اچھا جانتے ہیں۔

(3) جس بندے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرشتے محبت کرتے ہیں تو وہ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(4) بدبخت ہیں وہ لوگ جنہیں رب عَزَّوَجَلَّ ناپسند کرتا ہے، یقیناً دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی ان کا مقدر ہے۔

(5) رب تعالٰی کا ناپسندیدہ تمام فرشتوں اور ساری دنیا والوں کا بھی ناپسندیدہ ہے۔

(6) ہمیشہ اللہ ورسول کی رضا والے کاموں کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنا پسندیدہ بندہ بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:388

مَحبوبِ اِلٰہی صحابیِ رسول

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بَعَثَ رَجُلاً عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِـ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ: سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ: لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللهَ تَعَالٰى يُحِبُّهٗ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو کسی لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ امیر اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتا تو اپنی قراءت کا اختتام ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ﴾ پر کرتا۔ جب وہ لشکر واپس لوٹا تو اس کے ساتھیوں نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِس بات کا ذکر کیا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس سے پوچھو! وہ ایسا کیوں کرتا تھا؟“ انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: ”اس میں رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی صفت کا بیان ہے اس لیے میں اس کی تلاوت پسند کرتا ہوں۔“ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسے خبر دے دو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔“

غزوات وسرایا کسے کہتے ہیں؟

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۸۶۴ صفحات پر مشتمل کتاب ”فیضانِ فاروقِ اعظم“ جلد اول، ص۴۶۹ پر ہے: ”جن جنگوں میں حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود شرکت فرمائی انہیں مُحَدِّثِیْن کی اِصطلاح میں ”مَغَازِی“ اور ”غَزَوَات“ کہا جاتا ہے اور جن میں آپ خود شریک نہ ہوئے بلکہ اپنے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو امیر بنا کر بھیجا انہیں ”سَرَایَا“ اور ”بُعُوث“ کہا جاتا ہے۔ اِن چاروں اِصطلاحات میں مختصر سا فرق ہے۔ ”مَغَازِی“ جمع ہے ”مَغْزیٰ“ کی، جس کے معنی غازیوں کے اوصاف کو بیان کرنا ہے جبکہ ”غَزَوَات“ جمع ہے ”غَزْوَہ“ کی۔ اِسی طرح ”سَرَایَا“ جمع ہے

[1] ... مسلم، کتاب صلاة المسافر وقصرها، باب فضل قراءة قل هو الله احد، ص ۴۰۶، حدیث: ۸۱۳۔

''سَرِیَّۃ'' کی، اِس سے مراد وہ لشکر ہے جو کم از کم پانچ افراد پر مشتمل ہو۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کم از کم سو اَفراد پر مشتمل ہو تو ''سَرِیَّۃ'' کہلائے گا۔ ''سَرِیَّۃ'' کے اَفراد کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۴۰۰ چار سو ہوتی ہے اور بعض علماء کے نزدیک ۵۰۰ پانچ سو جبکہ ''بُعُوْث'' جمع ہے ''بَعْث'' کی، اِس سے مراد وہ فوجی مہم ہوتی ہے جو لشکر سے کچھ منتخب اَفراد کو الگ کر کے بھیجی جائے۔''[1]

سورۂ اِخلاص پر قراءت کا اختتام:

صحابی رسول رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں بیان ہوا کہ وہ اپنی قراءت کا اختتام سورۂ اخلاص کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''یعنی ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ'' پڑھا کرتے تھے۔ قراءت ختم کرنے کے بعد کے یہ ہی معنی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور (کوئی دوسری) سورت پڑھ کر ''قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ'' پڑھتے تھے کہ یہ تو مکروہ ہے۔''[2]

جنگ میں بھی نمازِ باجماعت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو کسی جنگی مہم کے لیے بھیجا اور وہاں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے نماز باجماعت ادا کی۔ اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت کی بہت اہمیت ہے، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عام طور پر تو نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا ہی کرتے تھے لیکن جنگوں میں بھی نمازِ باجماعت کو کبھی ترک نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کاش ہم بھی نمازِ پنجگانہ باجماعت پہلی صف میں تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ ادا کرنے والے بن جائیں۔ نمازِ باجماعت کی فضیلت پر مشتمل 2 فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ''باجماعت نماز ادا کرنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔''[3] (2) ''جس نے کامل وضو کیا اور کسی فرض نَماز کی ادائیگی کے

---

1 ... سیرت سید الانبیاء، ص۱۷۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۳۳۔

3 ... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلوۃ الجماعۃ، ۱/۲۳۲، حدیث: ۶۴۵۔

لئے چلا اور نماز باجماعت ادا کی تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ”[1]

سورۂ اخلاص میں صفاتِ باری تعالیٰ:

سورۂ اخلاص میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات کا واضح بیان ہے اور ان صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اس بات کو بیان فرمایا۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ سورت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان صفات پر مشتمل ہے جو اس کے لیے واجب ہیں جیسے توحید اور ان صفات پر بھی مشتمل ہے جو اس کے لیے مخلوق کی جہت سے جائز ہیں جیسے اس کی مخلوق کا اس کی طرف محتاج ہونا، تمام امور میں اس کی ذات کا قصد کرنا، اور ان صفات پر بھی مشتمل ہے جو باری تعالیٰ کے لیے محال ہیں جیسے وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ظالم و سرکشی کرنے والوں کی ان تمام باتوں سے پاک و منزہ اور بہت بلند ہے جو اس کی ذات کے لائق نہیں ہیں۔ علامہ دمامینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ صحابی کے اس قول کہ اس سورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات کا بیان ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ اس سورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات کو بیان فرمایا گیا ہے جیسا کہ جب کسی وصف کو ذکر کیا جائے تو اسے اس ذات کے ذکر سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کیونکہ وصف ذات کے ساتھ ملا ہوتا ہے اگرچہ وہ ذکر وصف نہیں ہوتا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے اس سے غیر کی نفی مراد لی ہو کہ اس سورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی صفات کا بیان ہے جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں۔“[2] صدرُ الافاضل حضرتِ علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”احادیث میں اس سورت کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے یعنی تین مرتبہ اس کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے۔ ایک شخص نے سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ مجھے اس سورت سے بہت محبّت ہے فرمایا: اس کی محبّت تجھے جنّت میں داخل کرے گی۔ شانِ نزول: کفّارِ عرب نے سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اللہ ربُّ العزّت وعزّوعلا تبارک وتعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے: کوئی کہتا تھا کہ اللہ کا نسب کیا ہے؟ کوئی کہتا

---

1 . . . الترغیب والترھیب، کتاب الصلوۃ، الترغیب فی المشی الی المساجد، ۱/۱۳۰، حدیث: ۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب علامات حب اللہ تعالی للعبد، ۲/۲۶۵، تحت الحدیث: ۳۸۸۔

تھا کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے کس چیز کا ہے ؟ کسی نے کہا وہ کیا کھاتا ہے، کیا پیتا ہے ؟ ربوبیّت اس نے کس سے ورثہ میں پائی اور اس کا کون وارث ہوگا ؟ ان کے جواب میں اللہ تعالٰی نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنے ذات و صفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح کی اور جاہلانہ خیالات و اوہام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے اپنی ذات وصفات کے انوار کے بیان سے مُضْمَحِل (کمزور) کر دیا۔"[1]

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا استفسار:

جنگ سے واپسی پر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رسالت میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس صحابی کے بارے میں استفسار کیا۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ چنانچہ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یا تو حکایۃً کہا گیا یا شکایۃً کیونکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نماز میں کوئی سورت مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے۔ ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے۔ مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں "قُلْ ھُوَاللہ" ہی پڑھا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت اُستاد سے مُرید کی شکایت پیر سے حتی کہ اپنے امام کی شکایت سلطانِ اسلام سے کرسکتے ہیں یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے۔"[2]

کام کرنے والے سے پوچھنے کی حکمت:

جب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس شخص کے متعلق **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خبر دی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اس کی وجہ پوچھنے کا حکم دیا۔ **عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس کا سبب یہ ہے تاکہ اس کی نیت اور اس کے ارادے کے مطابق اس کی جزا کو مرتب کیا جاسکے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اعمال کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے۔"[3]

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حکم دیا کہ اس سے پوچھیں

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۳۰، الاخلاص، تحت الآیۃ:۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۳۳۔

3 ... دلیل الفالحین، باب علامات حب اللہ تعالی للعبد، ۲/۲۶۵، تحت الحدیث: ۳۸۸۔

کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس سے پوچھا اور ان کے جواب دینے کے بعد سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ”اسے خبر دے دو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔“

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان لے کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیے۔ فتویٰ اور ہے، فیصلہ کچھ اور۔ فتویٰ صرف ایک فریق کے بیان پر دیا جاسکتا ہے، دیکھو داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے بکریوں والے فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فتویٰ دے دیا تھا۔ یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لیے ہے۔“[1]

قرآنِ پاک سے اُلفت ومحبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان قرآنِ پاک سے بہت محبت کیا کرتے تھے، نماز وغیر نماز دونوں میں اس کی ذوق وشوق سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ہم بھی قرآنِ پاک سے محبت کا زبانی دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ہمارا یہ دعویٰ بالکل کھوکھلا ہے، کیونکہ ہماری آج ہماری اکثریت قرآنِ پاک کو برکت کے لیے تو غلاف میں لپیٹ کر اپنے گھروں میں رکھتی ہے مگر باوضو ہو کر اس کی تلاوت کی سعادت حاصل نہیں کرتی۔ کاش ہم صبح وشام تلاوت قرآن کرنے والے بن جائیں، اس کے احکام پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کے فضائل پر2 فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: (1)”قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔“[2] (2)”روزہ اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا: یارب عَزَّوَجَلَّ! میں نے اسے دن میں کھانے اور پینے سے روک دیا تھا لہٰذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما جبکہ قرآن کہے گا: اے رب عَزَّوَجَلَّ! میں نے اسے رات کو سونے سے روک دیا تھا لہٰذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ پھر ان دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔“[3]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۳۳۔

2 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ص ۴۰۳، حدیث: ۸۰۴۔

3 ... الترغیب والترھیب، کتاب قراءۃ القرآن فی الصلاۃ، ۲/۲۳۰، حدیث: ۲۲۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس صحابی کے لیے بشارت دی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے محبت فرماتا ہے، دلیل الفالحین میں اس کی چند وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں۔ چنانچہ علامہ دمامینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہوسکتا ہے یہ مراد ہو کہ چونکہ یہ اس سورت کی قراءت کرنے سے محبت کرتا ہے اس لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اس لیے محبت فرماتا ہے کیونکہ اس کا یہ کلام اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور اس کے اعتقاد کے لیے اس سے محبت کرتا ہے۔“ یہ بھی ہوسکتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے سے محبت فرمانا اس کے لیے اس بات کی خوشخبری ہو کہ اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہے۔ نیز حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مضارع کا صیغہ بیان فرمایا جس کی یہ تعبیر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اس کے ساتھ دوام اور استمرار کے ساتھ یعنی مستقل رہتی ہے۔ نیز اس حدیثِ پاک میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ قرآن پاک کا بعض حصہ ایسا بھی ہے کہ جس کی طرف بندے کا دل مائل ہوجاتا ہے اور وہ اس کی کثرت سے تلاوت کرتا ہے۔ لہٰذا اسے قرآن پاک کے بعض دیگر حصوں کو چھوڑ دینے میں شمار نہیں کیا جائے گا۔“[1]

قرآن سے محبت، محبتِ الٰہی کا ذریعہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”یا تو اس سورت سے محبت کرنے کی بنا پر یا اللہ تعالٰی سے محبت کرنے کی بناء پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی آیات ذات وصفاتِ الٰہی سے محبت کرنا اللہ تعالٰی کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے۔ ایسے ہی حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت بلکہ اُن کی اطاعت خدا کی محبوبیت کا ذریعہ ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (پ۳، آل عمران: ۳۱) (ترجمۂ کنز الایمان: تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔) یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی

[1] ... دلیل الفالحین، باب علامات حب اللہ تعالی للعبد، ۲/۲۶۶، تحت الحدیث: ۳۸۸۔

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سب بندوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں جن کی خود ہمیں بھی خبر نہیں۔ محبوبِ خدا یا مردودِ بارگاہ ہونا ایک ایسی چھپی ہوئی حالت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہو سکتی مگر حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس پر بھی خبردار ہیں۔ اس ایک جملے میں اس کے تقویٰ پر استقامت، ایمان پر خاتمہ، قبر و حشر میں نجات، جنت میں داخلہ، سب کی خبر دے دی گئی۔"[1]

رب تعالیٰ کے محبوب صحابی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں جن صحابی کا ذکرِ خیر ہے کہ وہ سورۂ اخلاص پر قراءت کا اختتام فرمایا کرتے تھے، اِن کا نام کرز بن زھدم انصاری تھا۔ انہیں بارگاہِ رسالت سے رب تعالیٰ کے محبوب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ بعض نے ان کا نام کلثوم بن زھدم بھی ذکر کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان صحابی کا نام کلثوم بن ھدم تھا لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ ان کا وصال تو ابتدائے ہجرت میں قتال کی آیات نازل ہونے سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ علامہ ابن عبد البر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا کلثوم بن ھدم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت بزرگ صحابی تھے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل ہی مدینہ منورہ میں ایمان لے آئے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرکے تشریف لائے تو سب سے پہلے ابتدائی چار دن اِن ہی کے گھر ٹھہرے تھے، بعد ازاں حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا کلثوم بن ھدم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال بدر سے قبل ہو گیا تھا، ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہی وصال ہوا۔"[2]



"رب کریم کی رضا" کے 11 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۳۴۔

2 ... الاصابۃ، کرز بن زھدم، ۵/ ۵۰۲، رقم: ۷۴۰۱، ارشاد الساری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء ... الخ، ۱۵/ ۳۸۶، تحت الحدیث: ۷۳۷۵، الاستیعاب، کلثوم بن الھدم الانصاری، ۳/ ۳۸۴، دلیل الفالحین، باب علامات حب اللہ تعالی للعبد، ۲/ ۲۶۵، تحت الحدیث: ۳۸۸۔

(1) سفر ہو یا حضر صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان نمازِ باجماعت کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(2) تمام صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ اور محبوب بندے ہیں مگر بعض صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان کو بارگاہِ ربُّ العزت اور بارگاہِ رسالت میں خصوصی مقام و مرتبہ بھی حاصل تھا۔

(3) شاگرد کی شکایت اُستاد سے مُرید کی شکایت پیر سے حتی کہ اپنے امام کی شکایت سلطانِ اسلام سے کرسکتے ہیں یہ غیبت نہیں بلکہ اِصلاح ہے جبکہ اِصلاح ہی کی نیت ہو۔

(4) اعمال کا دارومدار مقاصد اور نیتوں پر ہے۔

(5) سورۂ اخلاص میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مختلف صفات کا بیان ہے۔

(6) قرآنِ پاک کی مختلف سورتوں کے مختلف فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، سورۂ اخلاص کی بھی بہت فضیلت ہے، تین بار سورۂ اخلاص کو پڑھنا پورے قرآن کے برابر ثواب ہے۔

(7) جب بندہ اخلاص کے ساتھ کوئی عمل کرتا ہے تو وہ انعاماتِ ربانی کا مصداق بن جاتا ہے۔

(8) قرآن اور صاحبِ قرآن سے محبت میں دارین کی فلاح ہے۔

(9) جب بھی کسی معاملے کا فیصلہ کرنا ہو تو فریقین کا موقف سننے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔

(10) جس نے قرآن کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام تو ایسا شخص کل بروزِ قیامت اپنے خاندان کے دس ایسے لوگوں کی شفاعت کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا ہو گا۔

(11) قرآنِ پاک سے محبت کرنے والا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بن جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی سعادت نصیب فرمائے، تلاوتِ قرآن کے سبب محبتِ الٰہی نصیب فرمائے، ہمیں قرآنِ پاک کے حلال کو حلال جاننے اور حرام کو حرام جاننے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:48 نیک لوگوں کو ایذا دینے سے ڈرانے کا بیان

نیک لوگوں، محتاجوں اور مساکین کو ایذا دینے سے ڈرانے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بلا وجہ شرعی کسی کو بھی تکلیف پہنچانے کی اِسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یقیناً اس کا یہ عمل سراسر اِسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اسلام تو لوگوں کی داد رسی کرنے، محتاجوں کی مدد کرنے، اُن سے تکالیف کو دور کرنے کی تربیت دیتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں سے حسنِ سلوک، ان کے ساتھ تعاون، مشکل وقت میں ان کی مدد یہ وہ اوصاف ہیں جو ایک مسلمان کی شخصیت کا حسین امتزاج ہیں۔ مسلمان تو مسلمان اسلام نے کسی کافر کو بھی بلا وجہ تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان ہی دوسرے مسلمان کو تکلیف دے؟ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی "نیک لوگوں محتاجوں اور مساکین کو ایذا پہنچانے سے ڈرانے" کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ مبارکہ اور 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مسلمانوں کو بلاوجہ ستانا گناہ ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کُھلا گناہ اپنے سر لیا۔

مؤمنین کو ایذا دینے والے پر لعنت:

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "مسلمان مردوں یا عورتوں کو بے کیے ستانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے حق میں وہ باتیں کرتے یا ان کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں جس سے انہیں رنج پہنچتا ہے حالانکہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہوتی کہ جس پر انہیں دُکھ یا رنج پہنچایا جائے۔

پچھلی آیتِ مبارکہ میں اللہ و رسول کو ایذا پہنچانے کا ذکر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا دینا ہر حال میں ناحق ہے جبکہ عام مؤمنین و مؤمنات کو ایذا دینا کبھی حق ہوتا ہے کبھی ناحق۔ آیتِ مبارکہ عام ہے اس میں ہر وہ ایذا یعنی تکلیف مراد ہے جو کسی بھی مؤمن مرد و عورت کو ناحق دی جائے۔ بہتان کا معنیٰ ہے: کسی کے حق میں ایسی بات کہنا جو اس نے نہ کی ہو۔ یہ آیتِ مبارکہ پچھلی آیتِ مبارکہ کے فوراً بعد آئی ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا دینے کا ذکر ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مؤمنین کو ایذا دینا ایسے ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا دینا اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایذا دینا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا دینے والے پر دنیا و آخرت میں لعنت اور ذلت و رسوائی ہے، تو پس مؤمنین کو ایذا دینے والا بھی ایسا ہی ہے۔"[1]

مؤمن کو ہر طرح کی اذیت دینا حرام:

عَلَّامَہ اَبُوْعَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو قبیح اَفعال و اَقوال دونوں سے ہی اذیت ہوتی ہے جیسا کہ کسی پر بہتان لگانا اور اسے جھٹلانا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیتِ مبارکہ میں اذیت دینے سے مراد یہ ہے کہ کسی مؤمن کو مذموم حسب کی وجہ سے یا مذموم پیشہ کی وجہ سے یا ایسی چیز کی وجہ سے عار دلانا کہ جب وہ اسے سنے تو اس کے لئے وہ بوجھ بنے کیونکہ مؤمن کو ہر طرح کی اذیت دینا حرام ہے۔"[2]

کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں:

صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی مرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بد گوئی کرتے تھے۔ حضرت فُضَیل نے فرمایا کہ کتّے اور سور کو بھی ناحق

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۸، ۷/ ۲۳۸، ۲۳۹۔

2 . . . تفسیر قرطبی، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۸، الجزء الرابع عشر، ۷/ ۱۷۸۔

ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جُرم ہے۔"[1]

(2) سائل کو مت جھڑکو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ (پ ۳۰، الضحیٰ: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

سائل آخرت کا ڈاکیا ہے:

عَلَّامَہ اَبُوعَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "سائل کو نہ جھڑکو یعنی اسے مت ڈانٹو۔ یہاں سائل کو سخت بات کہنے سے منع کیا گیا ہے، بلکہ اسے تھوڑا مال دے کر یا اچھے انداز میں لوٹائے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب سائل سوال کرے تو تم میں سے کسی کو اسے عطا کرنے سے کوئی چیز نہ روکے اگرچہ وہ عطا کرنے والا سائل کے ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن دیکھے۔" حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: "سائلین کتنے اچھے لوگ میں جو ہمارا زادِہ راہ آخرت کے لئے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔" سیدنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: "سائل آخرت کا ڈاکیا ہے، وہ تمہارے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے: کیا تم اپنے گھر والوں کے لئے کوئی چیز بھیجنا چاہتے ہو؟" حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سائل کو تھوڑا مال دے کر یا اچھا جواب دے کر واپس کرو، بیشک تمہارے پاس وہ آتا ہے جو نہ انسانوں میں سے ہوتا ہے اور نہ جنوں میں سے، مگر وہ یہ دیکھتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں جو عطا کیا ہے اس میں تمہارا کیا رویہ ہے۔" یہاں سائل سے مراد وہ سائل ہے جو دین کے متعلق سوال کرے، یعنی اس سے سخت بات نہ کہو اور نہ ہی اسے پچھاڑو بلکہ اسے نرمی اور شفقت سے جواب دو۔ علامہ ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دینی سائل کو جواب دینا عالم پر فرضِ کفایہ ہے۔" حضرت سیدنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اصحاب حدیث کی طرف دیکھتے تو ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیا کرتے تھے اور انہیں کہا کرتے تھے: "خوش آمدید اے عاشقانِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔" حضرت سیدنا ابو ہارون عبدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جب

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۸۔

ہمارے پاس حضرت سیدنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تشریف لاتے تو فرماتے: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وصیت کے ساتھ مرحبا! بے شک رسولِ کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگ تمہارے تابع ہیں، بعض لوگ تمہارے پاس زمین کے مختلف حصوں سے مسائل سیکھنے کے لیے آئیں گے تو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرنا۔“[1] صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یا کچھ دے دو یا حُسنِ اَخلاق اور نرمی کے ساتھ عُذر کر دو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سائل سے طالبِ عِلم مراد ہے اِس کا اکرام کرنا چاہیے اور جو اس کی حاجت ہو اس کو پورا کرنا اور اس کے ساتھ تُرش روئی و بد خُلقی نہ کرنا چاہیے۔“[2]

باب سے متعلقہ اَحادیث کی وضاحت:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس باب سے متعلقہ بہت اَحادیث ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیثِ پاک ہے جو اس سے قبل باب میں گزر چکی ہے، جس میں فرمایا گیا: ”جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اس کے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔“ اور ایک حدیثِ پاک حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ہے جو یتیم کے ساتھ نرمی کرنے کے باب میں ہے۔ اسی طرح حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشاد گرامی بھی اس باب سے تعلق رکھتا ہے: ”اے ابو بکر! اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو بلاشبہ تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔“[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 389

نمازِ فجر پڑھنے والا رب تعالٰی کی امان میں

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهُ

1 ... تفسیر قرطبی، پ ۳۰، الضحی، تحت الآیۃ: ۱۰، الجزء العشرون، ۱۰ / ۷۱۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۳۰، الضحٰی، تحت الآیۃ: ۱۰۔

3 ... ریاض الصالحین، باب التحذیر من ایذاء الصالحین والضعفۃ والمساکین، ص ۱۲۳۔

عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا جُندُب بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ دو عالَم کے مالِک و مُختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی تو وہ رب تعالیٰ کی امان میں ہے لہٰذا رب تعالیٰ تم سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ نہ فرمائے کیونکہ جب وہ کسی سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائے گا تو اس کی سخت پکڑ فرمائے گا اور پھر اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

اس حدیثِ پاک میں نماز فجر کی ادائیگی کرنے والے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہونا بیان فرمایا گیا ہے، چونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان ہے لہٰذا اب دیگر مسلمانوں کو اس کی حرمت کی تعظیم، اس کے حقوق کی ادائیگی اور اُس پر رحمت و شفقت کرنا ضروری ہے، اور اسے کسی بھی قسم کی تکلیف دینا منع ہے کیونکہ اب اسے کوئی تکلیف دینا ایسا ہے جیسا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عہد کو توڑ دینا۔ یہ باب بھی نیک لوگوں کو تکلیف دینے سے ڈرانے کے بارے میں ہے اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ مبارکہ اِس باب میں بیان فرمائی ہے۔

عذابِ الٰہی سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ”اشعۃ اللمعات“ میں مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عہد اور اس کی طرف سے لازم کئے ہوئے کاموں میں خلل واقع ہو اور رب تعالیٰ اس پر تم سے پوچھے اور تمہاری باز پرس فرمائے اور صبح کی نماز ادا کرنے والے کسی بھی شخص کو تکلیف نہ پہنچاؤ کہ اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عہد ٹوٹتا ہے اور اس کی امانت میں خیانت واقع ہوتی ہے اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا اور اس کے عذاب سے چھٹکارہ کی کوئی صورت بھی نہیں ہے۔“[2]

نمازِ فجر ادا کرنے والا ربّ کی امان میں ہے:

مُفَسِّرِ شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح ۔۔۔ الخ، ص ۳۲۹، حدیث: ۶۵۷۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب درتوابع ومتممات، ۱/ ۳۲۴۔

"فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی، نماز کی امان اور قسم کی۔ لہٰذا اَحادیث میں تعارض نہیں، یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنتِ الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ کو نہ توڑو:

"ربّ تعالیٰ تم سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ نہ فرمائے۔" اس کی شرح میں "دلیل الفالحین" میں ہے: "اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے ارتکاب سے بچو جو اس بات کو لازم کریں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے معاملے میں مطالبہ فرمائے کیونکہ اصل یہ ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذمہ داری کو مت توڑو۔ مطلب یہ کہ جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حفظ و امان اور اس کے ذمہ کرم میں آگیا، پس تم معمولی چیز کے ساتھ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس ذمہ کو مت توڑو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری گرفت فرمائے گا اور تم اس گرفت سے بچ نہ سکو گے۔ وہ ہر جانب سے تمہارا احاطہ فرمائے گا اور تمہیں اُوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ علامہ ابنِ حجر ہیتمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہاں حدیثِ پاک میں فقط اس شخص کے ساتھ برا سلوک کرنے سے منع کیا گیا ہے جو نمازِ فجر کی ادائیگی کرتا ہے تو جو پانچوں نمازوں کی ادائیگی کرتا ہے وہ تو بدرجہ اولیٰ اس بات کا حق دار ہے کہ اس کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے۔" امام شعرانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے نقل فرمایا ہے کہ حجاج بن یوسف بڑا ظالم و جابر ہونے کے باوجود جب اس کے پاس کسی شخص کو لایا جاتا تو وہ اس سے پوچھتا: کیا تم نے صبح کی نماز پڑھی ہے؟ اگر وہ ہاں کہتا تو حجاج اسے اسی وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچاتا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہے۔"[2]

نمازِ فجر کی ادائیگی کی خصوصیت:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "فجر کی نماز کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا کہ اس نماز کی ادائیگی دوسری نمازوں کے مقابلے میں نفس پر زیادہ گراں گزرتی

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۳۹۵۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی تعظیم حرمات المسلمین، ۲/۱۸، تحت الحدیث: ۲۳۳۔

ہے اور اس نماز کی ادائیگی نمازی کے اخلاص پر دلالت کرتی ہے۔“[1]

باجماعت نمازِ فجر کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نمازِ فجر کا ذکر ہے، نمازِ فجر کی احادیثِ مبارکہ میں بہت اہمیت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ باجماعت نمازِ فجر کی فضیلت پر تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** ”جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔“[2] **(2)** ”منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے، اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے، اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں، پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔“[3] **(3)** ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھسٹتے ہوئے، تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔“[4]

ربّ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت بہت سخت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ اور اس کی گرفت کا ذکر ہوا، واقعی ربّ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے، وہ جس کی گرفت فرمائے گا، اس کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں، ہمیں اس سے پناہ مانگنی چاہیے، اس سے اس کا فضل وکرم طلب کرنا چاہیے۔ قرآن واحادیث میں بھی **اللہ**

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الصلوۃ، باب فضیلۃ الصلوات، ۲/۲۱۷، تحت الحدیث: ۶۲۷۔

2 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ص ۳۲۹، حدیث: ۶۵۶۔

3 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، ۱/۲۳۵، حدیث: ۶۵۷۔

4 . . . مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، ۲/۱۶۵، حدیث: ۲۱۴۹۔

عَزَّوَجَلَّ کی شدید پکڑ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۙ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

(پ ۱۲، ھود: ۱۰۲ تا ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی، جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر، بے شک اس کی پکڑ دردناک کری (سخت) ہے، بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے، جب وہ دن آئے گا، کوئی بے حکمِ خدا بات نہ کرے گا، تو ان میں کوئی بد بخت ہے اور کوئی خوش نصیب، تو وہ جو بد بخت ہیں وہ تو دوزخ میں ہیں وہ اس میں گدھے کی طرح رینکیں (چیخیں چلائیں) گے وہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا بے شک تمہارا رب جب جو چاہے کرے اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہو گی۔

سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”کیا جو کچھ میں سن رہا ہوں، تم بھی سن رہے ہو؟ آسمان چرچرا اُٹھا ہے اور وہ اس کا حق بھی ہے کیونکہ اُس پر ہر چار انگلیوں کی جگہ پر ایک فرشتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے سجدے میں یا قیام یا رکوع میں ہے، جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم بھی جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے پہاڑوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے اور اس کی عظیم پکڑ اور سخت انتقام سے ڈرتے ہوئے اُس کی پناہ مانگتے۔“ ایک روایت میں ہے: ”اور تم اس بات سے بے خبر ہو کہ تمہیں نجات ملے گی یا نہیں۔“[1]

1 . . . کنز العمال، کتاب العظمة من قسم الاقوال، الجزء: ۱۰، ۵/۱۶۶، حدیث: ۲۹۸۲۴، ۲۹۸۲۸ ملخصاً۔

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اسلام میں کسی بھی مسلمان مرد وعورت کو کوئی بھی تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں ہے۔

(2) جب عام مسلمان کے لیے یہ حکم ہے تو نیک شخص کو تو بدرجہ اَولیٰ تکلیف دینے کی ممانعت ہے۔

(3) جو شخص نمازِ فجر ادا کرتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں چلا جاتا ہے اور اسے تکلیف دینا منع ہے تو پانچ وقت نماز ادا کرنے والا زیادہ مستحق ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

(4) نمازِ فجر کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کہ اس نماز کی ادائیگی دوسری نمازوں کے مقابلے میں نفس پر زیادہ گراں ہے اور اس نماز کی ادائیگی نمازی کے اِخلاص پر دلالت کرتی ہے۔

(5) اگرچہ تمام فرض نمازوں کی بہت اہمیت ہے مگر نمازِ فجر کی ایک لحاظ سے خصوصی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔

(6) ہمیشہ نمازِ باجماعت کا اہتمام کرنا چاہیے کہ جس طرح نمازِ باجماعت کے فضائل احادیثِ مبارکہ میں بیان فرمائے گئے ہیں ویسے ہی ترکِ جماعت کی وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

(7) بندے کو چاہیے کہ تمام گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے خصوصاً کسی بھی مسلمان کو تکلیف دینا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہوتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان کو توڑ دیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ فرماتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ بہت سخت ہے، جس شخص کی اللہ عَزَّوَجَلَّ پکڑ فرماتا ہے تو وہ اسے اوندھے میں جہنم میں داخل فرمادیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں بالخصوص نیک لوگوں کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے سے محفوظ فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:49

ظاہر کے مطابق اَحکام جاری کرنے کا بیان

اَحکام کو لوگوں کے ظاہر کے مطابق جاری کرنے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر شخص کی دو حالتیں ہوتی ہیں: ظاہری حالت، باطنی حالت۔ اسی طرح اس کے اچھے برے اعمال بھی دو طرح کے ہوتے ہیں: ظاہری اعمال، باطنی اعمال۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے تمام احوال سے واقف ہے جبکہ بندے فقط ظاہری احوال سے واقف ہوتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے مختلف معاملات میں فیصلہ کرنے کے لیے بھی اپنے بندوں کو ہی مخصوص فرمایا ہے اور چونکہ بندے فقط ظاہری احوال سے واقف ہوتے ہیں اسی لیے انہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری احوال کے مطابق ہی فیصلہ کریں اور باطنی احوال کو اس ربّ عَزَّوَجَلَّ پر چھوڑ دیں جو ظاہری و باطنی تمام اَحوال سے واقف ہے۔ ظاہری احوال پر واقف ہونے کی وجہ سے فقط ظاہری احوال کے مطابق فیصلہ کرنے میں بے شمار حکمتیں ہیں، جبکہ باطنی احوال سے واقف نہ ہونے پر باطنی احوال کے مطابق فیصلہ کرنے میں کثیر نقصانات ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی لوگوں کے ظاہری احوال کے مطابق فیصلہ کرنے اور باطنی احوال کو ربّ تعالیٰ پر چھوڑ دینے کے بیان میں ہے۔ عَلّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں ایک آیت اور چھ احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

اگر ظاہراً توبہ کر لیں تو ان کی راہ چھوڑ دو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ (پ ۱۰، التوبۃ: ۵)

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے جو ظاہری طور پر اپنے کفر سے توبہ کرلے، نماز کی فرضیت اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی فرضیت کا اقرار کرلے تو اب اسے کچھ نہ کہا جائے گا کیونکہ احکام میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا، جب اس نے ظاہری طور پر توبہ کرلی تو بس اب اس کی توبہ کو قبول کرلیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ محمد بن عبد الہادی سندی المدنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ آیتِ مبارکہ میں کفر سے توبہ

کرنے کو نماز قائم کرنے اورزکوۃ ادا کرنے کے ساتھ ملایا گیا ہے کیونکہ توبہ کی طرح یہ دونوں بھی ایمان سے ہیں اور احادیث میں توبہ کی تفسیر شہادت (یعنی ربّ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے اور **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے) سے کی گئی ہے کیونکہ احکام کا مدار ظاہری توبہ پر ہی ہے۔ "[1] **عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس آیت مبارکہ کا اطلاق حقیقتاً ہر شخص کو شامل ہے اور یہ حکم ظاہراً ہے باطناً نہیں ہے۔ یعنی جو شخص کفر سے ظاہراً توبہ کرلے، نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے تو اب اسے قتل اور قید نہیں کیا جائے گا۔ "[2] **مُفَسِّر شہِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مُکْرَہ یعنی مجبور کا ایمان معتبر ہے جیسا کہ فَاِنْ تَابُوْا سے معلوم ہوا۔ یعنی اگر کفار جنگ کی حالت میں کفر سے توبہ کرلیں یہ توبہ قبول ہے، خوشی سے ہو یا ڈر کر (کیونکہ ظاہراً انہوں نے کفر سے توبہ کرلی اور اسلام قبول کرلیا، ظاہر پر ہی حکم ہو گا، خوشی یا ڈر سے قبول کرنے کا تعلق دل سے ہے اور احوال قلب پر حکم نہیں)۔ دوسرے یہ کہ نماز وزکوۃ مسلمان ہو جانے اور کفر سے سچی توبہ کی علامت ہے کیونکہ یہ دونوں تمام نیکیوں کی جڑ ہیں۔ تیسرے یہ کہ جو کافر قیدی ایمان تو لے آوے مگر نماز نہ پڑھے وہ رہائی کا مستحق نہیں کیونکہ فَخَلُّوْا کو نماز قائم کرنے پر موقوف رکھا۔ "[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:390

خون اور مال کی حفاظت کی شرط

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْہَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلَاۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکَاۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُہُمْ عَلَی اللہِ تَعَالٰی.[4]

---

1 ... حاشیۃ السندی علی البخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۲۰۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس علی الظاہر، ۲/ ۲۶۹۔

3 ... تفسیر نور العرفان، پ۱۰، التوبہ، تحت الآیۃ:۵۔

4 ... بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۲۰، حدیث: ۲۵۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ دوعالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دے دیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور جب تک وہ نماز قائم نہ کرلیں اور زکوٰۃ ادا نہ کردیں اور جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیں گے مگر جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب وکتاب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر ہے۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں چند ایسے ظاہری اعمال کا بیان ہے جن کی ادائیگی سے بندے کا خون اور مال محفوظ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معبود حقیقی ہونے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا، ان تمام اعمال کی ادائیگی سے بندے کا خون اور اس کا مال محفوظ ہوجاتے ہیں۔ گویا ظاہری اعمال کو دیکھتے ہوئے خون اور مال کی حرمت کا فیصلہ فرمایا گیا ہے اور یہ باب بھی ظاہری اَحوال کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنے کے بارے میں ہے، اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

لوگوں سے مراد مشرکین ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔“ اس فرمان میں لوگوں سے مراد کفار ومشرکین ہیں۔ عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحمد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”یہاں عام بول کر خاص مراد لیا گیا ہے۔ لوگوں سے مراد اہلِ کتاب کے علاوہ مشرکین ہیں اور بعض روایات میں تو مشرکین کے الفاظ بھی ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت ہے: ”مجھے مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔الخ۔“ یا ہوسکتا ہے کہ یہاں اہلِ کتاب سے قتال ہی مراد ہو۔“[1]

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الایمان، باب فان تابوا۔۔۔الخ، ۱/ ۱۸۴، تحت الحدیث: ۲۵۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے دلیل الفالحین میں، عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے شرح صحیح مسلم میں، عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے شرح صحیح بخاری میں اور دیگر کئی شارحین نے مختلف شروحات میں یہی مفہوم ذکر فرمایا ہے۔

شہادت، نماز اور زکوٰۃ کی خصوصیت کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اسلام کے پانچ ارکان میں سے شہادت یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یہ رکنِ اعتقادی ہے، نماز ادا کرنا رکنِ بدنی ہے، زکوۃ ادا کرنا رکنِ مالی ہے۔ اسلام کی طرف بلانے میں فقط شہادت کافی ہوتی ہے تاکہ دیگر دو ارکان یعنی نماز اور زکوۃ اس پر متفرع ہو سکیں کیونکہ روزہ محض بدنی رکن ہے، جبکہ حج بدنی اور مالی دونوں طرح کا رکن ہے، تو کلمہ اسلام (یعنی وحدانیت و رسالت کا اقرار) یہی اصل ہے اور یہی کفار پر شاق اور گراں ہے۔ (اسی لیے حدیث پاک میں اس کا اولاً ذکر فرمایا) اور نماز اپنی تکرار (یعنی ایک دن میں پانچ مرتبہ ہونے) کی وجہ سے کفار پر گراں ہے۔ (اسی لیے دوسرے نمبر پر اس کا ذکر فرمایا) اور زکوۃ جبلت انسانی کی وجہ سے شاق اور گراں ہے کہ عموماً انسان کو مال سے محبت ہوتی ہے۔ (اس لیے تیسرے نمبر پر اس کا ذکر فرمایا) جب بندہ ان تینوں امور کی ادائیگی کر لے گا تو بقیہ اَحکامات کی اَدائیگی کرنا اِن کے مقابلے میں اُس کے لیے زیادہ آسان ہو گا۔“[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں توحید و رسالت کے ساتھ نماز و زکوٰۃ پر ایمان لانے کا حکم ہے، باقی کا ذکر نہیں ہے۔ نماز و زکوۃ کی اہمیت کی وجہ سے خاص طور پر اِن دونوں کا ذکر فرمادیا ورنہ مؤمن ہونے کے لئے اُن تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے جو حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لائے ہیں۔“[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الظلم والامر برد المظالم، ۱/۵۲۵، تحت الحدیث: ۲۰۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا۔۔۔الخ، ۱/۲۷۶، تحت الحدیث: ۲۵۔

تارِک نماز و زکوٰۃ کا شرعی حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جو شخص وحدانیت ورسالت کی گواہی کے ساتھ نماز وزکوٰۃ کی ادائیگی کرے گا اس کا خون اور مال محفوظ ہے۔ ترک نماز کے متعلق صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہر مکلّف یعنی عاقِل بالغ پر نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسِق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے بلکہ ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے۔“[1] زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے متعلق فرماتے ہیں: ”زکاۃ فرض ہے، اُس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار و مَردُودُ الشہادۃ ہے۔“[2]

ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ لوگوں پر ان کے ظاہری حالت کے مطابق فیصلہ کیا جائے، ان کے باطنی معاملات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے۔ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے بعد کے ائمہ نے بھی اسی طرح لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔“[3] اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جن باتوں کو لوگ اپنے دل میں چھپائے بیٹھے ہیں جیسے کفر گناہ وغیرہ، اس کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی لے گا، مخلص کو ثواب دے گا اور منافق کو عذاب یا چھپ کر فسق کرنے والے کو جزا دے گا یا معاف کرے گا۔ جو شخص اپنے اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے تو اس کے ظاہر کے اعتبار سے اسلام کو قبول کیا جائے گا یہی اکثر علماء کا قول ہے۔[4]

---

1 ... بہار شریعت، ۱/۴۴۳، حصہ سوم۔

2 ... بہار شریعت، ۱/۸۷۴، حصہ پنجم۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا۔۔۔الخ، ۱/۲۷۵، تحت الحدیث: ۲۵۔

4 ... شرح الطیبی، کتاب الایمان، ۱/۱۲۹، تحت الحدیث: ۱۰۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں شارع عَلَیْہِ السَّلَام یعنی حضور نبی اکرم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ظاہری احوال پر احکام کا اجراء فرمایا ہے اور باطنی احوال کا معاملہ باطنی امور کو جاننے والے ربّ تعالیٰ کے سپرد کردیا ہے کہ وہ خود ہی باطنی احوال پر ان کا محاسبہ فرمائے۔“[1]

رسولُ اللہ کے فیصلوں سے متعلق اہم وضاحت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ مذکورہ حدیثِ پاک میں جو ظاہر پر فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ فقط اُمّت کے لیے ہے، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ خصوصی اختیار عطا فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی بھی شخص کے ظاہر پر بھی فیصلہ فرما سکتے ہیں اور باطن پر بھی، بہر صورت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فیصلہ نافذ ہوگا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اُمّت کے تمام ظاہری و باطنی اَحوال منکشف ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ظاہر کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور باطن کا بھی علم عطا فرمایا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فریقین میں فیصلہ کے لیے نہ تو کسی گواہی کی ضرورت ہے اور نہ ہی یمین یعنی قسم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خَصْمَیْن یعنی وہ دونوں فریق جن کے مابین فیصلہ کرنا ہے ان کے باطن پر بھی مطلع فرمادے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذاتِ خود یقین کے ساتھ بغیر کسی شہادت اور قسم کے ان کے مابین فیصلہ صادر فرمادیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُمّت کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ (کیونکہ اتباع صرف فعل کی ہوتی ہے) اور اقتدا اقوال افعال اور احکام تینوں کی ہوتی ہے۔ اتباع میں باطنی حالت کو جانے بغیر فقط ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا جاسکتا ہے تو فقط اتباع کا حکم اس لیے دیا گیا تاکہ لوگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اسوۂ حسنہ پر بہتر طریقے سے عمل کرسکیں اور باطن پر نظر کیے بغیر فقط ظاہر کو دیکھتے ہوئے لوگوں کے درمیان بہتر طریقے سے فیصلہ کرسکیں۔“[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الامر بالمحافظۃ علی الصلوات المکتوبات۔۔۔الخ، ۳/ ۵۶۱، تحت الحدیث: ۱۰۷۴۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الامارۃ والاقضیۃ، باب الاقضیۃ والشھادات، ۷/ ۲۹۸، تحت الحدیث: ۳۷۶۱۔

ظاہر و باطن پر فیصلے کی چند امثلہ:

واضح رہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ظاہری وباطنی دونوں، فقط ظاہری اور فقط باطنی ہر طرح کے فیصلے فرمائے، چند امثلہ پیشِ خدمت ہیں:

(1) ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ایک نوجوان لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہنے لگے: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے، اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی صورت تو دیکھیے۔'' حضرت عبد بن زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہنے لگے: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میرا بھائی ہے جو میرے باپ کے بستر پر اس کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے عبد بن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے، اس لیے کہ بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے ہاں وہ پیدا ہوا ہو اور زانی کے لیے پتھر ہے۔'' اور عتبہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے حضرت سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ''اے سودہ! اس سے پردہ کرو۔'' پس حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اسے پھر کبھی نہ دیکھا۔[1] اس حدیث پاک میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شریعت کی رو سے ظاہر کے مطابق فیصلہ فرماتے ہوئے نوجوان کو حضرت سیدنا عبد بن زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھائی قرار دیا اس لیے کہ بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے ہاں وہ پیدا ہوا۔ باطن اور حقیقت پر آگاہ ہونے کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس نوجوان کے حضرت سیدتنا سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا بھائی ہونے کی نفی فرمائی اور پردے کا حکم ارشاد فرمایا۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جو امام الانبیاء، سید الاصفیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ظاہر و باطن دونوں کے مطابق فرمایا۔

(2) حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک شخص مسجد میں آیا اور زنا کا اعتراف کیا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا رُخِ انور دوسری طرف پھیر لیا، اس نے دوسری طرف سے آکر اعتراف کیا تو آپ نے پھر منہ پھیر لیا حتی کہ چار بار

---

1 ... بخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش...الخ، ۴/ ۳۲۱، حدیث: ۶۷۴۹۔

اس نے زنا کا اعتراف کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: ”کیا تمہارا دماغ خراب ہے ؟“ اس نے کہا: ”نہیں۔“ فرمایا: ”کیا تم شادی شدہ ہو؟“ اس نے کہا: ”جی ہاں۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے رجم کرنے کا حکم ارشاد فرمادیا۔(1) اس حدیثِ پاک میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شریعت کی رو سے ظاہر کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

(3) حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ بار گاہِ رسالت میں ایک چور کو لایا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسے قتل کر دو۔“ عرض کی گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس نے تو صرف چوری کی ہے؟“ فرمایا: ”اس کا ہاتھ کاٹ دو۔“ دوبارہ اسے چوری کے جرم میں لایا گیا تو آپ نے قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر چوری کا عرض کیا گیا تو فرمایا: ”اس کا پاؤں کاٹ دو۔“ تیسری بار بھی چوری کے جرم میں اسی شخص کو لایا گیا تو قتل کا حکم فرمایا۔ پھر چوری کا عرض کیا گیا تو فرمایا: ”اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دو۔“ چوتھی بار بھی اس شخص کو چوری کے جرم میں لایا گیا تو قتل کا حکم فرمایا اور پھر چوری کا عرض کیا گیا تو فرمایا: ”اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دو۔“ پانچویں بار بھی اسی چوری کے جرم میں جب وہ لایا گیا تو فرمایا: ”اسے قتل کر دو۔“ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔(2) اس حدیث پاک میں اولاً سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چور کو جو قتل کرنے کا حکم دیا وہ باطن کے مطابق فیصلہ تھا کیونکہ بالآخر اس نے قتل ہی ہونا تھا۔ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس خداداد اختیار اور ظاہری و باطنی احوال کے مطابق فیصلے کرنے کی مزید معلومات کیلئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ١٠٨ صفحات پر مشتمل کتاب ”اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِرِ“ کا ترجمہ بنام ”مدنی آقا کے روشن فیصلے“ کا مطالعہ کیجئے۔

حقِ اِسلام سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک کے آخر میں اس بات کا بیان ہوا کہ توحیدِ باری تعالیٰ اور رسالت کی گواہی، نماز ادا کرنے اور زکوۃ دینے سے خون اور مال محفوظ ہو گیا مگر حق اسلام معاف نہ ہو گا۔ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام

1 . . . مسلم، کتاب الحدود، باب من اعتراف علی نفسہ بالزنی، ص ٩٢٩، حدیث: ١٦٩١۔

2 . . . نسائی، کتاب قطع السارق، باب قطع الرجل من السارق بعد الید، ص ٧٩٥، حدیث: ٤٩٨٧۔

نے یہاں حقِ اسلام سے یہ حقوق مراد لیے ہیں: (1) جان بوجھ کر قتل کرنے کا قصاص یعنی بدلے میں قتل کرنا معاف نہ ہو گا۔ (2) مُحصِن یعنی شادی شدہ شخص کا زنا بھی معاف نہ ہو گا کہ اسے سنگسار کیا جائے گا۔ (3) مسلمان ہونے کے بعد ارتداد بھی معاف نہ ہو گا۔ (4) مختلف اموال میں فرض ہونے والی مختلف اقسام کی زکاتیں بھی معاف نہ ہوں گی۔ (5) مختلف اَحکامِ شَرعِیَّہ میں جو کفارے لازم ہوتے ہیں وہ بھی معاف نہ ہوں گے۔ (6) نفقاتِ واجبہ یعنی جن لوگوں پر خرچ کرنا واجب ہے ان کا خرچ بھی معاف نہ ہو گا۔ (7) وہ تمام امور جن کا کرنا شرع نے اس پر واجب فرمایا ہے ان کی ادائیگی معاف نہ ہو گی۔ اسی طرح وہ تمام امور جن کو کرنے کی ممانعت ہے ان کی ممانعت بھی اس سے ختم نہیں ہو گی، اسے ضرور بچنا ہو گا۔[1]

باطنی اُمور کا حساب اللہ پر:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی مخفی معاملات اور پوشیدہ عقائد کا حساب وکتاب اور فیصلہ ربّ تعالیٰ فرمائے گا جبکہ ظاہری معاملات کا فیصلہ مقتضائے حال کے مطابق کیا جائے گا۔ حدیثِ پاک کا حاصل یہ ہے کہ باطنی امور کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ رازوں کی پوشیدگیوں، دلوں کے باریک اور خفیہ خیالات کا ذمہ اس ربّ تعالیٰ ہی پر ہے جو ایمان، کفر اور نفاق کو جانتا ہے۔"[2]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مسائل:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک سے درج ذیل مسائل مُستَفاد ہوتے ہیں: (1) اہلِ بدعت میں سے وہ لوگ جو وحدانیت ورسالت کی گواہی دیتے ہوں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی جبکہ انہوں نے کسی ضرورتِ دینی کا انکار نہ کیا ہو۔ لوگوں کے ظاہری اَعمال کو قبول کیا جائے گا اور ان سے جو حکم ثابت ہو رہا ہو اس کے مطابق ہی فیصلہ بھی کیا جائے گا۔ (2) حدیثِ مذکور میں جو فرمایا کہ جس نے وحدانیت ورسالت کی گواہی دی، نماز قائم کی اور زکوٰۃ اَدا کی تو اس سے صرف یہی اَعمال

---

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الفضائل، باب فی الامر بالمحافظۃ علی الصلوات المکتوبات۔۔۔الخ، ۳/ ۵۶۱، تحت الحدیث: ۱۰۷۴۔

دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس۔۔۔الخ، ۲/ ۲۷۰، تحت الحدیث: ۳۹۰۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس۔۔۔الخ، ۲/ ۲۷۰، تحت الحدیث: ۳۹۰۔

مراد نہیں بلکہ تمام اَحکامِ اِسلامیہ کو ماننا مراد ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو اَحکام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لائے ان تمام پر ایمان لایا جائے۔(3) جو شخص وحدانیت و رسالت کی گواہی دے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے تو اس کا مال اور جان محفوظ ہو جائیں گے لیکن اسلام کے دیگر حقوق تو اس پر لازم ہوں گے جیسے قصاص، حد اور تلافی مال وغیرہ۔(4) مسلمان جب کفار سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تو ان سے جنگ کرنا واجب ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں یا پھر جزیہ دیں۔“[1]

جنگ کا حکم مشرکین سے ہے:

تفہیم البخاری میں اس حدیثِ پاک کے تحت بیان کیا گیا کہ ”جو شخص ایمان لے آئے اس کا خون محفوظ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا منجملہ ایمان ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کو منع کرنے والوں سے جنگ کرنی چاہیے۔ اس حدیثِ پاک میں جن لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ مشرک ہیں جبکہ اُن سے عہد نہ ہوا ہو اور نہ ہی ان سے صلح ہوئی ہو۔ اس سے اہلِ کتاب مراد نہیں کیونکہ وہ جزیہ ادا کرنے کے باعث حکمِ قتال سے خارج ہیں یا عام لوگ مراد ہیں، مشرک ہوں یا یہود و نصاریٰ ہوں، ان سے جنگ کی جائے۔ حتی کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ قبول کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حَتّٰی یُسْلِمُوْا اَوْ یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ اور حدیث میں اصلِ مقصد کو ذکر کیا ہے اور وہ اسلام ہے۔ الحاصل جب لوگ اسلام قبول کرلیں تو حقِ اسلام کے سوا کسی اور وجہ سے انہیں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے اموال پر قبضہ کیا جائے گا اور ان کے دلوں کی باتیں اللہ کے سپرد ہیں ہم صرف ظاہر حال پر فیصلہ کرسکتے ہیں۔“[2]



”اولیاءُ اللہ“ کے 10 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا۔۔۔الخ، ۱/ ۲۷۵، ۲۷۶، تحت الحدیث: ۲۵ ملتقطا۔

2 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۱۲۹۔

(1) جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِسالت کا اِقرار کرلے تو اب اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جبکہ کسی ضروریاتِ دِینی کا منکر نہ ہو۔

(2) جو بھی مسلمان ہو جاتا ہے اس کا خون اور مال محفوظ ہو جاتا ہے۔

(3) قتال کا حکم فقط کفار و مشرکین کے ساتھ ہے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہے۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دینا اسلام کا اعتقادی رکن ہے۔

(5) نماز بدنی رکن ہے، روزہ بھی بدنی رکن ہے، زکوۃ مالی رکن اور حج مالی و بدنی رکن ہے۔

(6) توحید و رسالت کے بعد نماز و زکوۃ کی بہت اہمیت بیان فرمائی گئی ہے۔

(7) نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے، جبکہ تارِکِ نماز یا تارِکِ زکوۃ فاسق و مرتکب کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کو تعزیراً سزا دی جائے گی۔

(8) لوگوں کے ظاہر حال کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

(9) خفیہ اور پوشیدہ معاملات کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنے کا حکم ہے اور وہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔

(10) جو شخص توحید و رسالت کا اِقرار کرلے گا اس کا خون اور مال محفوظ ہو جائے گا لیکن اسلام کے دیگر حقوق اس سے معاف نہ ہوں گے، ان کی ادائیگی بہر حال ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اَحکامِ شرعیّہ پر صحیح طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 391 وحدانیّت کے سبب جان و مال کی حفاظت

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللہ طارق بن اشیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے دو عالَم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ جن باطل خداؤں کی پوجا کی جاتی ہے ان کا انکار کیا تو اس کا مال اور جان محفوظ ہوگئے اور اس کا حساب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سپرد ہے۔“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ اَحکامِ شرعِیَّہ کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے، باطنی اور پوشیدہ معاملات کے ساتھ نہیں ہے جیسے کوئی فاسد عقیدہ رکھتا ہو یا چھپ کر بُرے اعمال کرتا ہو تو ایسے شخص کے معاملے کو اللہ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی کے سپرد کر دیا جائے گا۔“(2)

حدیث میں پورا کلمہ مراد ہے:

یہاں اس حدیثِ پاک میں ایک بات قابل توجہ ہے کہ اس سے پچھلی حدیثِ پاک میں پورے کلمے یعنی توحید و رسالت کا بیان تھا کہ لیکن اس حدیثِ پاک میں فقط توحید کا بیان ہے رسالت کا بیان نہیں ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں: (1) کلمہ طیبہ کے دو جزء ہیں، پہلا جزء: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اور دوسرا جزء: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ یہاں حدیثِ پاک میں ایک جزء ہی بیان کر کے پورا کلمہ مراد لیا گیا ہے یعنی جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ (2) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پورے کلمے کا علم یعنی مخصوص نام ہے اور جب علم بولا جاتا ہے تو اس سے مراد پوری ذات شخصیت یا چیز مراد ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ الحمد شریف پڑھو تو وہاں مراد پوری سورۂ فاتحہ ہوتی ہے، لہٰذا یہاں بھی پورا کلمہ مراد ہے۔ (3) یہاں پورا کلمہ مراد ہے اس کی دلیل وہ تمام احادیث ہیں جن میں پورے کلمہ کا ذکر ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہاں حدیثِ پاک میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنے قرینے یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ساتھ مراد ہے، یہاں فقط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔“(3)

---

(1) . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس ۔۔۔ الخ، ص ٣٢، حدیث: ٢٣۔

(2) . . . دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس ۔۔۔ الخ، ٢/ ١٧٢، تحت الحدیث: ٣٩١۔

(3) . . . دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس ۔۔۔ الخ، ٢/ ١٧٠، ١٧١، تحت الحدیث: ٣٩١۔

پورا کلمہ پڑھنے والا ہی مسلمان ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ وہ تمام احادیث جن میں اس طرح کا مضمون ہے کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ ان تمام احادیث میں بھی یہاں پورا کلمہ طیبہ مراد ہے، اگر کوئی شخص فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اگلے جزء کا دل سے اقرار نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مُحَدِّثین، فُقَہاء اور مُتکلمین تمام علمائے اہلِ سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی مؤمن پر اہلِ قبلہ ہونے اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے داخل نہ ہونے کا حکم اسی صورت میں لگایا جائے گا جبکہ وہ شکوک شبہات سے خالی سچے دل سے دِینِ اسلام کے صحیح ہونے کا پختہ اعتقاد رکھے اور اپنی زبان سے دونوں شہادتیں دے یعنی اس بات کی شہادت کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی شہادت کہ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ وہ یہ بھی کہے کہ میں خلافِ اسلام ہر دِین سے بیزار ہوں۔ (کیونکہ اس کی یہ دونوں شہادتیں ہی خلاف اسلام دِین سے بیزاری کا اظہار ہیں)، البتہ اگر وہ پہلے ایسے کفار میں سے تھا جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فقط عرب کی طرف ہی رسول بنا کر بھیجا گیا تو اب اس پر اس وقت تک اسلام کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک وہ اس فاسد عقیدے سے اپنی براءت کا اظہار نہ کرے۔ بہر حال جو شخص فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ نہ کہے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور حدیثِ پاک میں جو فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا گیا ہے تو وہ بھی اسی وجہ سے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اس کے ساتھ یقینی طور پر ملا ہوا ہی ہے۔“[1]

اس حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کے لیے پچھلی حدیثِ پاک کی شرح ملاحظہ کیجئے۔



”مسلمان“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

1. . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام۔۔۔ الخ، ١ / ١٤٩، الجزء الاول۔

(1) اسلام میں مسلمان کی عزت و حرمت اور اس کے مال کی حرمت کو بیان فرمایا گیا ہے۔
(2) کسی بھی مسلمان کی جان اور مال کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔
(3) شرع میں فقط ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
(4) اگر کوئی شخص بظاہر مسلمان ہے تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا، اس کے باطنی معاملات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے گا۔
(5) جن احادیث میں فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے وہاں پورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔
(6) جو شخص پورا کلمہ طیبہ پڑھتا ہے وہی مسلمان ہے، فقط ایک جزء پر ایمان لانے والا مسلمان نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، اَحکامِ شرعیّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے، کل بروزِ قیامت بلا حساب جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد



حدیث نمبر: 392

کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلاً مِّنَ الْکُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَھَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَۃٍ فَقَالَ: اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ اَاَقْتُلُہُ یَا رَسُوْلَ اللہِ! بَعْدَ اَنْ قَالَھَا؟ فَقَالَ: لَا تَقْتُلْہُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا قَطَعَھَا فَقَالَ: لَا تَقْتُلْہُ فَاِنْ قَتَلْتَہُ فَاِنَّہُ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَہُ وَاِنَّکَ بِمَنْزِلَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یَقُوْلَ کَلِمَتَہُ الَّتِیْ قَالَ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو مَعْبَد مِقداد بن اَسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: ”اگر کافروں میں سے کسی کافر سے میری ملاقات ہو، پھر آپس میں ہماری جنگ ہو اور وہ تلوار سے مجھ پر حملہ کرتے ہوئے میرے ایک ہاتھ کو کاٹ ڈالے، پھر وہ درخت

[1] ... بخاری، کتاب المغازی، باب شھود الملائکۃ بدرا، ۳/ ۲۳، حدیث: ۴۰۱۹۔

کی آڑ میں چھپ جائے اور کہے کہ میں اسلام لاتا ہوں تو کیا میں اس کو قتل کر دوں؟'' تو دوعالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! اسے قتل مت کرو۔'' میں نے عرض کی: ''اس نے تو میرے ہاتھ کو کاٹنے کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! تم اُسے قتل نہ کرنا، اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو اسے قتل کرنے سے پہلے جو تمہارا مقام تھا اب اس کا وہ مقام ہو گا اور تمہارا مقام وہ ہو گا جو اس کا مقام اس وقت تھا جب اس نے اِسلام قبول نہیں کیا تھا۔''

ظاہری حالت کے مطابق حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی اس بات کا بیان ہے کہ کسی بھی شخص کا فیصلہ اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے کیا جائے گا، اگر وہ مسلمان ہو تو اس کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا اور اگر وہ کافر ہو تو کافروں والا سلوک۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جس سے کوئی بھی قولی یا فعلی ایسی بات صادر ہو جو اس کے دین اسلام میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہو تو اس پر اسلام کا ہی حکم لگے گا کیونکہ اسلام میں داخل ہونا زبان سے کلمہ شہادت پڑھنے پر منحصر نہیں۔ حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قتل سے اس لیے منع فرمایا کہ اَحکامِ شرعِیَّہ ظاہر پر جاری ہوتے ہیں اور بظاہر اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔''[1]

قتل سے قبل اور بعد مَراتِب کا فرق:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ اظہارِ اسلام کے بعد اور قتل کرنے سے قبل جو قاتل کا مرتبہ تھا وہ اب مقتول کا ہو جائے گا اور جو مقتول کا مرتبہ تھا وہ قاتل کا ہو جائے گا۔ اس مرتبے سے مراد کفر کا مرتبہ نہیں ہے کہ جو قتل کر دے وہ کافر ہو جائے بلکہ اس سے مراد اباحتِ دم یعنی خون کا مباح ہونا ہے کہ جس طرح اسلام لانے سے قبل کافر ہونے کی وجہ سے اس کا خون مباح تھا اسی طرح اسلام لانے کے بعد اسے قتل کرنے والے کا اب خون مباح ہو جائے گا کہ اس نے ناحق خون کیا اور اس کا بدلہ خون ہی ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اب

---

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام۔۔۔الخ، ۲/ ۲۷۲، تحت الحدیث: ۳۹۲۔

تم اسے قتل مت کرنا، اگر تم نے اسے قتل کیا تو تم بھی اس کے مثل ہو جاؤ گے۔ یعنی جس طرح اسلام لانے سے پہلے اس کو قتل کرنا مباح تھا تو اسی طرح تمہیں بھی اس کو قتل کرنے کے بعد قتل کرنا مباح ہوگا۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جیسے وہ کافر کفر کی وجہ سے مُباحُ الدَّم مُستَحَقِ قتل تھا، ویسے ہی اب تم اس کے قتل کی وجہ سے مُستحقِ قتل ہو جاؤ گے۔ حکم یکساں ہے، وجہِ حکم میں فرق ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہو کر معصوم الدَّم ہو گیا اور جو ایسے شخص کو قتل کر دے اسے قتل کیا جاتا ہے اور جیسے تم پہلے محفوظ الدَّم تھے ایسے ہی اب وہ محفوظ الدَّم ہو گیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اب اس قتل کی وجہ سے تم مستحقِ عذاب ہو گئے اور وہ کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے مستحق رحمت ہو گیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کافر ہو گئے۔“[2]

ناحق خون بہانے کی مذمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہاں اس بات کا واضح بیان ہے کہ کسی بھی شخص کے متعلق اس کے ظاہر پر فیصلہ کیا جائے گا، وہیں اس حدیثِ پاک سے ایک مسلمان کی عزت و حرمت کا بھی عظیم درس ملا کہ اسلام نے مسلمانوں کی عزت و ناموس کا تحفظ کیا ہے، کسی کو بھی مسلمان کا ناحق خون بہانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ایسے تمام لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو مسلمانوں کا ناحق خون بہاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلاوجہ ناحق قتل کرنا ان کی عادت بن چکی ہے۔ مسلمانوں کی جان سے کھیلنے کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ طلبِ مال، مقام و مرتبے اور عہدہ پانے کے لیے بھی کسی کی جان کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ قرآن و سنت دونوں میں مسلمانوں کی عزت و حُرمت کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے

---

1 ... عمدة القاري، كتاب الديات، باب وقول الله تعالى: من يقتل مؤمنا...الخ، ١٦/ ١٢٧، تحت الحديث: ٦٨٦٥۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۲۱۵۔

اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾ اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ۵، النساء: ۹۳)

کسی بھی مسلمان کا ناحق خون بہانے کی احادیث میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیش خدمت ہیں: (1) "ہلاکت میں ڈالنے والے سات گناہوں سے بچتے رہو اور وہ یہ ہیں: ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانا ❁ جادو کرنا ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا ❁ یتیم کا مال کھانا ❁ سود کھانا ❁ جہاد کے دن میدان سے فرار ہونا اور ❁ سیدھی سادی پاک دامن مؤمن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔"[1] (2) "کبیرہ گناہ یہ ہیں: ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانا ❁ والدین کی نافرمانی کرنا اور ❁ کسی جان کو قتل کرنا۔"[2] (3) "کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، مؤمن کو ناحق قتل کرنا، سود اور یتیم کا مال کھانا ہے۔"[3]



"اسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اگر کوئی شخص زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کردے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

(2) شریعت نے ہمیں لوگوں کے ظاہری معاملات دیکھ کر فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے باطنی وخفیہ معاملات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے۔

(3) اسلام ایسا پیارا مذہب ہے جس نے مسلمان کی عزت اور حرمت کو بڑی اہمیت دی ہے۔

(4) مسلمان ہونے کے بعد اب کسی کو اجازت نہیں کہ اس کی حرمت کو پامال کرے۔

(5) ناحق قتل کرنے کی اسلام میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

---

1 ... بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالٰی: ان الذین یاکلون اموال الیتمی۔۔۔الخ، ۲/۲۴۲، حدیث: ۲۷۶۶۔

2 ... مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، ص ۶۰، حدیث: ۸۸۔

3 ... مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی الکبائر، ۱/۲۹۱، حدیث: ۳۸۲۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اَحکامِ شرعِیَّہ پر صحیح طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:393

اے کاش! میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْحُرَقَۃِ مِنْ جُھَیْنَۃَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰی مِیَاھِھِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْھُمْ فَلَمَّا غَشِیْنَاہُ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ فَکَفَّ عَنْہُ الْاَنْصَارِیُّ وَطَعَنْتُہُ بِرُمْحِیْ حَتّٰی قَتَلْتُہُ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ بَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ: یَا اُسَامَۃُ! اَقَتَلْتَہُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ؟ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! اِنَّمَا کَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ: اَقَتَلْتَہُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ؟ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا عَلَیَّ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَقَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَقَتَلْتَہُ؟ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! اِنَّمَا قَالَھَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ: اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ حَتّٰی تَعْلَمَ اَقَالَھَا اَمْ لَا؟ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ اَسْلَمْتُ یَوْمَئِذٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ہمیں رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبیلہ جہینہ کی بستی کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ پس ہم صبح سویرے ان بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے اور ایک انصاری صحابی نے ایک کافر کا تعاقب کیا، جب ہم نے اسے گھیر لیا تو وہ کہنے لگا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ انصاری صحابی نے تو اسے قتل کرنے کے ارادے سے اپنے آپ کو روک لیا لیکن میں نے نیزے کا وار کرکے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب ہم واپس لوٹے اور یہ بات حضور نبی اکرم نور مجسم شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سنی تو آپ نے ارشاد فرمایا: "اے اسامہ! تم نے اس شخص کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟" میں نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ تو اپنی جان بچانے کے لئے ایسا کہہ رہا تھا۔" لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برابر یہی فرماتے رہے۔ پس میں شرمندہ

---

1 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید۔۔۔الخ، ۳/۹۸، حدیث: ۴۲۶۹۔

2 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر۔۔۔الخ، ص ۶۳، حدیث: ۹۶۔

ہوتے ہوئے دل میں یہ خواہش کرنے لگا: اے کاش! میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور تم نے اسے قتل کر ڈالا؟'' میں نے کہا: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس نے تو ہتھیار کے خوف سے کہا تھا۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا ہوتا تاکہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں؟'' آپ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ خواہش کی کہ کاش! میں آج کے دن مسلمان ہوا ہوتا۔

حدیث نمبر:394

تم اس کا کیا جواب دو گے؟

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بَعَثَ بَعْثًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَنَّھُمْ اِلْتَقَوْا فَکَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِذَا شَاءَ اَنْ یَقْصِدَ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَصَدَ لَہُ فَقَتَلَہُ وَاَنَّ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَصَدَ غَفْلَتَہُ وَکُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّہُ اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ السَّیْفَ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَتَلَہُ فَجَاءَ الْبَشِیْرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَسَاَلَہُ وَاَخْبَرَہُ حَتّٰی اَخْبَرَہُ خَبَرَ الرَّجُلِ کَیْفَ صَنَعَ فَدَعَاہُ فَسَاَلَہُ فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَہُ؟ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَوْجَعَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَمّٰی لَہُ نَفَرًا وَ اِنِّیْ حَمَلْتُ عَلَیْہِ فَلَمَّا رَاَی السَّیْفَ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اَقَتَلْتَہُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَکَیْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِذَا جَاءَتْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ؟ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِسْتَغْفِرْ لِیْ. قَالَ: وَکَیْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِذَا جَاءَتْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ؟ فَجَعَلَ لَا یَزِیْدُ عَلٰی اَنْ یَقُوْلَ: کَیْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِذَا جَاءَتْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جُنْدُب بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کی ایک فوج کو مشرکین سے جہاد کرنے کے لئے روانہ فرمایا، مسلمانوں اور مشرکوں کا جب آمنا سامنا ہوا تو مشرکوں میں سے ایک آدمی ایسا بھی تھا کہ جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو اسے موقع پا کر فوراً ہی قتل کر دیتا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے اس

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر۔۔۔الخ، ص ۶۴، حدیث: ۱۶۰۔

پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور ابھی ہم اسی شخص کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ وہ اسامہ بن زید تھے تو جب انہوں نے اس مشرک کو قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اس نے کہا: لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لیکن اس کے باوجود سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر جب حضور نبی اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں فتح کی خوشخبری سنانے والا پہنچا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے جنگ کی صورت حال کے بارے میں اِستفسار فرمایا تو اس نے آپ کو ساری صورت حال بیان کر دی، یہاں تک کہ اس نے اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کر دیا کہ اس نے کیا کیا تھا اور حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا اور ان سے پوچھا: ”تم نے اسے قتل کیوں کیا؟“ سیدنا اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچائی اور فلاں فلاں کو شہید کر دیا۔“ اور چند صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نام بھی ذکر کیے ”تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور جب اس نے تلوار دیکھی تو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے لگا۔“ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟“ تو سیدنا اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ فرمایا: ”قیامت کے دن جب لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟“ حضرت سیدنا اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے۔“ لیکن رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بار بار یہی فرماتے رہے: ”قیامت کے دن جب لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟“

بلا وجہ عمداً قتل کرنے کی ممانعت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بار بار فرمایا کہ کیا تم نے اسے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نزدیک کسی بھی مسلمان کو بلا وجہ جان بوجھ کر قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے حدیث نمبر 392 کی شرح ملاحظہ کیجئے۔

سیدنا اُسامہ بن زید کی خواہش کی وجوہات:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بار بار فرمانے کے بعد حضرت سیدنا اُسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔" سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس جملے کے مختلف معانی شارحین نے بیان فرمائے ہیں۔(1) ایک معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ یعنی میں اس وقت اسلام لاتا اور میری یہ غلطی اسلام لانے کے سبب معاف ہو جاتی۔(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بار بار انکار فرمانے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حد درجہ تعظیم وتکریم کرنے کی وجہ سے سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے آپ کو بہت چھوٹا محسوس کیا اور پھر اس وقت مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی۔(3) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرمان کا یہ معنٰی تھا کہ میں اس وقت مسلمان ہوا ہوتا یعنی اب مسلمان ہونے کی صورت میں میری زندگی کسی بھی گناہ سے خالی ہوتی، یہ مراد نہ تھی کہ میں پہلے مسلمان نہ ہوتا ابھی مسلمان ہوتا۔[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مراد یہ تھی کہ میرے اسلام کی ابتدا آج سے ہوتی تا کہ میری یہ خطا اس اسلام کے سبب مٹا دی جاتی۔ ایک معنٰی یہ بھی ہے آپ نے اس وقت اسلام کی اس لیے خواہش کی اس وقت وہ گناہوں سے پاک صاف ہوتے، یہ مراد نہ تھی کہ اس سے قبل وہ مسلمان ہی نہ ہوتے۔"[2] عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یوں کہنا فقط مبالغے کے لیے تھے حقیقت کے طور پر نہیں تھا۔"[3]

رسولُ اللہ سے استغفار کی التجاء کرنا:

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ جب حضور نبی رحمت، شَفِیْعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی ومن احیاھا۔۔۔الخ، ۱۶/ ۱۴۲، تحت الحدیث: ۶۸۷۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس علی الظاھر، ۲/ ۲۷۵، تحت الحدیث: ۳۹۳۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ۔۔۔الخ، ۹/ ۳۰۶، تحت الحدیث: ۴۲۶۹۔

حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ان کے قتل کے بارے میں استفسار کیا تو سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بار گاہِ رسالت میں اپنے لیے استغفار کی التجا کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے استغفار کی التجا کرنا دراصل قرآنِ پاک کی اِس آیتِ مبارکہ پر عمل ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ (پ۵، النساء: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ بار گاہِ الٰہی میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار بر آری کا ذریعہ ہے، سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات شریف کے بعد ایک اَعرابی روضۂ اَقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ شریفہ کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یارسولَ اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سُنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے: مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ مسئلہ: قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی: ''جَآءُوْكَ'' میں داخل اور خَیْرُالْقُرُوْن کا معمول ہے۔ مسئلہ: بعدِ وفات مقبولانِ حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔ مسئلہ: مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔''[1]

ظاہر کے مطابق فیصلے کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا: ''اے اُسامہ! تم نے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا؟'' اس میں اس بات پر دلیل ہے

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۶۴۔

کہ کسی بھی شخص کے معاملے میں اس کے ظاہر کا ہی اِعتبار کیا جائے گا، جب اس نے بظاہر کلمہ پڑھ لیا تو وہ مسلمان ہو گیا اب اس کی جان اور مال کی حرمت لازم ہو گئی، اسے پامال کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہ ہو گی۔

بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا ہوتا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فیصلہ ظاہر پر کیا جائے گا کسی بھی شخص کا دل کھول کر نہیں دیکھا جا سکتا کہ اس نے فلاں معاملہ دل سے کیا ہے یا نہیں؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ اس لیے فرمایا کہ ایمان حقیقی مخفی ہوتا ہے اور اس کی جگہ دل ہے جس پر فقط رب تعالیٰ ہی مطلع ہے جبکہ احکام کا دارومدار ظاہر پر ہوتا ہے دل پر نہیں۔ تو جب تم اس کے مخفی ایمان کے مکلف ہی نہیں تھے تو تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا اور کیونکہ معلوم نہ کیا کہ اس کا دل اسلام لانے میں سچا ہے یا وہ منافق ہے؟ یعنی بظاہر مسلمان ہو رہا ہے اور دل سے کافر ہے۔ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ احکام کا اجراء ظاہری اسباب پر ہو گا نہ کہ باطنی اور پوشیدہ اسباب پر۔''[1]

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا تاکہ تو دیکھ لیتا کہ اس نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ دل سے پڑھا ہے اور اس کا دل میں اعتقاد بھی رکھتا ہے؟ بلکہ فقط کلمہ اس کی زبان پر جاری ہوا ہے اور یہی اس کے لیے کافی ہے۔ یعنی تم دل چیر کر اس کی باطنی کیفیت دیکھنے پر قادر نہیں ہو تو اس کا فقط ظاہری طور پر زبان سے کہہ دینا ہی اسے کافی ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان: ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر نہیں دیکھا۔۔۔الخ'' میں فقہ اور اُصولِ فقہ کے مشہور قاعدے کی دلیل ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جائے گا اور پوشیدہ معاملات کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے گا۔''[2]

---

1. ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی اجراء احکام الناس علی الظاهر، ۲/۲۷۵، تحت الحدیث: ۳۹۳۔
2. ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قول لا اله الا الله، ۱/۱۰۴، ۱۰۷، الجزء الثانی ملتقطا۔

سیدنا اُسامہ بن زید کے قتل کرنے کی وجہ:

جب حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے قتل کی وجہ پوچھی تو آپ نے وضاحتاً عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس نے اپنی جان بچانے کے لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا۔'' عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی اس شخص نے اپنے خون کو محفوظ کرنے کے لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا، نہ کہ حقیقتاً اسلام قبول کرنے کے لیے کہا۔ شاید حضرت سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں کھڑے ہوئے اور جب ان پر معاملہ ظاہر ہوا تو پھر وہ اس کے قتل کے درپے ہوئے تو انہوں نے اس کی اس حالت کو کفر اور بے فائدہ سمجھا کیونکہ وہاں حقیقت کو جاننا یا اس سے اس کے حقیقی قبول اسلام کے بارے میں سوال کرنا بھی ممکن نہ تھا اس لیے سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے قتل کر دیا۔ اس اعتبار سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر کوئی گناہ نہیں ہے لیکن شریعت نے اَحکام کا اِجراء ظاہر پر کیا ہے اسی لیے حقیقتاً نفس الامر میں یہ تاویل قبول نہیں ہوگی اسی وجہ سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے باربار استفسار فرمایا تاکہ ان کے دل میں جو شبہ ہو وہ زائل ہو جائے۔''[1]

قصاص، دیت اور کفارے کی فرضیت کا حکم:

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو مشرک یا کافر سمجھ کر قتل کر بیٹھے تو یہ قتل خطا ہوگا اس صورت میں احناف کے نزدیک قصاص نہیں بلکہ دیت اور کفارہ ہے۔ بہار شریعت میں ہے: ''مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا: مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔''[2] حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ قتل بھی قتل خطا تھا اس لیے آپ پر کوئی قصاص لازم نہیں فرمایا گیا۔ البتہ دیت یا کفارہ بھی ان پر لازم کیا گیا یا نہیں؟ اس بارے میں شارحین

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قول لا الہ الا اللہ، ۱/ ۱۰۴، ۱۰۷، الجزء الثانی ملتقطاً۔

2 ... بہار شریعت، ۳/ ۷۸۲، حصہ: ۱۸۔

اور فقہاءِ کرام کے مابین اختلاف ہے بعض کے نزدیک ان پر کچھ واجب نہ کیا گیا جبکہ بعض یہ فرماتے ہیں کہ ان پر دِیَت واجب کی گئی۔ "عمدۃ القاری" میں ہے کہ علامہ خطابی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "حضرت سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے شبہ ہوا، جس میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ (پ۲۴، المؤمن: ۸۵)

اسی شبہ کی وجہ سے (انہوں نے اسے قتل کر دیا اس لیے) ان پر دیت لازم نہیں ہوئی۔"[1]

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین احمد بن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیت کا حکم دیا گیا۔"[2]

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا سامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر (بظاہر حدیثِ پاک میں) قصاص، دیت اور کفارہ کچھ بھی واجب نہ فرمایا۔ اس سے تمام چیزوں کے ساقط ہونے کا استدلال کیا جائے گا لیکن کفارہ واجب ہو گا اور قصاص شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں کافر گمان کیا اور یہ سوچا کہ اس وقت اس کا کلمہ پڑھنا اسے مسلمان نہیں کرے گا۔ دیت کے واجب ہونے یا نہ ہونے میں امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے دو قول ہیں۔ کفارہ واجب ہے مگر حدیثِ پاک میں کفارے کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کفارہ فی الفور واجب نہیں ہوتا بلکہ تاخیر کے ساتھ واجب ہوتا ہے لہٰذا اُصولیین کے نزدیک مذہبِ صحیح کے مطابق اس کے بیان کو مؤخر کرنا وقتِ حاجت تک جائز ہے۔ اور دیت واجب ہے مگر اس کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت حضرت سیدنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر مالی کشادگی نہ ہو لہٰذا اسے اس کی کشادگی تک مؤخر کر دیا گیا ہو۔"[3]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی ومن احیاھا۔۔۔الخ، ۱۶/ ۱۴۲، تحت الحدیث: ۶۸۷۲۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ۔۔۔الخ، ۹/ ۳۰۶، تحت الحدیث: ۴۲۶۹۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قول لا الہ الا اللہ، ۱/ ۱۰۶، الجزء الثانی۔

مدنی گلدستہ

”صالحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مسلمان ہونے کے بعد ہر مسلمان کی جان محترم اور محفوظ ہو جاتی ہے۔

(2) بلاوجہ شرعی کسی بھی مسلمان کی جان کی حرمت کو پامال کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(3) اسلام میں فقط ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنے کا مکلف فرمایا گیا ہے۔

(4) جو شخص بظاہر کلمہ پڑھ لے اگرچہ اس نے دل سے نہ پڑھا ہو اس پر مسلمان کا ہی اطلاق ہو گا۔

(5) بلاوجہ شرعی کسی بھی مسلمان کو قتل کرنے کی اسلام میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

(6) جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ استغفار کرنا چاہیے، نیز حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وسیلہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنا چاہیے کہ گناہوں میں معافی و مغفرت اور دعاؤں کی قبولیت کا یہ ایک بڑا سبب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے، کسی بھی مسلمان کے خون اور مال کی حرمت کو پامال کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:395

ظاہری مُعاملات کے مطابق فیصلہ

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُتْبَۃِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یَقُوْلُ: اِنَّ نَاسًا کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُکُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَہَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِکُمْ فَمَنْ اَظْہَرَ لَنَا خَیْرًا اَمِنَّاہُ وَقَرَّبْنَاہُ وَلَیْسَ لَنَا مِنْ سَرِیْرَتِہٖ شَیْءٌ اَللہُ یُحَاسِبُہُ فِیْ سَرِیْرَتِہٖ وَمَنْ اَظْہَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْہُ وَلَمْ نُصَدِّقْہُ وَاِنْ قَالَ: اِنَّ سَرِیْرَتَہٗ حَسَنَۃٌ۔[1]

(1) . . . بخاری، کتاب الشھادات، باب الشھداء العدول، ٢/١٩٠، حدیث: ٢٦٤١۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عہد میں وحی کے ذریعے لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کیا جاتا تھا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمہارے ظاہری اعمال کو دیکھ کر تمہارا مؤاخذہ کریں گے لہٰذا جو ہمارے لئے خیر اور اچھائی کا پہلو ظاہر کرے گا، ہم اسے امن دیں گے اور اسے اپنے قریب کرلیں گے اور ہمیں اس کے باطن سے کوئی غرض نہیں کیونکہ دلوں کا حساب لینے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے اور جو ہمارے لیے بُرائی ظاہر کرے گا، ہم اُسے امن نہیں دیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ کہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔"

ختمِ نبوّت کا بیان:

وحیِ نبوت صرف انبیاء کے لیے خاص ہے، جو اسے کسی غیر نبی کے لیے مانے وہ کافر ہے، نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے اس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔ ولی کے دل میں بعض اوقات سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقا ہوتی ہے اس کو اِلہام کہتے ہیں اور وحی شیطانی کہ اِلقا من جانبِ شیطان ہو، یہ کاہن، ساحر اور دیگر کفار وفساق کے لیے ہوتی ہے۔[1] وحیِ نبوت کا سلسلہ اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے کیونکہ ہمارے پیارے نبی حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے آخری نبی اور خاتم النبیین ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ البتہ اولیاء **اللہ** کو رب تعالیٰ کی طرف سے جو الہام ہوتا ہے وہ منقطع نہیں ہوا بلکہ یہ الہام قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فرمان کہ وحی منقطع ہو چکی ہے۔ دراصل سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عظیم الشان ختمِ نبوت کا واضح بیان ہے۔ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرمان کا معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے فرشتے (یعنی حضرت سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام) کا بعض افراد (یعنی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے

---

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۳۵، ۳۶، حصہ اول۔

لیے جاگتے میں خبریں لانا منقطع ہو گیا ہے۔“[1]

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین احمد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال ظاہری کے ساتھ ہی وحی منقطع ہو گئی تو اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کسی بھی بشر کے لیے فرشتہ (یعنی سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام) نہیں آئے گا کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔“[2]

رسولُ اللہ کے مختلف فیصلے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ بیان فرمایا کہ ”عہد رسالت میں وحی کے ذریعے لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی رحمت شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ وحی کے ذریعے لوگوں کے باطنی معاملات پر بھی مطلع فرمادیتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر اور باطن دونوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا وسیع اختیار عطا فرمایا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی حیات طیبہ میں لوگوں کے مابین ظاہر کے اعتبار سے بھی فیصلے فرمائے، باطن کے اعتبار سے بھی فیصلے فرمائے، اور بسا اوقات ظاہر و باطن دونوں کے اعتبار سے بھی فیصلے فرمائے۔ ان فیصلوں کی مکمل تفصیل کے لیے حدیث نمبر 390 کی شرح ملاحظہ کیجئے، نیز دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل امام جلال الدین سیوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی مایہ ناز تصنیف ”اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِرِ“ کا ترجمہ بنام ”مدنی آقا کے روشن فیصلے“ کا مطالعہ کیجئے۔

ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم:

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مذکورہ حدیث میں فرمان سے بالکل ظاہر ہے کہ اب اس اُمّت کو فقط ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے، کسی بھی شخص کا باطنی معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اب جو شخص اچھائی والا عمل کرے گا، یعنی اس کا ظاہر اچھائی پر ہو گا تو اس کے ساتھ ویسا ہی

---

1 ... فتح الباری، کتاب الشھادات، باب الشھداء العدول...الخ، ۶/ ۲۱۳، تحت الحدیث: ۲۶۴۱۔

2 ... ارشاد الساری، کتاب الشھادات، باب الشھداء العدول...الخ، ۶/ ۳۷۷، تحت الحدیث: ۲۶۴۱۔

سلوک کیا جائے گا اگرچہ حقیقت میں اس کا برعکس ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص بُرا معاملہ کرے گا یا اس سے بُرا معاملہ ظاہر ہو گا اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے گا اگرچہ وہ کہتا ہو کہ میں باطنی طور پر بہت اچھا ہوں یا میں نے حقیقتاً کوئی بُرائی نہیں کی۔ قاضی، حاکم، جج یا فیصلہ کرنے والا فقط ظاہر کے مطابق ہی فیصلہ کرے گا۔ عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحمد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے لیے خیر کو ظاہر کرے گا ہم اسے امن دیں گے یعنی شر اور برائی سے امن دیں گے یا یہ مراد ہے کہ وہ شخص ہمارے نزدیک امین اور عادل ہو گا اور ہم اسے اپنا قرب دیں گے یعنی ہم اسے عزت و تکریم اور عظمت و بڑائی دیں گے کیونکہ ہم ظاہر کے مطابق فیصلہ کریں گے۔"[1]

بھلائی کا ظہور عدل کی علامت ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ "جو ہمارے لئے خیر اور اچھائی کا پہلو ظاہر کرے گا، ہم اس پر اعتماد کریں گے اور اسے اپنے قریب کرلیں گے۔" معلوم ہوا کہ بھلائی کا ظہور عدل کی علامت ہے لہٰذا جس شخص سے بھلائی ظاہر ہو وہ عادل ہے اور اس کی شہادت قبول ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: "اس حدیث پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جس شخص سے بھلائی ظاہر ہو تو وہ عادل ہے اور اس کی گواہی کو قبول کیا جائے گا نیز امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانے یعنی حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں لوگ عادل نیک ہوا کرتے تھے۔"[2]



"طیبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الشهادات، باب الشهداء العدول، ۶ / ۸۹، تحت الحدیث: ۲۶۴۱۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب الشهادات، باب الشهداء العدول، ۹ / ۳۸۲، تحت الحدیث: ۲۶۴۱۔

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے آخری نبی ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، آپ خاتم النبیین ہیں۔

(2) حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ وحی کے ذریعے لوگوں کے باطنی معاملات سے بھی آگاہ فرما دیتا ہے۔

(3) اب اُمَّت کے لیے قیامت تک یہی حکم ہے کہ فقط ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے اور باطنی معاملات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے۔

(4) اگر کسی شخص سے بھلائی کا ظہور ہو تو یہ اس کے عدل کی علامت ہے ایسے شخص کی گواہی مقبول ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں لوگوں کے مابین ان کے ظاہر کے مطابق شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے سچے فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں نیک، پرہیزگار اور اطاعت گزار بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ظاہر کے مطابق فیصلہ کی مزید وضاحت وفوائد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ باب میں ذکر کردہ تمام احادیثِ مبارکہ کا باب کے اعتبار سے یہی مفہوم ہے کہ لوگوں کے مختلف معاملات میں ان کے ظاہر کے مطابق ہی فیصلہ کیا جائے گا، باطنی معاملات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں چند اہم مدنی پھول پیشِ خدمت ہیں:

(1) مسلمانوں کے مختلف معاملات کا فیصلہ کرنے کا ہر ایک کو اختیار نہیں ہے بلکہ حاکمِ وقت، قاضی، گورنر، مفتیانِ کرام، علمائے کرام یا جو اہل ہو اور شریعت جسے اجازت دے وہی اس کا مجاز ہے۔

(2) اگر کسی شخص کو یہ ذمہ داری دی جائے اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو اسے چاہیے کہ واضح انکار کر دے کہ اب اس کے لیے یہ منصب قبول کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

(3) منصبِ قضا کا حق ادا کرتے ہوئے شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا بڑا ہی جان جوکھوں والا کام ہے اور بہت سے سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن اس حساس منصب سے بچنے میں ہی عافیت جانتے تھے۔

(4) اگر کوئی شخص منصبِ قضا کا اہل ہو اور اسے معلوم ہو کہ اگر وہ اس منصب کو قبول نہیں کرے گا تو ہو سکتا ہے کسی نااہل شخص کو یہ منصب دے دیا جائے گا تو اسے چاہیے کہ اب یہ منصب قبول کر لے۔

(5) بعض لوگ اپنے طور پر مخصوص حلقہ بنا کر لوگوں کے مختلف معاملات کے غیر شرعی فیصلہ کرنے لگ جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو خوفِ خدا سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں کل بروزِ قیامت غیر شرعی فیصلہ کرنے کی وجہ سے رب تعالیٰ ناراض ہو گیا تو تباہی و بربادی مقدر ہو گی۔

(6) مذکورہ باب کی مختلف احادیث میں جو یہ بیان فرمایا گیا کہ ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ فیصلہ کرنے کے جو بھی شرعی تقاضے ہیں وہ پورے کرتے ہوئے ظاہر کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

(7) اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ کسی نے واقعی کوئی جرم کیا ہو اور اب وہ قاضی کے سامنے جھوٹ بولے اور قاضی اس کے جھوٹ کی بنا کر اسے چھوڑ دے بلکہ قاضی اس کے بارے میں ہر طرح کی مکمل تفتیش کرے گا اور بالآخر جو بھی صورت حال واضح ہو گی اس کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

(8) ہاں اگر کوئی شخص واقعی مجرم ہے مگر قانونی و شرعی تفتیش کے بعد بھی اس کے خلاف کسی بھی طرح کا کوئی ثبوت نہ ملا اور وہ اپنے جرم سے انکاری ہے تو اب قاضی اس کے ظاہر کے مطابق ہی فیصلہ کرے گا لیکن ایسے شخص کو خوفِ خدا سے ڈرنا چاہیے کہ مختلف حیلے بہانے کر کے یا مکر و فریب کے ذریعے دنیا میں تو اس نے اپنے آپ کو بچا لیا لیکن کل بروزِ قیامت اس رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پکڑ سے اپنے آپ کو کیسے بچائے گا؟ جو اس کے تمام ظاہری و باطنی معاملات سے باخبر ہے۔ لہٰذا جرائم اور مختلف گناہوں کو فقط قاضی، حاکم وقت یا کسی بھی دنیوی حکمران یا دنیوی سزا کے خوف سے چھوڑنے کی بجائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ترک کر دیجئے، اس کی بارگاہ میں سچی پکی توبہ کر لیجئے، وہ بڑا غفور رحیم ہے، آئندہ نہ کرنے کا عہد کر لیجئے اور نیکیوں پر کمربستہ ہو جائیے، بُرے لوگوں کی صحبت سے کنارہ کش ہو کر نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر لیجئے۔

(9) شریعت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اگر حاکم فقط ظاہر کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس کے فیصلے

کو قبول کرلینا چاہیے اور باطنی گناہوں یعنی غیبت، تہمت، بہتان، حسد وتکبر وغیرہ سے بچتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بسا اوقات قدرتی طور پر فریقین کے حق میں وہ فیصلہ مفید ہوتا ہے، اگر اس معاملے کے باطن کی طرف بامشقت کوشش کی جائے تو فریقین میں سے کسی کو کوئی ظاہری یا باطنی طور پر نقصان بھی ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف ”نیکی کی دعوت“ صفحہ ۲۲۷ سے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا ایک وضاحتی فرمان اور اس کے تحت بیان ہونے والی حکایت پیشِ خدمت ہے: ”شریعتِ مُطَہَّرہ کے دو حکم ہیں: ظاہر وباطن۔ قاضی وعامّۂ ناس (یعنی عام لوگ) اُن کی رَسائی ظاہر اَحوال ہی تک ہے (کہ وہ فقط ظاہری احوال مطابق ہی لوگوں کے مابین فیصلے کرتے ہیں) اُن پر اُس کی پابندی لازِم۔ اگرچہ واقِفِ حقیقتِ حال (یعنی وہ جسے باطنی اور حقیقی حال کا علم ہو اس) کے نزدیک حکم بِالعکس (یعنی اُلٹ) ہو۔“

قتل کا حیرت انگیز مقدمہ:

(مزید فرمایا) اس کی نَظیر (یعنی مثال) زمانۂ سیِّدُنا داود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں واقع ہو چکی۔ ایک فقیر مُفلِس، بے نوا، نانِ شَبینہ (یعنی رات کی روٹی) کو محتاج، شب کو دُعا کیا کرتا کہ ”الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) رزقِ حلال عطا فرما۔“ اِتِّفاقاً کسی شب ایک گائے اُس کے گھر میں گُھس آئی، یہ سمجھا کہ میری دعا قبول ہوئی، یہ رزقِ حلال غیب سے مجھے عطا ہوا ہے، گائے پچھاڑ کر ذَبح کی، اُس کا گوشت پکایا اور کھایا۔ صُبح کو مالِک کو خبر ہوئی۔ وہ سرکارِ نُبُوَّت (عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) میں نالِشی (نا۔لِ۔شی یعنی فریادی) ہوا۔ سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”جانے دے! تُو مال دار ہے اُس محتاج نے ایک گائے ذبح کرلی تو کیا ہوا؟“ وہ بگڑا اور کہا: ”یا نبیَّ اللہ! میں حق چاہتا ہوں۔“ فرمایا: ”اگر حق چاہتا ہے تو گائے اُسی کی تھی۔“ وہ اور بَرہَم (یعنی غصّے) ہوا۔ فرمایا: ”نہ صرف گائے (بلکہ) جِتنا مال تیرے پاس ہے، سب اُسی کا ہے۔“ وہ اور زیادہ فریادی ہوا تو فرمایا: ”تُو بھی اُسی کی مِلک ہے اور اُسی کا غلام ہے۔“ اب تو اُس کی بے تابی کی حد نہ تھی۔ فرمایا: ”اگر تصدیق چاہتا ہے ابھی ہمارے ساتھ چل۔“ اُس فقیر اور اُس گائے والے کو ہمراہِ رِکاب (یعنی ساتھ) لے کر جنگل کو

تشریف لے گئے۔ واقعہ عجیب تھا، خَلق کا ہُجُوم ساتھ ہولیا۔ ایک دَرَخت کے نیچے حکم دیا کہ یہاں کھودو۔ کھودنے سے انسان کا سر اور ایک خنجر جس پر مقتول کا نام کَنْدَہ (یعنی لکھا) تھا، بر آمد ہوا۔ نبیُّ اللہ (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) نے اُس دَرَخت سے اِرشاد فرمایا: ''شہادت (یعنی گواہی) ادا کر تُو نے کیا دیکھا؟'' پیڑ نے عَرض کی: ''یانَبِیَّ اللہ! (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) یہ اِس فقیر کے باپ کا سَر ہے، یہ گائے والا اُس کا غلام تھا۔ اِس (یعنی گائے والے) نے موقع پا کر میرے نیچے اپنے آقا (یعنی فقیر کے والِد) کو اُسی کے خنجر سے ذَبح کیا اور زمین میں مَع خنجر (یعنی خنجر کے ساتھ) دبادیا اور اس کے تمام اَموال پر قابِض ہوگیا۔ اُس کا یہ بیٹا بہت صغیر سِن (یعنی کم عمر) تھا، اس نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو بے کس و بے زَر (یعنی مفلس و تنگدست) ہی پایا اور یہ بھی نہ جانا کہ اس کا باپ کون تھا اور اُس کا کچھ مال بھی تھا یا نہیں؟'' حکمِ باطِن ثابت ہوا، غلام (یعنی گائے والا چونکہ فقیر کے باپ کا قاتل تھا اس لئے) گردن مارا گیا (یعنی قتل کیا گیا) اور وہ تمام اَموال (جو گائے والے کے تھے) وِراثَۃً فقیر کو ملے۔[1]

فیصلہ کرنے کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس باب میں مسلمانوں کے معاملات کے ظاہر کے مطابق فیصلے کرنے کا بیان ہوا، واضح رہے کہ فریقین کے درمیان فیصلہ کرنا ایک بہت ہی نازک اور اہم معاملہ ہے، تھوڑی سی بے احتیاطی سے کسی کا بھی حق ضایع ہونے اور آخرت میں اس پر پکڑ ہونے کا سخت اندیشہ ہے، لہٰذا ہر وہ شخص جسے یہ ذمہ داری دی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس سے متعلق ضروری اَحکامِ شرعِیَّہ کو سیکھے اور پھر اُن کے مطابق فیصلہ کرے۔ فیصلہ کرنے کے مختلف اَحکام اور آداب کی معلومات کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ۵۶ صفحات پر مشتمل رسالے ''فیصلہ کرنے کے مدنی پھول'' کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 ... نیکی کی دعوت، ص۲۲۷ بحوالہ مثنوی شریف، دفتر سوم، ص۲۲۴ تا ۲۴۲۔

باب نمبر:50

خوفِ خُدا کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اِس دنیا میں اپنی عبادت کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے، اس نے زندگی اور موت کو بھی پیدا کیا تاکہ یہ جانچ ہو کہ کون نیک اور اچھے اعمال کرتا ہے اور کون گناہ اور بُرے اعمال؟ جو نیک اَعمال کرے گا، وہ اسے دائمی نعمت یعنی جنت عطا فرمائے گا اور جو بُرے اَعمال کرے گا، وہ اُسے چاہے گا تو عذاب میں گرفتار کرے گا لہٰذا سمجھدار وہی ہے جو نیکیوں بھری زندگی گزارے اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے لیکن کسی بھی اچھی چیز کا حُصُول اُمید کے سبب اور بُری چیز سے بچاؤ خوف کے سبب ہوتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا، اس کی رحمت کا نزول اور انعاماتِ الٰہیہ کے حصول کی اُمید رکھے۔ اسی طرح قبر کی ہولناکیوں، اس کی دشوار گزار گھاٹیوں، روزِ قیامت کے حساب وکتاب، جہنم کے ہولناک عذاب اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا خوف اپنے دل میں پیدا کرے۔ جس طرح رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی منع ہے ویسے ہی خوفِ خداوندی ضروری ہے کیونکہ خوفِ خدا کے بغیر گناہوں سے بچنا اور نیکیوں بھری زندگی گزارنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی ”خوفِ خدا“ کے بارے میں ہے۔ امام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 8 آیات اور 16 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے ڈرو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (پ۱، البقرۃ: ۴۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: ”یعنی اِس بات سے ڈرو کہ میں تمہارے اوپر بھی وہی عذاب نازل کروں جو تم سے پہلے تمہارے آباء واَجداد پر نازل کیا تھا جو تمہارے بھی علم میں ہے یعنی صورتوں کو مسخ کرنا وغیرہ۔ اس آیتِ مبارکہ میں ترغیب سے ترہیب کی طرف انتقال ہے، ترغیب اور ترہیب کے ساتھ رب تعالیٰ نے اپنی طرف لوگوں کو بلایا ہے تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کریں، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی اتباع کریں،

قرآنِ پاک کے احکام کو بجالائیں، اس کی خبروں کی تصدیق کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔"[1] تفسیرِ روح البیان میں ہے: "اس آیت میں نعمت کا شکر کرنے اور وعدہ پورا کرنے کے واجب ہونے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ مومن کو صرف اور صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا چاہیے۔"[2]

تفسیرِ کبیر میں ہے: "جو دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سب سے زیادہ خوف اور ڈر رکھنے والا ہوگا وہ کل بروز قیامت اتنا ہی امان میں ہوگا اور جو دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جتنا کم خوف رکھنے والا ہوگا وہ کل بروزِ قیامت اتنی ہی کم امان میں ہوگا۔ مَروی ہے کل بروزِ قیامت ایک منادی ندا دے گا: "میرے عزت وجلال کی قسم! آج میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا، اور نہ ہی دو امن جمع کروں گا۔ جو دنیا میں مجھ سے نہ ڈرا میں قیامت کے دن اس کو خوفزدہ کروں گا، اور جو دنیا میں مجھ سے ڈرا میں قیامت کے دن اسے امن دوں گا۔" عارفین فرماتے ہیں: "خوف کی دو قسمیں ہیں: پہلا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کا خوف۔ دوسرا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال کا خوف۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کا خوف اہلِ ظاہر کو حاصل ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال کا خوف اہلِ قلوب کو حاصل ہوتا ہے، عذاب کا خوف زائل ہو جاتا ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال کا خوف زائل نہیں ہوتا۔" اس آیتِ مبارکہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندے کو چاہیے کہ فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے ڈرے، اسی کی طرف امیدوں اور خواہشات میں بھی نظر رکھے، نیز اس بات پر بھی دلیل ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف اور اس کی رحمت سے امید پر اس کی اطاعت کرے کیونکہ اطاعتِ خداوندی اس کے خوف اور امید کے بغیر درست نہیں ہوسکتی۔"[3]

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ سے ڈرو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾ (پ ۳۰، البروج: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

1 . . . تفسیر ابن کثیر، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۱/ ۳۴۲۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۱/ ۱۱۸۔

3 . . . تفسیر کبیر، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۱/ ۴۸۲۔

تفسیرِ ابنِ کثیر میں ہے: "یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ اور اس کا اپنے ان دشمنوں سے انتقام بہت سخت، بڑا اور مضبوط ہے جنہوں نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا، اور اس کے حکم کی مخالفت کی کیونکہ وہ بہت قوت والا قدرت والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے جیسا چاہتا ہے پلک جھپکنے بلکہ اس سے بھی بہت کم وقت میں کرتا ہے۔"[1] تفسیرِ خازن میں ہے: "حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کی گرفت بہت مضبوط ہے جب وہ ظالم کی پکڑ فرماتا ہے تو اس کی گرفت بہت شدید ہوتی ہے (یعنی ظالم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا)۔"[2] تفسیرِ طبری میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا کہ: اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) آپ کا ربّ اپنی مخلوق میں سے جس کی گرفت کرے تو اس کی گرفت بہت مضبوط ہے۔"[3]

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ بہت سخت ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ(۱۰۲) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ(۱۰۳) وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍؕ(۱۰۴) یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ(۱۰۵) فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌۙ(۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر، بے شک اس کی پکڑ درد ناک کرّی (سخت) ہے بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکھٹے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لیے، جب وہ دن آئے کوئی بے حکمِ خدا بات نہ کرے گا تو اُن میں کوئی بد بخت ہے اور کوئی خوش نصیب، تو وہ جو بد بخت ہیں وہ تو دوزخ میں

1 . . . تفسیر ابن کثیر، پ ۳۰، البروج، تحت الآیۃ: ۱۲، ۸/۳۷۲۔
2 . . . تفسیر خازن، پ ۳۰، البروج، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۳۹۴۔
3 . . . تفسیر طبری، پ ۳۰، البروج، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۵۲۸۔

ہیں وہ اُس میں گدھے کی طرح رینکیں (چیخیں چلائیں) گے۔ (پ ۱۲، ھود: ۱۰۲ تا ۱۰۶)

تفسیرِ طبری میں ہے: "اے لوگو! جس طرح میں نے اس بستی والوں کی پکڑ فرمائی جن کا میں نے قصہ بیان کیا کہ جب انہوں نے میرے حکم کے خلاف کیا، میرے رسولوں کو جھٹلایا اور میری آیات کا انکار کیا تو میرے عذاب نے انہیں آلیا اور انہوں نے کفر کر کے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کر کے اور اس کے رسولوں کو جھٹلا کر خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ یہ آیت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اِس اُمَّت کو تحذیر (ڈرانے کے لیے) ہے کہ اگر تم لوگ سابقہ اُمَّتوں کے نقشِ قدم پر چلے تو تمہیں بھی عذاب ہو گا۔ جن بستیوں کا ہم نے تذکرہ کیا ان کی پکڑ کرنے میں اُن بندوں کے لیے عبرت و نصیحت ہے جو اُس کی پکڑ اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں، نیز اُن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حجت اور تنبیہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں۔"[1] تفسیر روحُ البیان میں ہے: "یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گرفت بہت دردناک اور شدید تکلیف والی ہے اس کے لیے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پکڑے اور وہ اُس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا جیسا کہ حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب اس کی پکڑ فرماتا ہے تو وہ اُس سے بچ نہیں سکتا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی۔"[2]

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے ڈرو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ (پ ۳، آل عمران: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔

عَلَّامہ عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس بات سے ڈراتا ہے کہ تم اُس کی نافرمانی کرو، اُس کی منع کردہ چیزوں کا ارتکاب کر کے، اَحکامات کی خلاف ورزی کر کے یا کفار سے میل جول رکھ کر پس ایسا کر کے تم اس کے عذاب کے مستحق ٹھہرو

---

1 ... تفسیر طبری، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۱۰۳، ۷/۱۱۱۔

2 ... بخاری، کتاب التفسیر، باب وکذلک اخذ ۔۔۔ الخ، ۳/۲۴۷، حدیث: ۴۶۸۶، تفسیر روح البیان، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۴/۱۸۵۔

گے۔"[1] عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذاتِ مقدسہ تمہیں ڈراتی ہے جیسا کہ قرآن میں دیگر مقامات پر ہے: ﴿فَاتَّقُوْنِ﴾ مجھ سے بچو ﴿وَاخْشَوْنِ﴾ اور مجھ سے ڈرو۔ یعنی میری ناراضی اور میری گرفت سے ڈرو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں سے دوستی کر کے اس کی ناراضگی مول نہ لو، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سخت وعید ہے۔"[2]

(5) قیامت کے ہولناک دن کی فکر

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِۙ(۳۴) وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِۙ(۳۵) وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِؕ(۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِؕ(۳۷) (پ۳۰، عبس: ۳۴ تا ۳۷)	ترجمۂ کنزالایمان: اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو (بیوی) اور بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اُس دن ایک فکر ہے کہ وہی اُسے بس ہے۔

اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یہ بھی ممکن ہے کہ بھاگنے سے مراد یہ ہو کہ وہ اُن سے دُور رہنے اور بچنے کے لیے بھاگے گا اور سبب اِس کا یہ ہو کہ وہ اپنے مطالبات کے لیے اس کے پیچھے پڑ جائیں گے کیونکہ بھائی کہے گا: تو نے اپنے مال سے میری مدد نہیں کی۔ ماں باپ کہیں گے: تو نے ہمارے ساتھ بھلائی کرنے میں کمی کی۔ بیوی کہے گی: تو نے مجھے حرام کھلایا۔ تو نے یہ کیا یہ کیا۔ بیٹے کہیں گے: تو نے ہمیں علمِ دِین نہیں سکھایا، ہماری صحیح راہنمائی نہیں کی۔ ایک قول کے مطابق اپنے بھائی سے بھاگنے والوں میں سب سے پہلا انسان قابیل ہو گا کہ اپنے بھائی سے دور بھاگے گا۔"[3]

قیامت کے دن ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہو گی، ہر ایک دوسرے سے دور بھاگ رہا ہو گا۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ایک شخص اپنے جاننے والوں سے اس لیے بھاگے گا تاکہ وہ اِسے بُری حالت میں دیکھ نہ لیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس لیے بھاگے گا کیونکہ وہ جانتا

---

1. . . . تفسیر خازن، پ۳، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱/ ۲۴۲۔
2. . . . تفسیر روح البیان، پ۳، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۲۸، ۲/ ۲۰۔
3. . . . تفسیر کبیر، پ۳۰، عبس، تحت الآیۃ: ۳۴ تا ۳۶، ۱۱/ ۶۱۔

ہے کہ یہ نہ تو اسے نفع پہنچائیں گے اور نہ ہی اسے کسی چیز سے بچائیں گے۔“[1]

(6) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ① یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ② (پ۱۷، الحج: ۱، ۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر گابھنی اپنا گابھ ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے۔

شانِ نزول: مروی ہے کہ یہ دونوں آیتیں رات کے وقت نازل ہوئیں جب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سفر میں تھے۔ حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب کو آواز دے کر بلایا۔ سب لوگ آپ کے گرد جمع ہوگئے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دونوں آیات پڑھ کر سنائیں۔ ساری رات صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے گریہ وزاری میں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو نہ انہوں نے سواریاں تیار کیں، نہ تو خیمے گاڑے اور نہ ہی کھانا بنایا۔ سارا دن غمگین رہے اور تفکر میں گزارا۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تمہیں پتہ ہے یہ کونسا دن ہے؟“ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کیا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔“ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”یہ وہ دن ہے جس دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حضرت آدم سے فرمائے گا: اے آدم! اپنی اولاد کو جہنم میں بھیج دو۔“ حضرتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام عرض کریں گے: ”کتنے میں سے کتنے؟“ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ”ہزار (۱۰۰۰) میں سے نو سو ننانوے (999) جہنم میں اور ایک جنت میں۔“ پس اُس وقت ہر حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا

[1] ... تفسیر قرطبی، پ۳۰، عبس، تحت الآیۃ: ۳۷، ۱۰/ ۱۵۸۔

اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے۔ صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان پر یہ بات بہت شاق گزری اور بہت روئے۔ پھر عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! نجات پانے والے لوگ کون ہوں گے؟'' حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں مبارک ہو اُن جہنمیوں میں سے اکثر یاجوج وماجوج ہوں گے۔'' پھر فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ جنتیوں میں سے چوتھائی تم لوگ ہوگے۔'' یہ سن کر تمام صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ جنتیوں میں سے آدھے تم لوگ ہوگے۔'' یہ سن کر صحابہ نے نعرۂ تکبیر کہا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کی۔ پھر فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ جنتیوں کے دو تہائی تم لوگ ہوگے، بے شک جنتیوں کی ایک سو بیس 120 صفیں ہوں گی، ان میں سے اسّی 80 صفیں میری اُمّت کی ہوں گیں۔ کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد اتنی کم ہے جیسے کسی اونٹ کے پہلو میں تل کا نشان یا کالے بیل میں ایک سفید بال۔'' پھر فرمایا: ''میری امت کے ستّر ہزار 70,000 لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔''

سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! صرف ستّر ہزار؟'' فرمایا: ''ہاں اور ہر ایک کے ساتھ مزید ستّر ہزار ہوں گے۔'' حضرت سیدنا عکاشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کھڑے ہوئے اور عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دعا فرمایئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی اُن لوگوں میں شامل فرما دے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تم انہی میں سے ہو۔'' پھر ایک انصاری شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے لیے بھی دعا فرما دیں۔'' فرمایا: ''عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں لوگوں کو ڈرنے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ قُربِ قیامت آنے والا زلزلہ بہت سخت ہے تو تم اُس سے ڈرو، مطلب یہ ہے کہ تقویٰ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اپنے آپ سے نقصان کو دور کیا جائے اور یہ بات معلوم ہے کہ اپنے آپ سے نقصان کو دور کرنا واجب ہے لہٰذا تقویٰ واجب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قیامت کی ہولناکی کے سبب ہونے والے تین اُمور بیان فرمائے: (1) دودھ پلانے والی عورت اس زلزلے کی دہشت سے اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ یہاں مُرۡضِعَۃٌ فرمایا مُرۡضِعٌ

نہیں فرمایا۔اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ مُرْضِعَة اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الوقت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو جبکہ مُرْضِعٌ اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الوقت دودھ پلا نہیں رہی ہو لیکن وہ دودھ پلانے کے دور میں ہو یعنی دودھ پلا سکتی ہو۔ اُس زلزلے کی شدت بیان کرنے کے لیے مُرْضِعَة فرمایا کہ اس کی شدت اتنی زیادہ ہوگی کہ جس عورت کے پستان اس کے بچے کے منہ میں ہوں وہ اس زلزلے کی دہشت سے اپنے سینے سے لگے ہوئے بچے کو بھول جائے گی۔ (2) دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ حمل والی اپنا حمل ساقط کر دے گی۔ یعنی اس زلزلے کا خوف اتنا زیادہ ہوگا کہ اُس کا حمل ساقط ہو جائے گا۔ (3) تیسری بات یہ بیان کی کہ تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے۔ یہاں پر نشے والوں سے تشبیہ دی ہے یعنی اس زلزلے کی شدت سے ان کی حالت نشے والے کی طرح ہو گی۔ حقیقۃً وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تَعَالٰی کے عذاب کے خوف سے ان کے ہوش اُڑ جائیں گے اور ان کی عقل چلی جائے گی۔ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ”تم انہیں نشے والوں کی طرح دیکھو گے وہ حالت شراب کے نشے کی وجہ سے نہ ہو گی بلکہ خوف کی وجہ سے ہو گی۔“[1]

(7) دو جنتیں کس کے لیے؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ (پ۲۷، الرحمٰن: ۴۶)

تفسیرِ طبری میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے جو اُس سے اور اس کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور جس نے فرائض ادا کر کے اور گناہوں سے اجتناب کر کے اُس کی اطاعت کی، اُس کے لیے دو جنتیں ہیں یعنی دو باغات ہیں۔“[2] تفسیرِ خازن میں ہے: ”یعنی جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے حساب و کتاب دینے سے ڈرے اور بُری خواہشات اور گناہوں کو چھوڑ دے تو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ

---

1 . . . تفسیر کبیر، پ ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۱، ۲، ۸ / ۲۰۰، ۲۰۱۔

2 . . . تفسیر طبری، پ ۲۷، الرحمٰن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۱۱ / ۶۰۱۔

گناہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے، پھر اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد آجائے اور وہ اُس کے خوف سے گناہ کو چھوڑ دے تو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ دو جنتوں سے مراد جنتِ عدن اور جنتِ نعیم ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ایک جنت خوفِ خدا کے عوض اور دوسری جنت خواہشات اور گناہ کو چھوڑنے کی وجہ سے ملے گی۔"[1]

مُفَسِّرِ شہِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان فرماتے ہیں: "یعنی جو مؤمن انسان قیامت کے حساب سے خوف کرکے گناہ چھوڑ دے، کیونکہ جنات اور جانوروں کے لیے جنت نہیں اگرچہ ان کا حساب ہوگا۔ فرشتوں کے لیے نہ حساب ہے نہ جنت۔ معلوم ہوا کہ خوفِ الٰہی اعلیٰ نعمت ہے کہ اس کی دو جنتیں ہیں۔ ایک جنت اَعمال کی جزا، دوسری ربّ کا اِنعام یا ایک جنت رب کے خوف کی دوسری اس کی اطاعت کی یا ایک جنت جسمانی راحتوں کی، دوسری روحانی آرام کی۔ اُن کی وُسعت رب ہی جانتا ہے۔"[2]

(8) جنتیوں کی آپس میں گفتگو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾ (پ۲۷، الطور: ۲۵ تا ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے، بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچالیا بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

تفسیرِ خازن میں ہے: "یعنی جنتی جنت میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "یعنی دنیا میں جس خوف اور مشقت میں تھے اس کے بارے میں بات کریں گے۔ تو کہیں گے کہ: ہم دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے ڈرتے رہتے تھے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہماری مغفرت فرما کر ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچایا۔ بے شک دنیا میں ہم اخلاص

1 ... تفسیر خازن، پ ۲۷، الرحمن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۴/ ۲۱۳۔

2 ... تفسیر نور العرفان، پ ۲۷، الرحمن، تحت الآیۃ: ۴۶۔

کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کرتے تھے۔“[1]

تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ”یعنی جنتی جنت میں ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کیا عمل کرتے تھے اور یہ دریافت کرنا نعمتِ الٰہی کے اعتراف کے لیے ہو گا۔ (ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔) اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس اندیشہ سے کہ نفس و شیطان خلل ایمان کا باعث نہ ہوں اور نیکیوں کے روکے جانے اور بدیوں پر گرفت کیے جانے کا بھی اندیشہ تھا۔“[2]

باب سے متعلق دیگر آیات کی وضاحت:

عَلَّامَه اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”خوف کے متعلق بہت ساری آیات ہیں[3] جن میں بہترین معلومات ہیں، لیکن ہمارا مقصد فقط چند آیات کی طرف اشارہ کرنا تھا جو کہ حاصل ہو گیا اور اِس باب کے متعلق احادیث بھی کثیر ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے ہم ان احادیث میں سے بھی کچھ بیان کریں گے۔“

خوفِ خدا سے متعلق ضروری اُمور کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوفِ خدا سے متعلق احادیث مبارکہ سے پہلے خوف کے بارے میں کچھ ضروری اور مفید معلومات پیش خدمت ہیں۔

مطلق خوف اور خوفِ خدا کی تعریف:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 160 صفحات پر مشتمل کتاب ”خوفِ خدا“ کے صفحہ نمبر 14 پر ہے: ”یاد رکھئے کہ مطلقاً خوف سے مراد وہ قلبی کیفیت ہے جو کسی ناپسندیدہ امر کے پیش آنے کی توقع کے سبب پیدا ہو مثلاً پھل کاٹتے ہوئے چھری سے ہاتھ کے زخمی ہو جانے کا ڈر۔ خوفِ خدا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی، اس کی ناراضی، اس کی گرفت اور اس کی طرف سے دی جانے

---

1. ... تفسیر خازن، پ ۲۷، الطور، تحت الآیۃ: ۲۵، ۲۸، ۴/ ۱۸۸۔
2. ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۷، الطور، تحت الآیۃ: ۲۷۔
3. ... خوفِ خدا سے متعلق مزید آیات و معلومات کیلئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتب ”خوفِ خدا“ اور ”احیاء العلوم“ جلد چہارم کا مطالعہ کیجئے۔

والی سزاؤں کا سوچ کر انسان کا دل گھبراہٹ میں مبتلا ہو جائے۔"

علامہ ابو القاسم عبد الکریم ہُوازِن قُشیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مطلق خوف ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے جس کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ خوف میں آدمی کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہو جائے یا کوئی محبوب شے نہ چلی جائے اور یہ بات اسی چیز کی وجہ سے ہوتی ہے جو مستقبل میں حاصل ہو گی جبکہ موجودہ چیزوں کے ساتھ خوف کا تعلق نہیں ہوتا۔ بندے کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دنیا یا آخرت میں عذاب کا ڈر ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ ڈر خود اپنے بندوں پر لازم فرمایا ہے۔"[1]

خوفِ خدا سے متعلق مختلف اقوال:

(1) حضرت سیدنا ابو حفص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "خوفِ خدا دل کا چراغ ہے، اس کے ذریعے دل کے خیر و شر کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔" (2) حضرت سیدنا واسطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "خوف اللہ عَزَّوَجَلَّ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔" (3) حضرت سیدنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جس دل سے خوف نکل گیا وہ دل ویران ہو گیا۔" (4) حضرت سیدنا ابو عثمان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "سچا خوف ظاہری اور باطنی گناہوں سے پرہیز کرنا ہے۔" (5) حضرت سیدنا ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جب تک لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا زائل نہیں ہوتا وہ سیدھے راستے پر رہتے ہیں۔ پس جب ان سے خوفِ خدا زائل ہو جاتا ہے تو سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔" (6) حضرت سیدنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "ہر چیز کی زینت ہے اور عبادت کی زینت خوفِ خدا ہے اور خوف کی علامت اُمید کو کم کرنا ہے۔"[2]

خوفِ خدا کے 3 درجات:

حضرت سَیِّدُنا اِمام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کی تحقیق کی روشنی میں خوف کے تین درجات ہیں:

(1) ضعیف (یعنی کمزور): "یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی

---

1 ... رسالہ قشیریۃ، باب الخوف، ص ۱۶۱۔

2 ... رسالہ قشیریۃ، باب الخوف، ص ۱۶۳، ۱۶۴ ملتقطاً۔

قوت نہ رکھتا ہو۔ مثلاً جہنم کی سزاؤں کے حالات سن کر محض جُھرجُھری لے کر رہ جانا اور پھر سے غفلت ومعصیت میں گرفتار ہو جانا۔" (2) مُعْتَدِل (یعنی متوسط): "یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ مثلاً عذابِ آخرت کی وعیدوں کو سن کر اُن سے بچنے کے لئے عملی کوشش کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ سے امیدِ رحمت بھی رکھنا۔" (3) قوی (یعنی مضبوط): "یہ وہ خوف ہے، جو انسان کو ناامیدی، بے ہوشی اور بیماری وغیرہ میں مبتلاء کر دے۔ مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب وغیرہ کا سن کر اپنی مغفرت سے ناامید ہو جانا۔" یہ بھی یاد رہے کہ ان تمام درجات میں سب میں بہتر درجہ "معتدل" ہے کیونکہ خوف ایک ایسے تازیانے کی مثل ہے جو کسی جانور کو تیز چلانے کے لئے مارا جاتا ہے۔ لہٰذا! اگر اس تازیانے کی ضرب اتنی "ضعیف" ہو کہ جانور کی رفتار میں ذرّہ بھر بھی اضافہ نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر یہ ضرب اتنی "قوی" ہو کہ جانور اس کی تاب نہ لاسکے اور اتنا زخمی ہو جائے کہ اس کے لئے چلنا ہی ممکن نہ رہے تو یہ بھی نفع بخش نہیں اور اگر یہ "معتدل" ہو کہ جانور کی رفتار میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو جائے اور وہ زخمی بھی نہ ہو تو یہ ضرب بے حد مفید ہے۔[1]

خوفِ خدا کی علامات:

حضرت سَیِّدُنا فقیہ ابُو اللَّیث سَمَرقندی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی علامت آٹھ چیزوں میں ظاہر ہوتی ہے: (1) "انسان کی زبان میں: وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کا خوف اس کی زبان کو جھوٹ، غیبت، فضول گوئی سے روکے گا اور اُسے رب تعالیٰ کے ذکر، تلاوتِ قرآن اور علمی گفتگو میں مشغول رکھے گا۔" (2) "اس کے شکم میں: وہ اس طرح کہ وہ اپنے پیٹ میں حرام کو داخل نہ کرے گا اور حلال چیز بھی بقدرِ ضرورت کھائے گا۔" (3) "اس کی آنکھ میں: وہ اس طرح کہ وہ اسے حرام دیکھنے سے بچائے گا اور دنیا کی طرف رغبت سے نہیں بلکہ حصولِ عبرت کے لئے دیکھے گا۔" (4) "اس کے ہاتھ میں: وہ اس طرح کہ وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو حرام کی جانب نہیں بڑھائے گا بلکہ ہمیشہ اطاعتِ الٰہی میں استعمال کرے گا۔" (5) "اس کے قدموں میں: وہ اس طرح کہ وہ انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں اٹھائے گا

[1] ... احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان درجات الخوف واختلافه فی القوة والضعف، ۱۹۲/۴ ملخصاً۔

بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کے لئے اٹھائے گا۔"(6)"اس کے دل میں: وہ اس طرح کہ وہ اپنے دل سے بغض، کینہ اور مسلمان بھائیوں سے حسد کرنے کو دور کر دے اور اس میں خیر خواہی اور مسلمانوں سے نرمی کا سلوک کرنے کا جذبہ بیدار کرے۔"(7) "اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں: اس طرح کہ وہ فقط رب تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت کرے اور ریاء و نفاق سے خائف رہے۔"(8)"اس کی سماعت میں: اس طرح کہ وہ جائز بات کے علاوہ کچھ نہ سنے۔"[1]

خوفِ خدا کے حُصُول میں مُعاوِن چند اُمور:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 160 صفحات پر مشتمل کتاب "خوفِ خدا" کے صفحہ نمبر 23 پر ہے: "خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ کی اس عظیم نعمت کے حصول کے لئے عملی کوشش کے سلسلے میں درجِ ذیل امور مددگار ثابت ہوں گے۔اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرنا اور اِس نعمت کے حصول کی دعا کرنا۔

(2) قرآنِ عظیم واحادیثِ مبارکہ میں وارد ہونے والے خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ کے فضائل پیشِ نظر رکھنا۔

(3) اپنی کمزوری وناتوانی کو سامنے رکھ کر جہنم کے عذابات پر غور و فکر کرنا۔

(4) خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ کے حوالے سے اَسلاف کے حالات کا مطالعہ کرنا۔

(5) خود احتسابی کی عادت اپنانے کی کوشش کرتے ہوئے فکرِ مدینہ کرنا۔

(6) ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا جو اِس صفتِ عظیمہ سے مُتَّصِف ہوں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:396

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَھُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ: اِنَّ اَحَدَکُمْ یُجْمَعُ خَلْقُہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ

[1] ... درۃ الناصحین، المجلس الثلاثون فی بیان مغفرۃ توبۃ التائب، ص ۱۰۹۔

يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَاَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ. فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔‘‘[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حدیث بیان کی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قول و فعل میں بالکل سچے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ’’بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی صورت میں رہتا ہے، پھر وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے، چالیس دن تک وہ اسی طرح رہتا ہے پھر وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے اور چالیس دن تک اسی طرح رہتا ہے۔ پھر ایک فرشتہ اس کی طرف بھیجا جاتا ہے جو اُس میں روح پھونکتا ہے، اُسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: (1) رزق (2) موت کی مدت (3) عمل اور (4) خوش بختی یا بدبختی۔ اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بے شک تم میں سے کوئی شخص جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اُس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر تقدیرِ الٰہی اس پر غالب آتی ہے اور وہ جہنمیوں والے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر تقدیرِ الٰہی اس پر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔‘‘

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس حدیث کو باب الخوف میں ذکر کیا کیونکہ اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے انسان بظاہر نیک اَعمال کرتا رہتا ہے اور اس کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے اور پھر وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایسے اعمال کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ کوئی شخص

1 . . . مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ الخلق الآدمی فی بطن امہ۔۔۔الخ، ص ۱۴۲۱، حدیث: ۲۶۴۳۔

بُرے اعمال کرتا رہتا ہے اور اپنے آخری ایام میں نیک اعمال کرنے لگ جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو مؤمن کو ہر وقت اپنے خاتمہ کے لیے ڈرتے رہنا چاہیے نیز جو نیک اعمال کرے اسے فخر نہیں کرنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری زندگی نیک اعمال کرے اور زندگی کے آخری ایام میں نیکیوں کو چھوڑ کر گناہوں بھرے کام کرکے جہنم میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''(کوئی) ایمان لاکر متقی بن کے مرتا ہے۔ لہٰذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے، **اللہ** تعالیٰ حسنِ خاتمہ نصیب کرے۔''[1]

صادِق و مَصدُوق کسے کہتے ہیں؟

حدیثِ مذکور میں راوی یعنی حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے دو اوصاف ''صادِق و مَصدوق'' بیان کئے ہیں۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں۔ یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو۔ یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے واقعہ اُس کے مطابق ہو جائے۔ حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔''[2]

مختلف مراحل میں انسانی تخلیق کی حکمتیں:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحم مادر میں نطفے کو چالیس دن رکھتا ہے پھر اسے جما ہوا خون کر دیتا ہے پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، پھر اس کی صورت بنائی جاتی اور اس میں رُوح پھونکی جاتی ہے۔ انسان کی تخلیق میں اتنے مراحل کیوں رکھے گئے؟ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو اس بات پر قادر ہے کہ آن کی آن میں انسان کو پیدا فرما دے۔ تخلیق انسانی کے مختلف مراحل کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۹۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۹۳۔

عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک لمحے میں انسان کو پیدا فرمادے لیکن اس نے انسان کی تخلیق کے چند مراحل رکھے جو کہ حدیث میں ذکر ہوئے۔ اس میں چند حکمتیں ہیں: (1) اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ انسان کو یک دم پیدا کر دیتا تو اس میں اس کی ماں کے لیے بہت دشواری ہوتی کیونکہ وہ اس چیز کی عادی نہیں اور بسا اوقات تو ماں کے ہلاک ہونے کا بھی اندیشہ ہو جاتا۔ اس لیے پہلے نطفہ بنایا، جب اسے اس کی عادت ہو گئی تو اسے جما ہوا خون کر دیا، پھر اس طرح مراحل طے کر کے بچہ مکمل کر دیا۔ (2) انسان کو مرحلہ وار پیدا کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت اور نعمت کا اظہار ہے تاکہ بندے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کریں اور اس کا شکر بجالائیں کہ اُس مُصَوِّر عَزَّوَجَلَّ نے کیسے کیسے مراحل سے گزار کر کیسی اچھی صورت میں پیدا فرمایا اور عقل، فہم، ذہانت و فطانت سے نوازا۔ (3) اس میں لوگوں کو اس بات پر تنبیہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو حشر و نشر پر کمال قدرت حاصل ہے کہ جس طرح وہ انسان کو ایک بے قدر پانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ مر کر مٹی بن جانے والے انسان کو دوبارہ اُٹھانے اور حشر میں اس سے حساب و کتاب لینے پر بھی قادر ہے۔“[1]

تقدیرِ الٰہی سے متعلق ایک اہم وضاحت:

مذکورہ حدیثِ پاک سے ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب کی تقدیر پہلے ہی لکھ دی ہے کہ کون خوش بخت ہے اور کون بد بخت ہے کون جنتی ہے اور کون جہنمی ہے تو پھر یہ سزا و جزاء کا معاملہ کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لکھ دیا ہے وہی ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ جو ہم نے اس دنیا میں آکر کرنا تھا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عِلمِ اَزلی سے جان لیا اور وہی لوحِ محفوظ پر لکھ دیا۔ چنانچہ صدرالشریعہ بدرالطریقہ، مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے عِلمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے، ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۱۰/ ۵۷۱، تحت الحدیث: ۳۲۰۸۔

اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔"[1]

اَسّی ہزار سال کی عبادت ضائع:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر کا بہت واضح بیان ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے کوئی واقف نہیں ہے۔ منقول ہے کہ ابلیس (یعنی شیطان) نے اَسّی ہزار (80000) سال عبادت میں گزارے اور ایک قدم کے برابر بھی کوئی جگہ نہ چھوڑی جس پر اس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ پھر جب اس نے رب تعالٰی کی حکم عدولی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنی بارگاہ سے مردود کر دیا، قیامت تک کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا، اس کی ساری عبادت ضائع ہو گئی اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کی سزا دے دی گئی۔ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ ابلیس کے انجام سے عبرت گیر ہو کر کعبہ مشرفہ کے پردے سے لپٹ کر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں یہ دعا کر رہے ہیں: "اِلٰھِی وَسَیِّدِیْ لَا تُغَیِّرْ اِسْمِیْ وَلَا تُبَدِّلْ جِسْمِیْ یعنی اے میرے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے مالک! کہیں میرا نام نیکوں کی فہرست سے نہ نکال دینا اور کہیں میرا جسم اہلِ عطا کے زمرہ سے نکال کر اہلِ عتاب کے گروہ میں شامل نہ فرما دینا۔"[2]

حضرت سیدنا ابو القاسم عبد الکریم ہُوازِن قُشیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب ابلیس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے مردود ہوا تو اس کا یہ عبرت ناک انجام دیکھ کر حضرت سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سیدنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام ایک عرصہ تک روتے رہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی اور پوچھا کہ "تم دونوں کے رونے کا کیا سبب ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اے ہمارے رب کریم! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہیں۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "تمہیں اسی طرح ہونا چاہیے، تمہیں میری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔"[3]

---

1. . . . بہارِ شریعت، ۱/۱۱، حصہ ۱۔
2. . . . منہاج العابدین، الباب الخامس، ص۱۴۶۔
3. . . . رسالہ قشیریۃ، باب الخوف، ص۱۶۶۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرتِ سَیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام سید المعصومین یعنی ملائکہ کے سردار ہیں، ملائکہ معصوم ہیں یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں گناہوں سے اس طرح محفوظ فرمایا ہے کہ ان سے کسی بھی طرح گناہ کا صدور ممکن نہیں مگر پھر بھی خوفِ خدا سے کیسی گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے ہیں۔ مگر آہ! ہمارے تو شب وروز گناہوں میں بسر ہو رہے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ دنیا سے ایمان بھی سلامت لے کر جائیں گے یا نہیں؟ قبر وحشر میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ ہمارا رب کریم ہم سے راضی ہے کہ نہیں؟ ہم جیسے گنہگاروں کو تو ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیے، نیکیوں پر کمربستہ ہو جانا چاہیے، گناہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سچی پکی توبہ کر لینی چاہیے۔ نیز چاہے کوئی کتنی ہی عبادت کر لے اُسے اپنی عبادت پر مطمئن نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی غرور کرنا چاہیے۔ دیکھئے شیطان نے ہزاروں سال عبادت کی، زمین پر کوئی ایسی جگہ نہ چھوڑی جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہو گیا۔

دو اَمرد پسند مؤذنوں کی بربادی:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن احمد مؤذن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں طوافِ کعبہ میں مشغول تھا کہ ایک شخص پر نظر پڑی جو غلافِ کعبہ سے لپٹ کر ایک ہی دعا کی تکرار کر رہا تھا: ''یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا سے مسلمان ہی رخصت کرنا۔'' میں نے اس سے پوچھا: ''تم اس کے علاوہ کوئی اور دعا کیوں نہیں مانگتے؟'' اس نے کہا: ''کاش! آپ کو میرے واقعہ کا علم ہوتا۔'' میں نے دریافت کیا: ''تمہارا کیا واقعہ ہے؟'' تو اس نے بتایا کہ میرے دو بھائی تھے، بڑے بھائی نے چالیس سال تک مسجد میں بلامعاوضہ اذان دی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے قرآنِ پاک مانگا۔ ہم نے اسے دیا تاکہ اس سے برکتیں حاصل کرے، مگر قرآن شریف ہاتھ میں لے کر کہنے لگا: ''تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں قرآن کے تمام اعتقادات واحکامات سے بےزاری اور نصرانی (عیسائی) مذہب اختیار کرتا ہوں۔'' **معاذ اللہ** پھر وہ مر گیا۔ اس کے بعد دوسرے بھائی نے تیس برس تک مسجد میں فِیْ سَبِیْلِ اللہ اذان دی مگر اس نے بھی آخری وقت نصرانی ہونے کا اعتراف کیا اور مر گیا۔ لہٰذا میں اپنے خاتمہ کے بارے میں بےحد فکرمند ہوں اور ہر وقت خاتمہ بالخیر کی دعا مانگتا رہتا ہوں۔

تو حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن احمد مؤذن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے استفسار فرمایا: "تمہارے دونوں بھائی ایسا کون سا گناہ کرتے تھے؟" اس نے بتایا: "وہ غیر عورتوں میں دلچسپی لیتے تھے اور اَمردوں (بے ریش لڑکوں) کو (شہوت سے) دیکھا کرتے تھے۔"(1)

نفس بے لگام تو گناہوں پہ اُکساتا ہے
توبہ توبہ کرنے کی بھی عادت ہونی چاہیے



"خوفِ اِلٰہی" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اپنے سابقہ گناہوں کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ گناہوں سے سچی پکی توبہ کر کے نیک اعمال کرنے چاہیے رب تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیے۔

(2) ہر وقت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہیے اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہیے۔

(3) جو نیک اعمال کرے اسے فخر نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اپنی نیکیوں پر مطمئن ہونا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال چھوڑ کر گناہوں میں لگ جائے اور جہنم میں داخلہ مقدر ہو جائے۔

(4) اللہ عَزَّ وَجَلَّ قادرِ مطلق ہے، وہ ایک آن میں بھی انسان کو بغیر مراحل کے پیدا کر سکتا تھا مگر اس نے انسان کی تخلیق میں مختلف مراحل رکھے اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

(5) جس طرح اللہ عَزَّ وَجَلَّ انسان کو پانی کے ایک قطرے سے پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ اس میں جان ڈال کر اٹھانے پر بھی قادر ہے۔

(6) تقدیر میں جو لکھا ہے وہی ہو گا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو لکھ دیا گیا ہے وہ ہمیں کرنا پڑتا ہے بلکہ جو ہم کرنے والے تھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے علم سے جانتا تھا اس نے وہی لکھ دیا۔

(7) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے کہ اس سے تو فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔

(1) ... حکایتیں اور نصیحتیں، ص۳۹۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رحمت اور اپنا خوف نصیب فرمائے، نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:397

جہنم کی ستر ہزار لگامیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: یُؤْتَی بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ یَجُرُّوْنَهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن جہنم کو ستر ہزار (70000) لگاموں سے کھینچ کر لایا جائے گا، ہر لگام کو ستر ہزار (70000) فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیث میں جہنم کی ہولناک جسامت اور کیفیت کا بیان ہے جسے پڑھ کر یا سن کر بندہ خوف سے کانپ اٹھتا ہے، قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں مختلف مقامات پر جہنم سے پناہ مانگنے، اس سے بچنے، اس کی ہیئت و کیفیت کا بیان اور اسے برا ٹھکانہ قرار دیا گیا ہے۔ جہنم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قہر وجلال اور غضب کا مظہر ہے، جہنم کا خوف دراصل اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا خوف ہے، اور یہ باب بھی خوفِ خدا کا ہے، اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

لفظ ”جہنم“ کی تحقیق:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جہنم عربی زبان کا لفظ ہے یا عجمی زبان کا اس بارے میں اختلاف ہے پس ایک قول یہ ہے کہ جہنم عربی لفظ ہے اور ”جُهُوْمَةٌ“ سے بنا ہے اور جُهُوْمَةٌ

[1] ... مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فی شدة حر نار جهنم...الخ، ص ۱۵۲۳، حدیث: ۲۸۴۲۔

کا معنی ہے وہ منظر جس کو دیکھنا ناگوار گزرے۔ ایک قول یہ ہے کہ جہنم اہلِ عرب کے قول "بئر جهنام" سے ماخوذ ہے اس کا مطلب ہے گہرا کنواں۔ اکثر لوگوں نے کہا کہ جہنم عربی نہیں بلکہ عجمی لفظ ہے۔"[1]

جہنم ابھی کہاں ہے؟

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ پیدا ہو چکی ہے، نیز وہ اِس وقت اُس جگہ نہیں جہاں قیامت کے بعد ہو گی یعنی محشر اور جنت کے درمیان راستے میں، ابھی یہ کسی اور جگہ ہے۔ اُس دن ملائکہ اُسے کھینچ کر وہاں پہنچائیں گے جہاں اس نے رہنا ہے۔ اس کی تائید قرآنِ کریم کی اس آیت سے ہے:

وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ (پ ۳۰، الفجر: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن جہنم لائی جائے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے معراج میں دوزخ کی سیر فرمائی اس جگہ جہاں وہ تھی۔ آج اتنا بڑا سورج کس قدر تیزی سے حرکت کر رہا ہے، یوں ہی دوزخ اپنی جگہ سے ہٹا کر لائی جائے گی۔"[2] ایک قول یہ بھی ہے کہ جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے۔[3]

جہنم کی کیفیت کا بیان:

بہارِ شریعت میں ہے: "یہ ایک مکان ہے کہ اُس قہّار و جبّار کے جلال و قہر کا مَظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمّہ (قلیل مقدار) ہے اُس کی بے شمار نعمتوں سے، اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیت کہ اِدراک کی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔ قرآنِ مجید و احادیث میں جو اُس کی سختیاں مذکور ہیں، ان میں سے کچھ اِجمالاً بیان کرتا ہوں کہ **مسلمان دیکھیں اور اس سے پناہ مانگیں اور اُن اعمال سے بچیں جن کی جزا** جہنم ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے، جہنم کہتا ہے: اے رب! یہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے، تو

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۲۹۰، تحت الحدیث: ۳۹۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۳۲۔

3 . . . جمع الفرائد علی شرح العقائد النسفیۃ، والجنۃ حق والنار حق، ص ۲۴۹۔

اس کو پناہ دے۔ قرآنِ مجید میں بکثرت ارشاد ہوا کہ جہنم سے بچو! دوزخ سے ڈرو! ہمارے آقا و مولیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم کو سکھانے کے لیے کثرت کے ساتھ اُس سے پناہ مانگتے۔ جہنم کے شرارے (چنگاریاں) اُونچے اُونچے محلوں کی برابر اُڑیں گے، گویا زَرد اُونٹوں کی قطار کہ پیہم آتے رہیں گے۔ آدمی اور پتھر اُس کا ایندھن ہے، یہ جو دنیا کی آگ ہے اُس آگ کے ستّر جُزوں میں سے ایک جُز ہے۔ جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی، یہاں تک کہ سُرخ ہو گئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سفید ہو گئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی، تو اب وہ نِری سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔ یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے، پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے، مگر تعجب ہے انسان سے کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اُس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ بھی ڈرتی اور پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے، حدیث میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستّر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے گی۔ ''[1]

جہنم کے طبقات:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ''جہنم کے خطرات'' کے صفحہ نمبر ۱۵ پر ہے: ''قرآنِ مجید کی آیتِ مبارکہ ہے: ﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۠(۴۴)﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: ''اِس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔'' اِس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا قول ہے کہ جہنم کے سات طبقات ہیں جن کے نام یہ ہیں: (1) جَهَنَّم (2) لَظٰی (3) حُطَمَه (4) سَعِیْر (5) سَقَر (6) جَحِیْم (7) هَاوِیَه۔ پوری آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ''شیطان کی پیروی کرنے والے بھی سات حصوں میں منقسم ہیں، اُن میں سے ہر ایک کیلئے جہنم کا ایک طبقہ معین ہے۔''

جہنم کے خوف سے جگر ٹکڑے ہو گیا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے ہیں، جن کے بارے میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں اپنی رضا کا پروانہ جاری فرما دیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[1] ... بہارِ شریعت، ۱/ ۱۶۳، ۱۶۶، حصہ ۱۔

رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ (پ۳۰،البینۃ:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ان سے راضی۔

اس کے باوجود صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان میں ایسا خوفِ خدا پایا جاتا تھا کہ ہر وقت اُن پر لرزہ طاری رہتا تھا اور وہ جہنم کا نام سن کر ہی کانپ اٹھتے تھے۔ بعض اوقات تو خوف سے انتقال بھی کر جاتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک نوجوان انصاری صحابی پر دوزخ کا ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ مسلسل رونے لگے اور اپنے آپ کو گھر میں قید کر لیا۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور اُن کو اپنے سینے سے لگایا اور وہ انتقال کر گئے۔ رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے ساتھی کے کفن و دفن کا انتظام کرو، جہنم کے خوف نے اِس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔“[1]

جہنم کا نام سن کر بے ہوش ہو گئے:

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن وہب فہری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو ایک لاکھ اَحادیث زبانی یاد تھیں۔ آپ پر خوفِ الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ ایک دن حمام میں تشریف لے گئے تو کسی نے یہ آیت پڑھ دی:

وَ اِذۡ یَتَحَآجُّوۡنَ فِی النَّارِ (پ۲۴، المؤمن:۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے۔

جہنم کا نام سنتے ہی آپ بے ہوش ہو کر غسل خانے میں گر پڑے اور بہت دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا۔ اسی طرح ایک شاگرد نے آپ کی کتاب ”جامع ابنِ وھب“ میں سے قیامت کا واقعہ پڑھ دیا تو آپ خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ جب بھی آپ کو ہوش آتا تو بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا اور پھر بے ہوش ہو جاتے، اسی حالت میں آپ کا انتقال ہو گیا۔[2]

مرے اشک بہتے رہیں کاش ہر دم .... ترے خوف سے یا خدا یا الٰہی
ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھر تھر رہوں کانپتا یا الٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

1 ... شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۵۳۰، حدیث: ۹۳۶۔
2 ... اولیائے رجال الحدیث، ص ۱۹۱، خوفِ خدا، ص ۷۳۔

مدنی گلدستہ

”جہنم سے بچو“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) کل بروزِ قیامت جہنم ستر ہزار (70000) لگاموں سے باندھ کر لائی جائے گی۔

(2) ابھی جہنم اُس جگہ نہیں ہے جس جگہ قیامت کے دن لائی جائے گی۔

(3) دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر 70 اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

(4) جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

(5) جو جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتا ہے: یا اللہ! اس کو مجھ سے پناہ دے دے۔“

(6) ہمیں جہنم سے پناہ مانگنی چاہیے کیونکہ اس کا عذاب طاقتور سے طاقتور شخص بھی سیکنڈ کے کروڑویں حصے کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

(7) جہنم تین ہزار سال تک جلائی گئی ہے اب اس کی آگ بالکل سیاہ ہے اس میں روشنی نام کی چیز نہیں۔

(8) جہنم کے سات طبقے ہیں، جن میں مختلف لوگوں کو مختلف عذاب دیے جائیں گے۔

(9) شیطان کی پیروی کرنے والے اپنے اپنے گناہوں کے اعتبار سے جہنم کے طبقات میں جائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عذابِ جہنم سے محفوظ فرمائے اور ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی جہنم میں داخل نہ فرمائے، ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو جائے اور ہماری بلا حساب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 398

جہنم کا سب سے ہلکا عذاب

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اَھْوَنَ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَرَجُلٌ یُوْضَعُ فِیْ اَخْمَصِ قَدَمَیْہِ جَمْرَتَانِ یَغْلِیْ مِنْہُمَا دِمَاغُہٗ مَا یَرٰی اَنَّ اَحَدًا

اَشَدُّ مِنْہُ عَذَابًا وَاِنَّہٗ لَاَھْوَنُھُمْ عَذَابًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بے شک قیامت کے دن جہنمیوں میں سے جس کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا، وہ یہ ہوگا کہ اس کے تلووں کے نیچے آگ کے دھکتے ہوئے دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے جس کی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا اور وہ یہ گمان کرے گا کہ اُس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں ہو رہا، حالانکہ اُسے سب سے ہلکا عذاب ہو گا۔''

جہنمی کی کیفیت کی وجہ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یعنی جہنم میں جس شخص کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں دیا جا رہا وہ ایسا اس لیے سمجھے گا کیونکہ وہ تنہا ہوگا اور اسے دوسرے جہنمیوں کے حال کی اطلاع نہ ہوگی۔ اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ جہنمیوں کو الگ الگ قسم کا عذاب ہوگا۔''[2]

جہنم کے مختلف طبقات کا عذاب:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''دوزخ کے مختلف طبقے ہیں، ہر طبقے کا عذاب مختلف ہے اونچے طبقے کا عذاب نیچے سے ہلکا ہوگا، اونچے طبقے کے دوزخیوں میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا ذکر یہاں ہے۔ خیال رہے کہ اگر کالا دانہ پاؤں کی انگلی میں نکل آوے تو اس سے سر چکراتا ہے۔ مریض کہتا ہے: میری کھوپڑی پھٹی جا رہی ہے اس کا نمونہ دنیا میں ہی قائم ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر اعتراض نہ کرو کہ سر کا پاؤں سے کیا تعلق ہے۔ یعنی اس کے صرف پاؤں میں آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں۔''[3]

---

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، ۴/۲۶۲، حدیث: ۶۵۶۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب صفۃ النار واھلھا، ۹/ ۶۳۹، تحت الحدیث: ۵۶۶۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۳۳۔

جہنم کے مختلف عذاب:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 207 صفحات پر مشتمل کتاب ”جہنم کے خطرات“صفحہ نمبر ۱۶ پر ہے:”جہنم میں دوزخیوں کو طرح طرح کے خوفناک اور بھیانک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔اُن عذابوں کی قسموں اور اُن کی کیفیتوں کو خُداوندِ عَلَّامُ الغُیُوب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جہنم میں دی جانے والی سزاؤں کو دنیامیں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ عذاب کی چند صورتیں ہیں جن کا حدیثوں میں تذکرہ آیا ہے اُن میں سے بعض یہ ہیں:(1) کچھ جہنمیوں کو اِس طرح کا عذاب دیا جائے گا کہ ایک فرشتہ اُن کو لٹا کر اُن کے سروں پر ایک پتھر اِس زور سے مارے گا کہ اُن کا سر کچل جائے گا اور وہ پتھر لڑھک کر کچھ دور چلا جائے گا۔ پھر وہ فرشتہ جب تک اُس پتھر کو اُٹھا کر لائے گا، اُس کے سر کا زخم اچھا ہو چکا ہو گا پھر وہ پتھر مارے گا تو سر کچل جائے گا اور پتھر پھر لڑھک کر دور چلا جائے گا۔ پھر فرشتہ پتھر اُٹھا کر لائے گا اور پھر وہ پتھر مار کر اُس کا سر کچل دے گا۔اِسی طرح لگاتار یہی عذاب ہوتا رہے گا۔[1] (2) کچھ دوزخیوں کو خون کے دریامیں ڈال دیا جائے گا تو وہ تیرتے ہوئے کنارہ کی طرف آئیں گے تو ایک فرشتہ ایک پتھر کی چٹان اُن کے منہ پر اِس زور سے مارے گا کہ وہ پھر بیچ دریامیں پلٹ کر چلے جائیں گے۔بار بار یہی عذاب اُن کو دیا جاتا رہے گا۔ یہ سود خوروں کا گروہ ہو گا۔[2] (3) جہنم میں آگ کا ایک پہاڑ ہے جس کی بلندی ستر برس کا راستہ ہے،اس پہاڑ کا نام ”صعود“ ہے۔ دوزخیوں کو اس کے اُوپر چڑھایا جائے گا تو ستر برس میں وہ اُس کی بلندی پر پہنچیں گے پھر اُن کو اُوپر سے گرایا جائے گا تو ستر برس میں نیچے پہنچیں گے۔اِسی طرح ہمیشہ عذاب دیا جاتا رہے گا۔[3]



امام ”حسن“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

---

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب: ۹۳، ۱/ ۴۶۷، حدیث: ۱۳۸۶۔

2 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب: ۹۳، ۱/ ۴۶۷، حدیث: ۱۳۸۶۔

3 . . . ترمذی، کتاب صفۃ جہنم، باب فی صفۃ قعر جہنم، ۴/ ۲۶۰، حدیث: ۲۵۸۵۔

(1) جہنمیوں کو مختلف قسم کا عذاب ہو گا، کسی کو کم کسی کو زیادہ۔

(2) جہنم کے تمام عذابات سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے کیونکہ جہنم کا سب سے ہلکا عذاب بھی اتنا سخت ہے کہ اس کی وجہ سے دماغ ہانڈی کی طرح ابلنے لگے گا تو پھر سخت عذاب کا کیا عالَم ہو گا؟

(3) دوزخ میں جو جہنمی جتنا نیچے ہو گا اس کا عذاب اتنا ہی سخت ہو گا، کیونکہ دوزخ کے اُونچے طبقے کا عذاب نیچے کے عذاب سے ہلکا ہو گا، نچلے طبقے والے کا عذاب اوپر والے سے سخت ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جہنم کے ہر طرح کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:399

جہنم کی آگ کی مختلف کیفیات

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ نَبِیَّ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنْھُمْ مَنْ تَاْخُذُہُ النَّارُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ تَاْخُذُہُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ تَاْخُذُہُ اِلٰی حُجْزَتِہٖ وَمِنْھُمْ مَنْ تَاْخُذُہُ اِلٰی تَرْقُوَتِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سَمُرہ بن جُنْدُب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جہنمیوں میں سے کچھ لوگوں کو آگ اُن کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور بعض کو اُن کے گھٹنوں تک پکڑے گی اور بعض کو ناف تک پکڑے گی اور بعض کو گردن تک آگ نے پکڑا ہوا ہو گا۔“

آگ مؤمن کے چہرے کو نہیں چھوئے گی:

عَلَّامہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں عذاب کے مختلف ہونے کا بیان ہے۔ یعنی بعض لوگوں کو زیادہ عذاب ہو گا، بعض کو کم۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعض کو عذاب ہو گا اور بعض کو نہیں ہو گا۔“ نیز علامہ طِیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ شَرحُ السنہ میں سیدنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب صفۃ الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب فی شدۃ حر نار جھنم۔۔۔ الخ، ص ۱۵۲۴، حدیث: ۲۸۴۵۔

تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: ”جب ایمان والوں کو جہنم سے رہائی ملے گی تو وہ اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے کیونکہ آگ مؤمنوں کے چہروں کو نہیں چھوئے گی۔“[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ”مرآۃ المناجیح“ میں فرماتے ہیں: ”دوزخی لوگوں کو عذاب تو پورے جسم کو ہوگا مگر مختلف طریقوں کا ہوگا جیسا کافر ویسا اس کا عذاب۔ دوزخ کی آگ کا تو ایک انگارا ہی سزا کے لیے کافی ہے جس کے گلے تک آگ ہو غور کرلو اس کا حال کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس آگ سے بچائے۔ یہ آگ کفار کو بھی پہنچے گی اور بعض گنہگار مؤمنوں کو بھی، مگر مؤمنوں کو کچھ دن کے لیے۔ کافروں کو ہمیشہ کے لیے۔ اور بھی کئی طرح فرق ہوگا۔ ترقوت وہ ہڈی ہے جو گلے اور گردن کے درمیان ہے جسے ہندی میں ٹیٹوا کہتے ہیں، فارسی میں چنبر۔“[2]

جہنم کے خوف سے بے ہوش ہوگئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جہنم کا عذاب بہت سخت ہے، اس عذاب کو سہنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن جب بھی جہنم کا تذکرہ سنتے تو ان پر خوفِ خدا کے سبب رقت طاری ہوجاتی، ان کی حالت غیر ہوجاتی بلکہ بسا اوقات تو بے ہوش ہوجاتے۔ چنانچہ امیر المؤمنین سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک کنیز آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: ”عالی جاہ! میں نے خواب میں عجیب معاملہ دیکھا۔“ آپ کے دریافت کرنے پر وہ یوں عرض گزار ہوئی کہ: ”میں نے دیکھا کہ جہنم کو بھڑکایا گیا اور اس پر پل صراط رکھ دیا گیا پھر اُموی خلفاء کو لایا گیا۔ سب سے پہلے خلیفہ عبد الملک بن مروان کو اس پل صراط سے گزرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ وہ پل صراط پر چلنے لگا لیکن افسوس! وہ تھوڑا سا چلا کہ پل الٹ گیا اور وہ جہنم میں گر گیا۔“ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دریافت کیا: ”پھر کیا ہوا؟“ کنیز نے کہا: ”پھر اس کے بیٹے ولید بن عبد الملک کو لایا گیا، وہ بھی اسی طرح پل صراط پار کرنے لگا کہ اچانک پل صراط پھر الٹ گیا، جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرا۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سوال کیا کہ،

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب صفۃ النار واھلھا، ۹/ ۶۴۳، تحت الحدیث: ۵۶۷۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۳۷۔

"اس کے بعد کیا ہوا؟" اس نے عرض کی: "اس کے بعد سلیمان بن عبد الملک کو حاضر کیا گیا، اسے بھی حکم ہوا کہ پل صراط سے گزرو، اس نے بھی چلنا شروع کیا لیکن یکایک وہ بھی دوزخ کی گہرائیوں میں اتر گیا۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: "مزید کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا: "یا امیر المؤمنین! ان سب کے بعد آپ کو لایا گیا۔" کنیز کا یہ جملہ سنتے ہی سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خوف زدہ ہو کر چیخ ماری اور زمین پر گر گئے۔ کنیز نے جلدی سے کہا: "اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے دیکھا کہ آپ نے سلامتی کے ساتھ پلِ صراط پار کر لیا۔" لیکن سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کنیز کی بات نہ سمجھ پائے کیونکہ آپ پر خوف کا ایسا غلبہ طاری تھا کہ آپ بے ہوشی کے عالم میں بھی اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔[1]

قبر محبوب کے جلووں سے بسا دے مالک .... یہ کرم کر دے تو میں شاد رہوں گا یارب
گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی .... ہائے میں نار جہنم میں جلوں گا یارب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"رسول" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جہنم میں لوگ اپنے اعمال کے مطابق آگ کی لپیٹ میں ہوں گے، کم گناہ والا ٹخنوں تک، زیادہ گناہ والا گردن تک آگ کی لپیٹ میں ہو گا۔

(2) گناہ گار مومن جو جہنم میں جائیں گے آگ ان کے چہروں کو نہیں جلائے گی اور وہ اپنے چہروں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

(3) دوزخ کی آگ کا ایک انگارا بھی بہت بڑی اور ناقابلِ برداشت سزا ہے پھر پوری گردن تک آگ میں ہونا بہت ہی سخت عذاب ہے۔

(4) مسلمانوں میں سے جو گناہ گار جہنم میں جائیں گے وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں آجائیں گے

---

1 ۔۔۔ احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ۴/ ۲۳۱۔

جبکہ کفار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے ہر قسم کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:400

بارگاہِ الٰہی میں کانوں تک پسینہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَتّٰی یَغِیْبَ اَحَدُھُمْ فِیْ رَشْحِہٖ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْہِ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے حتی کہ ان میں سے ایک شخص اپنے آدھے کانوں تک پسینے میں ڈوب جائے گا۔“

کفار پسینے میں، مؤمن سائے میں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”قیامت کے دن پسینہ آنے کے بارے میں مختلف احادیث مروی ہیں۔ بیہقی میں سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سورج لوگوں کے اتنے قریب آجائے گا کہ پسینہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ طبرانی میں سیدنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کا دن طویل ہوگا اور کافر کو اس کے پسینے سے لگام لگائی جائے گی حتی کہ وہ کہے گا: اے رب! مجھے اس سے نجات دے اگرچہ جہنم میں داخل کر کے۔“ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کامل مؤمن کو سورج نقصان نہیں پہنچائے گا یا جو شخص عرش کے سایے میں ہوگا، اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔“ سیدنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ”سورج کی گرمی کسی مؤمن اور مؤمنہ کو نہیں پہنچے گی جبکہ کفار کو سورج جلا دے گا حتی کہ ان کے جلنے کی

[1] . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب یوم یقوم الناس لرب العالمین، ۳/ ۳۷۴، حدیث: ۴۹۳۸۔

وجہ سے عَق عَق کی آوازیں آئیں گیں۔" حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن کفار کو ان کے پسینے سے لگام ڈالی جائے گی۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا گیا: اس وقت مؤمن کہاں ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "سونے کی کرسی پر اور اُس پر بادل سایہ کیے ہو گا۔" سیدنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "سورج لوگوں کے سروں پر ہو گا اور ان کے اعمال اُن پر سایہ کیے ہوں گے۔"[1]

تین سو سال کھڑے رہیں گے:

جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ہو گا حساب کتاب کا وقت آئے گا تب تمام لوگ اپنی اپنی قبور سے نکل کر کھڑے ہوں گے اور تین سو 300 سال تک کھڑے رہیں گے یہاں تک اپنے اپنے پسینے میں غوطہ زن ہوں گے۔ عَلّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "رب العالمین کے حکم سے سزا و جزاء کے لیے لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ حضرت سیدنا کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "لوگ تین سو 300 سال تک کھڑے رہیں گے، یہاں تک کہ اپنے پسینے میں آدھے کان تک ڈوب جائیں گے۔" لوگوں کے ہجوم اور سورج کی جھلسا دینے والی گرمی کی وجہ سے اتنا پسینہ آئے گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے: "جہنم اہلِ محشر کو گھیر لے گی اور جنتیوں کے لیے جنت میں جانے کا ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ پل صراط ہو گا۔ پس لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں ہوں گے، بعض کو پسینے کی لگام لگادی جائے گی کہ وہ کلام نہ کر سکیں گے بعض کے کانوں تک پسینہ ہو گا اور بعض کا اس سے کم حتی کہ بعض ٹخنوں تک پسینے میں ہوں گے۔"

یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ پسینہ سمندر کی طرح ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے کانوں تک پسینہ ہو اور دوسرے کے ٹخنوں تک ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس کے پیروں کو زمین سے اُوپر اٹھا دے گا اور اس کا پسینہ ٹخنوں تک ہی پہنچے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شخص کا پسینہ دوسرے سے روک دے کہ ایک کا پسینہ دوسرے تک نہ پہنچے جیسے کہ اُس نے حضرتِ سَیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دریائے نیل کے پانی کو روک دیا۔"[2]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب قول اللہ تعالی: الا یظن اولئک۔۔۔الخ، ۱۵/ ۶۰۶، تحت الحدیث: ۶۵۳۱۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۲۹۲، تحت الحدیث: ۴۰۰۔

نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے یا گناہوں کا؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی قیامت کا دن بہت ہولناک اور دشوار گزار ہو گا، کسی شخص میں اس دن تکالیف اور دشواریوں کو سہنے کی طاقت نہیں، ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن بھی قیامت کے ہولناک منظر سے ہمیشہ خوفزدہ رہا کرتے تھے، نیز انہیں ہر وقت یہی فکر لگی رہتی تھی کہ کل بروزِ قیامت پتا نہیں ہمیں ہمارا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ قیامت کے خوف سے ان پر ہمیشہ رقت طاری رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا مالک بن دینار رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ایک مرتبہ قبرستان کے پاس سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ لوگ ایک مردے کو دفن کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ بھی ان کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے اور قبر کے اندر جھانک کر دیکھنے لگے۔ اچانک آپ نے رونا شروع کر دیا اور اتنا روئے کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ لوگ مردے کو دفن کرنے کے بعد آپ کو چارپائی پر ڈال کر گھر لے آئے۔

کچھ دیر بعد حالت سنبھلی اور آپ ہوش میں آئے تو لوگوں سے فرمایا: ”اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے پاگل سمجھیں گے اور گلی کے بچے میرے پیچھے شور مچائیں گے تو میں پھٹے پرانے کپڑے پہنتا، سر میں خاک ڈالتا اور بستی بستی گھوم کر لوگوں سے کہتا: اے لوگو! جہنم کی آگ سے بچو۔ اور لوگ میری یہ حالت دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتے۔“ پھر جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے شاگردوں کو یہ وصیت فرمائی کہ ”میں نے تمہیں جو کچھ سکھایا، اس کا حق ادا کرنا، اور جب میں مر جاؤں تو میری پیشانی پر (بغیر روشنائی کے) یہ لکھوا دینا: یہ مالک بن دینار ہے جو اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے۔“ پھر مجھے قبرستان لے جانے کے لئے چارپائی پر مت ڈالنا بلکہ میری گردن میں رسی ڈال کر ہاتھ پاؤں باندھ کر اس طرح لے جانا جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے اُس کے آقا کے پاس لے جایا جاتا ہے اور قیامت کے دن جب مجھے قبر سے اٹھایا جائے تو تین چیزوں پر غور کرنا، پہلی چیز کہ اس دن میرا چہرہ سیاہ ہوتا ہے یا سفید، دوسری چیز کہ جب اعمال نامے تقسیم کئے جا رہے ہوں تو مجھے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں میں، تیسری چیز یہ کہ جب میں میزانِ عدل کے پاس کھڑا کیا جاؤں تو میری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے یا گناہوں کا؟“ یہ کہہ کر آپ زار و قطار رونے لگے اور کافی دیر آنسو بہانے کے بعد ارشاد فرمایا: ” کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا کہ مجھے

قیامت کی ہولناکیوں اور ہلاکتوں کی خبر ہی نہ ہوتی اور نہ ہی مجھے ان کا سامنا کرنا پڑتا۔" پھر جب رات کا وقت ہوا تو آپ کی حالت غیر ہونے لگی ، اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ: "مالک بن دینار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قیامت کی ہولناکیوں اور دہشتوں سے امن پا گیا۔" آپ کے ایک شاگرد نے یہ آواز سنی تو دوڑ کر آپ کے پاس پہنچا، اس نے دیکھا کہ آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی اور آپ انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کر کے کلمہ طیبہ کا ورد کر رہے تھے، آپ نے آخری مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کہا اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ [1]

گرمی حشر پیاس کی شدت .... جام کوثر مجھے پلا یارب
خوف دوزخ کا آہ رحمت ہو .... خاک طیبہ کا واسطہ یارب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"بغداد" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینوں میں نہا رہے ہوں گے۔

(2) قیامت کے دن لوگ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔

(3) قیامت کا دن کفار پر اتنا شاق ہو گا کہ وہ اس سے نجات پانے کے لیے دوزخ میں جانے کی تمنا کرینگے۔

(4) مسلمانوں کو قیامت کے دن سورج کی گرمی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

(5) جنت میں جانے کا ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ پل صراط ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزِ محشر کی ذِلت ورُسوائی سے محفوظ فرمائے، اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے، ہمیں بلا حساب وکتاب بخش دے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... خوفِ خدا، ص ۸۳ بحوالہ حکایات الصالحین، ص ۴۸۔

حدیث نمبر:401

تم ہنسنا بھول جاؤ گے اگر۔۔۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُونَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ: فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ.[1] وَفِي رِوَايَةٍ: بَلَغَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ غَطَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اُس جیسا خطبہ پہلے کبھی نہیں سنا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ وہ جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔“ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ”پھر صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ہچکیوں سے رونے لگے۔“ ایک روایت میں یوں ہے: ”رسولُ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی طرف سے کوئی بات پہنچی تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”مجھ پر جنت و دوزخ پیش کی گئی تو میں نے آج کی طرح کبھی خیر و شر نہیں دیکھا، اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔“ یہ سن کر صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان پر اُس سے زیادہ سخت دن کبھی نہ آیا۔ انہوں نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا اور ہچکیوں سے رونے لگے۔

مذکورہ حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ جب جنت و دوزخ حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے جہنم کے عذاب کو ملاحظہ فرمایا اور جان لیا کہ کوئی بھی اس عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو اسی عذابِ الٰہی سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔“

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم، ۳/۲۱۷، حدیث: ۴۶۲۱۔

2 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سوالہ۔۔۔الخ، ص ۱۲۸۳، حدیث: ۲۳۵۹۔

کم ہنستے اور زیادہ روتے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”یہ ڈرانے اور خوف دلانے کا مقام ہے کہ حدیث میں فرمایا: ”اگر تم جان لو“ یعنی گناہ گاروں کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جو بڑی بڑی سزائیں ہیں، اس کی سخت گرفت، اس کی ہولناکیاں اور قیامت کے اَحوال کو جان لو جیسا کہ میں جانتا ہوں تو تم ہنسنا ہی بھول جاؤ۔ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم کو اپنے ساتھ خاص کیا کہ جو کچھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے ہیں وہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کیونکہ جب جہنم آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو سخت اور خوفناک مناظر دیکھے وہ کسی نے نہیں دیکھے، اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت ان چیزوں کو جان لے جو کچھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جانتے ہیں تو خوف کی وجہ سے اُن کا ہنسنا بہت ہی کم اور رونا بہت ہی زیادہ ہو جائے۔“[1]

جنت خیر اور جہنم شر:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ”جتنی خیر آج کے دن میں نے جنت میں دیکھی ہے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھی اور جتنا شر آج کے دن میں نے جہنم میں دیکھا ہے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھا۔ پس اگر تم وہ سب دیکھ لیتے جو کچھ میں نے دیکھا ہے اور وہ سب جان لیتے جو کچھ میں جانتا ہوں تو تم دہل جاتے اور تمہارا ہنسنا کم اور رونا زیادہ ہو جاتا۔“[2]

جو کچھ میں جانتا ہوں۔۔۔

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی قیامت کے خوف و دہشت، دوزخ کے عذاب، اللہ تعالیٰ کی پکڑ، عالَمِ غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو اُن کا لاکھواں حصہ بھی حاصل نہیں، نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے، ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے سنے علم میں فرق ہے۔ اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں یا تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الکسوف، باب الصدقۃ فی الکسوف، ۵/ ۳۱۰، تحت الحدیث: ۱۰۴۴۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سوالہ۔۔۔الخ، ۸/ ۱۱۲، الجزالخامس عشر۔

بہت زیادہ، تم پر خوف کا غلبہ ہو جاوے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: (1) ایک یہ کہ ساری مخلوق کا علم حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے آگے قطرہ کیونکہ لَوْ تَعْلَمُوْنَ میں سارے صحابہ سے خطاب ہے۔ (2) دوسرے یہ کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برداشت کی طاقت دی ہے کہ اس قدر عذاب وغیرہ کو جانتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں، لوگوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں، سب سے ہنستے بولتے بھی ہیں۔ ہم لوگ تو تارک الدنیا ہو جاتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اگر ہم قرآنِ مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا۔" جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا دل پہاڑ سے زیادہ قوی ہے۔"[1]

کبھی نہیں ہنسے:

سرکارِ دو عالَم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت فرمایا: "کیا وجہ ہے کہ میں نے کبھی میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟" تو انہوں نے عرض کی: "جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا، حضرت میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام نہیں ہنسے۔"[2]

صحابہ کرام کا خوفِ خدا:

(1) منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک پرندے سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے پرندے! کاش میں تیری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا گیا ہوتا۔" (2) حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔" (3) اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: "میں پسند کرتی ہوں کہ میں بھولی بسری ہو جاؤں۔" (4) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور کئی دن تک آپ کی عیادت کی جاتی۔ ایک دن آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: "کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش! میرا ذکر نہ ہوتا، کاش! مجھے بھلا دیا گیا ہوتا،

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۴۷۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ۴/ ۲۲۳۔

کاش! مجھے میری ماں نہ جنتی۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چہرے پر خوف خدا کے سبب نکلنے والے آنسوؤں کی دو سیاہ لکیریں تھیں۔[1] (5) حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ڈرنے والے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ان کے دل خوف کی وجہ سے زخمی ہوتے ہیں اور آنکھیں روتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم کیسے خوش ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ موت ہمارے پیچھے ہے، قبر ہمارے سامنے ہے، قیامت ہمارے وعدہ کی جگہ ہے، جہنم کے اوپر ہمارا راستہ ہے اور ہمیں اپنے ربّ عظیم کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔"[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جنہیں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدایت کے ستارے فرمایا اور بہت سوں کو تو خود مہتابِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دے دی تھی لیکن پھر بھی ان کا عمل مزید بڑھتا ہی گیا۔ خوفِ خدا میں مزید اضافہ ہی ہوا بلکہ وہ عظیم لوگ ہر آن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہتے۔ انہوں نے خوف ورجاء والا معقول راستہ اختیار کیا، وہ نہ تو کبھی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہوئے اور نہ اُس کے غضب سے بے خوف ہوئے۔ مذکورہ حدیث میں بھی ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان سن کر تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یہاں تک کہ اُن کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف "نیکی کی دعوت" صفحہ ۱۷۲ سے خوف خدا کے سبب رونے سے متعلق کچھ اِصلاحی مواد بتصرف پیش خدمت ہے:

مُبلّغ کی بھی بخشش ہوگئی:

حضرتِ سَیِّدُنا سُلَیم بن مَنصور عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفُوْر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مَنصور بن عَمّار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کو بعدِ وفات خواب میں دیکھ کر پوچھا: "**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعاملہ فرمایا؟" تو اُنہوں نے بتایا کہ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے کرم کرنے کے بعد مجھ سے فرمایا: "اے بد عَمَل بُڈھے! معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بخش دیا؟" میں نے عرض کی: "نہیں اے میرے معبود عَزَّوَجَلَّ۔" تو میرے رَبّ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: "تُو نے ایک اِجتماع میں اپنے رِقَّت انگیز بیان سے حاضِرین کو رُلا دیا تھا اور اُس بیان میں میرا ایک ایسا بندہ

---

1. . . . احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الصحابة والتابعین والسلف الصالحین فی شدة الخوف، ۴/ ۲۲۶۔
2. . . . احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الصحابة والتابعین والسلف الصالحین فی شدة الخوف، ۴/ ۲۲۷۔

بھی تھا جو کبھی بھی میرے خوف سے نہیں رویا تھا مگر تیرا بیان سُن کر وہ بھی رونے لگا۔ تو میں نے اُس بندے کی گِریہ وزاری پر رَحم فرما کر اُس کو اور تمام شُرَکائے اِجتماع کو بخش دیا اِسی لیے تیری بھی مغفِرت ہو گئی۔"[1]

مِرے اَشک بہتے رہیں کاش ہر دم ...... ترے خوف سے یاخدا یاالٰہی
ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ ...... میں تھر تھر رہوں کانپتا یاالٰہی

جو روتا ہے اُس کا کام ہوتا ہے:

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُن مُبلِّغین کا دَرَجہ بہُت ہی بُلند و بالا اور عَظَمت والا ہے جو اپنے رِقَّت انگیز سنّتوں بھرے بیان سے لوگوں کے دلوں میں رِقّت پیدا کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہِ بیکس پناہ سے بچھڑے ہوئے بندوں کو اپنے پُر سوز بیان کی کَشِش سے کھینچ کھینچ کر دربارِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں لاتے ہیں۔ یقیناً اِخلاص کے ساتھ اچھی اچھی نیّتیں کر کے نیکی کی دعوت کی دُھومیں مچانے والے سعادت مند اِسلامی بھائی دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں۔ اِس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ **خوفِ خدا سے جو روتا ہے اُس کا کام ہوتا ہے۔** خوفِ خدا سے رونا نہایت سعادت کی بات ہے بلکہ رونے والے کی بَرَکت سے نہ رونے والوں کا بھی بیڑا پار ہو جاتا ہے لہٰذا سنّتوں بھرے اجتماع میں شرکت کرنے اور ایسے اجتماعات میں مانگی جانے والی رقّت انگیز دعا میں حاضر رہنے کی بہُت برکتیں ہوتی ہیں نہ جانے کس رونے والے کے صدقے سب حاضِرین کی مغفِرت کے اسباب ہو جائیں۔

تڑپنے پھڑکنے کا دیدے سلیقہ
تِرے ڈر سے رونے کا سِکھلا طریقہ

رونے کے فضائل:

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ اور عشقِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں رونا ایک عظیم الشّان "نیکی" ہے، اِس لئے حُصولِ ثواب کی نیّت سے اِس نیکی کی ترغیب پر مبنی نیکی کی دعوت پیش

[1] ... شرح الصدور، فصل فی نبذ من اخبار ... الخ، ص ۲۸۳۔

کرتے ہوئے رونے کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ کاش! کہیں ہم بھی سنجیدگی اپنانے اور خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ و عشقِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں آنسو بہانے والے بنیں۔

رونے والی آنکھیں مانگو رونا سب کا کام نہیں ...... ذِکرِ مَحبَّت عام ہے لیکن سوزِ مَحبَّت عام نہیں

مکھی کے سر کے برابر آنسو:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جس مُؤمِن کی آنکھوں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، پھر وہ آنسو اُس کے چہرے کے ظاہری حصّے کو پہنچیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔“[1]

قلبِ مُضطر چشمِ تر سوزِ جگر سینہ تپاں ...... طالبِ آہ و فُغاں جانِ جہاں! عطّار ہے

ایک میل تک سینے کی گڑگڑاہٹ کی آواز:

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نَقْل فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیلُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خوفِ خدا کے سبب اِس قدر گریہ و زاری فرماتے (یعنی روتے) کہ ایک میل کے فاصلے سے ان کے سینے میں ہونے والی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی۔“[2]

جی چاہتا ہے پھوٹ کے روؤں ترے ڈر سے ...... **اللہ**! مگر دل سے قساوت نہیں جاتی

جنت و جہنّم کے درمیان گھاٹی ہے:

نبی ابنِ نبی حضرتِ سَیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک مرتبہ کہیں کھو گئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے والدِ مُحترم حضرتِ سَیِّدُنا زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تین دن تک تلاش کرتے رہے، آخرِ کار ایک مقام پر اس حال میں نظر آئے کہ ایک کھدی ہوئی قبر میں کھڑے رو رہے ہیں۔ فرمایا: ”اے میرے لال! میں تین دن سے ڈھونڈ رہا ہوں اور تم یہاں قبر میں کھڑے آنسو بہا رہے ہو؟“ عرض کی: ”بابا جان! کیا آپ نے مجھے نہیں

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۴۹۱، حدیث: ۸۰۲۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الانبیاء والملائکۃ علیہم الصلاۃ والسلام فی الخوف، ۴/ ۲۲۴۔

بتایا تھا کہ جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جسے وُہی طے کر سکتا ہے جو رونے والا ہو۔'' تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''میرے بیٹے! روؤ۔'' اور یہ فرما کر خود بھی اُن کے ساتھ مل کر رونے لگے۔[1]

مُوسلادھار بارِش شُروع ہوگئی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ میں رونا مقدّر والوں کا حصّہ ہے، رونے کی سعادت پانے کے لئے رونے والوں کی صحبت نہایت مفید ہوتی ہے۔ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول میں آپ کو بکثرت رونے والے ملیں گے۔ آپ بھی عاشقانِ رسول کی صحبت اختیار کیجئے ان کے ساتھ مَدَنی قافلوں کے مسافِر بنیے، اگر رونا نہیں آتا تھا تو آپ کو بھی اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ رونا آجائے گا۔

مدنی گلدستہ

''حبیب اللہ'' کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) آخرت کا عذاب اس قدر ہولناک ہے کہ اگر ہمیں حقیقتاً معلوم ہو جائے ہم ہنسنا ہی بھول جائیں اور خوفِ خدا میں ہر وقت روتے رہیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ہر وقت پناہ مانگتے رہنا چاہیے کہ اسے سہنے کی سکت کسی میں نہیں ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونا سعادت مندوں کا حصہ ہے۔ خوفِ خدا کے سبب رونا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین عظام، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا طریقہ ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان رب تعالیٰ کا بہت زیادہ خوف رکھنے والے تھے۔

(5) خوفِ خدا کے حصول کا ایک طریقہ اللہ کی رضا کے لیے علم دِین حاصل کرنا بھی ہے کہ جو جتنا زیادہ علم والا ہو گا اس میں اتنا ہی زیادہ خوفِ خدا بھی ہو گا۔

---

[1] ... شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱ / ۴۹۳، حدیث: ۸۰۹۔

(6) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے ہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

(7) ساری مخلوق کے علم کی حیثیت حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم کے آگے ایسی ہے جیسے سمندر کے آگے ایک قطرے کی حیثیت کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو جمیع علوم اوّلین وآخرین عطا فرمادیے ہیں۔

(8) خوفِ خدا سے رونے کی احادیث میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، لہٰذا قبر وحشر کی ہولناکیوں، دشوار گزار گھاٹیوں، قیامت کی ذلت ورسوائی، اور جہنم کے عذابات کو پڑھ کر اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرنا چاہیے اور خوفِ خدا کے سبب رونا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قبر وحشر کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ فرمائے، ہمیں اپنا خوف عطا فرمائے، ہماری بلاحساب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سورج ایک میل کے فاصلے پر

حدیث نمبر:402

عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: تُدْنَی الشَّمْسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْھُمْ کَمِقْدَارِ مِیْلٍ قَالَ سُلَیْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِی عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَاللہِ مَا اَدْرِی مَا یَعْنِی بِالْمِیْلِ اَمَسَافَۃَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِیْلَ الَّذِی تُکْتَحَلُ بِہِ الْعَیْنُ فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ اَعْمَالِھِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْھُمْ مَنْ یَکُوْنُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی حَقْوَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّلْجِمُہُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا مقداد بن اَسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک، صاحبِ

---

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب صفة الجنة وصفة نعیمها، باب فی صفة یوم القیامة۔۔۔ الخ، ص ۱۵۳۱، حدیث: ۲۸۶۴۔

لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن سورج کو مخلوق کے قریب کردیا جائے گا یہاں تک کہ سورج اُن سے ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا۔“ حضرت سیدنا مِقداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرنے والے حضرت سیدنا سُلَیم بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نہیں جانتا کہ میل سے سرکارِ دو عالَم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کیا مراد تھی؟ کیا زمینی مسافت والا میل مراد تھا یا پھر وہ سَلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور ہوں گے، اُن میں سے کچھ ٹخنوں تک، کچھ گھٹنوں تک، کچھ کمر تک پسینے میں ہوں گے اور کچھ کو پسینے نے لگام ڈالی ہوگی۔“ ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ مبارک سے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

حدیث نمبر: 403

ستر گز زمین تک پسینہ

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَعْرَقُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یَذْھَبَ عَرَقُھُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ ذِرَاعًا وَیُلْجِمُھُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ آذَانَھُمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر 70 گز تک پہنچ جائے گا اور ان کی لگام بن جائے گا حتی کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔“

ستر سال تک پسینے میں غوطے:

مذکورہ احادیث میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگوں پر ایسا خوف اور دہشت طاری ہوگی کہ لوگ اپنے ہی پسینے میں نہا رہے ہوں گے۔ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک پہنچ جائے گا۔ حضرتِ سَیِّدُنا مقداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث کے تحت ”صحیح مسلم“ کی شرح ”اِکمال المعلم“ میں ہے: ”ممکن ہے کہ قیامت کے ہولناک احوال کا مشاہدہ کر کے خوف اور ڈر کی وجہ سے اپنے ہی پسینے میں

[1] . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب قول اللہ: الا یظن اولئک انھم۔۔۔الخ، ۴/۲۵۵، حدیث: ۶۵۳۲۔

شرابور ہو، یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس کا اور دوسرے لوگوں کا پسینہ ہو اور یہ پسینہ لوگوں کے ہجوم اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے آئے گا حتی کہ پسینہ ان کے درمیان سطحِ زمین پر بہہ رہا ہو گا اور وہ ستر سال تک اس پسینے میں غوطے لگائیں گے۔"[1]

کافر سب سے زیادہ پسینے میں ہوں گے:

حدیثِ مذکورہ میں اور جو روایات اس باب میں گزری ہیں اُن میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے تو کیا سب لوگ پسینے میں نہا رہے ہونگے یا کچھ لوگ اس سے مستثنیٰ بھی ہیں؟ چنانچہ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "ظاہرِ حدیث سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ سب لوگ پسینے میں ہوں گے لیکن دوسری اَحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سب نہیں بلکہ اکثر لوگ پسینے میں ہوں گے، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، شہداء اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سب سے زیادہ پسینے میں کافر ہوں گے، اُن سے کم پسینے میں کبیرہ گناہ کرنے والے، ان سے کم پسینے میں کم گناہ والے۔ اس گرمی و پسینے کی مصیبت میں کافروں کے مقابلے میں مسلمان بہت ہی کم ہوں گے۔ حالتِ مذکورہ پر غور کرنے سے قیامت کی ہولناکیوں کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ جہنم نے زمین کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہو گا۔ سورج لوگوں کے سروں سے ایک میل دُور ہو گا۔ پس اُس وقت زمین کی گرمی کس بلا کی ہو گی۔ پھر جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ لوگوں کا پسینہ زمین میں ستر گز تک چلا جائے گا (لوگوں کا اتنا ہجوم ہو گا کہ) ہر شخص کو صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اتنی بھیڑ ہو گی اور صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ہو گی اور لوگ ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوں گے تو پھر لوگ الگ الگ پسینے میں کیسے ہوں گے؟ یعنی کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک اور کوئی گردن تک۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ان چیزوں میں سے ہے جس پر عقل دَنگ رہ جاتی ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہے اور ایمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اُمورِ آخرت میں عقل کو کوئی دخل نہیں۔ پس قیامت کے دن جو کچھ ہو گا وہ خلافِ عقل ہو گا، یہ اُن ضروریاتِ دِین میں سے ہے جس پر ایمان

---

1 ... اکمال المعلم، کتاب صفۃ الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب فی صفۃ یوم القیامۃ۔۔۔ الخ، ۸/ ۳۹۲، تحت الحدیث: ۲۸۶۴۔

بالغیب یعنی بِن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے پس ہمارا اس پر ایمان ہے۔"[1]

پسینہ آنے کی وجہ:

یہ پسینہ سورج اور دوزخ کی گرمی، انتہائی پریشانی وفکر اور ندامت کی وجہ سے ہو گا۔ اور اپنے اَعمال کے مطابق ہو گا۔ زیادہ گناہ کیے تو پسینہ زیادہ، کم کیے تو پسینہ کم۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر ایک کا پسینہ الگ ہو گا دوسروں کے پسینہ سے مل کر دریا نہ بنے گا۔ جیسے حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مچھلی سے پانی میں طاق بن گیا۔ بعض نے فرمایا کہ تمام پسینوں کا دریا بن جائے گا مگر یہ دریا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے منہ تک۔ جیسے ایک ہی قبر میں مؤمن مُردہ جنت میں ہے، کافر مُردہ دوزخ میں۔ ایک چارپائی پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک اچھی خواب سے خوش ہے دوسرا بری خواب سے پریشان۔ ظاہر یہ ہے کہ مِیل سے مراد راستہ کا مِیل ہے کوس کا تہائی حصہ، آج کل ہمارے ہاں آٹھ فرلانگ کا میل ہوتا ہے، عرب میں پانچ فرلانگ کا جسے کیلو کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے۔ بہر حال ہو گا نہایت ہی قریب۔ اَعمال سے مراد گناہ ہیں یعنی بد اَعمال خواہ کفر ہو یا دوسرے گناہ۔"[2]

چالیس سال تک آسمان کی طرف نہ دیکھا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب انسان دنیا میں کوئی غلطی کرتا ہے اور وہ کسی کو معلوم ہو جائے تو اسے کیسی ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مخلوق کے سامنے ندامت کے خوف سے بسا اوقات وہ کئی کئی دن تک گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ ذرا سوچیے کل بروز قیامت جب محشر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اور تمام نیک لوگوں و دیگر خلقِ خدا کے سامنے اپنے اعمال کو پڑھ کر سنانے کا حکم ہو گا تو بندے کو کیسی ندامت و شرمندگی ہو گی؟ ہمارے بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بھی قیامت کے ہولناک دن سے بہت خوفزدہ رہتے تھے، ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ان پر لرزہ طاری رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عطاء سلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنہوں نے خوفِ خدا کی وجہ سے چالیس سال تک آسمان کی طرف

---

1 ... فتح الباری، کتاب الرقاق، باب قول اللہ: الا یظن اولئک انھم ۔۔۔ الخ، ۱۲ / ۳۴۷، تحت الحدیث: ۶۵۳۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷ / ۳۷۲۔

نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا، اِن کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ رونا شروع کرتے تو تین دن اور تین رات **مسلسل روتے رہتے**۔ اسی طرح جب کبھی آسمان پر بادل ظاہر ہوتے اور بجلی کڑکتی تو آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی، بدن کانپنا شروع ہو جاتا، آپ بے تاب ہو کر کبھی بیٹھ جایا کرتے اور کبھی کھڑے ہو جاتے اور ساتھ ہی روتے ہوئے کہتے: ''شاید میری لغزشوں اور گناہوں کی وجہ سے اہلِ زمین کو کسی مصیبت میں مبتلا کیا جانے والا ہے، جب میں مر جاؤں گا تو لوگوں کو بھی سکون حاصل ہو جائے گا۔'' اس کے علاوہ آپ روزانہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے: ''اے نفس! تو اپنی حد میں رہ اور یاد رکھ تجھے قبر میں بھی جانا ہے، پلِ صراط سے بھی گزرنا ہے، دشمن (یعنی آنکڑے) تیرے ارد گرد موجود ہوں گے جو تجھے دائیں بائیں کھینچیں گے، اس وقت قاضی، رب تعالیٰ کی ذات ہو گی اور جیل، جہنم ہو گی جبکہ اس کا داروغہ سَیِّدُنا مالک عَلَیْہِ السَّلَام ہوں گے۔ اس دن کا قاضی ناانصافی کی طرف مائل نہیں ہو گا اور نہ ہی مَعَاذَ اللہ داروغہ کوئی رشوت قبول کرے گا اور نہ ہی جیل توڑنا ممکن ہو گا کہ تو وہاں سے فرار ہو سکے، قیامت کے دن تیرے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اس کا بھی علم نہیں کہ فرشتے مجھے کہاں لے جائیں گے؟ عزت و آرام کے مقام جنت میں یا حسرت اور تنگی کی جگہ جہنم میں؟'' اس دوران آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو بھی بہتے رہتے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو حضرت سیدنا صالح مری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟'' تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ''رب تعالیٰ نے مجھے ابدی عزت عطا کی ہے اور بہت سے نعمتوں سے نوازا ہے۔'' یہ سن کر حضرت سیدنا صالح مری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''آپ دنیا میں تو بڑے غم زدہ اور پریشان رہا کرتے تھے اور ہر وقت روتے رہتے تھے، بتائیے! اب کیا حال ہے؟'' تو آپ نے جواب دیا: ''اب تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے بہت خوش ہوں اور مسکراتا رہتا ہوں، میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے فرمایا: اے نیک بندے! تو اس قدر گریہ وزاری کیوں کیا کرتا تھا؟'' میں نے عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! صرف اور صرف تیرے خوف کی وجہ سے۔'' تو **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میرے بندے! کیا تجھے علم نہ تھا کہ میں بڑا غفور اور مہربان ہوں۔''[1] (اور یوں میری بخشش فرما دی۔)

---

1 ... خوف خدا، ص ۸۵ بحوالہ حکایات الصالحین، ص ۵۰۔

معاف فضل و کرم سے ہو ہر خطا یارب .... ہو مغفرت پئے سلطان انبیاء یارب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) قیامت کا دن نہایت ہی دشوار گزار اور ہولناکیوں سے بھرپور ہو گا۔

(2) قیامت کے دن سورج لوگوں سے ایک میل کے فاصلے پر رہ کر آگ برسا رہا ہو گا۔

(3) لوگ ستر (70) سال تک اپنے پسینے میں غوطے لگائیں گے۔

(4) تمام لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے نہیں ہوں گے بلکہ لوگوں کی اکثریت پسینے میں ڈوبی ہوئی ہو گی۔

(5) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، شہداء اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے گا وہ اس آزمائش سے بالکل محفوظ ہوں گے وہ اس حکم سے جدا ہیں۔

(6) قیامت کے دن ہونے والے معاملات ہماری عقل سے ماوراء ہیں اس لیے انہیں عقل کے ترازو میں نہیں تولنا چاہیے بلکہ اس پر ایمان رکھنا چاہیے۔

(7) آخرت کی تمام مشکل منازل خصوصاً قیامت کی ہولناکیوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آخرت کی تمام مشکلات سے محفوظ فرمائے، قیامت کی ذلت و رسوائی سے محفوظ فرمائے، ہمیں بلا حساب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 404



عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ:

هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے کہ اچانک کسی چیز کے گرنے کی زور دار آواز آئی۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تمہیں معلوم ہے یہ کس چیز کی آواز تھی؟“ ہم نے عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ”یہ ایک پتھر تھا جسے ستر (70) سال پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا اور وہ اب اس کی تہہ میں پہنچا ہے۔ پس تم نے اسی کے گرنے کی آواز سنی ہے۔“

حضور عَلَیْہِ السَّلَام جانتے ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ستر 70 سال قبل جہنم میں پھینکے جانے والے پتھر کی آواز سنی اور پھر سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس پتھر کی وضاحت فرمائی۔ اس مکمل مضمون سے علمِ غیبِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوالے سے درج ذیل چند اہم مدنی پھول حاصل ہوئے:

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم ہے۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مَاکَانَ وَمَایَکُوْن کا علم ہے۔ یعنی جو معاملات ماضی میں ہو چکے ہیں ان کا بھی علم ہے اور جو معاملات آئندہ مستقبل میں ہوں گے ان کا بھی علم ہے۔

(3) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ماضی و مستقبل کے نہ صرف اجمالی معاملات کا علم ہے بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان تمام معاملات کی تفصیلات سے بھی آگاہ ہیں۔

(4) حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ صرف اپنی حیاتِ طیبہ کے تمام معاملات سے آگاہ ہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اپنی ولادتِ باسعادت سے پہلے کے واقعات سے بھی آگاہ ہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ جہنم میں پتھر ستر سال پہلے پھینکا گیا تھا یقیناً آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] . . . مسلم، کتاب صفة الجنة وصفة نعیمها، باب فی شدة حر نار جهنم۔۔۔الخ، ص ۱۵۲۳، حدیث: ۲۸۴۴۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس وقت دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے، مگر آپ کو اس واقعے کا بھی علم ہے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے علم غیب ہے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا سے غیب کا علم ہے۔

(6) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ عرض کرنا کہ ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب جانتے ہیں۔

(7) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام جسمانی اوصاف میں بھی پوری مخلوق سے ممتاز ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ بھی دیکھ لیتے ہیں جو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے وہ بھی سن لیتے ہیں جو عام مخلوق نہیں سن سکتی، یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جہنم میں پتھر گرنے والی آواز کو سن لیا نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھی اس آواز کو سنا۔

(8) یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ اُخروی اور پوشیدہ معاملات سے تعلق رکھتے ہیں لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے جنت و دوزخ کے اُن مختلف پوشیدہ معاملات سے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے آگاہ فرمادیتا ہے۔

جو ہو چکا ہے جو ہو گا حضور جانتے ہیں .... تری عطا سے خدایا حضور جانتے ہیں

70سال پہلے پھینکے جانے کی وضاحت:

اس حدیث سے جہنم کی گہرائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہنم کس قدر گہری ہے کہ اس میں ایک پتھر پھینکا گیا تو وہ ستر سال تک اس میں گرتا ہی رہا اور یہ ستر سال کا عرصہ جو حدیث میں بتایا گیا ہے یہ ہمیں سمجھانے کے لیے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ عرصہ لگا ہو تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ جہنم کتنی گہری ہے اور ہم جہنم سے ڈریں اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچیں۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ستر 70 سال کو حقیقت پر محمول کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کثرت

سے کنایہ ہو یعنی یہ پتھر بہت سالوں پہلے پھینکا گیا تھا۔“[1]

آسمان سے زمین کی مسافت پانچ سو سال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جہنم کی گہرائی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آسمان سے زمین پر کوئی چیز پھینکی جائے تو وہ رات آنے سے پہلے زمین پر پہنچ جاتی ہے حالانکہ زمین و آسمان کی درمیانی راہ پانچ سو500سال کی مسافت ہے۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: ”دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستّر70 برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی اور اگر انسان کے سر برابر سیسے کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا، حالانکہ یہ پانسو500 برس کی راہ ہے۔“[2]

جنت کا دروازہ کھلتا ہے یا دوزخ کا؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جہنم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دردناک عذاب والی جگہ ہے، جہنم کے عذاب کو سہنے کی کسی میں سکت نہیں، ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ڈرتے رہنا چاہیے، جہنم کے عذاب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين بھی جہنم کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے رہتے اور خوفِ خدا کے سبب لرزتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا مسروق الاجوع تابعی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اتنی لمبی نماز ادا فرماتے کہ ان کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے اور یہ دیکھ کر ان کے گھر والوں کو ان پر ترس آتا اور وہ رونے لگتے۔ ایک دن ان کی والدہ نے کہا: ”میرے بیٹے! تو اپنے کمزور جسم کا خیال کیوں نہیں کرتا؟ اس پر اتنی مشقت کیوں لادتا ہے؟ تجھے اس پر ذرا رحم نہیں آتا؟ کچھ دیر کے لئے آرام کر لیا کرو، کیا اللہ تعالٰی نے جہنم کی آگ صرف تیرے لئے پیدا کی ہے کہ تیرے علاوہ کوئی اس میں پھینکا نہیں جائے گا؟“ انہوں نے جواباً عرض کی: ”امی جان! انسان کو ہر حال میں مجاہدہ کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن دو ہی باتیں ہوں گی یا تو مجھے بخش دیا جائے گا یا پھر میری پکڑ ہو جائے گی، اگر میری مغفرت ہو گئی تو یہ محض اللہ تعالٰی کا فضل اور اس

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۲۹۷، تحت الحدیث: ۴۰۴۔

2 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۱۶۶، حصہ ۱۔

کی رحمت ہو گی اور اگر میں پکڑا گیا تو یہ اس کا عدل ہو گا، لہٰذا اب میں آرام نہیں کروں گا اور اپنے نفس کو مارنے کی پوری کوشش کرتا رہوں گا۔" جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ لوگوں نے پوچھا: "آپ نے تو ساری عمر مجاہدوں اور ریاضتوں میں گزاری ہے، اب کیوں رو رہے ہیں؟" تو آپ نے فرمایا: "مجھ سے زیادہ کس کو رونا چاہیے کہ میں ستر (70) سال تک جس دروازے کو کھٹکھٹاتا رہا، آج اسے کھول دیا جائے گا لیکن یہ نہیں معلوم کہ جنت کا دروازہ کھلتا ہے یا دوزخ کا۔۔۔؟ کاش! میری ماں نے مجھے جنم نہ دیا ہوتا اور مجھے یہ مشقت نہ دیکھنا پڑتی۔"[1]

کلیجہ منہ کو آتا ہے میرا دل تھرتھراتا ہے .... کرم یارب اندھیرا قبر کا جب یاد آتا ہے

الٰہی واسطہ پیارے کا میری مغفرت فرما .... عذابِ نار سے مجھ کو خدایا خوف آتا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"یا الٰھی بخش دے" کے 11 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

(1) جہنم اور اس کے مختلف عذابات سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

(2) جہنم اتنی گہری ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر سال میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی۔

(3) آسمان سے زمین تک کی مسافت پانچ سو سال ہے لیکن آسمان سے کوئی چیز صبح پھینکی جائے تو رات سے پہلے زمین پر پہنچ جاتی ہے تو پھر جہنم کی گہرائی کا عالم کیا ہو گا کہ جس میں ستر سال میں کوئی چیز اس کی تہہ تک نہیں پہنچتی۔

(4) جہنم جتنی گہری ہے اس کے عذابات بھی اتنے ہی سخت ہیں، سمجھدار وہی ہے جو جہنم کے عذابات سے پناہ مانگتا رہے، اپنے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف پیدا کرے اور جہنم میں لے جانے والے اعمال ترک

---

1. ۔۔۔ خوف خدا، ص ۹۳ بحوالہ حکایات الصالحین، ص ۳۶۔

کر کے جنت میں لے جانے والے اعمال بجالائے۔

(5) حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں۔

(6) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

(7) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ولادت سے پہلے کے واقعات سے بھی باخبر ہیں جیسا کہ مذکور حدیثِ پاک میں آپ نے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکے جانے والے پتھر کی خبر دی۔

(8) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

(9) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنت و دوزخ کے معاملات سے تفصیلاً آگاہ ہیں۔

(10) جنت و دوزخ غیب سے ہیں اور ان کے تمام معاملات انسانوں سے پوشیدہ ہیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے دنیا میں بھی ان کے پوشیدہ معاملات بطور عبرت دکھا دیتا ہے۔

(11) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسی قوی قوت سماعت عطا فرمائی ہے کہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے جنت و جہنم وغیرہ کی آوازیں بھی سن سکتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جہنم اور اس کے تمام عذابات سے محفوظ فرمائے، بلا حساب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر 405

جہنم سے بچو۔۔۔!

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہُ رَبُّہُ لَیْسَ بَیْنَہُ وَ بَیْنَہُ تَرْجُمَانٌ فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْہُ فَلَا یَرَی اِلَّا مَا قَدَّمَ وَ یَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْہُ فَلَا یَرَی اِلَّا مَا قَدَّمَ وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلَا یَرَی اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْہِہٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ.[1]

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ص ۵۰۷، حدیث: ۱۰۱۶۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ محبوب ربِّ اکبر، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اُس کا رب بلاترجمان کلام فرمائے گا۔ آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے اَعمال نظر آئیں گے۔ بائیں طرف دیکھے گا تو بھی اَعمال نظر آئیں گے۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی، لہٰذا جہنم سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی ہو۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہنم سے بچنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ کسی بھی طرح جہنم سے بچو، چاہے ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کرکے۔ یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی نہ چھوڑو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ چھوٹی نیکی ہی ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اس لیے ہمیں جہنم کے عذاب سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جہنم کا عذاب بے حد دردناک اور ناقابلِ برداشت ہے۔

سب کی زبان عربی ہوجائے گی:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اُس کا ربّ بلاترجمان کلام فرمائے گا۔“ یعنی تم لوگ قیامت میں براہِ راست بلاواسطہ اپنے رب سے کلام کروگے یہ کلام عربی زبان میں ہوگا۔ قیامت کا سارا کاروبار بلکہ آج نامہ اعمال کی تحریر، قبر میں منکر نکیر کے سوالات، سب عربی زبان میں ہیں، مرتے ہی انسان کی زبان عربی ہوجاتی ہے۔ رب تعالٰی کے ہاں سرکاری زبان عربی ہے، اس لیے فرمایا کہ لوگ اپنی دنیاوی بولیاں نہ بولیں گے تاکہ ربّ کا عربی کلام انہیں سمجھانے کے لیے کوئی ترجمہ کرنے والا درمیان میں ہو۔“[1]

بھاگنے کے راستے ڈھونڈے گا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں جو فرمایا آدمی دائیں بائیں دیکھے گا۔ یہ مثال کے طور پر ہے اس لیے کہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب اچانک اس پر کوئی مصیبت آ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۱۱۹۔

پڑے تو وہ مدد طلب کرنے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ وہاں سے بھاگنے کے لیے راستے ڈھونڈے گا تاکہ اس نارِ جہنم سے نجات پا سکے۔“[1]

چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی نہ چھوڑو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہمیں اِس بات کا درس دیا گیا ہے کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈریں، اس کے ناقابلِ برداشت عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں، عذاب سے بچنے کے لیے نیکیاں کریں، چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی نہ چھوڑیں۔ اگر آدھی کھجور ہو تو اسے بھی صدقہ کردیں کہ اگرچہ یہ معمولی نیکی ہے پر معمولی سمجھ کر اسے مت چھوڑیں بلکہ اسے صدقہ کردیں۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یعنی اس سے کھجور کا نصف حصہ یا بعض حصّہ مراد ہے۔“[2] کسی بھی نیکی کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اسے کرگزرنا چاہیے ہوسکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی کے سبب ہماری مغفرت فرمادے۔ نیکیوں کو حقیر نہ سمجھنے سے متعلق چار فرامین مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ”تو ہرگز کسی نیکی کو معمولی نہ سمجھ یہاں تک کہ تو اپنے بھائی سے مسکرا کر ملے۔“[3] (2) ”اے مسلمان عورتو! کوئی عورت بھی اپنی پڑوسن کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو۔“[4] (3) ”کسی نیکی کو ہرگز حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنا یا اپنے بھائی سے گفتگو کرتے ہوئے مسکرانا ہی کیوں نہ ہو۔“[5] (4) ”کسی نیک کام کو حقیر جانتے ہوئے ہرگز نہ چھوڑو، چاہے وہ تمہارا کسی کو رسی کا ٹکڑا تحفے میں دینا ہو اور چاہے وہ تمہارا اپنے ڈول سے پانی پینے والے کے برتن میں پانی ڈالنا ہو اور چاہے وہ تمہارا اپنے بھائی سے گرمجوشی سے ملاقات کرنا ہو اور چاہے وہ تمہارا جانوروں کو مانوس کرنا ہو اور چاہے وہ تمہارا کسی کو جوتے کا تسمہ تحفے میں دینا ہو۔“[6]

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب، ۱۵/۶۱۲، تحت الحدیث: ۶۵۳۹۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب علامۃ النبوۃ، ۱۰/۱۳۴، تحت الحدیث: ۵۸۵۷۔

3 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء، ص ۱۴۱۳، حدیث: ۲۶۲۶۔

4 ... بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، باب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، ۲/۱۶۵، حدیث: ۲۵۶۶۔

5 ... صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، ۱/۲۷۰، حدیث: ۵۲۳۔

6 ... سنن کبری للنسائی، کتاب الزینۃ، باب الحلی، ۵/۴۸۶، حدیث: ۹۶۹۴۔

گناہ کو چھوٹا سمجھ کر نہ کریں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے ویسے ہی کسی گناہ کو حقیر سمجھ کر کرنا نہیں چاہیے کیونکہ چھوٹا گناہ اس چنگاری کی طرح ہے جو بڑھتے بڑھتے پورے مکان کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور چھوٹی نیکی اس چھوٹے سے گھونٹ کی طرح ہے جسے پی کر کسی کی جان بچ جاتی ہے۔ شیطانِ لعین پہلے چھوٹے گناہ کرواتا رہتا ہے، پھر جب بندہ اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اسے بڑے گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے، پھر بندہ صغیرہ گناہوں سے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بسا اوقات بندہ کفر وشرک کے گندے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مؤمن سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کے ایمان کی دولت شیطان لوٹ کر فرار ہو چکا ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ صغیرہ گناہ بھی اِصرار کے ساتھ کبیرہ بن جاتا ہے، نیز ہر گناہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا باعث ہے۔ لہٰذا کسی بھی گناہ کو حقیر سمجھ کر مت کریں ہو سکتا ہے اسی حقیر گناہ کے سبب آخرت میں ہماری پکڑ ہو جائے۔ عبرت کے لیے ایک حکایت پیشِ خدمت ہے:

ایک تنکے نے جنّت سے روک دیا:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کا مطبوعہ رسالہ "ظلم کا انجام" صفحہ 11 تا 13 پر حضرتِ علامہ عبد الوہّاب شعرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی کتاب "تَنْبِیْہُ الْمُغْتَرِّیْن" کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ مشہور تابِعی بزرگ حضرتِ سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک اسرائیلی شخص نے اپنے پچھلے تمام گناہوں سے توبہ کی، ستّر 70 سال تک لگاتار اس طرح بندگی کرتا رہا کہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو جاگ کر عبادت کرتا، نہ کوئی عمدہ غذا کھاتا، نہ کسی سائے کے نیچے آرام کرتا۔ اُس کے اِنتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعاملہ فرمایا؟" جواب دیا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرا حساب لیا، پھر سارے گناہ بخش دیئے مگر ایک لکڑی جس سے میں نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دانتوں میں خِلال کر لیا تھا (اور یہ مُعاملہ حُقُوق العِباد کا تھا) اور وہ مُعاف کروانا رَہ گیا تھا اس کی وجہ سے میں اب تک جنّت سے روک دیا گیا ہوں۔"[1]

---

1 . . . تنبیہ المغترین، ومن اخلاقھم رضی اللہ تعالی عنھم: کثرۃ الخوف۔۔۔الخ، ص ۵۱۔

مدنی گلدستہ

”جنت البقیع“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) جہنم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب اور جلال کا مَظہر ہے، اس سے ہر وقت پناہ مانگنی چاہیے۔

(2) زندگی میں آدمی چاہے کوئی بھی زبان بولتا ہو لیکن مرنے کے بعد اس کی زبان عربی ہو جاتی ہے۔

(3) نیک اعمال جہنم سے نجات کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، لہٰذا نیک اعمال کر کے اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

(4) قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے انسان وہاں سے بھاگنے کے لیے ادھر اُدھر راستے ڈھونڈے گا لیکن وہاں جائے فرار کہاں؟ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ بندہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کر لے۔

(5) نیک اعمال بھی گناہوں کے خاتمے کا سبب ہیں، لہٰذا اپنے گناہوں سے توبہ کے ساتھ ساتھ نیک اعمال کو بھی جاری وساری رکھیے تا کہ کل بروزِ قیامت نامہ اعمال نیکیوں سے بھرپور ہو۔

(6) نیکی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی بہر صورت مفید ہے، لہٰذا کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے۔

(7) نیکی اسی صورت میں مفید ہے جبکہ وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو، چھوٹی نیکی کو بھی اس لیے نہ چھوڑیے کہ ہو سکتا ہے کل بروزِ قیامت بڑی بڑی نیکیوں کو قبولیت حاصل نہ ہو مگر کسی چھوٹی نیکی کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ مغفرت فرمادے اور داخل جنت فرمادے۔

(8) کسی بھی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر نہیں کرنا چاہیے، ہو سکتا ہے کل بروزِ قیامت اسی کے سبب پکڑ ہو جائے۔

(9) رب تعالیٰ کی ناراضی میں دنیا و آخرت دونوں کی تباہی وبربادی ہے، لہٰذا جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچتے ہوئے جنت میں لے جانے والے اعمال بجالانے کی کوشش کی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کل بروزِ قیامت ذِلّت ورُسوائی سے محفوظ فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بلاحساب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:406

سجدہ کرنے والے ملائکہ

عَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنِّی اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰہِ وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَی الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چرچرائے، آسمان میں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو۔ بے شک جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔“

دیکھنے اور سننے میں فرق کی وجہ:

مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ ”بے شک جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔“ ایک چیز کو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو دیکھیں اور سُنیں لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ والے نہ دیکھیں نہ سنیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ شَیْخ اِبْنِ عَرَبِی مَالِکِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ جس شخص کے لیے چاہتا ہے اور جو چاہتا وہ اس پر ظاہر فرما دیتا ہے اور جو اُن کے ساتھ دوسرے لوگ ہوں، اُن پر ظاہر نہیں فرماتا (یعنی جو کچھ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دِکھائی اور سنائی دیتا ہے وہ اَوروں کو دِکھتا ہے نہ سنائی دیتا ہے)۔“[2]

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ حضور اَنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں،

---

1 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوتعلمون ...الخ، ۴/۱۴۰، حدیث: ۲۳۱۹۔

2 ... عارضۃ الاحوذی، کتاب الزھد، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لوتعلمون ...الخ، ۵/۱۳۸، تحت الحدیث: ۲۳۱۲، الجزء التاسع۔

جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا، اُس سے اور کیا چیز چھپے گی:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ...... جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

”مَالَاتَرَوْنَ“ میں مَا عام ہے، ہر غیبی چیز حضور پر ظاہر ہے۔“[1]

حضور نبی کریم بے مثل و بے مثال ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے واضح ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بہت وسعتیں اور عظمتیں عطا فرمائی ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ان تمام معاملات سے بھی آگاہ فرمایا ہے جو دیگر لوگوں سے پوشیدہ ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ بھی دیکھ لیتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے، اور آپ وہ بھی سن لیتے ہیں جو ہم نہیں سن سکتے۔ تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فقط دیکھنے اور سننے سے متعلق پانچ پانچ خصوصیات پیش خدمت ہیں:

دیکھنے کی پانچ خصوصیات:

(1)”پوری زمین آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیشِ نظر ہے، نیز دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہوتا رہے گا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہتھیلی کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں۔“[2] (2)”حوضِ کوثر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیشِ نظر ہے۔“[3] (3)”آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کی تاریکی میں بھی ویسے ہی دیکھتے ہیں جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔“[4] (4)”آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آگے اور پیچھے دونوں طرف سے دیکھتے ہیں۔“[5] (5)”آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنگِ بدر سے قبل ہی اس میں مرنے والے کفار کی جگہ کو ملاحظہ فرمالیا اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بتا بھی دیا کہ

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۴۔

2 . . . مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمغیبات، ۸/ ۵۱۰، حدیث: ۱۴۰۶۷۔

3 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشھید، ۱/ ۴۵۲، حدیث: ۱۳۴۴۔

4 . . . دلائل النبوۃ، باب ماجاء فی رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۶/ ۷۵، تاریخ بغداد، احمد بن عبد الاعلی البغدادی، ۵/ ۲۷، رقم: ۲۳۳۵۔

5 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تحریم سبق الامام برکوع او سجود ونحوھما۔۔۔الخ، ص ۲۲۸ حدیث: ۴۲۶۔

فلاں جگہ فلاں کافر مر کر گرے گا۔“[1]

سننے کی پانچ خصوصیات:

(1) ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ایسی قوت سماعت عطا فرمائی ہے کہ آپ قبروں کے عذاب کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔“[2] (2) ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنت میں سیدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قدموں کی آہٹ کو سن لیا۔“[3] (3) ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنت میں حضرت سیدنا حارثہ بن نعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قراءت کو سنا۔“[4] (4) ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آسمان کے دروازہ کھلنے کی آواز کو سنا۔“[5] (5) ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ستر (70) سال قبل جہنم میں گرائے جانے والے پتھر کی آواز کو سن لیا۔“[6]

آسمان کا چرچرانا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں آسمان کے چرچرانے کا ذکر ہے۔ عَلَّامَہ شَیْخ اِبْنِ عَرَبِی مَالِکِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اَطِیط“ اونٹ کے پالان کی چرچراہٹ کو کہتے ہیں، جبکہ اس پر وزن زیادہ ڈال دیا جائے تو وہ چرچراتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان پر سجدہ، رکوع اور ذکر کرنے والے ملائکہ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آسمان چرچراتا ہے۔ اس حدیث میں صرف سجدہ کرنے والے ملائکہ کا ذکر ہے دوسرے ملائکہ کا دوسری روایات میں ذکر ہے۔“[7] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اَطِیط کے معنی ❁ چرچرانا بھی ہے اور ❁ رونا بھی اور ❁ مطلقًا آواز بھی۔ یہاں تینوں معنٰی بن سکتے ہیں: فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوفِ الٰہی میں روتا ہے فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر یا (آسمان) خود اللہ کا ذکر، اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے

---

1 . . . مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة بدر، ص ۹۸۱، حدیث: ۱۷۷۸۔

2 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ۱/۱۶۷، حدیث: ۱۳۷۵۔

3 . . . بخاری، کتاب التهجد، فضل الطهور باللیل والنهار، ۱/۳۹۰، حدیث: ۱۱۴۹۔

4 . . . مسند امام احمد، مسند عائشه، ۹/۲۸۰، حدیث: ۲۴۱۳۵۔

5 . . . مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل الفاتحة، ص ۴۰۳، حدیث: ۸۰۶۔

6 . . . مسلم، کتاب صفة الجنة وصفة نعیمها، باب فی شدة حر نار جهنم۔۔۔الخ، ص ۱۵۲۳، حدیث: ۲۸۴۴۔

7 . . . عارضة الاحوذی، کتاب الزهد، باب فی قول النبی صلی الله علیه وسلم: لوتعلمون۔۔۔الخ، ۵/۱۳۸، تحت الحدیث: ۲۳۱۲، الجزء التاسع۔

فرشتوں کے ساتھ۔ غرض کہ آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لیے اس کے لیے سننا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان کی یہ آواز میں سن رہا ہوں۔ اس (حدیث) سے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے تحمل و برداشت کا پتہ لگتا ہے کہ حضور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے پھر بھی دنیا و دین دونوں سنبھالے ہوئے ہیں۔"[1]

خوف اور اُمید دونوں ضروری ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہوا کہ "جو میں جانتا ہوں اگر تم بھی جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔" عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ اتنا خوف نہ کرے کہ نا امیدی اور مایوسی تک پہنچ جائے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید بھی رکھے کہ اس امید پر نیک اعمال کرتا رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف بھی رکھے کہ اس خوف کے سبب بُرے اعمال سے اجتناب کرتا رہے تو کبھی وہ مَظْہَرِ جمال ہوگا (کہ رحمت الٰہی سے امید کے سبب نیک اعمال میں مشغول ہے) اور کبھی مَظْہَرِ جلال ہوگا (کہ خوف خدا کے سبب بُرائیوں سے مجتنب ہے)۔"[2]

جنت اور جہنم میں جانے والا ایک شخص:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کامل مؤمن وہی ہے جس کی ذات رحمت خداوندی اور خوف خداوندی دونوں کا مجموعہ ہو، ہمارے اَسلاف اور بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بھی جہاں رحمتِ الٰہی پر نظر رکھتے تھے وہیں خوفِ خدا میں گریہ وزاری کرنا بھی ان کے معمولات میں شامل تھا، نہ تو وہ امید کے سبب خوف کو ختم کرتے اور نہ ہی خوف کے سبب نااُمیدی کو اپنے دل میں جگہ دیتے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اگر آسمان سے ندا کی جائے کہ "تمام روئے زمین کے آدمی بخش دیئے گئے ہیں سوائے ایک شخص کے۔" تو میں خوفِ خدا کے سبب یہی سمجھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر یہ ندا کی جائے کہ "روئے زمین کے تمام آدمی دوزخی ہیں سوائے ایک شخص کے۔" تو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۱۵۴۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/۲۹۹، تحت الحدیث: ۴۰۶۔

کی رحمت سے امید کے سبب یہی سمجھوں گا کہ وہ ایک شخص بھی میں ہی ہوں۔“[1]

مدد مانگتے ہوئے راستوں پر نکل جانا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا: ”تَجْاَرُوْنَ“ اس لفظ کی شارحین نے مختلف شرح کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابنِ عربی مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی تم چیختے ہوئے راستوں کی طرف نکل جاتے۔ مطلب یہ ہے کہ جس پر کوئی مصیبت آتی ہے وہ مدد ڈھونڈنے کے لیے کسی راستے کی طرف بھاگتا ہے۔“[2] علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے گھروں سے صحراؤں کی طرف نکل کر بھاگو گے کیونکہ ایک خوفزدہ انسان کی یہی حالت ہوتی ہے کہ اُس پر اس کا گھر تنگ ہو جاتا ہے اور وہ گھر سے نکل کر کھلی فضا میں بھاگتا ہے۔“[3] **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا، آرام کرنا بھول جاتے، جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے، منزلیں بہت بھاری ہیں۔“[4]

خوفِ خدا سے جان نکل گئی:

ہمارے اَسلاف اور بزرگانِ دین پر ہر وقت خوفِ خدا غالب رہتا تھا کتابوں میں کثیر واقعات ملتے ہیں کہ وہ نفوسِ قدسیہ ہر وقت خوفِ خدا سے کانپتے لرزتے رہتے تھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 160 صفحات پر مشتمل کتاب ”خوفِ خدا“ کے صفحہ نمبر 77 پر ہے: ”حضرت زُرَارہ بن اوفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نہایت ہی عابد و زاہد اور خوفِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے عالِم باعمل تھے۔ تلاوتِ قرآن کے وقت وعید و عذاب کی آیات پڑھ کر لرزہ بر اَندام بلکہ کبھی کبھی خوفِ خدا سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ایک دن فجر کی نماز میں جیسے ہی آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

---

1 ... احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان ان الافضل ھو غلبۃ الخوف ۔۔۔ الخ، ۴/۲۰۲۔

2 ... عارضۃ الاحوذی، کتاب الزھد، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو تعلمون ۔۔۔ الخ، ۵/۱۳۸، تحت الحدیث: ۲۳۱۲، الجزء التاسع۔

3 ... شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، ۱۰/۲۳، تحت الحدیث: ۵۳۴۷۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۱۵۴۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۙ﴿۹﴾ (پ ۲۹، مدثر: ۸، ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کرّا (سخت) دن ہے۔

تو نماز کی حالت میں ہی آپ پر خوفِ الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ لرزتے کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور آپ کی رُوح پرواز کر گئی۔“

مرے اشک بہتے رہیں کاش ہر دم .... ترے خوف سے یا خدا یاالٰہی
ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھر تھر رہوں کانپتا یاالٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین



”مدینہ منورہ“ کے 10 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) فرشتے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نورانی مخلوق اور معصوم ہیں، نیز فرشتے ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف ہیں۔

(2) آسمان پر سجدہ کرنے والے فرشتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کے بوجھ سے آسمان چرچراتا ہے۔

(3) معصوم فرشتے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور خوف کی وجہ سے سربسجود ہیں تو ہم جیسے گناہ گار اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بے مثل و بے مثال ہیں۔

(5) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاں دیگر فضائل و کمالات میں جدا ہیں وہیں کمالاتِ حسیہ میں بھی پوری مخلوق سے جدا ہیں۔

(6) دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہوتا رہے گا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے ہتھیلی کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(7) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نظر میں ایسی قوت ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے جنت و دوزخ کے

معاملات کو بھی ملاحظہ فرما لیتے ہیں۔

(8) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر غیبی آواز سنتے اور غیبی چیزوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں جنہیں ہم دیکھ اور سن نہیں سکتے۔

(9) بندے کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر بھی نظر رکھے اور نیک اعمال میں مشغول رہے اور خوفِ خدا بھی اپنے دل میں پیدا کرے تاکہ گناہوں سے بچتا رہے۔

(10) ایمانِ کامل یہ ہے کہ اُمید اور خوف دونوں ہوں، ہمارے اَسلاف اور بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن بھی جہاں رحمتِ الٰہی پر نظر رکھتے تھے وہیں خوف کے سبب گریہ وزاری بھی کرتے رہتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی پکی محبت نصیب فرمائے، گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنا خوف نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:407

قیامت کے پانچ سوال

عَنْ اَبِی بَرْزَةَ نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ فِيْهِ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ اَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ. (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو برزہ نَضْلَہ بن عُبَیْد اَسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”(بروزِ قیامت) بندے کے دونوں قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کہاں صَرف کی؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے جسم کو کن کاموں میں لگایا؟“

---

1 . . . ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب فی القیامة، ٤/١٨٨، حدیث: ٢٤٢٥۔

نصیحت کے مدنی پھولوں کی مہک:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک نصیحتوں کے مدنی پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن زمین تانبے کی ہوگی اور سورج ایک میل کے فاصلے پر رہ کر آگ برسا رہا ہوگا اور ہر شخص اپنے عمل کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا جیسا کہ اس باب کی سابقہ حدیثوں میں گزرا اور اس تانبے کی دھکتی ہوئی زمین سے کسی کو قدم اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک وہ مذکورہ سوالوں کے جواب نہ دیدے۔ ذرا سوچئے کہ اس دنیا میں سخت گرمی کے دن میں جب سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا ہوتا ہے تو گرم فرش پر ہم سے پاؤں نہیں رکھا جاتا اور ہم فوراً پاؤں اٹھالیتے ہیں حالانکہ ابھی تو سورج کروڑوں میل دور ہے تو پھر قیامت کے دن جب سورج ایک میل کے فاصلے پر ہوگا تو ہم اس زمین پر کیسے کھڑے ہوں گے؟

قدم نہ ہٹنے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے یعنی جس جگہ وہ حساب کے لیے کھڑا ہوگا وہاں سے قدم نہیں ہٹیں گے نہ جنت کی طرف نہ جہنم کی طرف۔“[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”قیامت کے دن پانچ چیزوں کا حساب دیئے بغیر انسان بارگاہِ الٰہی سے نہیں ہٹ سکتا، اِن پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ہوا اگر اِن سے نکل گیا تو جنت میں پہنچے گا۔“[2]

(1) اپنی عمر کہاں صَرف کی؟

حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے عمر یعنی زندگی کے بارے میں سوال ہوگا کہ عمر کہاں صَرف کی؟ اس سے مراد یہ ہے کہ زندگی نیک اَعمال میں صَرف کی یا گناہوں میں؟ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۳۰۰، تحت الحدیث: ۴۰۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۱۔

رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''پہلا سوال یہ ہوگا کہ ''عمر کہاں صَرف کی؟'' یعنی نیکیوں میں یا گناہوں میں؟''[1]

زندگی کے انمول ہیرے:

شیخ طریقت، امیر اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه اپنے رسالے ''انمول ہیرے'' پر ایک نصیحت آموز حکایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ کسی باغ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا باغ میں سے کوئی شخص سنگریزے (یعنی چھوٹے چھوٹے پتھر) پھینک رہا ہے، ایک سنگریزہ خود اس کو بھی آکر لگا۔ اس نے خدام کو دوڑایا کہ جاکر سنگریزے پھینکنے والے کو پکڑ کر میرے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ خدام نے ایک گنوار کو حاضر کر دیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: ''یہ سنگریزے تم نے کہاں سے حاصل کیے؟'' اس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا: میں ویرانے کی سیر کر رہا تھا کہ میری نظر ان خوبصورت سنگریزوں پر پڑی، میں نے ان کو جھولی میں بھر لیا، اس کے بعد پھرتا پھراتا اس باغ میں آنکلا اور پھل توڑنے کے لیے یہ سنگریزے استعمال کر لیے۔ بادشاہ نے کہا: ''تم اِن سنگریزوں کی قیمت جانتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں۔'' بادشاہ بولا: ''یہ پتھر کے ٹکڑے دراصل انمول ہیرے تھے، جنہیں تم نادانی کے سبب ضائع کر چکے۔'' اس پر وہ شخص افسوس کرنے لگا۔ مگر اب افسوس کرنا بے کار تھا کہ وہ انمول ہیرے اس کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسی طرح ہماری زندگی کے لمحات بھی انمول ہیرے ہیں، اگر ان کو ہم نے بے کار ضائع کر دیا تو حسرت و ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو ایک مقررہ وقت کے لیے خاص مقصد کے تحت اس دنیا میں بھیجا ہے اور وہ مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ہے۔ انسان کو اس دنیا میں بہُت مختصر سے وقت کیلئے رہنا ہے اور اس وَقفے میں اسے قبر و حشر کے طویل ترین معاملات کیلئے تیاری کرنی ہے لہٰذا انسان کا وقت بے حد قیمتی ہے۔ وَقت ایک تیز رفتار گاڑی کی طرح فرّاٹے بھرتا ہوا جا رہا ہے نہ روکے رُکتا ہے، نہ پکڑنے سے ہاتھ آتا ہے، جو سانس ایک بار لے لیا وہ پلٹ کر نہیں آتا۔

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۳۰۰، تحت الحدیث: ۴۰۷۔

2 ... انمول ہیرے، ص ۲۔

حضرت سیدنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جلدی کرو! جلدی کرو! تمہاری زندگی کیا ہے؟ یہی سانس تو ہیں کہ اگر رُک جائیں تو تمہارے ان اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جائے جن سے تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرتے ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنا جائزہ لیا اور اپنے گناہوں پر چند آنسو بہائے۔“ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پارہ 16، سورۂ مریم کی آیت نمبر 84 تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ (پ۱۶، مریم: ۸۴) ترجمۂ کنز الایمان: ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”یہاں گنتی سے سانسوں کی گنتی مراد ہے۔“[1]

یہ سانس کی مالا اب بس ٹوٹنے والی ہے .... غفلت سے مگر دل کیوں بیدار نہیں ہوتا

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”روزانہ صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے کہ اگر آج کوئی اچھا کام کرنا ہے تو کرلو کہ آج کے بعد میں کبھی پلٹ کر نہیں آؤں گا۔“[2]

اپنے وقت کو فُضولیات میں برباد کرنے والو! غور کرو! زندگی کس قَدَر تیز رفتاری کے ساتھ گزرتی جارہی ہے۔ بارہا آپ نے دیکھا ہوگا کہ اچّھا بھلا ڈَیل ڈَول والا انسان اچانک موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے، اب قبْر میں اُس پر کیا بِیت رہی ہے؟ اس کا اندازہ ہم نہیں کرسکتے البتّہ خود اُس پر زندگی کا حال کُھل چکا ہوگا کہ

کتنی بے اعتبار ہے دنیا .... موت کا انتظار ہے دنیا

گرچہ ظاہر میں صورتِ گُل ہے .... پر حقیقت میں خار ہے دنیا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زندگی کا جو دن نصیب ہو گیا اسی کو غنیمت جان کر جتنا ہو سکے اس میں اچھے اچھے کام کرلیے جائیں تو بہتر ہے کہ ”کل“ نہ جانے ہمیں لوگ ”جناب“ کہہ کر پکارتے ہیں یا ”مرحوم“ کہہ کر۔ ہمیں اس بات کا احساس ہو یا نہ ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ ہم اپنی موت کی منزل کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ یقیناً سمجھداری اسی میں ہے کہ جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کے لیے اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنا آخرت کی تیاری میں مشغول رہے۔

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، بیان المبادرۃ الی العمل وحذر آفۃ التاخیر، ۵/ ۲۰۵۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی الصیام، ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ۳/ ۳۸۶، حدیث: ۳۸۴۰۔

(2) اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟

کل بروزِ قیامت دوسرا سوال علم کے بارے میں ہو گا کہ علم سیکھا یا نہیں؟ اور اگر سیکھا تو اس پر عمل کیا یا نہیں؟ یہاں پر علم سے مراد علمِ دِین ہے نہ کہ دُنیاوی علم۔ کیونکہ دنیاوی علم صرف دنیا میں ہی کام آئے گا جبکہ دِینی علم دنیا و آخرت دونوں جگہ کام آئے گا۔ چنانچہ ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”حضرت سیدنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ان سے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم سے قیامت میں سوال ہو گا کہ تم عالم تھے یا نرے جاہل؟ اگر تم نے کہا کہ: میں عالم تھا۔ تو حکم ہو گا کہ: اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ اور اگر تم نے کہا کہ: جاہل تھا۔ تو فرمایا جاوے گا کہ: تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عُذر تھا؟“ علم سے مراد علمِ دِین ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ علمِ دِین سیکھے اور نیک عمل کرے۔“[1]

علم حاصل کرنا فرض ہے:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۰۹ صفحات پر مشتمل کتاب ”راہِ علم“ صفحہ 11 سے حصولِ علم سے متعلق چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں: تاجدارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“[2] واضح رہے کہ ہر مسلمان پر تمام علوم کا حاصل کرنا فرض نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان پر اُن امور کے متعلق دِینی معلومات حاصل کرنا فرض ہے جن سے اُس کا واسطہ پڑتا ہے، اسی وجہ سے تو کہا جاتا ہے: ”اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ یعنی افضل ترین علم موجودہ درپیش اُمور سے آگاہی حاصل کرنا ہے اور افضل ترین عمل اپنے اَحوال کی حفاظت کرنا ہے۔ پس ایک مسلمان پر اِن علوم کا جاننا بہت ضروری ہے جن کی ضرورت اُس کو اپنی زندگی میں پڑتی ہے خواہ وہ کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتا ہو۔ ایک مسلمان کے لیے پہلا فرض تو نماز ہی ہے لہٰذا ہر مسلمان پر نماز کے متعلق اتنی معلومات کا جاننا فرض ہے کہ جن سے اُس کا فرض ادا ہو سکے اور اتنی معلومات کا حاصل کرنا واجب ہے جن کی آگاہی سے وہ واجباتِ نماز کو ادا کر سکے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ وہ معلومات جو ادائیگی فرض کا سبب بنیں اُن کو

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۲۔

[2] ... ابن ماجہ، المقدمۃ، باب فضل العلماء، ۱/ ۱۴۶، حدیث: ۲۲۴۔

حاصل کرنا فرض ہے اور وہ معلومات جو ادائیگی واجب کا ذریعہ بنیں اُن کو حاصل کرنا واجب ہے۔ اِسی طرح روزے سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا معاملہ ہے نیز اگر صاحب مال ہے تو زکوٰۃ کا بھی یہی ضابطہ ہے اور اگر کوئی تاجر ہے تو مسائل خرید و فروخت جاننے کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ اتنی معلومات کا جاننا فرض ہے، جن سے فرض ادا ہو سکے اور اتنی معلومات کا حاصل کرنا واجب ہے کہ جن سے واجب ادا ہو سکے۔

ایک مرتبہ امام محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ ''زُہد'' (تقویٰ و پرہیز گاری) کے عنوان پر کوئی کتاب تصنیف کیوں نہیں فرماتے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''میں تو خرید و فروخت کے مسائل سے متعلق ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں۔'' مطلب یہ ہے کہ زاہد وہی ہے جو کہ تجارت کرتے وقت اپنے آپ کو مکروہات و شُبہات سے بچائے اور اسی طرح تمام معاملات اور صَنعَت و حرفت میں مکروہات و شُبہات سے بچنا ہی تو زُہد ہے۔ جب ایک شخص کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر اتنے علم کا حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ اس فعل میں حرام کے ارتکاب سے بچ سکے۔ نیز ظاہری معاملات کی طرح ہی باطنی احوال یعنی توکل، توبہ، خوفِ خدا، رضاءِ الٰہی وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا حکم ہے کیونکہ بندے کو مذکورہ قلبی اُمور سے بھی ہر وقت واسطہ پڑتا رہتا ہے لہٰذا اُس پر اَحوالِ قلب سے متعلق معلومات کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔''[1]

فرائض و واجبات سے ناواقفیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ ہر شخص پر بالغ ہوتے ہی نماز روزہ کے ضروری مسائل سیکھنا واجب ہو جاتا ہے، نیز حج اور زکوۃ سے متعلق مسائل صاحبِ نصاب و استطاعت کے لیے سیکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ان کی صحیح طریقے سے ادائیگی کر سکے۔ مگر افسوس! آج ہماری اکثریت ان چیزوں کے بنیادی مسائل سے بھی ناواقف ہے، علمِ دِین سے دوری کے سبب ہو سکتا ہے بعض لوگوں کو تو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ طہارت کیسے حاصل کی جاتی ہے؟ وضو کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ نماز کی کتنی شرائط اور کتنے فرائض ہیں؟ روزہ کن صورتوں میں ٹوٹ جاتا ہے؟ کن صورتوں میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟ روزے کے مکروہات کتنے ہیں؟ وغیرہ

---

1 ... راہِ علم، ص ١١، ١٢۔

وغیرہ۔ کاش! ہم بھی علمِ دِین حاصل کرنے والے بن جائیں۔ فرائض وواجبات وغیرہ کو سیکھ کر اس پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ علمِ دِین حاصل کرنے والوں کے قرآن وسنت میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ حصولِ علمِ دِین کی فضیلت پر مشتمل چار فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1)"علم سیکھنے سے ہی آتا ہے اور فقہ غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے اُسے دِین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اُس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"[1] (2)"علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بڑھ کر ہے اور تمہارے دِین کا بہترین عمل تقویٰ یعنی پرہیزگاری ہے۔"[2] (3)"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے اُسے دِین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ اِس اُمّت کا معاملہ ہمیشہ درست رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم آجائے۔"[3] (4)"جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالبِ علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور بے شک زمین و آسمان میں رہنے والے یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں عالمِ دِین کے لئے اِستغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی دیگر ستاروں پر اور بے شک عُلَماء انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں، بیشک انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نُفوسِ قُدسیّہ عَلَیْہِمُ السَّلَام تو صِرف علم کا وارث بناتے ہیں، تو جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے بڑا حصہ پا لیا۔"[4]

فرض علوم سیکھنے کا بہترین ذریعہ:

تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں۔ فرائض وواجبات کی واقفیت کے لیے

1 . . . کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فی فضائل الامۃ، ۷/ ۲۱، حدیث: ۳۸۸۷۸، الجزء الرابع عشر۔

2 . . . معجم اوسط، من اسمہ علی، ۳/ ۹۲، حدیث: ۳۹۶۰۔

3 . . . بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا۔۔۔الخ، ۱/ ۴۲، حدیث: ۷۱۔

4 . . . ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء۔۔۔الخ، ۱/ ۱۴۵، حدیث: ۲۲۳۔

دعوتِ اسلامی میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ "فرض علوم کورس" کروایا جاتا ہے۔ جس میں ضروریاتِ زندگی سے متعلق وہ تمام ضروری مسائل سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نیز اس "فرض علوم کورس" کی آڈیو اور ویڈیو سی ڈیز بھی مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ہوسکے تو آپ بھی اس "فرض علوم کورس" میں شرکت فرمائیں، اپنے دوست احباب کو اس کی دعوت دیں، ورنہ کم از کم اس "فرض علوم کورس" کی سی ڈیز مکتبۃ المدینہ سے ہدیۃً حاصل کریں، خود بھی سنیں اور اپنے گھر والوں اور دوستوں کو بھی سنائیں اور دنیا وآخرت کی ڈھیروں بھلائیاں پائیں۔

نفع بخش علم کون سا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ مذکورہ بالا علمِ دِین حاصل کرنے کے فوائد جبھی حاصل ہوں گے جبکہ اس پر عمل کیا جائے۔ اپنے علم پر عمل کرنے کی فضیلت سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) "خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنا فاضِل مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خیرات کر دیا اور فُضول کلام ترک کر دیا۔"[1] (2) "جس نے اپنے عِلم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اسے ایسا علم عطا فرمائے گا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔"[2] (3) "سب سے زیادہ حسرت قِیامت کے دن اُس کو ہوگی جسے دُنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا مگر اُس نے حاصِل نہ کیا اور اس شَخص کو ہوگی جس نے علم حاصِل کیا اور دوسروں نے تو اس سے سُن کر نفع اُٹھایا لیکن اس نے نفع نہ اُٹھایا (یعنی اپنے علم پر عمل نہ کیا)۔"[3]

(4،3) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "مال کے متعلق دو سوال ہوں گے: ایک یہ کہ کہاں سے حاصل کیا؟ حلال ذریعے سے یا حرام سے۔ دوسرا کس مقام پر خرچ کیا؟ طاعَت میں یا مَعصِیت میں۔ مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آوے اور اچھی راہ پر خرچ ہو

---

1 . . . معجم کبیر، مسند رکب المصری، ۵/ ۷۱، حدیث: ۴۶۱۶۔

2 . . . حلیۃ الاولیاء، احمد بن ابی الحواری، ۱۰/ ۱۳، رقم: ۱۴۳۲۰۔

3 . . . تاریخ ابن عساکر، ابن ملۃ محمد بن احمد، ۵۱/ ۱۳۸، رقم: ۵۹۷۸۔

جاوے۔ اگر بارش کا پانی پرنالے سے نہ نکالا جاوے تو چھت توڑ دیتا ہے۔ ”[1]

رزقِ حلال کھائیے، رزق حرام سے بچیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج اگر ہم اپنے معاشرے پر غور کریں تو واضح ہو گا کہ ہم پر مال کمانے کی دُھن سوار ہے، ہر شخص اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ بس زیادہ سے زیادہ مال کماؤں۔ میں بہت زیادہ مال دار ہو جاؤں۔ مگر افسوس! ایسے لوگ بہت کم ہیں جو یہ سوچتے ہوں کہ میں مال تو کماؤں مگر حلال ذریعے سے کماؤں، مال کمانے کے حرام ذرائع سے پرہیز کروں۔ حلال ذریعے سے مال کمانا باعث اجر وثواب ہے جبکہ حرام ذریعے سے مال کمانا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ...... قرآن وسنت میں حلال ذرائع سے مال کمانے والوں کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ کسب حلال کی فضیلت پر چار فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ”جس کی روزی پاکیزہ ہو، باطن اچھا ہو، ظاہر عزت والا ہو اور جو لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے اس کے لئے خوشخبری ہے۔ ”[2] (2) ”بندے نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے پاکیزہ کبھی کوئی کمائی نہیں کھائی اور آدمی اپنی جان، گھر والوں، بچوں اور اپنے خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔ ”[3] (3) ”جس نے حلال مال کمایا، پھر اسے خود کھایا یا اس کمائی سے لباس پہنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دیگر مخلوق کو کھلایا اور پہنایا تو اس کا یہ عمل اس کی زکوٰۃ (یعنی اس کی پاکیزگی) ہے۔ ”[4] (4) ”دنیا میٹھی اور سرسبز ہے، جس نے اس میں سے حلال طریقہ سے کمایا اور اسے اس کے حق میں خرچ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ثواب عطا فرمائے گا اور اپنی جنت میں داخل فرمائے گا۔ ”[5]

...... جبکہ حرام ذرائع سے مال کمانے والوں کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ کسبِ حرام کے وبال پر مشتمل چار فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۲۔

2 ... معجم کبیر، باب الراء، رکب المصری، ۵/ ۷۲، حدیث: ۴۶۱۶۔

3 ... ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ۳/ ۶، حدیث: ۲۱۳۸۔

4 ... صحیح ابن حبان، کتاب الرضاع، باب النفقة، ۶/ ۲۱۸، حدیث: ۴۲۲۲۔

5 ... شعب الایمان، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة، ۴/ ۳۹۶، حدیث: ۵۵۲۷۔

قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔"[1] (2) "جس نے حرام مال سے قمیص بنا کر پہنی جب تک وہ قمیص اتار نہ دے اس کی نماز قبول نہ ہو گی، بے شک یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ایسے شخص کا عمل یا نماز قبول فرمائے جس نے حرام کی قمیص پہن رکھی ہو۔"[2] (3) "جس نے 10 درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ لباس اس کے بدن پر رہے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔"[3] (4) "دنیا میٹھی اور سرسبز ہے، جس نے اس میں حرام طریقے سے کمایا اور اسے ناحق خرچ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ذلت و حقارت کے گھر کو حلال کر دے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مال میں خیانت کرنے والے بہت سے لوگوں کے لئے قیامت کے دن جہنم ہو گی۔"[4]

اپنے مال کو اچھی جگہوں میں خرچ کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً کسی بھی شے کا صحیح استعمال اس کی اہمیت و افادیت کو مزید روشن کرتا ہے، لہٰذا اپنی حق حلال کی کمائی کو اچھی جگہوں پر خرچ کرنا چاہیے، تاکہ اس سے دنیا و آخرت میں فائدہ ہو۔ جس مال کو دنیا میں اچھی جگہوں پر خرچ کیا ہو گا کل بروزِ قیامت وہ مال اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ نجات کا باعث ہو گا۔ ...... اپنے حلال مال کو خرچ کرنے کی بہت سی اچھی جگہوں کی نشاندہی قرآن و احادیث و کتبِ فقہ میں علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے بیان فرمائی گئی ہے۔ چند مقامات کی وضاحت پیشِ خدمت ہے:

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری، عبادت پر قوت پانے اور مزید رزقِ حلال کمانے کی اِستطاعت پانے کے لیے اپنی ذات پر خرچ کیجئے۔ (2) اپنے گھر والوں، بیوی، بچوں پر خرچ کیجئے۔ (3) اپنے

---

1 . . . معجم اوسط، من اسمه محمد، ۵/ ۳۴، حدیث: ۶۴۹۵۔

2 . . . مسند بزار، مسند علی بن ابی طالب، ۳/ ۶۱، حدیث: ۸۱۹۔

3 . . . مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر بن خطاب، ۲/ ۴۱۶، حدیث: ۵۷۳۶۔

4 . . . شعب الایمان، باب فی قبض الید علی الاموال المحرمة، ۴/ ۳۹۶، حدیث: ۵۵۲۷۔

والدین کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ان پر خرچ کیجئے۔(4) اپنے والدین کے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کیجئے۔(5) مزید وُسعت ہو تو دُور کے رشتہ داروں پر بھی خرچ کیجئے۔(6) اپنے قریبی عزیز واَقرباء ودوست اَحباب پر رضائے الٰہی کے لیے اِسراف سے بچتے ہوئے خرچ کیجئے۔(7) راہِ خدا میں خرچ کیجئے۔ (8) غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی کفالت پر خرچ کیجئے۔(9) نیک لوگوں پر خرچ کیجئے۔(10) مسجد کی تعمیرات پر خرچ کیجئے۔ (11) مدارس، جامعات ودِینی طلبہ پر خرچ کیجئے۔(12) نیک لوگوں خصوصاً اولیائے کرام، عُلَمائے کرام، مُفتیانِ عظام کی خیر خواہی پر خرچ کیجئے۔(13) حُصُولِ علمِ دِین کے لیے دینی کتب پر خرچ کیجئے۔(14) راہِ خدا میں سفر کرکے مال خرچ کیجئے، یا کسی کو مدنی قافلے میں سفر کروانے میں مالی معاونت کیجئے۔(15) اِسلامی تہوار جیسے جشن عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، اَعراس، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں، اِجتماعِ ذِکر ونعت وغیرہ پر خرچ کیجئے۔(16) اپنے مرحومین وغیرہ کے اِیصالِ ثواب کے لیے راہِ خدا میں خرچ کیجئے۔ (17) ہر نیک اور جائز کام میں خرچ کیجئے۔

...... مذکورہ بالا جگہوں کے علاوہ بعض مقامات پر شریعت میں خرچ کرنے کی ممانعت بھی ہے، ایسی جگہوں پر خرچ گناہ ہے، لہٰذا اِن تمام مقامات پر خرچ کرنے سے بچنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ثواب کی بجائے کل بروزِ قیامت اس کی وجہ سے پکڑ ہو جائے۔ جہاں خرچ کرنا ممنوع ہے ان میں سے چند مقامات یہ ہیں:(1) کسی بھی ناجائز و حرام اور گناہ والی جگہوں پر خرچ نہ کیجئے۔(2) ہر وہ جگہ جہاں مال خرچ کرنے سے دِینی نقصان ہو وہاں بھی خرچ نہ کیجئے۔(3) بدمذہبوں، کافروں، مشرکوں وغیرہ پر خرچ نہ کیجئے۔(4) چور، زانی یا زانیہ اور غنی کو صدقے کا مال وغیرہ دینا منع ہے۔(5) پیشہ ور بھکاریوں کو بھی نہ دیجئے کہ انہیں دینا منع ہے۔(6) جس شخص کے بارے میں معلوم کہ یہ اس مال کو کسی گناہ والی جگہ پر خرچ کرے گا اسے بھی مال نہ دیجئے۔ (7) حرام یا فاسِد تجارت میں بھی اپنا مال خرچ نہ کیجئے۔ (8) سودی لین دَین میں بھی اپنا مال خرچ نہ کیجئے۔ (9) حرام چیزوں کی خرید و فروخت میں بھی اپنا مال خرچ نہ کیجئے۔(10) بلا وجہِ شرعی کسی بھی مسلمان کے مال یا عزت وآبرو کو پامال کرنے یا ان کے دیگر حقوق کو پامال کرنے کے لیے بھی اپنا مال وغیرہ خرچ کرنا ناجائز وحرام ہے۔(11) کسی بھی جگہ رشوت کے لین دَین میں اپنا مال ہرگز خرچ نہ کیجئے۔(12) کسی غیر قانونی کام میں اپنا

مال خرچ نہ کیجئے۔ (13) ظالم کی مدد کرنے اور کسی مسلمان پر ظلم کی معاونت میں بھی خرچ نہ کیجئے۔

اپنے مال کو اچھی جگہوں پر خرچ کرنے اور بُری جگہوں پر خرچ نہ کرنے کی مزید تفصیلات کے لیے دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ١٣٩٩ صفحات پر مشتمل کتاب ”احیاء العلوم“ جلد دوم اور ٤١٦ صفحات پر مشتمل کتاب ”ضیائے صدقات“ کا مطالعہ کیجئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے خرچ کیجئے:

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام صورتوں میں خرچ کرنے سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے خرچ کرنا ہے، اگر کوئی شخص اپنی واہ واہ کے لیے یا اس لیے خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ اسے سخی کہیں تو ایسا خرچ کرنا شرعاً محمود یعنی قابلِ تعریف نہیں بلکہ مذموم یعنی قابلِ مذمت ہے، بلکہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ اپنی آپ کو سخی کہلوانے کے لیے خرچ کرتا ہے کل بروزِ قیامت اسے گھسیٹ کر جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: ”کل بروزِ قیامت ایک مالدار شخص کو لایا جائے گا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کثرت سے مال عطا فرمایا تھا، اسے لاکر نعمتیں یاد دلائی جائیں گی، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”تونے ان نعمتوں کے بدلے کیا کیا؟“ وہ عرض کرے گا: ”میں نے تیری راہ میں جہاں ضرورت پڑی وہاں خرچ کیا۔“ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”تو جھوٹا ہے، تونے ایسا اس لئے کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہہ لیا گیا۔“ پھر اس کے بارے میں جہنم کا حکم ہوگا اور اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[1]

(5) اپنے جسم کو کن کاموں میں لگایا؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کل بروزِ قیامت پانچواں سوال جسم کے بارے میں ہوگا کہ اسے کن کاموں میں صرف کیا؟ اچھے اعمال کرنے اور بُرے اعمال سے بچنے یا بُرے اعمال کرنے اور اچھے اعمال ترک کرنے میں جسم کے ظاہری و باطنی دونوں اعضاء کا تعلق ہے، اگر بندے نے اپنے اعضاء کو نیک کاموں میں استعمال کیا ہوگا تو کل بروزِ قیامت یہ اس کے حق میں گواہی دیں گے اور اگر بُرے و گناہ والے کاموں میں استعمال کیا ہوگا تو یہ

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، ص ١٠٥٦، حدیث: ١٩٠٥۔

اَعضاء اُس کے خلاف گواہی دیں گے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ (پ ١٥، بنی اسرائیل: ٣٦)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ (پ ٢٣، یٰس: ٦٥)

ترجمۂ کنز الایمان: آج ہم ان کے مونھوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ ٢٤، حم السجدۃ: ١٩، ٢٠)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے، تو ان کے اگلوں کو روکیں گے یہاں تک کہ پچھلے آملیں، یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے سب ان پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

بندے کی ذات سے سرزد ہونے والے گناہوں کی دو قسمیں ہیں: ظاہری گناہ اور باطنی گناہ۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دونوں طرح کے گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ (پ ٨، الانعام: ١٢٠)

ترجمۂ کنز الایمان: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ۔

جب تک بندے کو ظاہری و باطنی گناہوں کی معلومات نہیں ہوں گی اس وقت تک وہ ان سے صحیح طریقے سے نہیں بچ سکتا۔ ظاہری گناہوں کا تعلق ظاہری جسمانی اعضاء جیسے ہاتھ، پاؤں، کان، ناک، آنکھ اور منہ سے ہے جبکہ باطنی گناہوں کا تعلق دل سے ہے۔ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے مختلف کتب میں ظاہری و باطنی دونوں طرح کے گناہوں کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔ یہاں چند گناہوں کا اجمالی خاکہ ملاحظہ کیجئے:

47 ظاہری گناہوں کا اجمالی خاکہ:

(1) جھوٹ (2) غیبت (3) چغلی (4) گالی گلوچ (5) فلمیں ڈرامے دیکھنا (6) فحش کلامی (7)

دل آزاری (8) حق تلفی (9) ظلم و تشدد (10) ناحق قتل (11) زنا (12) شراب (13) جُوا (14) جھوٹی تہمت (15) کسی کی ملکیت پر ناحق قبضہ (16) گانے باجے سننا (17) نماز قضا کر دینا (18) ترکِ جماعت (19) نمازی کے آگے سے گزرنا (20) زکوۃ واجب ہونے کے باوجود ادا نہ کرنا (21) حج فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنا (22) روزے قضا کر دینا (23) دنیوی مال کا ناحق سوال (24) وعدہ خلافی (25) نفاق قولی (26) ناپ تول میں کمی (27) ناجائز سفارش (28) تذلیل و تضحیک (29) بُرائی کا حکم دینا اور نیکی سے منع کرنا (30) جھوٹی قسم (31) بے پردگی (32) غیر محرم سے بلا اجازتِ شرعی گفتگو (33) فحاشی اور بے حیائی (34) دھوکہ دہی (35) ماں باپ کی نافرمانی (36) قطعِ رحمی (37) سود کا لَین دَین (38) ناجائز رشوت کا لَین دَین (39) چوری وڈاکہ زنی (40) وعدہ خلافی (41) پڑوسیوں کے ساتھ بد سلوکی (42) بہتان (43) داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے گھٹانا (44) عدل وانصاف نہ کرنا (45) حرام کمانا (46) دشمنانِ اسلام سے دوستی (47) خود کشی۔

47 باطنی گناہوں کا اجمالی خاکہ:

(1) ریاکاری یعنی دکھاوا (2) عُجب (3) حَسد (4) بُغض وکینہ (5) حُبِّ مدح (6) حُبِّ جاہ (7) محبتِ دنیا (8) طلبِ شُہرت (9) تعظیمِ اُمَراء (10) تحقیرِ مساکین (11) اِتّباعِ شَہَوات (12) مُداہَنَت (13) نعمتوں کی ناشکری (14) حِرص (15) بُخل (16) لمبی لمبی امیدیں باندھنا (17) سوئے ظن یعنی بدگمانی (18) عِنادِ حق (19) اِصرارِ باطِل (20) مَکروفریب (21) غَدر (22) خِیانَت (23) غفلت (24) قَسوَت دل کی سختی (25) طَمَع (26) تَمَلُّق (چاپلوسی) (27) اِعتمادِ خَلق (28) رب تعالی کو بھول جانا (29) موت کو بھول جانا (30) جُرأَت عَلَی الله (31) نِفاق (32) اِتّباعِ شیطان (33) بندگیٔ نفس (34) رَغبتِ بَطالَت (35) کَراہتِ عَمَل (36) خوفِ خدا کا کم ہونا (37) بے صبری کا مُظاہَرہ کرنا (38) خُشُوع کا نہ ہونا (39) نفس کے لیے غصہ کرنا (40) تَساہُل فِی الله (41) تکبُّر (42) بدشُگُونی (43) شَماتت (44) اِسراف (45) غَمِ دُنیا (46) تَجَسُّس (عیب جوئی) (47) (رحمتِ الٰہی سے) مایوسی۔

ظاہری وباطنی گناہوں کی تعریفات، ان کے متعلق قرآن وسنت میں موجود احکامات، ان کے اسباب

اور علاج کی تفصیلی معلومات کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۲۸۶ صفحات پر مشتمل کتاب ''احیاء العلوم'' جلد سوم اور ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب ''**باطنی بیماریوں کی معلومات**'' اور ''**جہنم میں لے جانے والے اعمال**'' جلد اول اور دوم کا مطالعہ کیجئے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گناہوں بھری زندگی پر ندامت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل چاروں طرف گناہ ہی گناہ کئے جا رہے ہیں حتی کہ بظاہر کسی نیک نظر آنے والے شخص کے قریب جائیں تو وہ بھی بسا اوقات عقیدے کی خرابیوں، زَبان کی بے احتیاطیوں، بدنگاہیوں اور بداَخلاقیوں کی آفتوں میں مبتَلا نظر آتا ہے، آہ! ہر سَمت گناہ گناہ اور بس گناہ ہی نظر آرہے ہیں! نیک بندے بے شک موجود ہیں مگر ان کی تعداد کافی کم ہو چکی ہے۔ ایسے نامُساعِد حالات میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ سنّتوں بھری تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' کا وجودِ مَسعود کسی نعمتِ غیر مُتَرَقَّبہ سے کم نہیں۔ دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، آپ بھی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنے، کل بروزِ قیامت پوچھے جانے والے پانچوں سوالات کی تیاری کرنے، ظاہری وباطنی گناہوں سے بچنے، نیکیاں کرنے، پابندِ سنت بننے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا مدنی ذہن بنے گا۔ اس مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں مدنی انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ ترغیب کے لیے ایک بہار پیشِ خدمت ہے:

بابُ المدینہ (کراچی) کے علاقہ کیماڑی میں مُقیم ایک اسلامی بھائی کے بیان کا لُبِّ لُباب ہے: عرصۂ دراز سے میں گناہوں کے مَرَض میں مبتلا تھا، بات بات پر گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا اور دَنگا فساد جیسی ناپسندیدہ حرکتیں میری عادت میں شامل ہو چکی تھیں اور فلمیں ڈرامے دیکھنے، گانے باجے سننے کا شوق تو جُنُون کی حد تک تھا۔ میری توبہ کی سبیل (یعنی راہ) کچھ اس طرح بنی کہ میں ایک بنگلے پر بطورِ ڈرائیور مُلازَمت کرتا تھا، ایک دن کام سے فارِغ ہو کر T.V. روم میں بیٹھ گیا۔ وہاں مجھے بذریعۂ **مَدَنی چینل** سنّتوں بھرا بیان سننے کی سعادت حاصل ہوئی، بیان نے مجھے سر تاپا ہلا کر رکھ دیا، مجھے اپنی گناہوں بھری زندگی پر ندامت ہونے لگی،

میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کی اور راہِ سنّت اپنالی۔ جب مَدَنی چینل پر رَمضانُ المبارک کے 30 دن کے تربیّتی اعتکاف کی رغبت دلائی گئی تو لَبَّیْکَ کہتے ہوئے میں نے 30 دن کے تربیّتی اعتکاف کی نیّت کرلی۔ تادمِ تحریر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس نیّت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے دعوتِ اسلامی کے عالَمی مَدَنی مرکز فیضانِ مدینہ بابُ المدینہ (کراچی) میں اعتکاف کی بَرَکتیں حاصل کررہا ہوں۔ اعتکاف سے فارغ ہوتے ہی میں ہاتھوں ہاتھ یکمشت 12 ماہ کے مَدَنی قافلے میں بھی سفر کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

ایک اہم بات کی وضاحت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہوا کہ کل بروزِ قیامت بندہ اس وقت تک قدم نہیں ہٹا سکے گا جب تک پانچ سوالوں کے جواب نہ دے دے۔ کیا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بھی یہ پانچوں سوالات ہوں گے ؟ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”اس حکم سے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور بعض نیک مسلمان مُستثنیٰ (الگ) ہیں۔ جیسے وہ مسلمان جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔“[1]



”یا الٰہی مغفرت فرما“ کے 15 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 15 مدنی پھول

(1) قیامت کا دن نہایت ہی ہولناک دن ہو گا، کسی کو بھی دم مارنے کی جرأت نہیں ہو گی۔

(2) کل بروزِ قیامت تانبے کی دہکتی ہوئی زمین ہو گی، ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوا ہو گا، لہٰذا قیامت کی ہولناکیوں سے پناہ مانگنی چاہیے۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۳۰۱، تحت الحدیث: ۴۰۷۔

(3) کل بروزِ قیامت جب تک بندہ پانچ سوالوں کے جواب نہ دے دے گا اس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہٹا سکے گا۔

(4) جو شخص پانچ سوالوں کے جوابات دینے میں کامیاب ہو گیا وہ نجات پا کر جنت میں چلا جائے گا اور جو شخص ان پانچ سوالوں کے جوابات دینے میں ناکام ہو گیا وہ سزا کا حق دار ہو گا۔

(5) ہماری زندگی کے لمحات قیمتی اور انمول ہیروں کی طرح ہیں، انہیں ضائع کرنے کی بجائے اِطاعتِ اِلٰہی میں صرف کرنا چاہیے۔

(6) زندگی بہت مختصر ہے، لمبی لمبی امیدیں باندھنے کی بجائے جلدی جلدی نیک اعمال کرتے جائیں، کئی ہنستے بولتے نوجوان دیکھتے ہی دیکھتے موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔

(7) گناہوں کو ترک کر کے نیک اعمال کرنا شروع کر دیجئے مگر نیک اعمال کو فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کیجئے کہ جو کام دکھاوے کے لیے کیا جائے گا وہ کسی کام کا نہیں، اسے رد کر دیا جائے گا۔

(8) ہر مسلمان پر اس کے حسبِ حال عِلمِ دِین حاصل کرنا فرض ہے، خصوصاً بالغ ہوتے ہی ہر مسلمان پر نماز، روزہ اور زکوۃ وغیرہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔

(9) علم وہی نفع بخش ہے جس پر عمل کیا جائے، بغیر عمل کے علم کا صحیح طرح سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

(10) کسبِ حلال عبادت ہے، حلال کھایئے، اپنے آپ کو ناجائز و حرام کھانے سے بچایئے کہ جس کے پیٹ میں ایک لقمہ بھی حرام کا ہو گا وہ جہنم کا حق دار ہو گا۔

(11) اپنے پاکیزہ مال کو اچھی جگہوں پر ہی خرچ کیجئے، ناجائز و حرام جگہوں پر خرچ نہ کیجئے۔

(12) جو مال اچھی جگہوں پر خرچ کیا جائے وہ دنیا و آخرت دونوں میں مفید ہے جبکہ ناجائز و حرام جگہوں پر خرچ کیا گیا مال کل بروزِ قیامت ذِلّت و رُسوائی کا باعث ہو گا۔

(13) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے خرچ کیجئے کہ جو شخص اپنی واہ واہ یا سخی کہلوانے کے لیے خرچ کرے گا کل بروزِ قیامت اسے کوئی اجر نہیں دیا جائے گا بلکہ اُسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔

(14) تمام گناہوں سے بچیے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہری و باطنی تمام گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(15) کل بروزِ قیامت انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام اور جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خصوصی فضل وکرم ہو گا ان سے یہ پانچ سوالات نہیں کیے جائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے بچنے، نیکیاں کرنے، دنیا میں رہتے ہوئے اپنی آخرت کی تیاری کرنے، قیامت کے دن پوچھے جانے والے پانچ سوالوں کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:408

زمین گواہی دے گی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَاَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ﴿یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ ثُمَّ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا: اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا تَقُوْلُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾﴾ (پ۳۰، الزلزال: ۴) (ترجمۂ کنز الایمان: اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔) پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟" صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ جانتے ہیں۔" فرمایا: "بے شک زمین کی خبریں یہ ہیں کہ وہ زمین کل بروزِ قیامت ہر مَرد اور عورت کے اُن اعمال کی گواہی دے گی جو انہوں نے اس کی پیٹھ پر کیے اور وہ زمین کہے گی: تونے فلاں دن یہ عمل کیا اور فلاں دن فلاں کام کیا۔ یہ ہیں اس کی خبریں۔"

تمام گناہوں کا گواہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ ہم نے جس جگہ گناہ کیا ہو گا زمین کا وہ حصہ ہمارے اس گناہ کی گواہی دے گا کہ مجھ پر تونے یہ گناہ کیا تھا، پھر ہمارے پاس کوئی عذر نہ رہے گا۔ لہٰذا جب ہم اکیلے

1 ۔۔۔ ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب: ۷۲، ۴/ ۱۹۴، حدیث: ۲۴۳۷۔

میں گناہ کریں تو یہ نہ سمجھیں کہ کوئی ہمارے گناہ کی گواہی دینے والا نہیں بلکہ قیامت کے دن زمین کا حصہ ہمارے ہر ہر گناہ کا گواہ ہے۔ خواہ ہم نے وہ گناہ ظاہری طور پر کیا ہو یا چھپ کر۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: زمین کی خبریں یہ ہیں کہ وہ گواہی دے گی۔ یعنی زبان سے بولے گی جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے اور اُس دن زمین کو بولنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ یہ ممکن ہے اور بندوں پر اِتمامِ حجت کے لیے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔"[1]

زمین کے علاوہ کیے گئے گناہوں کی گواہی:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو گناہ زمین پر کیا جائے اس کی گواہ تو زمین ہے لیکن جو گناہ سمندر میں، فضا میں یا پہاڑوں پر کیا جائے۔ کیا زمین اس کی گواہی بھی دے گی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "زمین کی پیٹھ عام ہے خود زمین مکان کی چھت، پہاڑ کی چوٹی، سمندر کی سطح، ہوائی جہاز کی سیٹ جہاں بھی کوئی عمل کیا جاوے وہ زمین کی پیٹھ پر ہی ہے کیونکہ پہاڑ بھی زمین پر ہے اور پانی و ہوا بھی زمین پر، ان میں سے جہاں بھی کچھ کیا جاوے وہ زمین کی پیٹھ پر ہی ہے، قبر کو زمین کا پیٹ کہا جاتا ہے اور ظاہری زمین کو زمین کی پیٹھ۔"[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "زمین کی گواہی اس طرح ہوگی کہ وہ کہے گی: فلاں نے میری پیٹھ پر فلاں دن فلاں مہینے میں فلاں نیکی یا فلاں گناہ کیا تھا۔ فرمایا: یہی گواہیاں اس کی خبریں ہیں۔"[3]

زمین کو ہر شخص کی پہچان ہوگی:

حدیثِ پاک میں ہے: "یہ ہیں اس کی خبریں۔" اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ زمین میں حواس ہیں، یہ عمل کرنے والوں کو بھی پہچانتی ہے، ان کے عملوں کو بھی، اس کی یہ جان پہچان تفصیل وار ہے۔ یہ

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الخوف، ۲/ ۳۰۱، تحت الحدیث: ۴۰۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۷۷۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب الحشر، ۹/ ۴۸۴، تحت الحدیث: ۵۵۴۴۔

بھی معلوم ہوا کہ زمین کو قیامت کے دن ہر ایک کی پہچان ہو گی، ان کا ہر عمل یاد ہو گا۔[1]

گناہوں سے بچنے کے دو عظیم نسخے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عموماً بندہ کسی کے سامنے یا کسی کی موجودگی میں کوئی گناہ کرتے ہوئے ڈرتا ہے لیکن تنہائی میں گناہ کرنے پر شیطان اس کو ابھارتا ہے اور پھر اس سے گناہ کرواتا ہے۔ تنہائی میں گناہ سے بچنے کے دو 2 عظیم نسخے پیشِ خدمت ہیں: **(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ دیکھ رہا ہے:** جب بھی نفس وشیطان کی طرف سے تنہائی میں کسی بھی گناہ کرنے کا ارادہ ذہن میں آئے تو فوراً یہ مدنی ذہن بنائیں کہ اگرچہ اس جگہ اور کوئی بھی موجود نہیں ہے یا اس جگہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا لیکن میرا رب تعالیٰ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر کل بروزِ قیامت رب تعالیٰ نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ اے میرے بندے! میں تو تیری خلوت وجلوت دونوں میں تجھے دیکھ رہا تھا، میں تو تیرے ہر اعلانیہ اور خفیہ فعل سے خبردار تھا تو پھر تونے گناہ کیوں کیا؟ تو میں اپنے رب تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اگر یہ مدنی ذہن بن گیا تو گناہوں سے نجات میں بہت مُعاوَنت ملے گی۔ **(2) یہ جگہ گواہی دے گی:** تنہائی میں گناہ سے بچنے کا یہ دوسرا نسخہ اس حدیثِ پاک میں ہی بیان فرمایا گیا ہے کہ جب کسی جگہ تنہائی میں گناہ کرنے کا وسوسہ نفس وشیطان کی طرف سے ذہن میں آئے تو بندہ فوراً یہ مدنی ذہن بنائے کہ اگرچہ اس جگہ کوئی موجود نہیں ہے اور کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا لیکن جس جگہ میں گناہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں کل بروزِ قیامت یہ جگہ تو میرے حق میں یا میرے خلاف رب تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دے سکتی ہے اور اگر خدانخواستہ اس جگہ نے میرے خلاف ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دی کہ "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس شخص نے مجھ پر فلاں وقت میں فلاں گناہ کیا تھا۔" تو میرا کیا بنے گا؟ یقیناً جب سب کے سامنے میرے گناہ کی گواہی دی جائے گی تو شدید ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مدنی گلدستہ

"کریم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

1. ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۷۷۔

(1) کل بروزِ قیامت زمین بھی ہمارے مختلف اعمال کی گواہی دے گی۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کل بروزِ قیامت زمین کو قوتِ گویائی عطا فرمائے گا اور پھر وہ گواہی دے گی۔

(3) سمندر یا فضا میں کیے جانے والے اعمال کی بھی زمین گواہی دے گی کیونکہ یہ سب زمین کی پیٹھ پر ہیں۔

(4) زمین کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حواس عطا فرمائے ہیں کہ وہ ہر عمل کرنے والے اور اس کے مختلف اعمال کو بھی پہچانتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر 409

صور پھونکنے والا فرشتہ تیار ہے

عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: قُوْلُوْا: ﴿حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں کس طرح خوش ہوں حالانکہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور منہ میں لیے کان لگائے بیٹھا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ہو اور وہ صور پھونکے۔“ یہ بات صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر گراں گزری تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے ارشاد فرمایا: ”تم کہو! ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔“

حدیثِ مذکور میں سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی ترغیب دلا رہے ہیں کہ صور پھونکنے والا فرشتہ یعنی حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام بالکل مُستعِد ہیں

---

1 . . . ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب ماجاء فی شان الصور، ۴/۱۹۵، حدیث: ۲۴۳۹۔

اور حُکمِ خُداوندی کے منتظر ہیں بس اشارہ ملنے کی دیر ہے۔ جیسے ہی حکم ملا فوراً تکمیل کریں گے اور صور پھونک دیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ لہٰذا تم لوگ ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہ ہونا اور نیکیوں میں لگے رہنا اور گناہوں سے دور رہنا۔

حضور کی نظریں سب کچھ دیکھتی ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صور پھونکنے والے فرشتے کی حالت کو بیان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نگاہیں سب کچھ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ چنانچہ **مُفَسِّر شہیر، حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت اسرافیل منہ میں صور لیے عرشِ اعظم کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم ملے اور میں بلا تاخیر صور پھونک دوں، جب میری آنکھیں یہ نظارہ کر رہی ہیں تو میرے دل کو چین و خوشی کیسے ہو، ادھر خوف لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کی نظریں سب کچھ دیکھتی ہیں۔“[1]

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا .... جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

رسولِ خدا کا خوفِ خدا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیسا خوفِ خدا رکھنے والے ہیں۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سید المعصومین ہیں۔ یہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں بلکہ پوری کائنات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مالکِ جنت ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو جنت کے سب سے اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے لیکن خوفِ خدا کا یہ عالم ہے کہ فرما رہے ہیں: ”میں کس طرح خوش ہوں۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان خوفِ خدا کے اظہار کے لیے تھا نہ کہ قیامت کے آنے کے اندیشے کی وجہ سے کیونکہ قیامت سے پہلے بہت سی علامات ظاہر ہوں گی پھر قیامت آئے گی۔ چنانچہ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت**

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۰۔

مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ یہ فرمانِ عالی اظہارِ خوف و خشیت کے لیے ہے، اس لیے نہیں کہ ابھی صور پھونک جانے، قیامت آجانے کا اندیشہ ہے۔ قیامت تو اپنے وقت پر آوے گی، اس سے پہلے بہت سی علامات ہوں گی: خروجِ دجال، نزولِ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام وغیرہ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آندھی بادل آنے پر سرکار (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) پر خوف کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے ہیبتِ الٰہی کی وجہ سے۔ اس لیے نہیں کہ عذابِ الٰہی آنے کا اندیشہ ہے، رب تعالٰی وعدہ فرما چکا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (پ ۹، الانفال: ۳۳)[1]

”مرقاۃ“ میں ہے: ”علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ میری زندگی خوشگوار کیسے ہو؟ حالانکہ عنقریب صور پھونکا جانے والا ہے۔ یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کو اپنے منہ میں لے لیا ہے اور وہ اِس انتظار میں ہے کہ اُسے حکم دیا جائے اور وہ صور پھونکے۔“[2]

صور کب اور کس طرح پھونکا جائے گا؟

صور کب پھونکا جائے گا؟ یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے یا پھر اُس کے بتائے سے اُس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے ہیں لیکن قیامت کی نشانیاں جو احادیث میں بیان کی گئی ہیں جب وہ تمام نشانیاں پوری ہو جائیں گی تو قیامت قائم ہونے سے چالیس سال پہلے تمام مسلمان فوت ہو جائیں گے، پھر صور پھونکا جائے گا جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: ”جب (قیامت کی) نشانیاں پوری ہو لیں گی اور مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے سے وہ خوشبودار ہوا گزر لے گی جس سے تمام مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی، اس کے بعد پھر چالیس برس کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کے اولاد نہ ہو گی، یعنی چالیس برس سے کم عُمر کا کوئی نہ رہے گا اور دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے۔ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہو گا، کوئی اپنی دیوار لیستا (پلستر کرتا) ہو گا، کوئی کھانا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۰۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب النفخ فی الصور، ۹/ ۶۲۴، تحت الحدیث: ۵۵۲۷۔

کھاتا ہو گا، غرض لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ دفعۃً (اچانک) حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو صُور پھونکنے کا حکم ہو گا، شروع شروع اس کی آواز بہت باریک ہو گی اور رفتہ رفتہ بہت بلند ہو جائے گی، لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے، آسمان، زمین، پہاڑ، یہاں تک کہ صُور اور اسرافیل اور تمام ملائکہ فنا ہو جائیں گے، اُس وقت سوا اُس واحدِ حقیقی کے کوئی نہ ہو گا، وہ فرمائے گا: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ (پ ۲۴، المومن: ۱۶) آج کس کی بادشاہت ہے؟ کہاں ہیں جبّارین؟ کہاں ہیں متکبرین؟ مگر ہے کون جو جواب دے، پھر خود ہی فرمائے گا: ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (پ ۲۴، المومن: ۱۶) صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے۔"[1]

مشکلات میں پڑھے جانے والے بابرکت کلمات:

حدیثِ مذکور کے آخر میں اس بات کا بیان ہے کہ **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ایک کلمہ پڑھنے کی ترغیب دی کہ یہ کلمہ پڑھیں، اس کلمہ کی بڑی برکتیں ہیں، ہمیں بھی ہر مشکل و مصیبت میں اس کلمے کا وِرد کرتے رہنا چاہیے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ یہ کلمات بڑے مبارک ہیں۔ جب حضرت خلیلُ اللہ (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) نمرود کی آگ میں جا رہے تھے تو آپ کی زبان شریف پر یہ ہی کلمات تھے اور جب صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کو خبر پہنچی کہ کفار ہمارے مقابلے کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی یہ ہی کلمات کہے۔ یہ کلمات مصیبتوں تکلیفوں میں بہت ہی کام آتے ہیں۔ ہر مصیبت میں یہ کلمات پڑھنے چاہییں۔"[2]

رسولُ اللہ کی اُمّت پر شفقت و محبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہاں قُربِ قیامت، حضرت سیدنا اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کے صور پھونکے جانے کا ذکر ہے وہیں اس بات کا بھی بیان ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ... بہارِ شریعت، ۱/ ۱۲۷، حصہ ۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۱۔

اپنی اُمَّت پر کتنے شفیق اور مہربان ہیں، آپ کو اپنی ذات کے لیے قیامت کا کوئی خوف نہیں ہے مگر اپنی امت کے لیے فکر مند ہیں، آپ کو تو کل بروزِ قیامت کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں ہو گا مگر آپ اپنی امت کی پریشانیوں کو لے کر فکر مند ہیں۔ کاش! ہم امتی بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پسند پر اپنی پسند کو قربان کر دیں اور یہی خواہش ہو کہ کاش! میرا مال، میری جان محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آن پر قربان ہو جائے، اُن سے نسبت رکھنے والی ہر چیز دلعزیز ہو، جو خوش بخت ایسی زندگی گزارنے میں کامیاب ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے لئے دُنیا مسخر اور مخلوق کو اُس کے تابع کر دے گا، آسمانوں میں اُس کے چرچے ہوں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خدا و مصطفےٰ کا محبوب بن جائے گا۔

وہ کہ اُس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی .... وہ کہ اُس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا



”نبی کریم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب اور جلال کا مَظہر ہے، ہمیشہ اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

(2) قیامت کی چند نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں جیسے ہی وہ نشانیاں پوری ہوں گی قیامت قائم ہو جائے گی۔

(3) حضرت سیدنا اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام صور پھونکنے کے لیے بالکل تیار ہیں جیسے ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ہو گا فوراً صور پھونک دیں گے اور قیامت واقع ہو جائے گی۔

(4) ہمیں چاہیے کہ ہر وقت نیکیوں میں مصروف رہیں اور ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ڈرتے رہیں۔

(5) قیامت سے چالیس سال پہلے تمام مسلمان فوت ہو جائیں گے اور قیامت کے وقت کوئی بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لیوا زمین پر نہ ہو گا یعنی کفار و مشرکین پر قیامت قائم ہو گی۔

(6) صور پھونکنے کے بعد سب کچھ فنا ہو جائے گا صرف اللہ واحدِ قہار عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہو گی۔

(7) ہر قسم کی مشکل اور مصیبت کے وقت حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قیامت کی سختیوں سے محفوظ فرمائے، قیامت کی تیاری کرنے کی

توفیق عطا فرمائے، کل بروزِ قیامت حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب فرمائے، اور بلا حساب مغفرت فرمائے۔ آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:410

سبق آموز نصیحت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ غَالِیَۃٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ الْجَنَّۃُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ اُس کی اطاعت میں مستعد ہو جاتا ہے اور جو اُس کی اطاعت میں مستعد ہو جاتا ہے وہ منزل کو پالیتا ہے۔ خبردار! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سودا گراں ہے، خبردار! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سودا جنت ہے۔“

اے راہِ آخرت کے مسافر! ہوشیار:

حدیثِ مذکور میں رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک حکیمانہ نصیحت ارشاد فرمائی ہے کہ جس شخص کو طویل سفر درپیش ہو اور راستے میں گھنا جنگل ہو اور اسے معلوم ہو کہ اس جنگل میں دشمن ہیں جو لوٹ مار کرتے اور ہلاک کر دیتے ہیں تو اگر وہ سفر جاری رکھے اور ہوشیار رہے تو وہ دشمنوں سے اپنے آپ کو بچا لیتا اور منزل کو پالیتا ہے اور جو غفلت کی نیند سو جائے تو دشمن اسے آلیتا ہے اور اس کا مال لوٹ لیتا ہے تو عقلمند کو چاہیے کہ وہ رات میں بھی سفر جاری رکھے اور دشمن اور اس کے چیلوں سے ہوشیار رہے۔ چنانچہ اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ مثال حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخرت کا سفر طے کرنے والے مسافر کے لیے بیان فرمائی ہے۔ بے شک شیطان راستے میں گھات لگائے بیٹھا ہے، نفس اور اُس کی باطل آرزوئیں شیطان کی مدد گار ہیں، پس اگر

---

1 . . . ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق، باب: ۸۳، ۴/۲۰۴، حدیث: ۲۴۵۸۔

انسان جاگتا رہے، سفر کرتا رہے اور اِخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرتا رہے تو وہ شیطان، اس کے مکر و فریب اور اُس کے مددگاروں سے بچ جاتا ہے۔“[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا، ورنہ مارا جاتا ہے، لُٹ جاتا ہے۔ شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے، ہم دنیا میں راہِ آخرت طے کرنے والے مسافر، ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے، یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لُٹ جاؤ گے۔“[2]

آخرت کے لیے تدبیر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں ہمیں بتادیا گیا کہ شیطان ہمارے راستے میں گھات لگائے بیٹھا ہے اور نفس اس کا مددگار و معین ہے اور ہماری منزل آخرت کا حصول ہے۔ لیکن دشمن کا علم ہو جانا کافی نہیں بلکہ اس سے بچنے کے لیے ہمیں تدبیر کرنی پڑے گی، اخروی نعمتوں کا حصول اتنا آسان نہیں اس کے لیے فکر آخرت کرنی پڑتی ہے۔ حدیث میں بھی ہماری اسی طرف رہنمائی کی گئی۔ چنانچہ اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”پھر راہِ آخرت کے مسافر کے لیے یہ راہنمائی کی گئی کہ راہِ آخرت پر چلنا بہت دشوار ہے اور آخرت میں کامیابی کا حصول بہت مشکل کام ہے یہ تھوڑی سی کوشش سے حاصل نہیں ہوتی اس کے لیے خوب کوشش کرنا پڑتی ہے۔“[3]

نفس و شیطان کی مکاریاں اور اُن کا علاج:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نفس و شیطان بہت ہی مکار ہیں، یہ اپنی مکاریوں کے ذریعے ہمیں گناہوں کی دلدل میں دھنسا کر، ہم سے نیک اعمال چھڑوا کر ہماری آخرت کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، نفس و شیطان کی مکاریوں سے بچنے کے لیے ان کی مکاریوں کو جاننا بہت ضروری ہے۔ نفس و شیطان کی 10 مکاریوں کی نشاندہی اور ان کا علاج بھی پیشِ خدمت ہے:

---

1 ... شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، ۱۰/ ۲۴، تحت الحدیث: ۵۳۴۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۵۔

3 ... شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، ۱۰/ ۲۴، تحت الحدیث: ۵۳۴۸۔

(1)عِلمِ دِین سے دور کر دینا: نفس وشیطان کا ایک سب سے بڑا وار یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ بندے کو علم دِین سے دور کر دیتا ہے تاکہ بندہ نہ تو گناہوں کی مَعرفت حاصل کرکے ان سے بچنے کی کوشش کرے اور نہ ہی نیکیوں کی معلومات حاصل کرکے ان کو بجالانے کی سعادت حاصل کرسکے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ حصولِ علم میں مَصروف ہوجائے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر روز مرہ کے مسائل کو سیکھنے کی کوشش کرے، ہر ہر معاملے میں شرعی راہنمائی لینے کا مدنی ذہن بنائے۔

(2)بُری صحبت میں مبتلا کر دینا: انسان کی تباہی وبربادی کی پہلی سیڑھی بُری صحبت میں مبتلا ہونا ہے۔ کیونکہ صحبت اثر رکھتی ہے، بندہ اچھوں کی صحبت میں رہ کر اچھا بن جاتا ہے اور بُروں کی صحبت میں رہ کر بُرا۔ نفس وشیطان کا یہ بہت بڑا وار ہے کہ وہ بُرے دوستوں کی صحبت میں مبتلا کر دیتا ہے جس کے سبب بندے کی دنیا وآخرت دونوں تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اُن تمام لوگوں سے بچے اور دُور رہے جو اسے گناہوں کی طرف مائل کریں، گناہوں کی طرف بلائیں، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔

(3)خواہشات میں مبتلا کر دینا: جب بندہ جائز وناجائز کی پرواہ کیے بغیر خواہشات کی بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے تو پھر اسے حلال وحرام کی تمیز نہیں رہتی، بس پھر اسے یہی دھن لگی رہتی ہے کہ بس کسی طرح میری فلاں خواہش پوری ہوجائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے دنیا میں آنے کے مقصد کو پیش نظر رکھے کہ مجھے دنیا میں عیش عشرت کے لیے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، لہٰذا مجھے اپنی ضروریات کو پورا کرنا ہے اور فقط جائز خواہشات کو دیکھنا ہے۔ ناجائز خواہشات سے دور رہنا ہے۔

(4)لمبی لمبی امیدوں میں لگا دینا: جب بندہ لمبی لمبی امیدیں باندھنا شروع کر دیتا ہے تو وہ آخرت سے غافل ہوجاتا ہے اور یہی نفس وشیطان کا مقصود ہے کہ بندے کو کسی طرح اس کی آخرت سے غافل کر دیا جائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ لمبی لمبی امیدیں لگانے کی بجائے جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کی اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنا آخرت کی تیاری میں مشغول ہوجائے۔

(5)محاسبہ نہ کرنے دینا: پوچھ گچھ اور حساب کتاب ایک ایسا اصول ہے جس کے ذریعے دنیا کے بڑے بڑے معاملات بالکل درست طریقے سے چلتے ہیں، جب بندہ اپنا محاسبہ کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اسے اس بات کا

احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کی زندگی کے قیمتی اور انمول لمحات نیکیوں میں صَرف ہونے کی بجائے گناہوں میں ضائع ہو رہے ہیں۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ روزانہ رات کو سونے سے قبل اپنے پورے دن کا محاسبہ کرے کہ آج میں نے کون کون سے نیک کام سر انجام دیے ہیں، اگر نہیں دیے تو اس کی وجوہات پر غور وفکر کرے۔

(6) اچھے لوگوں کی صحبت سے دُور کر دینا: جب بندے کو نفس و شیطان اچھے لوگوں کی صحبت سے دور کر دیتے ہیں تو بندہ خود بخود گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے، بُرے لوگوں کی صحبت سے اپنے آپ کو دُور رکھے۔

(7) گناہوں کی محبت پیدا کر دینا: نفس و شیطان کا بندے کی آخرت تباہ کرنے کا ایک خطرناک وار یہ بھی ہے وہ اس کے دل سے گناہوں کی نفرت کو ختم کر دیتے ہیں، یقیناً یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ بندہ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے اور ان گناہوں میں دھنستا ہی چلا جائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرے، قبر کے عذابات کو یاد کرے، قیامت کی ہولناکیوں کو پیش نظر رکھے، یہ مدنی ذہن بنائے کہ دنیا میں چھوٹی سی تکلیف برداشت نہیں کر پاتا تو کل بروزِ قیامت گناہوں کے سبب ملنے والے جہنم کے عذاب کو کس طرح برداشت کر پاؤں گا؟

(8) نیکیوں سے متنفر کر دینا: جب بندے کے دل میں گناہوں کی محبت پیدا ہو جائے تو یقیناً وہ نیکیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے کیونکہ نیکی اور گناہ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ نفس و شیطان نیکیوں کے بارے میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کر کے بندے کے دل سے نیکیوں کی محبت کو ختم کر کے نفرت کو پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ نیک لوگوں کی صحبت کو اختیار کرے کیونکہ جیسی صحبت ویسا اثر، جب نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے گا تو اسے نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت ہو جائے گی۔

(9) ناشکری کی عادت ڈال دینا: ناشکری ایک ایسی وبا ہے جو کئی بیماریوں کی جڑ ہے، جب بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرتا ہے تو اَوّلاً اس سے ان نعمتوں کو چھین لیا جاتا ہے اور پھر بندہ کئی باطنی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ نعمتوں کے زوال کو پیش نظر رکھے کہ اگر میں نے ان کا شکر ادا نہ کیا تو یہ نعمتیں ہو سکتا ہے مجھ سے چھین لی جائیں، نیز جن لوگوں کے پاس یہ

نعمتیں نہیں ہیں اُن کے اَحوال پر غور وفکر کرے، اپنے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف پیدا کرے۔

(10) غفلت میں مبتلا کر دینا: چور کا ایک بہت بڑا ہتھیار غفلت بھی ہے یعنی جب مالک اپنے مال سے غافل ہو جاتا ہے تو چور اس کے مال کو چرا لیتا ہے، اسی طرح نفس وشیطان بھی بندے کو غافل کر دیتے ہیں اور جیسے ہی وہ غافل ہوتا ہے تو اس کی سب نیکیوں اور سب سے قیمتی دولت ایمان پر ڈاکہ ڈال دیتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو غافل لوگوں سے دُور رکھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول رکھے کہ جو بندہ ذِکرُ اللہ سے غافل ہوتا ہے تو وہ غافل کر دیا جاتا ہے، نیز اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے کہ اللہ والے بھی اللہ سے ملا دیتے ہیں، اور غافل دِلوں کو جگا دیتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جنت بہت قیمتی ہے:

واضح رہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی قیمت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے جنت بہت ہی اعلیٰ اور قیمتی ہے اس لیے اس کی قیمت بھی بہت اعلیٰ ہے اور اس کی قیمت نیک اور خالص اعمال ہیں۔ لہٰذا اگر جنت کو پانا ہے تو اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنا ہوں گے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”خبر دار! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سودا گراں ہے۔“ یعنی اس کی قدر و منزلت بہت بلند ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سودا جنت ہے جو کہ بلند ہے اور باقی رہنے والی ہے اور اُس کی قیمت خالص اعمال ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ (پ ۱۵، الکہف: ۴۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور باقی رہنے والی اچھی باتیں اُن کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس فرمانِ عالی میں اس آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، ۱۰ / ۲۴، تحت الحدیث: ۵۳۴۸۔

جنت سودا ہے، ربّ تعالیٰ فروخت فرمانے والا ہے، ہم خریدار ہیں، ہمارے مال و جان اس سودے کی قیمت ہے، اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تَعَالٰی خریدار ہے، ہمارے جان و مال سودے ہیں، جنت اس کی قیمت ہے، اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جاوے تو سستا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے:

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا .... ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دیدے فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر ہر کرم کریمانہ ہوتا ہے۔"[1]

ہم سب مسافر ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس دنیا میں ہم سب مسافر ہیں، اس لیے ہمیں ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنی چاہیے۔ مسافر اپنے مال و متاع کے بارے میں غفلت نہیں برتتا، بلکہ ہر وقت ڈاکوؤں اور راہزنوں سے ہوشیار رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہم راہِ آخرت کے مسافر ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بس اپنی آنے والی منزل کی فکر کریں اس کے بارے میں سوچیں اور اس کی تیاری کریں اور اپنی سب سے قیمتی دولت یعنی ایمان کو شیطان اور اس کے چیلوں سے بچائیں کیونکہ اگر ہم نے ذرا بھی غفلت برتی تو یہ شیطان اور اس کے چیلے ہمارا ایمان لوٹ لیں گے اور پھر ہمارے پاس کچھ نہ ہو گا سوائے پچھتاوے کے۔ کیونکہ آخرت کی منزل کو وہی پائے گا جس کے پاس ایمان ہو گا اور جنت میں بھی اسی کو داخلہ ملے گا جو صاحبِ ایمان ہو گا۔ جسے رب تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گی۔ ہمارے اسلاف بھی ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے میں ہی لگے رہتے تھے۔ چنانچہ،

رب تعالیٰ کو راضی کر لو!

مروی ہے کہ حضرت سیدتنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کا معمول تھا کہ جب رات ہوتی اور سب لوگ سو جاتے تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتیں: **"اے رابعہ! ہو سکتا ہے یہ تیری زندگی کی آخری رات ہو، ہو سکتا ہے کہ تجھے کل کا سورج دیکھنا نصیب نہ ہو چنانچہ اٹھ اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کر لے تاکہ کل**

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۵۔

قیامت میں تجھے ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے، ہمت کر، سو نا مت، جاگ کر اپنے رب کی عبادت کر۔"

یہ کہنے کے بعد آپ اٹھ کھڑی ہوتیں اور صبح تک نوافل ادا کرتی رہتیں۔ جب فجر کی نماز ادا کر لیتیں تو اپنے آپ کو دوبارہ مخاطب کر کے فرماتیں: **"اے میرے نفس! تجھے مبارک ہو کہ گذشتہ رات تو نے بڑی مشقت اٹھائی لیکن یاد رکھ کہ یہ دن تیری زندگی کا آخری دن ہو سکتا ہے۔"** یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو جاتیں اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اُٹھ کر گھر میں ٹہلنا شروع کر دیتیں اور ساتھ ساتھ خود سے فرماتی جاتیں: **"رابعہ! یہ بھی کوئی نیند ہے، اس کا کیا لطف؟ اسے چھوڑ دو اور قبر میں مزے سے لمبی مدت کے لئے سوتی رہنا، آج تو تجھے زیادہ نیند نہیں آئی لیکن آنے والی رات میں نیند خوب آئے گی، ہمت کرو اور اپنے رب کو راضی کر لو۔"** اس طرح کرتے کرتے آپ نے پچاس 50 سال گزار دیے کہ آپ نہ تو کبھی بستر پر دراز ہوئیں اور نہ ہی کبھی تکیہ پر سر رکھا یہاں تک کہ آپ انتقال کر گئیں۔[1]

اندھیری قبر کا دل سے نہیں نکلتا ڈر .... کروں گا کیا جو تو ناراض ہو گیا یارب
گناہگار ہوں میں لائق جہنم ہوں .... کرم سے بخش دے مجھ کو نہ دے سزا یارب
رہائی مجھ کو ملے کاش نفس و شیطاں سے .... ترے حبیب کا دیتا ہوں واسطہ یارب
میں کر کے توبہ پلٹ کر گناہ کرتا ہوں .... حقیقی توبہ کا کر دے شرف عطا یارب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"فکر آخرت" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) جسے حقیقی خوفِ خدا نصیب ہو جاتا ہے وہ رب تعالیٰ کی اِطاعت میں لگ جاتا ہے۔

(2) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں لگ جاتا ہے وہ حقیقی طور پر کامیاب ہو جاتا ہے۔

---

1 . . . خوف خدا، ص ۹۴ بحوالہ حکایات الصالحین، ص ۳۹۔

(3) سمجھدار وہی ہے جو اپنے سفر کو بھی جاری وساری رکھے اور اس سفر میں آنے والی تمام مشکلات، اس راہ میں بیٹھے چوروں اور لٹیروں سے بھی ہوشیار رہے۔

(4) نفس وشیطان بہت عیار ومکار ہیں، ان کی عیاری ومکاری کی معلومات حاصل کرکے ان سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہیے ورنہ آخرت کے تباہ وبرباد ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔

(5) ایمان ہماری سب سے قیمتی شے ہے، ہمارا حقیقی سرمایہ ہے، شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے، جو ہر وقت ایمان کو لوٹنے کے درپے ہے، لہٰذا اپنے دل میں خوف خدا پیدا کیجئے، گناہوں کو ترک کرکے نیکیوں میں مصروف ہو جائیے اور شیطان مردود سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگئے۔

(6) جنت رب تعالیٰ کی رضا اور اس کے فضل ورحمت سے ہی ملے گی، اگر جنت کو پانا ہے تو اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیے اور رب تعالیٰ کی رضا کے لیے نیک اَعمال میں مصروف ہو جائیے۔

(7) جنت بہت ہی اعلیٰ اور قیمتی ہے اس لیے اس کی قیمت بھی بہت اعلیٰ ہے اور اس کی قیمت نیک اور خالص اعمال ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قبر وآخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری مغفرت فرمائے اور ہمیں جنت الفردوس میں پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:411

مَحْشَر کا ہولناک دن

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالَ: يَا عَائِشَةُ! اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَلْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ.[1]

---

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، ۴/ ۲۵۳، حدیث: ۶۵۲۷۔

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اُٹھائے جائیں گے۔“میں نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عورتیں اور مرد سب جمع ہوں گے تو بعض بعض کو دیکھیں گے؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! معاملہ اس سے سخت ہے کہ لوگ اس طرف توجہ کریں۔“ایک روایت میں ہے یوں ہے کہ ”معاملہ اس سے سخت تر ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کی طرف دیکھے۔“

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی شان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے دیگر مختلف اُمور کے ساتھ ساتھ اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا شمار ان امہات المؤمنین میں ہوتا ہے جنہیں بارگاہِ رسالت کے علمی فیضان سے وافر حصہ ملا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فقیہہ تھیں، بلکہ بسا اوقات تو اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ سے مختلف مسائل کے متعلق استفسار فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سب سے زیادہ قرب حاصل تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بسا اوقات رسولِ اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کے بعد کسی نہ کسی حکمت کے پیشِ نظر مختلف سوالات کرتی تھیں جن سے اُمّتِ مُسْلِمَہ کو بہت فائدے حاصل ہوتے تھے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی جب سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قیامت کا ہولناک منظر پیش کیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فوراً بے پردگی سے متعلق سوال کیا کہ جب سب لوگ وہاں برہنہ ہوں گے تو کیا ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا بے پردگی کے بارے میں سوال کرنا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طہارت، پاکیزگی اور شریعت کی مضبوط پاسداری پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جو شخص شریعت کی پاسداری نہیں کرتا وہ پھر کسی معاملے میں اس پر غور و فکر بھی نہیں کرتا اور جو پاسداری کرتا ہے وہ ہر ہر معاملے میں غور و فکر کرتا ہے کہ شریعت اس معاملے میں کیا کہتی ہے؟ اُمُّ المؤمنین حضرت

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، ص ١٥٢٩، حدیث: ٢٨٥٩۔

سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا دنیا میں پردہ داری، عفت و پاک دامنی اور شریعت کی ایسی پاسدار تھیں کہ فوراً آپ کے ذہن میں اُخروی پردہ داری کا بھی خیال آگیا۔ سُبْحٰنَ اللہ جو پاک دامنہ آخرت میں بھی پردہ داری کی مدنی سوچ رکھتی ہو وہ دنیا میں کیسی پردہ دار، پاکیزہ، طیبہ اور طاہرہ ہو گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بھی اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی سیرتِ طیبہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اِنہیں بھی پردہ داری کی مدنی سوچ عطا فرمائے۔ آمین

ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا کہ بروزِ قیامت مرد اور عورتیں ایک ساتھ جمع ہوں گے تو پھر تو ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں گے؟ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! قیامت کا معاملہ اس سے زیادہ دشوار ہے کوئی شخص اپنے علاوہ کسی اور کی طرف جان بوجھ کر یا بھولے سے دیکھ سکے۔“ (یعنی اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے ہر کسی کو بس اپنی فکر لاحق ہوگی کسی اور کی طرف دیکھنے کا خیال بھی نہ آئے گا) جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ (پ ۳۰، عبس: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں سے ہر ایک کو اُس دن ایک فکر ہے کہ وہی اُسے بس ہے۔[1]

انبیاء و اولیاء کا حشر عام لوگوں کی طرح نہ ہو گا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا کہ قیامت کے دن سب کا حشر ننگے پاؤں اور برہنہ اور غیر مختون ہو گا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیائے عظام کا حشر بھی اسی طرح ہو گا یہ حضرات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں چنانچہ مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ حالت عام لوگوں کی ہوگی حضرات انبیاء و خاص اولیاء کی یہ حالت نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، نیز

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب الحشر، ۹/۴۷۵، تحت الحدیث: ۵۵۳۶۔

جنات جانوروں کے جمع ہونے کی اور نوعیت ہوگی وہ بھی الناس سے خارج ہیں۔"[1]

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ کے سوال کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا نے جو سوال کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جو اَزواجِ مُطَہَّرات اور اُمَّت کی دیگر پاکباز بیبیاں ہیں جنہوں نے دنیا میں زبردست پردہ کیا کہ کبھی کسی غیر مرد کی نگاہ اُن پر نہ پڑی تو وہ محشر میں بے پردہ یا بلکہ بالکل برہنہ ہو جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الۡحَنَّان فرماتے ہیں: "ربّ تعالٰی پاکباز نیک بیبیوں کی بے پردگی کیوں فرمائے گا؟ وہ مَردوں کے سامنے صرف بے پردہ ہی نہیں بلکہ برہنہ ہوں، بڑا پیارا سوال ہے۔ خیال رہے کہ اَزواجِ مُطَہَّرات اور سیدتنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُنَّ باپردہ اٹھیں گی جیسا کہ عرض کیا گیا کہ وہ خاص اولیاء اللہ میں داخل ہیں۔"[2]

ایک دوسرے پر نظر نہ پڑنے کی وجہ:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت میں لوگوں کا ہجوم ہوگا تو پھر جب سب لوگ برہنہ ہونگے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے پر نظر نہ پڑے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بروزِ قیامت لوگوں پر ایسا خوف اور ہیبت طاری ہوگی کہ کسی کو اپنے سوا کچھ دکھائی ہی نہ دے گا۔ بس ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی کہ کسی طرح میں بخشا جاؤں، میری اس مصیبت سے جان چھوٹ جائے اور میں یہاں سے نجات پا جاؤں۔ بسا اوقات دنیا میں بھی انسان بہت زیادہ ٹینشن میں ہو تو اسے اپنے سامنے کی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ اسی طرح قیامت میں کوئی کسی اور کی طرف نہیں دیکھے گا۔ چنانچہ "مرآۃ المناجیح" میں ہے: "یعنی اس دن جلال و ہیبت حجاب بن جاوے گی کوئی کسی کو نہ دیکھے گا، سب کی نظر آسمان پر ہوگی، قدم زمین پر، آج بھی بڑی آفت میں سامنے والا آدمی پاس کی چیز نظر نہیں آتی۔"[3]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۹۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۹۔

کیا اب بھی ربّ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بظاہر اس حدیثِ پاک میں فقط اس بات کا بیان ہے کہ کل بروز قیامت لوگوں کی جسمانی حالت کیا ہو گی لیکن حقیت میں یہ حدیثِ مبارکہ ہمیں جھنجھوڑ کر جگا رہی ہے اور ہمیں یہ نصیحت فرما رہی ہے کہ دنیا میں بے باکی سے زندگی گزارنے والو۔۔۔! گناہوں پر جری ہونے والو۔۔۔! حقوقُ اللہ کو ضائع کرنے والو۔۔۔! نمازوں میں سستی کرنے والو۔۔۔! نمازیں قضا کرنے والو۔۔۔! جماعت کو ترک کرنے والو۔۔۔! فرضیت کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرنے والو۔۔۔! استطاعت کے باوجود حج ادا نہ کرنے والو۔۔۔! لوگوں کی حق تلفیاں کرنے والو۔۔۔! ناجائز طریقے سے دوسروں کے مال ہڑپ کر جانے والو۔۔۔! جھوٹ بولنے والو۔۔۔! غیبت کرنے والو۔۔۔! بدگمانیاں کرنے والو۔۔۔! چغلی کرنے والو۔۔۔! بہتان لگانے والو۔۔۔! چوری اور ڈاکہ زنی کرنے والو۔۔۔! شراب پینے والو۔۔۔! زنا کرنے والو۔۔۔!

قیامت کے اُس ہولناک منظر کو یاد کرو، جب تمہیں برہنہ پا، برہنہ بدن رب تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا پڑے گا اور اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہو گا، اس دن کی وحشت اور ہولناکی پر غور کرو جس دن حمل والی کا حمل گر جائے گا، لوگ ندامت وشرمندگی کے سبب پسینوں میں ڈبکیاں لگا رہے ہوں گے، وہ کیسا وحشت ناک دن ہو گا کہ جس دن دنیا کی شفیق ماں بھی اپنے بیٹے سے جان چھڑا کر بھاگے گی، باپ جو دنیا میں ہمارے ناز نخرے اٹھاتا تھا اسے بھی اپنی ہی پڑی ہو گی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بڑے بڑے مقرب بندے بھی اس دن ربّ تعالیٰ کے قہر وجلال سے کانپ رہے ہوں۔ جس دن سب پر اپنا انجام آشکار ہو جائے گا، جس دن ہر کوئی ربّ تعالیٰ کے عدل نہیں بلکہ فضل کا طالب ہو گا، دو ہی صورتیں ہوں گی، جنت میں داخلہ یا جہنم میں داخلہ!

کیا اب بھی رب تعالیٰ کو ناراض کرو گے؟ کیا اب بھی گناہوں میں مصروف رہو گے؟ کیا اب بھی نیکیوں پر کمربستہ نہیں ہو گے؟ خوف خدا سے کانپ جاؤ، لرز اٹھو، اپنے تمام سابقہ گناہوں پر ندامت اختیار کر لو، اپنے اعلانیہ، پوشیدہ، صغیرہ، کبیرہ، تمام گناہوں سے توبہ کر لو، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم کر لو، نیکیوں میں زندگی بسر کرنا اپنا مقصد بنا لو، رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار .... تو اچانک موت کا ہوگا شکار
موت آکر ہی رہے گی یاد رکھ .... جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ
کرلے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی .... قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے .... کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قیامت کا دن نہایت ہی ذلت ورسوائی والا دن ہوگا اِلّا یہ کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ محفوظ فرمائے۔

(2) قیامت کے دن لوگوں کا حشر اِس حال میں ہوگا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ ہونگے۔

(3) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اِن سب کا حشر عام لوگوں کی طرح نہ ہوگا۔

(4) کل قیامت میں ازواجِ مُطَہَّرات اور حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ باپردہ اٹھیں گی۔

(5) قیامت کی ہولناکی اور ہیبت سے سب لوگ ایسے بدحواس ہوں گے کہ برہنہ ہونے کے باوجود کسی کی دوسرے پر نظر ہی نہ پڑے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قیامت کی ہولناکیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے محفوظ فرمائے، ہمارا حشر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے ساتھ فرمائے، کل بروز قیامت سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب فرمائے، ہماری بلاحساب مغفرت فرمائے اور جنت میں پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:51

اُمّید کا بیان

خوفِ خدا کے بغیر نفس کے گناہوں پر جری ہونے جبکہ بغیر اُمید کے فقط خوف سے نفس کے مایوس ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کے ساتھ ساتھ اس کی رحمت سے اُمید بھی بہت ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں پچھلی اُمّتوں کی ہلاکت کے واقعات اور اپنے عذابات کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کے بندے اس کے خوف سے گناہوں کو ترک کردیں، وہیں اپنی رحمتِ کاملہ کو بھی جابجا ذکر فرمایا ہے کہ اس کے بندے اس کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے نیک اعمال میں مشغول رہیں۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:﴿ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَیۡءٍ ؕ ﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: ”میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔“ ریاض الصالحین کا یہ باب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ”اُمّید“ رکھنے کے بارے میں ہے۔امام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4آیات اور 28 احادیث کریمہ بیان فرمائی ہیں۔پہلے آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾ (پ ۲۴، الزمر: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مذکورہ آیتِ طیبہ کے سببِ نزول میں اختلاف ہے، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعض مشرکینِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت سَیِّدُنا وحشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی۔ چنانچہ (1) اِمَام اَبُو جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ اس سے مشرکین مراد ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا کہ: ”ہم کس طرح ایمان لے

آئیں حالانکہ ہم نے شرک کیا، زنا کیا اور ناحق قتل کیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِن کاموں کے کرنے والے سے آگ یعنی جہنم کا وعدہ کیا ہے تو جو کچھ اَعمال ہم کر چکے ہیں اُن کے ہوتے ہوئے ایمان ہمیں کیا نفع دے گا؟‘‘ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اہلِ مکہ نے کہا: ’’محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کہتے ہیں جس نے بتوں کی پوجا کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا، کسی جان کو ناحق قتل کیا تو اُس کی مغفرت نہیں ہوگی تو پھر ہم کیسے ہجرت کریں اور کیسے اسلام قبول کریں؟ ہم نے تو بتوں کی پوجا بھی کی ہے، ناحق قتل بھی کیے ہیں اور شرک بھی کیا ہے؟‘‘ اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔‘‘[1] **(2)** اِمام **اَبُو مُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ’’حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وحشی کی طرف اِسلام کی دعوت بھیجی تو وحشی نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ایک مکتوب بھیجا جس میں لکھا: ’’آپ مجھے اپنے دِین کی طرف کیسے بلا سکتے ہیں؟ حالانکہ آپ تو کہتے ہیں کہ جس نے قتل کیا یا شرک کیا یا زنا کیا تو وہ عذاب پائے گا اور اس کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا اور میں یہ تمام کام کر چکا ہوں۔‘‘ اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا﴾ (پ۱٦، مریم: ٦٠) ترجمۂ کنزالایمان: ’’مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔‘‘ پھر وحشی نے کہا: ’’یہ بہت سخت شرط ہے شاید میں اس شرط کو پورا نہ کر سکوں اس کے علاوہ کوئی صورت ہے؟‘‘ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ (پ۵، النساء: ٤٨) ترجمۂ کنزالایمان: ’’بے شک **اللہ** اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔‘‘ تو وحشی نے کہا: ’’میں نہیں جانتا کہ وہ مجھے بخشے گا یا نہیں۔‘‘ پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی جس میں رحمتِ الٰہی سے مایوسی کی ممانعت کا بیان ہے۔ تو وحشی نے کہا: ’’ہاں اب ٹھیک ہے۔‘‘ پھر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے۔‘‘[2]

---

1 ۔۔۔ تفسیر طبری، پ ۲۴، الزمر، تحت الآیۃ: ۵۳، ۱۱ / ۱۴۔

2 ۔۔۔ تفسیر بغوی، پ ۲۴، الزمر، تحت الآیۃ: ۵۳، ۴ / ۷۲۔

حضرت سَیِّدُنا وحشی کون تھے؟

حضرت سَیِّدُنا وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہی صحابی ہیں جنہوں نے اسلام لانے سے قبل جنگ بدر میں حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سَیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کیا تھا، بعد میں جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسلام لے آئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنے سامنے آنے سے منع فرمادیا تھا، کیونکہ انہیں دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے چچا یاد آجایا کرتے تھے۔ یقیناً حضرت سیدنا وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے یہ ایک نہایت ہی دشوار اور تکلیف دہ امر تھا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عہد خلافت میں کفار ومرتدین کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں سے ایک اہم جنگ ''جنگ یمامہ'' بھی ہے جو نبوت کے جھوٹے دعویدار ''مسیلمہ کذاب'' اور اس کے متبعین کے خلاف لڑی گئی، اس جنگ میں مسلمانوں کو بھی کثیر حفاظ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شہادت کے سبب بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس جنگ میں حضرت سَیِّدُنا وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی شریک ہوئے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار ''مسیلمہ کذاب'' آپ ہی کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے بعد سَیِّدُنا وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے: ''اگر میں نے (اسلام لانے سے قبل) خَیْرُ النَّاس (یعنی حضرت سَیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کو شہید کیا ہے تو (اسلام لانے کے بعد) شَرُّ النَّاس (یعنی مسیلمہ کذاب) کو بھی قتل کیا ہے۔''[1]

(2) ناشکرا سزا کا مستحق ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۲، سبا: ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے۔

مذکورہ آیت میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ناشکروں کو ہی سزا دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان اس کا شکر ادا کریں انہیں سزا نہ ملنے کی امید ہے۔ چنانچہ ''روح البیان'' میں ہے: ''یعنی ہم ایسی سزا

1 ... فیضان صدیق اکبر، ص۳۸۸۔

صرف اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکری میں حد سے گزر جاتا ہے۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ شکر گزار مؤمن اپنے شکر کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پالیتا ہے جیسے یقین، تقویٰ، صدق، اخلاص، توکل، اچھے اخلاق وغیرہ اور ناشکرا انسان اپنی ناشکری کی وجہ سے اِن نعمتوں کو کھو دیتا ہے۔"[1]

"دلیل الفالحین" میں ہے: "اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مؤمنوں کو اُن کے شرفِ ایمان کی وجہ سے اس طرح سزا نہیں دی جائے گی (یعنی اس میں ایک طرح سے مسلمانوں کے لیے بخشش کی امید ہے)۔"[2]

(3) ماننے والے پر عذاب نہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے۔

اس آیت میں بھی مسلمانوں کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بچنے کی امید ہے کہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دِین کی تصدیق کرے اور اس سے اِعراض نہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب اس کے لیے نہیں ہے بلکہ عذابِ الٰہی کا وہی مستحق ہے جو دین کو جھٹلائے اور اُس سے اِعراض کرے۔ چنانچہ اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "جان لو بے شک یہ آیت اس بات کی مضبوط ترین دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے کہ مؤمن کو ہمیشہ عذاب نہیں ہوگا کیونکہ آیت میں عذاب پر الف لام داخل ہے جو کہ یا تو اِستغراق کا ہے یا پھر ماہیت کا اور دونوں صورتوں میں اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ عذاب اسی کو ہوگا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دِین کو جھٹلائے اور اَعراض کرے تو ضروری ہوا کہ جو تکذیب واِعراض نہ کرے اُسے عذاب نہ ہو اور اِس آیت کا ظاہر اِس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ بعض اوقات اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی مسلمان کو ترکِ عمل پر عذاب نہیں دے گا۔"[3]

---

1. . . تفسیر روح البیان، پ۲۲، سبا، تحت الآیۃ: ۱۷، ۷/۲۸۴۔
2. . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/۳۰۶۔
3. . . تفسیر کبیر، پ۱۶، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۴۸، ۸/۵۵۔

’’تفسیرِ قرطبی‘‘ میں ہے: ’’عذاب یعنی دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں جہنم میں ہمیشگی اُن کے لیے ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبیوں کو جھٹلائے اور ایمان سے اِعراض کرے۔ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ آیت مُوَحِّدِین کے لیے اُمید ہے کیونکہ انہوں نے نہ تو تکذیب کی اور نہ ایمان سے اِعراض کیا۔‘‘[1]

(4) اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہم گناہ گاروں کے لیے بہت ہی بڑا آسرا ہے، اس نے فرمادیا ہے کہ اس کی رحمت بہت وسیع ہے اس میں بڑے بڑے گنہگاروں کی بخشش کا سامان ہے۔ ’’تفسیرِ روح البیان‘‘ میں ہے: ’’میری رحمت اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ دنیا میں ہر شے یعنی مؤمن و کافر اور مکلف و غیر مکلف کو پہنچتی ہے، دنیا میں ہر مؤمن و کافر پر رحمتِ الٰہی اور اس کی نعمتوں کے آثار نمایاں ہیں البتہ آخرت میں اہل ایمان کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اسی آیت میں ارشاد ہے کہ: ’’تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔‘‘[2]

برائیوں پہ پشیماں ہوں رحم فرمادے .... ہے تیرے قہر پہ حاوی تری عطا یارب
نہیں ہے نامۂ عطار میں کوئی نیکی .... فقط ہے تیری ہی رحمت کا آسرا یارب

شیطان کو بھی بخشش کی امید:

’’تفسیرِ قرطبی‘‘ میں ہے: ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اس آیت میں عموم ہے۔ یعنی رحمتِ الٰہی کی کوئی انتہاء نہیں جو بھی اس میں داخل ہو جائے وہ کم نہیں ہو سکتی۔ ایک قول یہ ہے کہ مخلوق میں سے ہر شے کو اس کی رحمت گھیرے ہوئے ہے حتی کہ چوپائے بھی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں اس آیت کی وجہ سے

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ١٦، طه، تحت الآیة: ٤٨، ٦/ ١٠٠، الجزء الحادی عشر۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ٩، الاعراف، تحت الآیة: ١٥٦، ٣/ ٢٥١۔

ہر چیز نے رحمتِ الٰہی کی امید کی حتی کہ شیطان نے بھی رحمت کی امید کی، اس نے کہا کہ میں بھی شے ہوں، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (اسی آیت میں) فرمایا: ”عنقریب میں نعمتوں کو اُن کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں۔“ تو یہود و نصاریٰ نے کہا: ”ہم بھی ڈرتے ہیں۔“ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (اگلی آیت میں) فرمایا: ”وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔“ پس اب یہ آیت کے عموم سے نکل گئے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت اِس اُمت کے لیے لکھ دی ہے۔“[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 412

ایمان والا جنت میں جائے گا

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ مَنْ شَہِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِنْہُ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ عَلٰی مَا کَانَ مِنَ الْعَمَلِ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِم: مَنْ شَہِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس کے عمل جیسے بھی ہوں۔“ مسلم شریف کی ایک روایت میں یوں ہے: ”جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اللہ

---

1. . . . تفسیر قرطبی، پ ۹، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۶، ۴/ ۲۱۳، الجزء السابع۔
2. . . . بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ: یااھل الکتاب لا تغلوفی دینکم، ۲/ ۴۵۵، حدیث: ۳۴۳۵۔
3. . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، ص ۳۶، حدیث: ۲۹۔

عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر آگ (یعنی جہنم) کو حرام فرمادے گا۔"

مذکورہ حدیث کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے رسول، حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر ایمان رکھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اُس کے اعمال جیسے بھی ہوں، اِس حدیث میں اس شخص کے لیے بخشش کی بہت بڑی امید ہے جو ایمان کے ساتھ اِس دنیا سے چلا جائے اگرچہ وہ گناہ گار ہو، اس نے بہت گناہ کیے ہوں پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بالآخر جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔

کیا مسلمان جہنم میں نہیں جائیں گے؟

معلوم ہوا کہ جس نے حدیث میں مذکور باتوں کی گواہی دی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوف مَنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: "جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دے یا تو ابتدا میں (رحمتِ الٰہی سے بغیر حساب و کتاب کے) جنت میں داخل ہو گا یا پھر اپنے گناہوں کی سزا پا کر (گناہوں سے) پاک ہو کر داخل ہو گا۔ بہر حال مؤمن جنت میں داخل ضرور ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ کوئی بھی گناہ گار مؤمن جہنم میں جائے گا ہی نہیں؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو معاف کر دیا جائے گا لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ گناہ گار مسلمان جہنم میں جائیں گے اور سزا پوری ہونے سے قبل انہیں معاف کر دیا جائے گا۔"[1]

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مرا وہ قطعاً ہر حال میں جنت میں داخل ہو گا (ہاں اس کے دخول میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ) اگر وہ گناہوں سے محفوظ رہا، یا گناہ تو ہوئے لیکن اُس نے شرک و کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کر لی اور پھر توبہ کے بعد کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور جہنم میں بالکل نہیں جائیں گے اور جس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں گے اور پھر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت پر ہے، اگر وہ چاہے

1 . . . فیض القدیر، حرف المیم، ٦/٢٠٥، تحت الحدیث: ٨٧٧١ ملتقطاً۔

تو اسے معاف فرما کر جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے، پھر جنت میں داخل فرما دے، بہر حال جو بھی ایمان پر مرا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اگرچہ اس نے گناہ کیے ہوں جیسے کوئی بھی کافر کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا (اگرچہ بظاہر اس نے جتنی بھی نیکیاں کی ہوں)۔[1]

نیکیاں ضروری ہیں:

حدیث پاک میں ہے کہ ایمان والے شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس کے اعمال کیسے بھی ہوں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اب نیک اعمال کی ضرورت نہیں کیوں کہ بے شک جنت میں داخلہ ایمان کی بنیاد پر ہی ہوگا لیکن جنت میں مراتب اَعمال کے مطابق ہی ملیں گے جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اعلیٰ درجے میں ہوگا اور جس کی نیکیاں کم ہوں گی وہ ادنیٰ درجے میں ہوگا جیسا کہ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اعلیٰ درجے کے متقی کو جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور ادنیٰ متقی کو وہاں کا ادنیٰ مقام، یہ اُن لوگوں کے لئے ہے جنہیں جنت کسب سے ملے، جو دوسروں کے طفیل جنت میں جائیں گے وہ اُن کے ساتھ رہیں گے جیسے مسلمانوں کے شیر خوار بچے اور بیویاں۔ لہٰذا حضرت ابراہیم ابنِ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اَزواجِ پاک جنت میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ہوں گے۔ خیال رہے کہ جنت میں داخلہ ایمان کی بنا پر ہوگا، وہاں کے مَراتبِ اَعمال کے مطابق۔ جنت کا داخلہ تین طرح کا ہے کَسبی، وَہبی، عطائی یہاں کَسبی کا ذکر ہے۔"[2]

بڑے دھوکوں میں سے ایک دھوکہ:

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: "میرے نزدیک بڑے دھوکوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی مغفرت کی امید رکھتے ہوئے بغیر کسی ندامت کے گناہوں میں مشغول رہے اور عبادت کے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کی امید رکھے اور جہنم کا بیج بو کر جنت کی کھیتی کا منتظر رہے اور گناہوں کے ارتکاب کے باوجود اطاعت گزاروں کے گھر کا طالب رہے، نیز بغیر عمل کے ثواب کا انتظار کرے اور

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، ۱ / ۲۱۷، الجزء الاول ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱ / ۴۹۔

زیادتی کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تمنا رکھے۔‘‘ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ شعر پڑھا:

تَرْجُوا النَّجَاۃَ وَلَمْ تَسْلُکْ مَسَالِکَهَا .... اَنَّ السَّفِیْنَۃَ لَا تَجْرِیْ عَلَی الْیَبَسِ

ترجمہ: ’’تم نجات کی امید تو رکھتے ہو مگر اس کے راستوں پر نہیں چلتے، یقیناً کشتی خشکی پر نہیں چلا کرتی۔‘‘[1]

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا ذِکر خاص کیوں؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضرت سَیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کا ذکر خاص طور پر فرمایا، باقی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ذکر نہیں فرمایا گیا، دراصل خاص اُن کا ذکر یہود و نصاریٰ کا رد کرنے کے لیے ہے۔ چنانچہ اسی حدیث پاک کے تحت ’’مرآۃ المناجیح‘‘ میں ہے: ’’یہ فرمان نہایت جامع ہے۔ عیسائی جناب مسیح کو خدا کا بیٹا اور بی بی مریم کو ربّ کی بیوی کہتے تھے۔ یہودی جناب مسیح کی نبوت کے بھی انکاری تھے اور پاک بتول مریم کو تہمت لگاتے تھے۔ اس ایک کلمہ میں دونوں کی نفیس تردید ہوگئی۔ زمانہ موجودہ کے قادیانی آپ کو یوسف نجار کا بیٹا کہتے ہیں اور حضرت مریم کا نکاح ان سے ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ان کی بھی اعلیٰ تردید ہے کہ اگر جناب مسیح باپ کے بیٹے ہوتے تو اسی طرف آپ کی نسبت ہوتی، قرآن نے بھی انہیں عیسٰی بن مریم فرمایا حالانکہ فرماتا ہے: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ﴾‘‘[2] (پ ۲۱، الاحزاب: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: ’’انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔)

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ:

حدیثِ پاک میں حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو **کلمۃُ اللہ** کہا گیا ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ’’خیال رہے کہ جناب مسیح کا لقب کَلِمَۃُ اللہ ہے یا اس لیے کہ آپ کی پیدائش کلمۂ کُنْ سے ہے۔ ربّ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ﴾۔۔۔ الخ، آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو کَلِمَۃُ اللہ اس لیے نہیں کہتے کہ ان کے جسم کی پیدائش مٹی سے ہے، صرف روح پھونکنا کلمۂ کُنْ سے، ربّ فرماتا ہے: ﴿فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ﴾

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۴۱۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۹۔

مگر جنابِ مسیح کا جسم اور روح سب کُنْ سے نطفہ، علقہ، مضغہ کچھ نہیں۔ یا اس لیے کہ جنابِ مسیح از سرتا پا اللہ کی حجت ہیں گویا سراپا کلمہ ہیں۔ یا اس لیے کہ آپ ایک کلمہ دم کر کے بیماروں کو تندرست، مُردوں کو زندہ کرتے تھے (اس سے بزرگوں کی جھاڑ پھونک ثابت ہوئی) یا اس لیے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا کہ کہا: ﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﴾۔[1]

کرلے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت واقعی بہت بڑی ہے یہ اس کا کرم اور اس کا فضل عظیم ہے کہ وہ ہم گناہ گاروں کو ہمیشہ جہنم میں نہیں جلائے گا بلکہ بعض کو اپنے فضل و کرم سے بلا حساب، بعض کو سزا پوری ہونے سے پہلے اور بعض کو سزا پوری کرنے کے بعد بالآخر جنت میں ہی داخل فرمائے گا اگر وہ گناہ گار مسلمانوں کو بھی ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیتا تو ہم جیسے گنہگاروں کا کیا ہوتا؟ آیئے! اپنے پاک پروردگار کی بارگاہ میں توبہ کر لیجئے، اپنے گناہوں پر ندامت اختیار کر لیجئے، آئندہ نیکیاں کرنے کا عزمِ مُصَمَّم کر لیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ رب تعالیٰ ہماری بھی مغفرت فرما دے گا، ہمیں بھی بلا حساب داخلِ جنت فرما دے گا۔

کرلے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی .... قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

ایک حبشی کی توبہ:

ایک حبشی نے سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے گناہ بے شمار ہیں، کیا میری توبہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو سکتی ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "کیوں نہیں۔" اس نے عرض کی: "کیا وہ مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھتا بھی رہا ہے؟" ارشاد فرمایا: "ہاں! وہ سب کچھ دیکھتا رہا ہے۔" یہ سن کر حبشی نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گرتے ہی دم توڑ گیا۔[2]

گناہ بے عدد اور جرم بھی ہیں لاتعداد .... معاف کر دے نہ سہہ پاؤں گا سزا یاربّ
میں کر کے توبہ پلٹ کر گناہ کرتا ہوں .... حقیقی توبہ کا کر دے شرف عطا یاربّ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۹۔

2 ... کیمیائے سعادت، رکن چہارم منجیات، اصل ششم مقام دوم در مراقبت، ۲/ ۸۸۶۔



”ربِّ محمد“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو شخص تمام ضروریاتِ دِین پر ایمان رکھے اور اسی حالت میں اس دنیا سے چلا جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(2) گناہ گار مسلمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے ابتدا ہی میں جنت میں چلے جائیں گے اور اگر فضلِ الٰہی نہ ہوا تو پھر پہلے اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے پھر بالآخر جنت میں ہی جائیں گے۔

(3) گناہوں سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ گناہوں کی وجہ سے مؤمن جہنم میں جائے گا۔

(4) نیک اَعمال کرنا بھی ضروری ہے جنت اگرچہ ایمان کی بنیاد پر ملے گی لیکن جنت میں درجے نیک اعمال کے حساب سے ملیں گے۔

(5) جنت میں داخلہ تین طرح کا ہے: (۱) کسبی (۲) وہبی (۳) عطائی۔

(6) حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو کلمۃُ اللہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ آپ کی پیدائش اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمۂ کُن سے ہوئی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، کل بروزِ قیامت ہمیں اپنے فضل وکرم سے بلا حساب جنت میں داخل فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر 413

ایک کے بدلے دس نیکیاں

عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِيْدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاؤُهُ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ

ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِي يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً.[1] مَعْنَى الْحَدِيْثِ: "مَنْ تَقَرَّبَ" اِلَيَّ بِطَاعَتِيْ "تَقَرَّبْتُ" اِلَيْهِ بِرَحْمَتِيْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُ "فَاِنْ اَتَانِي يَمْشِيْ" وَاَسْرَعَ فِيْ طَاعَتِيْ "اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً": اَيْ صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهُ بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيْرِ فِي الْوُصُوْلِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ وَ "قُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ: مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا. وَاللهُ اَعْلَمُ

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: جس نے ایک نیکی کی، اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے اور میں مزید اضافہ کرتا ہوں اور جس نے گناہ کیا تو اس کے لیے اسی گناہ کا عذاب ہے یا میں معاف کر دوں اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے، میری رحمت اُس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتی ہے اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے، میری رحمت اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتی ہے، جو میری طرف چل کر آتا ہے، میری رحمت اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہے اور جو میرے پاس روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آئے اور اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس کے گناہوں کے برابر مغفرت کے ساتھ اس سے ملوں گا۔"

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ جو عبادت کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے میں رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ زیادہ قریب ہو تو میری رحمت بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔ چل کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ میری عبادت میں جلدی کرتا ہے تو میں اس پر اپنی رحمت انڈیل دیتا ہوں اور میری رحمت اس سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور بندے کے حصولِ مقصد کے لیے میں اسے زیادہ چلنے کی تکلیف نہیں دیتا۔ قُرَابُ الْاَرْضِ کا معنی ہے وہ چیزیں جو زمین کو بھر دیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ زیادہ جانتا ہے۔

حدیث کی باب سے مناسبت:

اس حدیثِ پاک میں بھی ہم جیسے گناہ گاروں کی بخشش کی بڑی امید ہے ایک تو یہ کہ وہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ

[1] . . . مسلم، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الذکر والدعا والتقرب الی اللہ، ص ۱۴۴۳، حدیث: ۲۶۸۷۔

ہمیں ہماری نیکیوں کا ثواب بے حساب عطا فرماتا ہے جبکہ گناہ کا عذاب گناہ کے برابر ہی دیتا ہے دوسرا یہ کہ اگر کوئی بندۂ مؤمن اس کی عبادت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کر کے اس کی طرف ایک ہاتھ آگے بڑھتا ہے تو اس کی رحمت دو ہاتھ بندے کے قریب آجاتی ہے تیسرا یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ فرمایا ہے کہ شرک کے سوا ہر گناہ کو معاف فرمادے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی نیکی کرنے والے مسلمان کو ایک کا دس تو قانوناً وعدلاً دیا جائے گا اور اس کے علاوہ **فضل** و کرم سے بطورِ انعام عطا ہو گا جو ہمارے گمان و وہم سے وراء ہے۔ خیال رہے کہ ایک کا دس گنا عام حالات میں ہے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَاۚ﴾ (پ۸، الانعام: ۱۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: ”جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔“) اور کبھی زمانہ جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۱) ”ترجمۂ کنزالایمان: اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے۔“ یہ صرف نیکی کا عوض نہیں بلکہ اس وقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہٰذا نہ تو گزشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔“[1]

کم سے کم اضافے کی حد:

حدیثِ پاک میں فرمایا کہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس کا ثواب ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ فقط دس نیکیوں کا ہی ثواب ملے گا اس سے زیادہ کا نہیں بلکہ یہ عدد اضافے کی سب سے کم حد ہے اس سے زیادہ ہی ملے گا اس سے کم نہیں۔ ”دلیل الفالحین“ میں ہے: ”علامہ بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۰۷۔

نیکیوں میں اضافے کا جو وعدہ فرمایا ہے اس میں دس کا عدد سب سے کم اضافہ ہے اور کہیں سات سو گنا تک اضافہ اور کہیں تو بے حساب اضافے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ دس سے تعداد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ ایک نیکی کے بدلے دس، سات سو یا بے حساب اجر عطا فرمانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے جبکہ ایک گناہ کے بدلے ایک ہی گناہ کی سزا دینا اس کا عدل ہے اور اگر چاہے تو اپنے فضل سے وہ بھی معاف فرمادے۔"[1]

عمل سے زیادہ ثواب:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: جو تھوڑی عبادت سے میرا قُرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو میں اُسے تھوڑی عبادت کے بدلے کثیر ثواب عطا فرماتا ہوں اور جب وہ عبادت میں اضافہ کرتا ہے تو میں ثواب میں اس سے زیادہ اضافہ کر دیتا ہوں اور اگر وہ اپنی سہولیات کو پیشِ نظر رکھ کر اطاعت بجا لائے تو میں اس کو اس عبادت کا ثواب جلد عطا کرتا ہوں۔ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو ثواب ملتا ہے وہ تعداد اور کیفیت کے اِعتبار سے بندے کے عمل سے زیادہ ہوتا ہے۔"[2]

جتنی عبادت زیادہ اتنی نظرِ رحمت زیادہ:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عبادت کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے تو میں اپنی توفیق، رحمت اور اِعانت اُس کے قریب کر دیتا ہوں۔ بندہ جتنی زیادہ عبادت کرتا ہے میں اتنا ہی زیادہ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اُس پر اپنی رحمت برساتا ہوں۔ وہ جس قدر میرا قُرب حاصل کرتا ہے میں اُس سے کہیں زیادہ اَجر عطا فرماتا ہوں۔"[3]

ہاتھ کا فاصلہ سمجھانے کے لیے ہے:

حدیثِ پاک میں جو فرمایا کہ بندہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو رحمتِ الٰہی دو ہاتھ اس کی طرف بڑھتی ہے۔ یہ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۰۹، تحت الحدیث: ۴۱۳۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی وروایتہ۔۔۔الخ، ۱۶/ ۷۱۹، تحت الحدیث: ۷۵۳۶۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب الحث علی ذکر اللہ تعالی، ۹/ ۳، الجزء السابع عشر۔

ہمیں سمجھانے کے لیے ہے یعنی اگر ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب پانے کے لیے چھوٹی سی بھی نیکی کرتے ہیں تو رحمتِ الٰہی ہمارے بہت زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''یہ کلام تمثیلی (مثال کے) طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قُربِ الٰہی حاصل کرو تو ربّ تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہو گا۔ لہٰذا عمل کیے جاؤ، تھوڑا بہت نہ دیکھو۔ یہ کلام بطورِ مثال سمجھانے کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی، اگر ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامنِ رحمت میں لے لیں گے۔ اگر ربّ تعالیٰ سے قُرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے۔''[1]

رحمتِ الٰہی سے نااُمید نہ ہو:

''مرقاۃ المفاتیح'' میں ہے: ''علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہونے والوں کی مایوسی کو دور کرنا ہے لہٰذا کوئی بھی شخص گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے دھوکہ نہ کھائے۔'' حضرت ابنِ ملک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے معاف فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے (لہٰذا کوئی رحمت کی امید پر گناہ بھی نہ کرے کیونکہ) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کن میں سے ہے؟ (معاف کیے جانے والوں یا عذاب دیے جانے والوں میں سے۔) اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے کبیرہ گناہ کرنے پر بخش دے اور جسے چاہے صغیرہ گناہ پر عذاب دے یا وہ جسے چاہے کثیر گناہوں کے باوجود معاف فرمادے اور جسے چاہے ایک چھوٹے گناہ پر پکڑ لے۔ اس حدیث کے آخری مضمون کا یہی مقصد ہے اور شروع کی حدیث میں سُستی اور کاہلی کو دور کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں کوشش کرنے پر اُبھارا گیا ہے چنانچہ یہ حدیث راہِ سلوک کی منازل طے کرنے والوں کے لیے دل کی بیماریوں کا ایک مفید معجونِ مرکب ہے، طالبین کے شوق کی محرک ہے اور گناہ گاروں کے دلوں کے لیے تقویت کا باعث ہے۔''[2]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۳۰۷۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، ۵/ ۴۰، تحت الحدیث: ۲۲۶۵۔

رحمت کی امید پر گناہ کرنا کفر ہے:

”اگر بندے کے گناہ پوری زمین کے برابر بھی ہوں تب بھی میں اس کو بخش دوں گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے رحمتِ الٰہی کی وسعت کا پتہ چلتا ہے کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت بہت بڑی ہے وہ معاف فرمانے والا ہے، مگر رحمت کی امید پر گناہ کرنا کفر ہے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں شرک سے مراد کفر ہے اور بخشش سے مراد مطلقاً بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے۔ یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمتِ الٰہی سے نا امید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کرلے، یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لیے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر اَمن (یعنی نڈر ہونا) ہے اور اَمن کفر ہے۔ لہٰذا یہ حدیث گناہوں کی آزادی دینے کے لیے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کے لیے ہے ربّ فرماتا ہے: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ خیال رکھو کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے، نہ معلوم رحمت کسے پہنچے؟ عذاب کسے پکڑے؟ لہٰذا اُمید و خوف دونوں رکھو، اِس مَعْجُونِ مُرَکَّب کا نام اِیمان ہے۔“[1]

حقیقی اُمید نیک عمل پر اُکساتی ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت سے حقیقی امید وہی ہے جو بندے کو نیک اَعمال پر ابھارے نہ کہ اَعمال سے دور کرے، شرعاً بھی وہی امید قابل تعریف ہے جو نیک اعمال پر ابھارے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”جو شخص اس بات کو جانتا ہے کہ زمین نمکین ہے اور پانی بھی کم ہے، بیج بھی کھیتی اگانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو وہ لازمی طور پر زمین کی نگرانی چھوڑ دیتا ہے اور اس کی دیکھ بھال میں خود کو تھکاتا نہیں ہے۔ امید اس لیے محمود (یعنی قابلِ تعریف) ہے کہ وہ (نیک) عمل پر اُکساتی ہے اور مایوسی جو کہ امید کی ضد ہے اس لیے مذموم ہے کہ وہ عمل سے روک دیتی ہے اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۷۔

خوف امید کی ضد نہیں بلکہ اس کا رفیق ہے بلکہ جس طرح امید رغبت کی راہ سے عمل پر ابھارتی ہے اسی طرح خوف بھی ڈر دلا کر عمل کا محرک بنتا ہے۔“[1]



”اولیاء“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو ایک نیکی کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک نیکی کے بدلے کم از کم دس نیکیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

(2) ایک نیکی کا ثواب دس، سات سو یا بے حساب عطا فرمانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل اور ایک گناہ کے بدلے ایک ہی گناہ کی سزا دینا اُس کا عدل ہے۔

(3) جو چھوٹی نیکی کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتا ہے تو اس کی رحمت اس سے بھی زیادہ اس کے قریب آتی ہے۔

(4) بڑے سے بڑے گناہ گار کو بھی رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(5) چاہے کوئی کتنا ہی بڑا گناہ گار ہو اس کی بخشش ضرور ہو گی بشر طیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔

(6) رحمت کی امید پر گناہ کرنا کفر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 414

تمام مسلمان جنتی ہیں

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! مَا

[1] ... احیاء العلوم، ۴/ ۴۱۸۔

الْمُوجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لازم کرنے والی دو چیزیں کیا ہیں؟" حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس حال میں مَرا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔"

صرف شرک چھوڑنا کافی نہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا کہ "جو شخص ایمان کے ساتھ اس دنیا سے گیا وہ جنت میں جائے گا۔" اس میں بھی بخشش کی بہت بڑی امید ہے کہ چاہے تمہارے گناہ کتنے ہی ہوں اگر تم ایمان کے ساتھ اس دنیا سے گئے تو تم جنت میں جاؤ گے۔ نیز حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنت میں جانے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ بس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک نہ کرو باقی ضروریاتِ دین کو مانو یا نہ مانو؟ تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو تمام ضروریاتِ دِین پر ایمان لائے وہ جنت میں داخل ہوگا اور ظاہر ہے کہ بندہ اسی وقت مؤمن ہوگا جب کہ اسلام کے تمام ارکان پر ایمان لائے گا۔ چنانچہ علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیث میں صرف شرک کی نفی پر اکتفا ہے کہ توحید کا دعویٰ دراصل رسالت کا ثبوت ہے کیونکہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کو جھٹلایا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو جھٹلایا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جھٹلایا وہ مشرک ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے تم کہو کہ جس نے وضو کیا اس کی نماز صحیح ہوگئی مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز کی تمام شرائط کے ساتھ اسے ادا کیا تو نماز صحیح ہوگئی۔ بالکل اسی طرح اس حدیث کا مطلب ہے کہ جو اس حال میں مرا کہ وہ ایمان کے تمام اجمالی اور تفصیلی اَحکام پر اِجمالاً اور تفصیلاً ایمان لایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی اُس کا اَنجام جنت میں داخلہ ہوگا اور اگر اُسے جہنم میں ڈال دیا گیا تو گناہوں سے پاکی

---

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ، ص ٦١، حدیث: ٩٣۔

کے لیے ڈالا جائے گا پھر وہ جنت میں ہی جائے گا۔“[1]

حدیث میں شرک سے مراد کفر ہے:

حدیث میں شرک سے مراد کفر ہے یعنی جو کفر کی حالت میں مرا وہ جہنم میں جائے گا اور جو ایمان کی حالت میں مرا وہ جنت میں جائے گا۔ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی کفر کرتا ہوا (مرا) جس کی ایک قسم شرک بھی ہے۔ دیکھو دہریہ، آریہ وغیرہ سب جہنمی ہیں اگرچہ مشرک نہیں، ایسے مقامات میں شرک سے مراد کفر ہوتا ہے، اس کا مقابل ایمان ہے نہ کہ توحید۔“[2] اللہ عَزَّوَجَلَّ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے، اور بلا حساب جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔ آمین



”مسجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بندے کے گناہ جتنے بھی ہوں اگر وہ اس دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(2) شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ گناہ گار مسلمان اپنی سزا پا کر جنت میں جائیں گے۔

(3) صرف شرک سے بچنا جنت میں جانے کے لیے کافی نہیں بلکہ اسلام کے تمام ارکان واحکام کو ماننا بھی ضروری ہے کیونکہ یہاں شرک کا مطلب کفر ہے یعنی جو اسلام کے تمام احکام کو مانتا ہوا اِس دنیا سے گیا وہ جنت میں جائے گا لہٰذا دہریہ اور آریہ وغیرہ جہنمی ہیں کیونکہ اگرچہ وہ مشرک نہیں لیکن وہ مسلمان بھی نہیں۔

(4) جو شخص کفر کی حالت میں مرا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

---

[1] ... فیض القدیر، حرف المیم، ۶/ ۲۹۴، تحت الحدیث: ۹۰۳۹۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۵۷ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ایمان پر اِستقامت عطا فرمائے، ایمان پر ہی خاتمہ نصیب فرمائے۔
آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 415

سچے مسلمان پر آگ حرام

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ: یَا مُعَاذُ! قَالَ: لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَسَعْدَیْکَ! قَالَ: یَا مُعَاذُ! قَالَ: لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَسَعْدَیْکَ! قَالَ: یَا مُعَاذُ! قَالَ: لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَسَعْدَیْکَ. ثَلَاثًا. قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صِدْقًا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللہُ عَلَی النَّارِ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! اَفَلَا اُخْبِرُ بِھَا النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ: اِذًا یَتَّکِلُوْا فَاَخْبَرَ بِھَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ تَاَثُّمًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سواری پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے مُعاذ!" انہوں نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں حاضر ہوں۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر فرمایا: "اے معاذ!" انہوں نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں حاضر ہوں۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر فرمایا: "اے معاذ!" عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں حاضر ہوں۔" یوں تین مرتبہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جو بھی بندہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر جہنم کو حرام کر دیتا ہے۔" حضرت سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں لوگوں کو اس بات کی خبر نہ دے دوں تاکہ وہ خوش ہوں؟" ارشاد فرمایا: "پھر وہ

---

[1] ... بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم ۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۷، حدیث: ۱۲۸۔

اِسی پر بھروسہ کرلیں گے۔" پھر حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے وصال کے وقت علم چھپانے کے گناہ کے خوف سے اس حدیث کو بیان کیا۔

تین بار پکارنے کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تین بار پکارا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضرت معاذ کو تین بار پکارنا، کچھ نہ فرمانا زیادتی شوق کے لیے تھا کہ حضرت معاذ کلام سننے کے پورے مشتاق ہوجائیں، جو بات انتظار کے بعد سنی جاتی ہے خوب یاد رہتی ہے۔لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ کا اردو میں مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں خدمت میں حاضر ہوں۔ چھوٹے کو چاہیے کہ بڑے کا ادب بہرحال کرے۔"[1]

زبان اور دل دونوں سے اقرار:

مذکورہ حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ جو سچے دل سے توحید و رسالت کی گواہی دے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر جہنم کی آگ حرام کردے گا۔ سچے دل سے گواہی دینے کا اس لیے فرمایا تاکہ اس حکم سے منافقین نکل جائیں کیونکہ وہ صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرتے تھے اور دل میں کفر کرتے تھے۔ "دلیل الفالحین" میں ہے: "حدیث میں سچے دل سے ایمان لانے کا ذکر ہے، دل سے ایمان لانے کا اس لیے کہا تاکہ جو صرف زبان سے اقرار کرے اور دل میں ایمان نہ ہو وہ اس بشارت سے خارج ہوجائے مثلاً منافقین۔"[2] "مرآۃ المناجیح" میں ہے: "اس طرح کہ دل سے اس کو مانے اور زبان سے اقرار کرے، لہٰذا منافق اس بشارت سے علیحدہ ہے، اور ساتر یعنی دل کا مؤمن زبان سے خاموش اس پر شریعت میں اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار زبان سے کلمۂ شہادت پڑھنا فرض ہے اور مطالبہ کے وقت بھی ضروری۔"[3]

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۶۔
2. ... دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۱۲، تحت الحدیث: ۴۱۵۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۶۔

مؤمن جہنم میں نہ جلے گا:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا یا جائے گا مگر اپنے گناہوں کی سزا پانے تک جہنم میں رہے گا لہٰذا گناہوں سے بچنا اور نیک اعمال کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”(اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔) اس طرح کہ وہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا آگ اس کے دل و زبان کو نہ جلا سکے گی کیونکہ یہ ایمان اور شہادت کے مقام ہیں، کافر کا قلب و قالب دونوں جلائے گی، ربّ فرماتا ہے: ﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾ (پ۳۰، الھمزۃ: ۷) یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت ایمان لائے اور کسی عمل کا موقع نہ پائے اس کے لیے یہ بشارت ہے۔ بہر حال یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے، کوئی مؤمن عمل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“[1] ”دلیل الفالحین“ میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں جائیں گے لہٰذا بعض گناہ گار مسلمانوں کو عذاب ہو گا یہ اس حدیث کے منافی نہیں۔“[2]

ہر بات ہر وقت بتانے کی نہیں ہوتی:

دلیل الفالحین میں ہے: ”حضرت سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِس بشارتِ عظمٰی کے اِعلان کی اجازت چاہی تا کہ لوگوں کے دلوں میں خوشی داخل ہو اور اُنہیں سچے دل سے اِیمان لانے اور اِخلاص کے ساتھ نیکیاں کرنے پر اُبھارا جائے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ”پھر تو وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے۔“ اور نیک اَعمال کو چھوڑ دیں گے تو پھر آخرت میں ملنے والے جنت کے اعلیٰ درجات (جو نیک اعمال سے ملیں گے اُن) کو نہ پا سکیں گے۔ جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو اُمَّت کا مزید نیکیوں پر اہتمام، اُن کی اپنے معاملات پر توجہ اور اُن کیلئے بلند درجات کو چاہتے ہیں۔ آپ نے حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اِس اِعلان کے ترک کرنے کا اشارہ اس لیے فرمایا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۶۔
2. ... دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۱۲، تحت الحدیث: ۴۱۵۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِعلان کرنے کے مقابلے میں اِعلان نہ کرنے کے نتیجے کو زیادہ کامل خیال فرمایا۔[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”حضرت معاذ نے اِس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ حکم تبلیغی اُمور میں سے ہے یا اَسرارِ الٰہیہ میں سے۔ شرعی اَحکام سب کے لیے ہیں، طریقت کے اَسرار اہل کے لیے۔ خیال رہے کہ عوام بشارت سن کر بے پرواہ ہو جاتے ہیں، مگر خواص بشارت پاکر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ ربّ نے اپنے حبیب سے فرمایا: ﴿لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ ۔۔۔ الخ تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ کیں۔ عثمانِ غنی سے فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے تو اُن کے اَعمال اور زیادہ ہو گئے۔“[2]

حضور کی مُخالفت یا مُوافقت:

سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ حدیث لوگوں کو بیان کرنے سے منع فرمایا دیا تھا تو پھر حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ حدیث کیوں بیان فرمائی؟ ”تفہیم البخاری“ میں ہے: ”حضرت معاذ نے کِتمانِ عِلم سے بچتے ہوئے وفات کے وقت لوگوں کو اس کی خبر دی اس میں آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی مخالفت نہیں کیونکہ وہ اس وقت لازم آتی ہے جبکہ توکل کی قید سے مقید ہو جب قید اُٹھ گئی تو مخالفت بھی نہ رہی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع اسلام میں لوگ نئے نئے مسلمان تھے، اگر ان کو یہ خبر دی جاتی تو وہ یہ اعتماد کر لیتے کہ انسان کی نجات کے لیے توحید ورِسالت کا اِقرار کرلینا ہی کافی ہے، عمل کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اس وقت وہ اعتماد کرلیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ قید نہ رہے گی اور لوگ دِینِ مستقیم میں ثابت ہو جائیں گے اور عبادت میں حرص کرنے لگیں گے اور ان کو یہ یقین ہو جائے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے تقرُّبِ الٰہی حاصل ہوتا ہے تو پھر اس کی خبر دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا، اس لیے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی حیات کے آخری لمحات میں اس کی خبر دی جبکہ جملہ مذکورہ باتیں مستحکم ہو گئیں تاکہ کِتمانِ علم لازم نہ آئے اور توکل کا خطرہ بھی زائل ہو گیا۔“[3]

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۱۲، تحت الحدیث: ۴۱۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۶۔

3 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۳۵۸۔

''دلیل الفالحین'' میں ہے:''جب حضرت سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے علم چھپانے کے گناہ کے خوف سے اس حدیث کو بیان فرمایا کیونکہ علم چھپانا بہت سخت گناہ ہے اور اس کی وعیدیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں۔[1]

''مرآۃ المناجیح'' میں ہے: ''حدیث شریف میں ہے جو علم چھپائے اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ قرآن شریف میں بھی علم چھپانے کی برائیاں مذکور ہیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بشارت سے اس وقت منع کیا تھا جب اکثر لوگ نومسلم تھے اور حدیث دانی کا ملکہ کم رکھتے تھے، اب حالات بدل چکے ہیں، لوگ ذی شعور اور سمجھدار ہوگئے ہیں۔ یہ ہے اجتہادِ صحیح۔''[2]

حدیث سے مستفاد ہونے والے اَحکام:

اس حدیث سے حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بارگاہِ اقدس میں تقرب اور اُن کی جلالت ظاہر ہوئی اور نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تواضع اور صحابہ پر شفقت بھی۔ نیز معلوم ہوا کہ شیخ (یعنی استاد پیر وغیرہ) خاص علوم جو عام اشاعت کے لائق نہ ہوں انہیں خاص تلامذہ (شاگردوں مریدوں وغیرہ) کو بتا سکتا ہے اور اشاعت (آگے بتانے) سے روک سکتا ہے، نیز معلوم ہوا کہ جو بات عوام کی سمجھ سے بالاتر ہو اور ناسمجھی سے ان کے فتنے میں پڑ جانے کا خطرہ ہو اور اس کا جاننا انہیں ضروری نہ ہو اسے انہیں نہ بتائی جائے۔''[3]

سو 100 قتل کرنے والے کی مغفرت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت بڑی ہے، اگر کوئی شخص مؤمن ہے اگرچہ کتنا ہی بڑا گناہگار ہے اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۱۳، تحت الحدیث: ۴۱۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۷۔

3 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۴۹۳۔

حضرتِ سَیِّدُنا ابو سَعِید خُدْرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم سے پہلے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ جب اس نے اہلِ زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: ”میں نے ننانوے 99 قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟“ راہب نے کہا: ”نہیں۔“ اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور سو 100 کا عدد پورا کر لیا۔ پھر اس نے اہل زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا تو اسے ایک عالم کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے اس عالم سے کہا: ”میں نے سو 100 قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟“ اس نے کہا: ”ہاں! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور توبہ کے درمیان کون سی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟ فلاں فلاں علاقہ کی طرف جاؤ وہاں کچھ لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتے ہیں ان کے ساتھ مل کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور اپنے علاقہ کی طرف واپس نہ آنا کیونکہ یہ بُرائی کی سرزمین ہے۔“ وہ قاتل اس علاقے کی طرف چل دیا، جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آگئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے: ”یہ توبہ کے دِلی اِرادے سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف آیا تھا۔“ اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ تو اُن کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور انہوں نے اسے ثالِث مقرر کر لیا۔ اُس فرشتے نے اُن سے کہا: ”دونوں طرف کی زمینوں کو ناپ لو یہ جس زمین کے قریب ہو گا اُسی کا حق دار ہے۔“ جب زمین ناپی گئی تو وہ اس زمین کے قریب تھا جس کے اِرادے سے وہ اپنے شہر سے نکلا تھا تو رحمت کے فرشتے اسے لے گئے۔ [1]

گناہ بے عَدَد اور جُرْم بھی ہیں لا تعداد .... مُعاف کردے نہ سہ پاؤں گا سزا یاربّ
میں کرکے توبہ پلٹ کر گناہ کرتا ہوں .... حقیقی توبہ کا کر دے شَرَف عطا یاربّ



”مغفرت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 . . . توبہ کی روایات وحکایات، ص ٢٧۔

(1) اگر کوئی اہم بات کرنی ہو تو مخاطب کو اچھی طرح اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیے تاکہ وہ غور سے سنے۔

(2) اِیمان کے لیے ضروری ہے کہ توحید و رِسالت کا زبان و دل سے اِقرار کرے، اگر صرف زبان سے اِقرار کرے اور دل میں کفر ہو تو ایسا شخص مذکورہ بشارت سے محروم ہے بلکہ وہ منافق ہے۔

(3) جہنم کی آگ مؤمن کی زبان اور دل کو نہیں جلائے گی۔

(4) نیک اَعمال نہ چھوڑے جائیں کہ اِن کی وجہ سے جنت کے اعلیٰ درجات ملیں گے۔

(5) جو بات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہو اور انہیں بتانا ضروری بھی نہ ہو یا ایسی بات کہ جس کے بتانے سے عوام کے فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ بات انہیں نہ بتائی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عِلمِ دِین حاصل کرنے، اس کو پھیلانے اور اَحکامِ شَرعِیَّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 416

رسولُ اللہ کی دعا کی برکت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَوْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَكَّ الرَّاوِی (وَلَا یَضُرُّ الشَّكُّ فِیْ عَیْنِ الصَّحَابِیِ لِاَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ) قَالَ: لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: افْعَلُوْا فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَیْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَجْعَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ، وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَیْءٌ یَسِیْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ: خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِكُمْ قَالَ: فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِی الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَئُوْهُ وَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا یَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرَ شَاكٍّ فَیُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ.[1]

---

[1] . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، ص ۳۵، حدیث: ۲۷۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ یا پھر حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے (راوی کو شک ہے لیکن تعیین صحابہ میں شک مُضِر نہیں کیونکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں) غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے بارگاہِ رِسالت میں عرض کی: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں کو نحر کرکے کھالیں اور ان کی چربی کا تیل نکال لیں۔'' تو **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اجازت عطا فرمادی۔ پھر حضرتِ سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر آپ نے اِس طرح کیا (یعنی اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دے دی) تو ہماری سواریاں کم پڑ جائیں گی، آپ لوگوں سے بچا ہوا توشہ منگوالیجئے پھر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس میں برکت کی دعا فرمایئے، یقیناً **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس میں برکت عطا فرمائے گا۔'' رسول اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دستر خوان منگوا کر بچھایا اور لوگوں سے بچا ہوا کھانا منگوایا تو کوئی مٹھی بھر مکئی لایا، کوئی مٹھی بھر کھجور تو کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا حتّٰی کہ دستر خوان پر تھوڑا سامان جمع ہوگیا۔ پھر نبیوں کے سالار احمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''اپنے اپنے برتن بھر لو۔'' سب نے اپنے اپنے برتن کھانے سے بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کا کوئی بھی برتن ایسا نہ تھا جو بھرا ہوا نہ ہو۔ پھر سب نے خوب سیر ہو کر کھایا، پھر بھی کچھ کھانا بچ گیا۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں، جو بھی شخص بغیر شک وشبہ کے اس کلمے کا اقرار کرتے ہوئے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملے گا وہ جنتی ہوگا۔''

غزوۂ تبوک کا مختصر تعارف:

مُفَسِّرشہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''تبوک ایک مشہور بستی ہے حجاز اور شام کے درمیان خیبر سے پانچ سو (500) میل جانبِ عمان ہے اور خیبر مدینہ منورہ سے ایک سو چالیس (140) میل ہے، یہ غزوہ ۹ ہجری ماہِ رجب میں ہوا۔ یہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا آخری غزوہ ہے، اونٹ کی سواری سے مدینہ منورہ سے ایک ماہ کا راستہ ہے، اب تو ہوائی جہاز

مدینہ منورہ سے عمان ڈھائی گھنٹہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسی غزوہ کا ذکر سورۂ توبہ شریف میں ہے یہ غزوہ سخت گرمی میں واقع ہوا تھا، لوگوں پر بہت سختی تھی۔"[1]

جنگی لشکر میں احتیاطی تدبیر:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اپنی سواریوں کے اُونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اجازت عطا فرمادی۔ حدیث کے اس حصے کے تحت "شَرحِ مُسْلِم لِلنَّوَوِی" میں ہے: "جنگ کے لشکر والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ امیر لشکر کی اجازت کے بغیر اپنے ان جانوروں کو ذبح کریں جن سے جنگ لڑنے میں مدد لی جاتی ہے اور سپہ سالار کو بھی چاہیے کہ وہ حالات کا جائزہ لے اگر کسی فساد کا خوف نہ ہو تو انہیں اجازت نہ دے۔"[2]

تھوڑا سا کھانا لشکر نے کھایا:

اس حدیثِ پاک میں حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک **عظیم معجزے** کا مبارک ذکر ہے کہ تھوڑا سا کھانا دستر خوان پر جمع ہوا، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے برکت کی دعا فرمائی تو سارے لشکر والوں نے نہ صرف اپنے تمام برتن بھر لیے بلکہ خوب سیر ہو کر تمام لوگوں نے کھانا بھی کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا۔"[3]

رسولِ خدا کا وحدانیت و نبوت کی گواہی دینا:

مذکورہ حدیث میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ربّ تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی نبوت کی گواہی دی۔ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس گواہی سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ❁ ایک یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ربّ تعالیٰ کی توحید کے بھی گواہ ہیں اور اپنی نبوت کے بھی گواہ جیسے ربّ تعالیٰ خود اپنی وحدانیت کا گواہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۲۵۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، ۱/ ۲۲۵، الجزء الاول ملخصا۔

3 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب فی المعجزات، ۴/ ۵۹۲۔

ہے، فرماتا ہے:﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ ﴾ (پ ٣، آل عمران: ١٨) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں) اور حضورِ انور کی یہ گواہی ہم سے گواہی دلوانے، ہم کو گواہ بنانے کے لیے ہے۔ دوسرے یہ کہ معجزات اور آیات دیکھ کر بندے کا یقین زیادہ ہو جانا چاہیے اور زیادتی یقین پر گواہی دینا سنت ہے گویا اب دیکھ کر نبوت و وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے، پہلے سن کر گواہی دی تھی اب دیکھ کر گواہی دی۔''[1]

حدیث کو باب میں ذکر کرنے کی وجہ:

حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جس نے ان دو چیزوں کی سچے دل سے گواہی دی اور اسی حالت میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے جا ملا تو وہ جنت میں جائے گا۔'' حدیث کا یہی حصہ اس باب سے متعلق ہے اسی وجہ سے علامہ نووی نے اس حدیث کو اس باب میں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص توحید و رسالت کی سچے دل سے گواہی دے اور اسی حالت میں مر جائے وہ جنت میں جائے گا۔ چنانچہ ''مرآۃ المناجیح''میں ہے: ''یعنی یہ ناممکن ہے کہ بندہ کا توحید و رسالت پر خاتمہ ہو اور پھر وہ جنت میں کبھی نہ جائے وہ جنت میں ضرور جائے گا خواہ اولاً ہی وہاں پہنچے یا کچھ سزا پاکر پاک و صاف ہو کر، مگر شرط یہ ہے کہ اس گواہی میں تردد نہ کرے، دل کے یقین سے گواہی دے۔ لہٰذا اِس بشارت سے منافقین خارج ہیں۔ خیال رہے کہ اِن جیسی احادیث میں کلمہ سے مراد سارے ایمانی عقائد ہوتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے، الحمد سے مراد ہے پوری سورۂ فاتحہ۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مرزائی چکڑالوی سب ہی کلمہ پڑھتے ہیں کیا سب جنتی ہیں؟ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں کہ میری اُمّت کے تہتر (73) فرقے ہوں گے، سارے دوزخی ہوں گے سوائے ایک کے۔''[2]



غزوۂ ''تبوک'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٨/٢٢٦۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ٨/٢٢٦۔

(1) غزوۂ تبوک حضورِ انور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا آخری غزوہ ہے۔

(2) جنگ میں امیر لشکر کی اجازت کے بغیر مجاہدین کسی جنگی سامان میں کسی قسم کا تصرف نہ کریں۔

(3) محکوم حاکم کے سامنے اپنی رائے پیش کر سکتا ہے۔

(4) جو توحید و رسالت کی سچے دل سے گواہی دے اور دل میں بھی یقین ہو اور اسی حالت میں مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ توحید و رسالت پر استقامت عطا فرمائے، ہمارا ایمان پر خاتمہ فرمائے، ہمیں جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔ آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 417

بزرگوں کی جگہ سے برکت

عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ اِذَا جَاءَتِ الْاَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: اِنِّيْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَاِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ اِذَا جَاءَتِ الْاَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ اَنَّكَ تَاْتِيْ فَتُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَاَفْعَلُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ وَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ: اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ اَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا اَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ: ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ فَقَالَ: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ مَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ اِلَّا اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ۔ [1]

ترجمہ: بدری صحابی حضرتِ سَیِّدُنا عِتبان بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا میرے اور اُن کے درمیان ایک نالہ تھا جب بارش ہوتی تھی تو میرے لیے مسجد تک پہنچنا بہت مشکل ہو جاتا تھا پس میں **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری نظر کمزور ہوگئی ہے اور میرے اور میری قوم کے درمیان ایک بہتا نالہ ہے، جب بارش ہوتی ہے تو میرا مسجد پہنچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائیں اور وہاں نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنا مُصَلّٰی (جائے نماز) بنالوں۔'' و**رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''عنقریب میں ایسا کردوں گا۔'' دوسرے دن سورج بلند ہونے کے بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تشریف لائے، انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب فرمائی، میں نے انہیں اندر بلالیا۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تمہیں کون سی جگہ پسند ہے جہاں میں نماز پڑھوں؟'' جس جگہ میں چاہتا تھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں نماز پڑھائیں میں نے اس طرف اشارہ کیا، پس **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوگئے اور تکبیر پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر سلام پھیر دیا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خَزِیرہ (گوشت سے بنے ایک کھانے) کے لیے روک لیا جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اہلِ محلہ کو جب معلوم ہوا کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے گھر میں تشریف فرما ہیں تو وہاں لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے حتی کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے تو کسی شخص نے کہا کہ: ''مالک کہاں ہیں، نظر نہیں آرہے؟'' تو ان میں سے ایک شخص بولا: ''وہ منافق ہے، وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتا ہے نہ ہی **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے۔'' یہ سن کر **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایسا نہ کہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے رِضائے اِلٰہی کے لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا۔'' یہ فرمان سن کر اُس شخص نے کہا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ جانتے ہیں، ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ اُس کی محبت اور باتیں منافقین کے ساتھ

---

[1] . . . بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ۱ / ۱٦۳، حدیث: ۴۲۵۔

ہی ہوتی ہیں۔" **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے جو رِضائے الٰہی کے لیے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے۔"

حضرت عتبان بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

حضرت سَیِّدُنا عتبان بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ انصاری سالمی مدنی بدری صحابی ہیں، ان نے سے دس احادیث مروی ہیں، بخاری میں صرف ایک ہے، یہ عہد رسالت ہی سے اپنی قوم کے امام تھے، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ کیونکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نابینا تھے جبکہ بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ کی نظر بہت کمزور تھی۔ عام روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت سَیِّدُنا عتبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نظر کمزور ہوگئی تھی، بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی، البتہ بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا محمود بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ عتبان قوم کی امامت کرتے تھے اور وہ نابینا تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا محمود بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے ملاقات کی تھی اس وقت وہ نابینا ہوں۔ ہاں مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ وہ اس وقت نابینا تھے تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ وہ نابینا ہو گئے تھے۔[1]

ترکِ جماعت کے اَعذار:

حدیثِ مذکور میں اِس بات کا بیان ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عِتبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو کہ امامت کرتے تھے انہوں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی کہ بارش کے دنوں میں مسجد تک پہنچنا میرے لیے مشکل ہو جاتا ہے اس لیے آپ میرے غریب خانے پر تشریف لا کر ایک جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنی جائے نماز بنالوں تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی یہ خواہش پوری فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نابینا ہونا ترکِ جماعت کا عذر ہے یعنی اُسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے جیسا کہ "عمدۃ القاری" میں ہے: "اس حدیث سے پتہ چلا کہ عذر کی وجہ سے جماعت چھوڑنا جائز ہے جیسے بہت زیادہ تیز بارش، بہت سخت اندھیرا ہو یا جان کا خوف ہو۔"[2]

---

1 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۱۴۰ ملخصا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ۳/ ۲۲۴، تحت الحدیث: ۴۲۵۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ترکِ جماعت کے بیس 20 اَعذار بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند اعذار یہ ہیں: ”اندھا(ہونا)، سخت بارش اور سخت تاریکی (اندھیرا)۔“[1]

جماعت چھوڑنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی اسلام بہت ہی پیارا دِین ہے، جس میں آکھیاروں کے لیے اَحکام موجود ہیں تو نابینا افراد کے لیے بھی احکام موجود ہیں۔ منقول ہے کہ پہلے کے مسلمان باجماعت نمازوں کا نہایت زبردست اہتمام فرمایا کرتے تھے کہ جو لُوہار ہوتا تھا وہ اگر ضَرب (یعنی چوٹ) لگانے کے لئے ہتھوڑا اُوپر اٹھائے ہوئے ہوتا اور اِسی حالت میں اذان کی آواز سنتا تو اب ہتھوڑا لوہے وغیرہ پر مارنے کے بجائے فوراً رکھ دیتا، نیز اگر موچی یعنی چمڑا سینے والا سُوئی چمڑے میں ڈالے ہوئے ہوتا اور جُوں ہی اذان کی آواز اُس کے کانوں میں پڑتی تو سُوئی کو باہَر نکالے بِغیر چمڑا اور سُوئی وَہیں چھوڑ کر بلا تاخیر مسجِد کی طرف چل پڑتا یعنی اُٹھے ہوئے ہتھوڑے کی ایک ضَرب لگا دینا یا سُوئی کو دوسری طرف نکالنا بھی اُن کے نزدیک تاخیر میں شامل تھا حالانکہ اِس میں وَقت ہی کتنا لگتا ہے۔ مگر افسوس اور لمحہ فکریہ ہے آج کے اُن مسلمانوں کے لیے جنہیں کوئی عذرِ شرعی بھی لاحق نہیں ہوتا مگر ان کی جماعت فوت ہو جاتی ہے، بلکہ بعض نادان افراد تو نماز ہی قضا کر دیتے ہیں حالانکہ جماعت و نماز دونوں کو ترک کرنا گناہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پانچوں نمازیں باجماعت پہلی صف میں تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت .... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
میں پڑھتا رہوں سنّتیں وقت ہی پر .... ہوں سارے نوافِل ادا یاالٰہی
دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت .... رہوں باوُضو میں سدا یاالٰہی

مالک بن دخیشن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

حدیثِ پاک میں مالک نامی شخص کا ذکر ہوا جنہیں مالک بن دخیشن کہاں جاتا ہے۔ ان کا نام سن کر کسی نے کہا کہ وہ منافق ہے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کہنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ ”تفہیم

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۵۸۳، حصہ ۳۔

البخاری" میں ہے: "مالک بن دخیشن جنگ بدر میں موجود تھے، ان کو منافق کہنا صحیح نہ تھا کیونکہ اصحابِ بدر کے لیے ارشاد ہے: "اے بدر والو! تم جو چاہو کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں بخش دیا ہے۔" اسی زمرہ میں حضرت حاطِب بِن اَبِی بَلتعہ ہیں۔ ان کے لیے سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانا کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔ یہ ان کے ایمان کی گواہی اور منافقت سے براءت کی دلیل ہے۔"[1] "نزہۃ القاری" میں ہے: "یہ بدری صحابی ہیں، بدر کے موقع پر سہیل بن عمرو کو انہوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔ مسجد ضرار کو جلانے کی خدمت اِن کے سپرد ہوئی تھی جسے انہوں نے انجام دیا، ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت یا دینی ضرورت کے تحت منافقین سے خَلَط مَلَط رکھتے ہوں اور یہ منافقین سے قطع تعلق و بیزاری کے اَحکام نازل ہونے سے پہلے کا قصہ ہے۔"[2]

کلمہ گو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا:

حدیثِ پاک کے آخر میں فرمایا: "جو رضائے الٰہی کے لیے کلمہ پڑھے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے۔" اس کا مطلب وہی ہے جو پچھلی احادیث میں بھی بیان کیا گیا یعنی مؤمن اگر نیک ہے تو جہنم میں نہیں جائے گا سیدھا جنت میں جائے گا اور اگر گناہ گار ہے تو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ گناہوں کی سزا پا کر جنت میں جائے گا۔ یہاں علامہ ابن جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک اعتراض قائم کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے سے پہلے مکہ مکرمہ میں نماز فرض ہو چکی تھی اور ظاہرِ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھنے سے نجات ہو جاتی ہے اگرچہ نماز نہ پڑھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اِخلاص سے کلمہ شہادت پڑھے وہ نمازیں ضرور پڑھے گا یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا اگرچہ گناہ گار کچھ مدت کے لیے دوزخ میں جائیں گے۔ بظاہر اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ عصاۃ (گناہ گار) دوزخ میں داخل نہ ہوں گے کیونکہ سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو خدا کی رضا کے لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے، اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے، وہ جنتی ہے۔ مگر تحریم سے مقصود یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہ رہیں گے اگرچہ عُصاۃ کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں جائیں گے۔[3]

1 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۷۶۹۔

2 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۱۴۱۔

3 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۷۶۹ ملخصا۔

حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد و مسائل:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ❁ ”حدیث پاک سے پتہ چلا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو مسجد کی جماعت نہیں چھوڑ سکتے، ہاں عذر کی وجہ سے جماعت چھوڑی جاسکتی ہے۔ مہلب کہتے ہیں: ❁ بزرگوں اور نیک لوگوں نے جس جگہ نماز پڑھی ہو اس جگہ کو بطور تبرک مصلی یعنی جائے نماز بنالینا جائز ہے۔ ❁ دن میں نفل نماز کی جماعت کرنا جائز ہے۔ ❁ جب کسی عالِم صاحب کو بلایا جائے تو اُن کی مہمان نوازی کرنی چاہیے۔ ❁ اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کوئی شخص حاضر نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کے بارے میں معلومات کریں۔[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ❁ کسی جگہ کو نماز کے لیے معین کرلینا جائز ہے۔ ❁ اگر کسی سے وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کیا جائے۔ ❁ کم مرتبے والا شخص زیادہ مرتبے والے شخص کو خاص مقصد کے لیے بلا سکتا ہے۔ ❁ دن کے نوافل میں دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔ ❁ جب کسی کے گھر پر جائیں تو پہلے اُس سے اجازت لی جائے، پھر داخل ہوں، چاہے اسی نے آنے کی دعوت دی ہو۔ ❁ جب کسی کے گھر کوئی عالِم صاحب یا کوئی اور نیک شخص آئیں تو اہلِ محلہ کے لیے مستحب ہے کہ وہ ان کی زیارت و تعظیم اور اُن سے فیض حاصل کرنے کے لیے ان کی مجلس میں حاضر ہوں۔[2] نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ❁ پرہیز گار نابینا کی امامت جائز ہے۔ ❁ اور عذر سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ ❁ نماز کے لیے گھر میں جگہ متعین کرلینا جائز ہے۔ ❁ مساجد فاضلین اور مصلی صالحین سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے۔ ❁ میزبان کی رضا سے مہمان نماز پڑھا سکتا ہے۔ ❁ مسجد کی نسبت کسی کی طرف کرنا جائز ہے۔“[3]

مدنی گلدستہ

”مدینہ منوّرہ“ کے 10 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ۲/ ۷۷۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ۳/ ۴۲۲، تحت الحدیث: ۴۲۵۔

3 . . . تفہیم البخاری، ۱/ ۶۹۷ ملخصاً۔

(1) نابینا کی امامت درست ہے بشرطیکہ وہ اچھی طرح طہارت کرنا جانتا ہو۔
(2) سخت آندھی، بارش اور جان کے خطرے کے وقت گھر میں نماز پڑھ لینا جائز ہے۔
(3) گھر میں کسی جگہ کو نفل نماز کے لیے معین کر لینا جائز ہے۔
(4) مؤمن کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔
(5) اگر کوئی نمازی جماعت میں حاضر نہ ہو تو اس کی خیر خیریت معلوم کرنی چاہیے۔
(6) جب کسی کے گھر جائے خواہ اس کی دعوت پر ہی جائے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس کی اجازت لے لینی چاہیے۔
(7) بزرگوں کو اگر کوئی برکت کے لیے گھر میں بلائے تو دعوت قبول کرنی جائز ہے۔
(8) بزرگوں اور علماء کے اِکرام و اِعزاز کے لیے کھانے کا انتظام کرنا جائز ہے۔
(9) جس جگہ کسی بزرگ نے نماز پڑھی ہو بطورِ تبرک اس جگہ کو نماز کے لیے مقرر کرنا جائز ہے۔
(10) جب کسی گھر میں نیک لوگ آئیں تو اہلِ محلہ کو میزبان کی اجازت اور رضا کے ساتھ اُن کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تاکہ اُن کے فیوض و برکات حاصل کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پانچوں نمازیں باجماعت پہلی صف میں تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر 418:

ماں سے زیادہ مہربان

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَدِمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْیٌ فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ تَسْعٰی اِذْ وَجَدَتْ صَبِیًّا فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْزَقَتْہُ بِبَطْنِھَا فَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَتَرَوْنَ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃَ طَارِحَۃً وَلَدَھَا فِی النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا وَاللہِ فَقَالَ: لَلّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا۔[1]

[1] ... بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، ۴/ ۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۹۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، پس قیدیوں میں سے ایک عورت دوڑتی پھر رہی تھی جیسے ہی اسے ایک بچہ نظر آیا اس نے بچے کو پکڑ کے اپنے سینے سے لگالیا اور دودھ پلانے لگی، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''خدا کی قسم! نہیں۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی قسم! یہ عورت جتنی اپنے بچے پر مہربان ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔''

رحمتِ الٰہی صرف مؤمنوں کو ملے گی:

حدیثِ پاک میں فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر ایک ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔'' لفظِ عباد میں تو سب بندے آجاتے ہیں خواہ وہ کافر ہوں یا مؤمن، اس کا مطلب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کافر بندوں پر بھی مہربان ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے عَلّامہ بَدْرُ الدِّین عَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''عباد کا لفظ عام ہے یعنی اس میں مسلمان اور کافر سب داخل ہیں لیکن یہاں اس کا معنی مؤمن بندوں کے ساتھ خاص ہے جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۶) (ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں۔) لہٰذا رحمتِ الٰہی وسعت کے اعتبار سے عام ہے کہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے لیکن ملے گی انہیں جن کے لیے لکھ دی گئی ہے یعنی مؤمن بندوں کو۔''(1)

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث پاک میں فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے تو وہ بندوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو اپنے بعض مؤمن بندوں کو آگ

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، ۱۵ / ۱۶۷، تحت الحدیث: ۵۹۹۹ ملخصاً۔

میں ڈالے گا تو پھر وہ ماں سے زیادہ مہربان کیسے ہوا؟ اس کے جواب میں **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے ایسے ہی رب تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ خیال رہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ بمعنی ارادہ کرنا، ربّ تعالیٰ نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے، دنیا کا ہر کام ربّ تعالیٰ کے اِرادے سے ہے نہ کہ اُس کی رضا سے، لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں ربّ تعالیٰ اُن کے اِس جانے سے راضی نہیں، لہٰذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑسکتے۔“[1]

رحمتِ اِلٰہی سے امید رکھنے والے کی نورانی قبر:

حضرتِ سَیِّدُنا ابو غالِب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”میں تجارت کی غرض سے ملک شام آیا جایا کرتا تھا، وہاں جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ میں وہاں ایک نیک شخص کے ہاں قیام کیا کرتا تھا، ہمارے ساتھ اُس کا بھتیجا بھی رہا کرتا تھا جو اُس کا کہنا نہیں مانتا تھا، وہ اُسے ڈانٹتا اور مارتا تھا لیکن وہ اُس کی بات نہیں مانتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوگیا، اس نے اپنے چچا کو وصیت کرنے کے لیے بلایا تو اس نے نے وصیت سننے سے انکار کردیا۔ میں اُس کو ساتھ لے کر آیا۔ چچا نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کی اور فرمایا: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن! کیا تو نے ایسا ایسا نہیں کیا؟“ اُس کے بھتیجے نے کہا: ”اے چچا! آپ کو جو کہنا تھا کہہ چکے؟“ انہوں نے کہا: ”ہاں۔“ تو وہ نوجوان بولا: ”اے میرے چچا! اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میرا معاملہ میری ماں کے سپرد کردے تو میری ماں میرے ساتھ کیسا معاملہ فرمائے گی؟“ انہوں نے جواب دیا: ”وہ تجھے جنت میں داخل کردے گی۔“ تو اس نے عرض کی: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھ پر میری ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔“ پھر اُس کی روح قفسِ عُنصُری سے پرواز کرگئی۔ حضرت غالِب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی قبر کی اینٹیں صحیح کررہے تھے تبھی ایک اینٹ قبر میں گرگئی، اس نوجوان کے چچا قبر میں اترے تو نکلنے میں کافی دیر ہوگئی، میں نے پوچھا: ”کیا ہوا اتنی دیر کیوں ہوگئی۔“ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قبر کو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۲۔

نور سے بھر دیا ہے اور حدِ نظر تک وسیع فرما دیا ہے۔“[1]

قبر محبوب کے جلووں سے بسادے مالک ...... یہ کرم کردے تو میں شاد رہوں گا یاربّ



”قرآن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ایک ماں اپنے بچے پر بہت مہربان ہوتی ہے لیکن ہمارا ربّ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت بڑی ہے اور اس نے اپنی رحمت اپنے مؤمن بندوں کے لیے لکھ دی ہے۔

(3) جیسے ماں نہیں چاہتی کہ اس کے بچے کو کوئی نقصان پہنچے ایسے ہی ربّ تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ اس کا بندہ جہنم میں جلے۔

(4) جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتا ہے تو چاہے کتنا ہی گناہ گار ہو ربّ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے بخش دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت کاملہ سے بخش دے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، کل بروزِ قیامت ہمیں جنت میں بلا حساب و کتاب داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 419 رَب کی رحمت اُس کے غَضَب پر حاوِی ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللہُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ.[2] وَفِیْ رِوَایَةٍ: غَلَبَتْ غَضَبِیْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: سَبَقَتْ غَضَبِیْ.

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی معالجة کل ذنب بالتوبة، ۵/۴۱۷، حدیث: ۷۱۱۵۔

2 . . . بخاری، کتاب التوحید، باب ویحذرکم اللہ نفسه، ۴/۵۴۰، حدیث: ۷۴۰۴۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اُس نے ایک کتاب میں جو اُس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“ ایک روایت میں تَغْلِبُ کے بجائے غَلَبَتْ کے الفاظ ہیں[1] جبکہ دوسری روایت میں سَبَقَتْ کے الفاظ ہیں۔[2] (دونوں صورتوں میں معنٰی وہی ہے۔)

ربّ تعالٰی کے پاس ہونے سے مراد:

حدیثِ پاک میں فرمایا کہ ”وہ تحریر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔“ اس کے تحت ”عمدۃ القاری“ میں ہے: ”یعنی جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کی تخلیق کا فیصلہ فرمایا تو اپنے پاس لکھ کر رکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ پاس رکھنے کا معنٰی یہ نہیں کہ وہ کسی مکان میں ہے بلکہ اس طرف اشارہ ہے کہ وہ مخلوق سے چھپی ہوئی ہے وہ اُس کا اِدراک نہیں کر سکتے۔“[3]

رسولُ اللہ کا عِلمِ غیب:

مُفَسِّر شہیر، حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ تحریر یا تو لوحِ محفوظ میں ہے دوسری تحریروں کے ساتھ یا تحریر علیحدہ ہے جو ربّ تعالٰی کے پاس محفوظ ہے، ہر وقت ربّ کی نظر میں ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کی تحریریں تاکید اور اہمیت ظاہر فرمانے اور اپنے خاص بندوں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہیں، اس لیے نہیں کہ ربّ تعالٰی کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا لہٰذا لکھ لیا نَعُوْذُ بِاللہ۔ معلوم ہوا کہ وہ تحریر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھی ہے، دیکھ کر پڑھ کر ہم کو سنا رہے ہیں۔“[4]

وہ تحریر کہاں ہے؟

حدیث میں ہے کہ وہ تحریر عرش پر ہے یعنی لوحِ محفوظ پر نہیں ہے۔ ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”اس

---

1 . . . بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی: وھو یبدأ الخلق۔۔۔الخ، ۲/۳۷۵، حدیث: ۳۱۹۴۔

2 . . . بخاری، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، ۴/۵۴۷، حدیث: ۷۴۲۲۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب فی قول اللہ تعالٰی: وھو الذی یبدء الخلق۔۔۔الخ، ۱۰/۵۴۵، تحت الحدیث: ۳۱۹۴۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۵۶۴۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر لوح محفوظ میں نہیں ہے بلکہ خاص تختی پر ہے لوحِ محفوظ پر فرشتوں، نبیوں، ولیوں کی نظر ہے مگر اس تحریر پر سوا ہمارے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے کسی کی نظر نہیں، یہ تو حضور کا کرم ہے کہ وہ خاص تحریر ہم کو بتادی، سنادی، حضور ربّ کی طرف سے مختار ہیں۔"[1]

غضب کا مطلب:

"تفہیم البخاری" میں ہے: "پاس رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ وہ کسی مکان میں ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ غضب کا معنٰی ہے کسی سے انتقام کے ارادے سے دل کے خون کا جوش مارنا۔ یہ اللہ تعالٰی کے لیے متصور نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غضب سے مراد اس کا لازم ہے وہ یہ کہ کسی کو عذاب دینے کا اِرادہ کرنا۔"[2] (اور یہ معنٰی ربّ تعالٰی کے لیے بالکل درست ہے۔)

رحمت اور غضب کیا ہے؟

حدیثِ پاک میں فرمایا کہ رحمت غضب پر سابق ہے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفاتِ قدیمہ ہیں تو ان کا ایک دوسرے سے آگے یا پیچھے ہونا کیسے متصوّر ہے؟ چنانچہ "دلیل الفالحین" میں ہے: "علماء فرماتے ہیں کہ غضب اور رحمت دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے کو کہتے ہیں، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی نیک بندے کو ثواب اور جزاء دینے کا اِرادہ کرتا ہے تو اُسے رحمت کہتے ہیں اور جب کسی گنہگار کو سزا دینے اور اُس کی پکڑ فرمانے کا اِرادہ کرتا ہے تو اِس ارادے کو غضب کہتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ اس کی صفتِ قدیمہ ہے اسی سے وہ تمام چیزوں کا اِرادہ فرماتا ہے، رحمت کا غضب پر سبقت لے جانے یا غالب آنے سے رحمت کی کثرت مراد ہے۔"[3]

رحمت کے غضب پر حاوی ہونے کے معانی:

حدیث پاک میں ہے: "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔" **مُفَسِّر شہیر مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے اس کے چند معانی بیان فرمائے ہیں: "❁ ایک یہ کہ میری رحمت زیادہ ہے میرا عذاب و غضب کم

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۶۵۔

2 ... تفہیم البخاری، ۵/ ۱۰۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۲۱، تحت الحدیث: ۴۱۹۔

کہ رحمت ہمیشہ رہتی ہے غضب کبھی کبھی۔ ❁ دوسرے یہ کہ میری رحمت عام ہے جس سے ہر کافر و مؤمن و جن واِنس حصہ لے رہا ہے، میرا غضب خاص کافر انسانوں اور جنات پر۔ ❁ تیسرے یہ کہ رحمت ملنے کے اَسباب بہت ہیں: ایمان لانا، توبہ کرنا، عبادت کرنا، رونا، ڈرنا، امید رکھنا، بندوں پر رحم کرنا مگر غضب کا سبب صرف ایک ہے یعنی نافرمانی کرنا اگرچہ نافرمانی کی نوعیتیں بہت ہیں۔ ❁ چوتھے یہ کہ رحمت پہلے ہے غضب اس کے بعد ہے، مخلوق کو پیدا فرمانا، انہیں پالنا، روزی دینا رحمت، یہ پہلے ہے، ان کی نافرمانی پر پکڑنا یہ غضب ہے جو ان رحمتوں کے بعد ہے۔ دنیا میں بھی اس کی رحمت زیادہ ہے آخرت میں بھی زیادہ ہوگی۔ ❁ پانچویں یہ کہ اللہ کی رحمت تو بغیر سبب بھی مل جاتی ہے مگر اُس کا غضب کسی سبب سے ہی ہوتا ہے۔ ہم پر اُس نے عالَمِ اَرواح اور ماں کے پیٹ میں رحمتیں کیں، اُس وقت ہم کون سے اَعمال کر رہے تھے۔ ❁ چھٹے یہ کہ رحمت تو ہمارے بغیر استحقاق کے بھی مل جاتی ہے مگر غضب ہمارے استحقاق سے ہی ہوتا ہے۔ ❁ ساتویں یہ کہ رحمت کی بہت قسمیں ہیں: رحمتِ ایجاد، رحمتِ اِمداد، رحمتِ توفیقِ اعمال، رحمتِ قبول، رحمتِ جزاءِ عمل وغیرہ مگر غضب کے اقسام بہت تھوڑے ہیں۔ ❁ آٹھویں یہ کہ خلفِ وعید جائز بلکہ واقع ہے مگر خلفِ وعدنا ممکن ہے۔ اس کی اور وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ ”[1]

خوف اور اُمّید کے درمیان شخص:

سید عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے پاس تشریف لائے جو نزع کے عالَم میں تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: ”خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟“ اس نے عرض کی: ”میں اپنے آپ کو اس طرح پاتا ہوں کہ گناہوں پر خوف زدہ ہوں اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہوں۔“ ارشاد فرمایا: ”ایسے وقت میں جب کسی بندے کے دل میں یہ دونوں چیزیں (امید و خوف) جمع ہو جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی امید اسے عطا فرماتا ہے اور جس چیز سے وہ خوف زدہ ہوتا ہے اُس سے اُسے اَمن عطا فرماتا ہے۔“[2]

گناہگاروں کا بہت بڑا آسرا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حدیثِ مبارکہ ہم گناہگاروں، سیہ کاروں، بدکاروں کے لیے بخشش

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۶۴۔

2 ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب: ۱۱، ۲/ ۲۹۶، حدیث: ۹۸۵۔

ومغفرت کا ایک بہت بڑا آسرا ہے، ربّ تعالیٰ نے تو ہمیں اپنی رحمت کی سبقت وغلبے کی نوید سنادی، مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ اس رحمت وبخشش کی خیرات کو لوٹتا کون ہے؟ کاش! ہم سب مسلمان اپنے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے توبہ کرلیں، جو گناہ ہوچکے ہیں ان پر ندامت اختیار کرلیں، آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرلیں، نیکیوں پر کمربستہ ہوجائیں، نیکی کی دعوت کو عام کرنے والے بن جائیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے والے بن جائیں، برائیوں سے رُکنے والے اور روکنے والے بن جائیں، ظاہری وباطنی تمام امراض سے خلاصی نصیب ہوجائے، تمام اچھی خصلتوں کو اپنانے والے بن جائیں۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ ...... تو نے جب سے سنا دیا یاربّ

آسرا ہم گناہگاروں کا ...... اور مضبوط ہو گیا یاربّ



”رحمتِ خدا“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اس کے غضب کے مقابلے میں بہت کثیر ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کسی کو ثواب وجزا دینے کے اِرادے کو رحمت اور کسی کو عذاب دینے یا پکڑ فرمانے کے اِرادے کو غضب کہتے ہیں۔

(3) حدیث میں جس تحریر کا ذکر ہے وہ لوحِ محفوظ پر نہیں بلکہ علیحدہ سے کسی اور مقام پر لکھی ہوئی ہے۔

(4) لوحِ محفوظ پر فرشتوں، نبیوں اور ولیوں کی نظر ہوتی ہے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نظر صرف لوحِ محفوظ پر ہی نہیں بلکہ عرش پر لکھی ہوئی تحریر پر بھی ہے۔

(6) رحمتِ الٰہی بنا استحقاق کے بھی مل جاتی ہے مگر غضب استحقاق سے ہی ملتا ہے۔

(7) رحمت کی بہت سی قسمیں ہیں جبکہ غضب کی چند قسمیں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمتِ کاملہ میں سے حصہ عطا فرمائے، اپنی رحمت سے ہماری

بخشش و مغفرت فرمائے، بلا حساب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:420

رَحْمَتِ اِلٰہی کے سو اَجزاء

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ. [1] وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللهُ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [2] وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ: اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ بِهَا يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ. [3] وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اللهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ. [4]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے رحمت کے سو (100) حصے کیے، اُن میں سے ننانوے (99) حصے اپنے پاس رکھ لیے اور صرف ایک حصہ زمین پر اُتارا، پس اُس ایک حصے سے لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک جانور بھی اپنے بچے سے اپنا کُھر ہٹا لیتا ہے کہ کہیں اُسے تکلیف نہ پہنچے۔“

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب جعل اللہ الرحمۃ مئۃ جزء، ۴/۱۰۰، حدیث: ۶۰۰۰۔

2 . . . مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۲۔

3 . . . مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۲۔

4 . . . مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۲۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سو (100) رحمتیں ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن میں سے ایک رحمت جنوں، انسانوں، چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اُتار دی ہے، اسی رحمت کے سبب وہ ایک دوسرے سے محبت اور رحم کرتے ہیں اور اسی رحمت کے سبب وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ ننانوے (99) رحمتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روک رکھا ہے قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر اس کے ذریعے رحم فرمائے گا۔“ اسی طرح امام مسلم نے حضرتِ سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سو (100) رحمتیں ہیں، ایک رحمت کے ساتھ مخلوق ایک دوسرے سے شفقت سے پیش آتی ہے اور ننانوے (99) رحمتیں قیامت کے لیے ہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اُس دن سو (100) رحمتیں پیدا فرمائیں، ہر رحمت آسمانوں اور زمین کے درمیان کی وُسعت کے برابر ہے، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک رحمت کو زمین میں رکھ دیا، اُسی سے ماں اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے، وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس رحمت کو ملا کر رحمت کو مکمل کر دے گا۔“

حدیث کی باب سے مناسبت:

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت واضح ہے کہ مذکورہ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا صرف ایک حصہ اس دنیا میں اُتارا گیا ہے، باقی ننانوے (99) حصے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روک لیے ہیں، جب ایک رحمت کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں اس رحمت کے سبب لوگ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، جانور جو کہ دوسرے جانوروں کے جانی دشمن ہوتے ہیں اپنے کھانے کے لیے دوسرے جانوروں کو یہاں تک کہ اُن کے بچوں کو چیر پھاڑ دیتے ہیں، وہ بھی اپنے بچوں پر بڑے مہربان ہوتے ہیں، اپنے بچوں پر آنچ نہیں آنے دیتے، انہیں ہر نقصان سے بچاتے ہیں تو جب قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اِس ایک حصے کو ننانوے (99) حصوں میں ملا کر اپنی رحمت کو کامل کر دے گا اس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رحم کا کیا عالَم ہو گا؟ اُس دن تو بڑے بڑے گناہ گار بھی رحمتِ الٰہی کے سبب بخشے جائیں گے۔ اس حدیث میں ہم جیسے گناہ گاروں کے لیے بخشش کی بڑی امید ہے۔ اسی لیے عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر فرمایا۔

رحمت کے حصوں کا مطلب:

حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے سو(100)حصے ہیں حالانکہ رحمتِ الٰہی تو غیر متناہی ہے اس کے سو(100)حصے یا اجزاء کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”رحمت وہ قدرت ہے جس کا تعلق ایصالِ خیر سے ہے یعنی خیر پہنچانے کی قدرت رحمت ہے، قدرت ایک صفت ہے لیکن اس کے متعلقات غیر متناہی ہیں۔ حدیث میں سمجھانے کے لیے بطورِ مثال سو(100) حصوں میں منحصر کیا ہے تاکہ یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ جو رحمت ہمارے پاس ہے وہ کم ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ بہت زیادہ ہے۔“[1] ”مرآۃ المناجیح“میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سو(100)قسم کی ہے یا سینکڑوں قسم کی جن میں سے ہر قسم کے ماتحت ہزارہا انواع ہیں، ہر نوع کے نیچے ہزاروں صنفیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزارہا افراد غرضکہ یہ حدیث حد بندی (تحدید) کے لیے نہیں بلکہ تکثیر و زیادت (یعنی کثرت بیان کرنے) کے لیے ہے۔“[2]

آخرت میں رحمتِ الٰہی عذاب سے زیادہ ہو گی:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ سَو(100)کا عدد معین کرنے میں کیا حکمت ہے حالانکہ عربوں کی عادت تو یہ ہے کہ وہ کثرت کے لیے ستر(70) کا عدد استعمال کرتے ہیں؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اس خاص سو(100)کے عدد کو کثرت اور مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے اور ستر(70) بھی تو سَو(100)کے اجزاء میں سے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ بات طے ہے کہ آخرت کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر(69) گنا زیادہ ہے پس اگر آگ کے ہر جز کا رحمت کے ہر جز سے مقابلہ کیا جائے تو رحمت کے تیس(30) اَجزاء زیادہ ہوں گے۔ اس سے پتہ چلا کہ آخرت میں رحمتِ اِلٰہی عذاب سے زیادہ ہو گی اور اس کی تائید حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“[3]

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء، ۱۵/ ۱۶۸، تحت الحدیث: ۶۰۰۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۱۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء، ۱۵/ ۱۶۸، تحت الحدیث: ۶۰۰۰۔

وحشی جانوروں پر رحمت کا اثر:

حدیث پاک میں وحشی جانوروں کا ذکر فرمایا کہ وحشی جانور بھی اسی رحمت کے سبب اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف وحشی جانوروں کا ذکر کیوں کیا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ اِن میں اُلفت و محبت کم ہے، نفرت و غضب زیادہ۔ یعنی وحشی درندے بھی اس رحمت کے حصے سے اپنے بچوں پر مہربان ہیں۔ اگر ربّ تعالیٰ ماں کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن اور مچھلی کہ ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے، مچھلی اپنے بچوں کو پہچانتی بھی نہیں اور اگر ربّ محبت پیدا فرما دے تو پتھر اور درخت محبت کرنے لگیں، دیکھو اُحد پہاڑ حضور سے محبت کرتا ہے، درخت گھاس پھوس حضور پر نثار ہیں (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)۔"[1]

سَو (100) رحمتوں کا عالم کیا ہوگا؟

"دلیل الفالحین" میں ہے: "مذکورہ احادیث میں مسلمانوں کے لیے اُمید اور بشارت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ دنیا جو کہ رنج اور تکلیفوں کا گھر ہے اس دنیا میں ایک رحمت کے سبب اِسلام، قرآن، نماز، دل میں رحم اور اِن جیسی دیگر نعمتیں ملیں تو پھر آخرت جو کہ دارُ القرار و دارُ الجزاء ہے اُس میں سَو (100) رحمتوں کا کیا عالَم ہو گا۔"[2]

اُمّید کے ساتھ عمل کرنا اعلیٰ ہے:

حجۃ الاسلام حضرت سَیِّدُنَا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "امید کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلیٰ ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا سب سے زیادہ مقرب بندہ وہ ہے جو اس سے زیادہ محبت کرتا ہو اور محبت کا غلبہ امید کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسے یوں سمجھیے کہ دو بادشاہوں میں سے ایک کی خدمت اس کی سزا کے خوف سے کی جاتی ہو اور دوسرے کی انعام کی امید پر تو انعام کی امید رکھنے والا خوف

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۱۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۲۴، تحت الحدیث: ۴۲۰۔

رکھنے والے شخص کے مقابلے میں زیادہ محبت کرنے والا ہو گا۔ اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید اور اچھا گمان رکھنے کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے بالخصوص موت کے وقت۔"[1]

حُسنِ ظن اور اُمید کے باعِث بخشش:

ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور وہ اپنے غلام کو کہتا کہ جب تمہارے پاس کوئی تنگدست آئے تو اس سے درگزر سے کام لینا ہو سکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سے درگزر فرمائے۔ جب اُس کا انتقال ہوا تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِس حال میں ملا کہ اُس کے نامہ اعمال میں اس کے علاوہ کوئی بھی نیک عمل نہیں تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے ارشاد فرمایا: "ہم سے زیادہ معاف کرنے کا کون حق دار ہے؟" یوں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عبادت کے معاملے میں مفلس ہونے کے باوجود حُسنِ ظن اور اُمید رکھنے کے باعث بخش دیا۔[2]

گناہگار ہوں میں لائق جہنم ہوں .... کرم سے بخش دے مجھ کو نہ دے سزا یاربّ

مدنی گلدستہ

"رحم کر" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) رحمتِ الٰہی غیر متناہی ہے، حدیث میں فقط سمجھانے کے لیے سو(100) حصے بیان کیے گئے ہیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اس کے عذاب سے بہت زیادہ ہے۔

(3) دنیا میں جو رحمت ہے وہ آخرت کی رحمت سے بہت کم ہے۔

(4) وحشی جانور بھی اس ایک رحمت کی وجہ سے اپنے بچوں پر مہربان ہوتے ہیں۔

(5) دنیا میں ایک رحمت کا عالَم یہ ہے کہ انسان، جنات، حیوان، چرند پرند سب آپس میں رحم کرتے ہیں تو پھر پوری سو(100) رحمتوں کا عالَم کیا ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ کل بروزِ قیامت ہمیں اپنی رحمت سے بلاحساب وکتاب بخش دے۔

---

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۴۱۹۔

2 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۱، ۲/ ۴۷۰، حدیث: ۳۴۸۰، احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان فضیلۃ الرجاء۔۔۔الخ، ۴/ ۱۷۸۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 421

بندہ گناہ کرتا ہے ربّ معاف فرماتا ہے

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیمَا یَحْکِی عَنْ رَبِّہٖ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی قَالَ: أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ: اَیْ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ: اَیْ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ.[1]

وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی: فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ اَیْ: مَا دَامَ یَفْعَلُ ھٰکَذَا یُذْنِبُ وَیَتُوْبُ اَغْفِرُ لَہٗ فَاِنَّ التَّوْبَۃَ تَھْدِمُ مَا قَبْلَھَا.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے حکایت کرتے ہیں کہ ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا، پھر کہا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میرے گناہ کو بخش دے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور اُسے معلوم ہے کہ اُس کا ایک ربّ ہے جو گناہوں کو بخشتا بھی ہے اور گناہوں پر پکڑ بھی فرماتا ہے، پھر وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے ربّ! میرے گناہ کو بخش دے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور اُسے معلوم ہے کہ اُس کا ایک ربّ ہے جو گناہوں کو بخشتا بھی ہے اور اُن پر پکڑ بھی فرماتا ہے۔ وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے ربّ! میرے گناہ کو بخش دے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور اُسے معلوم ہے کہ اُس کا ایک ربّ ہے جو گناہوں کو بخشتا بھی ہے اور اُن پر پکڑ بھی فرماتا ہے۔ وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے ربّ! میرے گناہ کو بخش دے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور اُسے معلوم ہے کہ اُس کا ایک ربّ ہے جو گناہوں کو بخشتا

---

1 . . . مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی قبول التوبۃ من الذنوب۔۔۔ الخ، ص ۱۴۷۴، حدیث: ۲۷۵۸۔

بھی ہے اور اُن پر پکڑ بھی فرماتا ہے۔ پس میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اب وہ جو چاہے کرے۔“

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان ”اب وہ جو چاہے کرے“ کا مطلب یہ ہے کہ یعنی اگر وہ ساری زندگی اسی طرح کرتا رہے یعنی پہلے گناہ کرے پھر توبہ کرے تو میں اس کی توبہ کو قبول کروں گا کیونکہ توبہ ماقبل کے گناہوں کو مٹادیتی ہے۔

ربِّ کریم بڑا غفور رحیم ہے:

اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ ”جو بار بار گناہ کرتا ہے اس کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت پر ہے، وہ چاہے تو اُسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے معاف فرمادے اُس خوف کے غلبے کی وجہ سے جس خوف کے ساتھ وہ آیا ہے اور وہ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کا ایک ربّ ہے جو اسے عذاب دینے پر بھی قادر ہے اور معاف کرنے پر بھی اور بندے کا رب سے اِستِغفار کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے۔“[1] ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور عمل سے بھی کہ گزشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے لیے بچنے کا عہد کرتا ہے اور بقدرِ طاقت گذشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کر دیتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لوگوں کے مال مار کر فقط کہہ دو معافی ہو گئی۔“[2]

اِستِغفار میں بڑا فائدہ ہے:

”فتح الباری“ میں ہے: ”علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اِستِغفار کا فائدہ بہت بڑا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل بہت بڑا ہے، نیز اُس کی رحمت، اُس کا حلم اور اُس کا کرم بہت وسیع ہے لیکن مراد وہ اِستِغفار ہے جو دل میں ایسا پختہ ہو چکا ہو کہ جس سے اِصرار (بار بار گناہ کرنے) کی گرہ کھل جائے اور ساتھ ساتھ ندامت بھی ہو۔ پس یہی توبہ کا معنیٰ ہے اور اس پر یہ حدیث بھی شاہد ہے کہ ”تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو فتنے میں مبتلا ہونے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بہت توبہ کرنے والے ہیں۔“ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بار بار گناہ کرے اور توبہ بھی کرے یعنی جب بھی وہ گناہ میں

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب التوحید، باب قولہ تعالی یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، ۱۰ / ۵۰۳۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳ / ۳۶۰۔

مبتلا ہو تو فوراً توبہ کرلے لیکن توبہ اُس شخص کی طرح نہ ہو جو صرف زبان سے کہہ دے: ''میں توبہ کرتا ہوں۔'' اور اُس کا دل اُس گناہ پر قائم ہو، ایسے اِستِغفار کو تو خود اِستغفار کی حاجت ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ (گناہ سے توبہ کرکے پھر) گناہ کی طرف لوٹنا گناہ کی ابتدا کرنے سے زیادہ بُرا ہے کیونکہ اس میں گناہ کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ توبہ کو بھی توڑنا ہے لیکن ایک مرتبہ توبہ کرکے پھر توبہ کرنا ابتداءً توبہ کرنے سے اچھا ہے کیونکہ توبہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے التجاء کرنا، گڑگڑا کر سوال کرنا اور اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ اُس کے سِوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔''[1] ''مرآۃ المناجیح'' میں ہے: ''یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کروں گا پھر کر بیٹھا لہٰذا حدیث، قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا﴾ گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور، توبہ کرتے رہنا کچھ اور۔''[2]

میں کر کے توبہ پلٹ کر گناہ کرتا ہوں .... حقیقی توبہ کا کر دے شَرَف عطا یاربّ

ہزار بار توبہ قبول:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اگر بندہ سو 100 بار گناہ کرے یا ہزار 1000 بار کرے یا اس سے بھی زیادہ کرے اور ہر دفعہ گناہ کے بعد توبہ کرلے تو اُس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر وہ تمام گناہوں کے بعد ایک ہی بار توبہ کرلے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہو جائے گی۔''[3]

کر کے توبہ میں پھر گناہوں میں .... ہو ہی جاتا ہوں مبتلا یاربّ

توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''یعنی تو گناہ کرنے کا عادی اور میں بخشنے کا عادی، جب تو گناہ سے باز نہیں آتا تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑ

---

1 ... فتح الباری، کتاب التوحید، باب قولہ تعالٰی: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، ۱۴/ ۳۹۹، تحت الحدیث: ۷۵۰۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۶۰۔

3 ... شرح مسلم للنووی، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت، ۹/ ۷۵، الجزء السابع عشر۔

دوں، تو کرتا جا میں بخشتا جاؤں، یہ فرمان گناہوں کی اجازت دینے کے لیے نہیں بلکہ وُسْعَت مَغْفِرت کے اِظہار کے لیے ہے۔ یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کرے گا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا ہی عہد ہو مگر پھر کر بیٹھے لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ توبہ کے اِرادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیا ہے، کل توبہ کرلیں گے۔ یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالیٰ پر اَمن (یعنی نڈر ہونا)، یہ دونوں باتیں کفر ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو ربّ تعالیٰ اپنی امن میں لے لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں، پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کرے جیسے پرندے کا پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جا اُڑتا پھر۔"[1]

مدنی گلدستہ

"اِستغفار" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) گناہوں سے توبہ واِستغفار ایسا ہو کہ بندہ پھر گناہ کی طرف نہ پلٹے، سچے دل سے توبہ کرے۔

(2) گناہ سے زبانی توبہ کرنا اور دل کا اُسی گناہ پر قائم رہنا توبہ نہیں بلکہ توبہ کا مذاق ہے۔

(3) گناہ سے توبہ کرکے پھر اسی گناہ کو کرنا پہلی دفعہ گناہ کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔

(4) توبہ کے بعد دوبارہ توبہ کرنا پہلی دفعہ توبہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔

(5) اگر بندہ ہزار بار گناہ کرے اور ہزار بار توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

(6) توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کہ بعد میں توبہ کرلوں گا کفر ہے۔

(7) شریعت کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سچی پکی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۶۰۔

حدیث نمبر:422

توبہ کرو اللہ معاف کرے گا

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَیَغْفِرُ لَھُمْ.(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں لے جاتا اور ایک ایسی قوم کو لاتا جو گناہ کرتے پھر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے توبہ کرتے پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ انہیں بخش دیتا۔“

حدیث نمبر:423

گناہ کرنے کے بعد ربّ تعالٰی کی معافی

عَنْ اَبِی اَیُّوبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: لَوْلَا اَنَّکُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ.(2)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ”اگر تم لوگ گناہ نہیں کروگے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایسی قوم کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے توبہ کریں گے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُنہیں معاف فرمادے گا۔“

صحابہ کرام کا خوفِ خدا:

”دلیل الفالحین“ میں ہے: ”یہ حدیث لوگوں کو گناہوں پر اُبھارنے کے لیے نہیں بلکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تسلی کے لیے اور اُن کے خوفِ خدا کی شدت میں کمی کرنے کے لیے ہے کیونکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر خوفِ خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ اُن میں سے بعض حضرات عبادت کے لیے آبادی سے بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور بعض نے اپنی عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور بعض نے نیند کو

1 . . . مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة، ص ۱۴۷۰، حدیث: ۲۷۴۹۔

2 . . . مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة، ص ۱۴۷۰، حدیث: ۲۷۴۸۔

چھوڑ دیا تھا۔ نیز اس حدیث میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت ملنے کی بڑی اُمید ہے۔“[1]

گناہ کرنے والی قوم کی پیدائش:

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ اگر تم گناہ نہ کروگے تو وہ دوسری قوم کو لائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں معاف فرمائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ گناہ کروانے کے لیے ایک قوم کو پیدا کرے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علمِ ازلی میں ایک قوم ایسی ہے جسے وہ پیدا کرے گا اور وہ گناہ کریں گے، پھر معافی مانگیں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُنہیں معاف فرمائے گا۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو کچھ ہونے والا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علمِ ازلی میں ہے اور اس کے علم میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ گنہگاروں کو بخشے گا، اگر یہ فرض کیا جائے کہ گناہ ہی نہ ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں معاف فرمائے گا۔“[2]

گنہگاروں کو بخشنا اللہ کو پسند ہے:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث گناہوں میں مگن لوگوں کی تسلی کے لیے نہیں (جیسا کہ بعض کم علم لوگوں نے گمان کیا، بے شک انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اسی لیے مبعوث کیا گیا تاکہ وہ گنہگاروں کو گناہوں کی دلدل سے باہر نکالیں۔)، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت کے بیان اور گنہگاروں کو معاف کرنے کے لیے ہے تاکہ وہ توبہ میں رغبت کریں۔ حدیث کا معنیٰ مرادی یہ ہے کہ جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یہ پسند ہے کہ وہ نیکوکاروں کو ثواب عطا کرے، اسی طرح اُسے یہ بھی پسند ہے کہ وہ گنہگاروں کو معاف فرمائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کئی صفاتی نام اس بات کی دلیل ہیں جیسے اَلْغَفَّار (بخشنے والا) اَلْحَلِیْم (حلم والا) اَلتَّوَّاب (توبہ قبول کرنے والا) اَلْعَفُوّ (معاف فرمانے والا)۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو ایک فطرت پر پیدا نہیں فرمایا جیسا کہ ملائکہ تمام کے تمام ایک ہی فطرت پر پیدا کیے گئے ہیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں بلکہ اس نے بندوں کو الگ الگ فطرت پر پیدا کیا، بندوں میں سے کچھ اپنی خواہشاتِ نفس کی طرف مائل ہیں اُن کا نفس جو چاہتا ہے وہ وہی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/۳۲۷، تحت الحدیث: ۴۲۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/۳۲۷، تحت الحدیث: ۴۲۳۔

کرتے ہیں، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں گناہوں سے بچنے کا حکم دیتا ہے اور گناہوں کے پاس جانے سے ڈراتا ہے اور انہیں توبہ کا راستہ دکھاتا ہے، پھر اگر وہ گناہوں سے بچتے ہیں تو ان کا اجر و ثواب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ کرم پر ہے اور اگر وہ خطا کرے تو پھر بھی توبہ کا راستہ اُن کے پاس ہے۔ پس رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (اس حدیث سے یہ سمجھانے کا) قصد فرمایا کہ اگر تم بھی ملائکہ کی فطرت پر پیدا کیے جاتے تو ربّ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی صفتِ غفاری کے مقتضٰی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ فرمائے گا۔ بے شک غَفَّار اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مَغْفُور (جسے بخشا جائے وہ موجود) ہو جیسا کہ رَزَّاق (رزق دینے والا) اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مَرْزُوق (جس کو رزق دیا جائے وہ موجود) ہو۔"[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: "اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطاء سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے ربّ تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت ربّ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے ربّ کی صفت رَزَّاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غَفَّار بھی ہے۔ رَزَّاقیت کا ظہور رِزق و مَرزوق سے ہوتا ہے، غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار! ربّ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم ہے، تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمتِ الٰہی ہے، تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔"[2]

رحمتِ الٰہی کی اُمید و نااُمیدی دِلانے کا انجام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ربّ تعالیٰ کی رحمت سے امید دلائی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑا بخشنے والا اور غفور رحیم ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو ربّ کی رحمت سے مایوس نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کی رحمتِ الٰہی سے امید

---

1 ... شرح الطیبی، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ۵/۱۰۵، تحت الحدیث: ۲۳۲۸

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۵۸۔

بندھانی چاہیے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت اَبان بن ابی عیاش عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب اُمید کا کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر حال دریافت کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی بارگاہِ عالی میں کھڑا کر کے اِستفسار فرمایا: تو امید کا کثرت سے ذکر کیوں کرتا تھا؟ میں نے عرض کی: ” میں چاہتا تھا کہ مخلوق کے دل میں تیری محبت اُجاگر کروں۔ یہ سن کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بخش دیا۔“

حضرت سَیِّدُنا زید بن اَسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ پچھلی اُمّت میں ایک شخص تھا جو خوب عبادت کرتا تھا، نفس پر سختی اور لوگوں کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس کرتا تھا۔ وہ مر گیا اور بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوا تو اس نے کہا: اے میرے ربّ! میرے لئے تیرے ہاں کیا اجر ہے؟ ربّ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ”آگ۔“ اس نے کہا: میری عبادت و ریاضت کا کیا ہوا؟ ربّ تعالٰی نے فرمایا: ”جس طرح تو لوگوں کو دنیا میں میری رحمت سے مایوس کرتا تھا آج کے دن میں تجھے اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہوں۔“[1]

برائیوں پہ پشیماں ہو رحم فرمادے .... ہے تیرے قہر پہ حاوی تری عطا یاربّ
رہائی مجھ کو ملے کاش نفس وشیطاں سے .... ترے حبیب کا دیتا ہوں واسطہ یاربّ

مدنی گلدستہ

”یا غَفَّار“ کے 6 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر خوفِ خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دنیا سے کنارہ کشی کر کے پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔

(2) اِس حدیث کا مقصد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بے پایاں رحمت و مغفرت بیان کرنا ہے۔

(3) گنہگاروں کو معاف کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے۔

(4) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی صفتِ غفاری اِس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی گنہگار ہو جسے وہ معاف فرمائے۔

(5) حدیث کا ایک مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہو۔

---

1 . . . مصنف عبد الرزاق، کتاب العلم، باب الاقناط، ۱۰/ ۲۹۱، حدیث: ۲۰۴۲۸۔

(6) جب بندے سے گناہ ہوتا ہے تو وہ اپنے گناہ کا اِعتراف کرتا ہے، اس پر نادم ہوتا ہے پھر اپنے ربّ سے توبہ واِستغفار کرتا ہے اور بندے کا اپنے گناہوں سے معافی مانگنا ربّ تعالٰی کو پسند ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی پاک بارگاہ میں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:424

جَنَّت کی بِشارت

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا وَخَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ اِذْهَبْ فَمَنْ لَقِيْتَ وَرَاءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ چند دیگر لوگوں کے ہمراہ حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے، پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے واپس تشریف لانے میں دیر کردی تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں حضور کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے، پس ہم گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے گھبرانے والا میں تھا، پھر میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا، میں ایک انصاری کے باغ کی دیوار کے پاس پہنچا۔" پھر سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، ص ۳۷، حدیث: ۳۱۔

نے اس طویل حدیث کو یہاں تک ذکر کیا کہ رسولُ الله صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! جاؤ اِس دیوار کے پیچھے جو بھی تمہیں اس بات کی گواہی دیتا ہوئے ملے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اُس کا دل اُس گواہی پر مطمئن ہو تو اُسے جنت کی خوشخبری دے دینا۔“

مذکورہ حدیث میں بھی دیگر احادیث کی طرح رحمتِ الٰہی کی وُسعت کا بیان ہے کہ جو سچے دل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائے وہ جنت میں جائے گا تو اس حدیث میں سچے دل سے کلمہ گو مسلمان کے لیے مغفرت کی بڑی اُمید ہے۔

توحید ورسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے:

حدیثِ پاک میں صرف توحید (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کا ذِکر ہے رِسالت (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کا ذِکر نہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے مسلمان ہو جائے گا بلکہ توحید کے ساتھ ساتھ رسالت کا اقرار کرنا بھی لازم ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ”مرقاۃ المفاتیح“ میں ہے: ”مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا لازم ہے (یعنی جو توحید کا قائل ہو مسلمان ہونے کے لیے اس پر لازم ہے کہ رسولُ الله صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کو بھی مانتا ہو۔) اور اُس کا دل اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہو، اُسے اِجمالی ایمان توحید اور نبوت میں کسی قسم کا شک یا تردد نہیں تو اُسے جنت کی خوشخبری دو۔“[1]

کلمہ گو جنت میں کب جائے گا؟

حدیثِ پاک میں فرمایا: ”(جو توحید ورسالت کی گواہی دے) اُسے جنت کی خوشخبری دو۔“ حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو بھی کلمہ پڑھے وہ جنت میں جائے گا خواہ اس نے گناہ کیے ہوں؟ ”دلیل الفالحین“ میں اس کی یہ مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں: ❁ ”ابتداہی میں جنت میں جائے گا اس طرح کہ اسلام لانے کے بعد گناہوں میں مبتلا ہوئے بغیر مر گیا تو وہ جنت میں جائے گا یا ❁ اسلام لانے کے بعد اُس نے کوئی گناہ نہ کیا تب بھی جنت ہی میں جائے گا یا ❁ اُس نے صغیرہ گناہ کیے لیکن اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ تھیں تو بھی

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ١/ ٢٠٥، تحت الحدیث: ٣٩۔

جنت میں جائے گا یا ❁ کبیرہ گناہ کیے تھے لیکن اُن سے توبہ کرلی تھی تو بھی جنت میں جائے گا یا ❁ اگر اُس نے صغیرہ گناہ کیے تھے اور وہ اس کی نیکیوں سے زیادہ تھے یا کبیرہ گناہ کیے تھے اور بغیر توبہ کیے مر گیا تو پھر پہلے اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لیے جہنم میں جائے گا اور سزا پانے کے بعد بالآخر جنت میں جائے گا۔ ❁ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ محض اپنے فضل و کرم سے (بلا حساب وکتاب) ابتدا ہی میں جنت میں داخل فرمادے جیسا کہ اُس کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ﴾ (پ۵، النساء:۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔[1]

واہ! یہ تو خوشی کی بات ہے:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۹۱۲ صفحات پر مشتمل کتاب "احیاء العلوم" جلد چہارم، صفحہ ۴۲۳ پر ہے: حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بِن اَکثم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے وِصال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَافَعَلَ اللہُ بِكَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی بارگاہِ عالی میں کھڑا کرکے فرمایا: "اے بد عمل بڈھے! تو نے فلاں فلاں کام کیا۔" فرماتے ہیں: مجھ پر اس قدر رُعب طاری ہو گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔ پھر میں نے عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھے تیرا یہ حال نہیں بتایا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: "پھر میرے بارے میں کیا بیان کیا گیا؟" میں نے عرض کی: مجھ سے حضرت عبد الرزاق نے، ان سے حضرت معمر نے، ان سے حضرت امام زہری نے اور ان سے حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اور وہ تیرے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کے حوالے سے بیان فرمایا کہ تو فرماتا ہے: "میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں تو وہ میرے ساتھ جو چاہے گمان رکھے۔" میرا گمان یہ تھا کہ تو مجھے عذاب نہیں دے گا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: "جبریل نے سچ کہا، میرے نبی نے سچ کہا، انس، زُہری، معمر، عبدالرزاق نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچ کہا۔" حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن اَکثم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: "پھر مجھے جنتی لباس پہنایا گیا اور جنت تک میرے آگے آگے غلام چلتے رہے تو میں نے کہا: "واہ! یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۴۸، تحت الحدیث: ۴۲۴۔

مِٹادے ساری خطائیں مِری مِٹا یاربّ .... بنا دے نیک بنا نیک دے بنا یاربّ
نہیں ہے نامۂ عطار میں کوئی نیکی .... فقط ہے تیری ہی رحمت کا آسرا یاربّ

مدنی گلدستہ

”رسول“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی بھی مقتدیٰ یا پیشوا کو اپنے اَصحاب و سائلین کے ساتھ بیٹھنا چاہیے تاکہ وہ اِس کے علم سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے حتّٰی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آنے میں دیر ہو جاتی تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بے چین و بے قرار ہو جاتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ڈھونڈنے نکل جاتے تھے۔

(3) جنت میں داخلے کے لیے سچے دل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت پر ایمان لانا اور زبان سے اِقرار کرنا ضروری ہے۔

(4) جو بھی کلمہ گو مسلمان ایمان کی حالت میں مرے گا وہ جنت میں جائے گا یا اگر نیک ہے تو ابتداءً جنت میں جائے گا اور اگر گنہگار ہے تو اپنے گناہوں کی سزا پاکر بالآخر جنت میں جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:425

شفاعتِ مُحَمَّد، اُمّیدِ اُمّت

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَلَا قَوْلَ اللہِ عَزَّوَجَلَّ فِی اِبْرَاھِیْمَ: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ﴾ وَقَوْلَ عِیْسٰی: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا جِبْرِيْلُ! اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: يَا جِبْرِيْلُ! اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ: اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں نازل ہونے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تلاوت کی:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ ۚ (پ ۱۳، ابراھیم: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے ربّ! بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے۔

پھر قرآن میں موجود حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے اِس قول کی تلاوت فرمائی:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾ (پ ۷، المائدۃ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے اور بارگاہِ رَبُّ الْعِزَّت میں یوں عرض گزار ہوئے: "اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ یعنی اے میرے ربّ! میری اُمّت (کو بخش دے) میری اُمّت (کو بخش دے)۔" اور ساتھ ہی رونے لگے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: "اے جبریل! محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس جاؤ! حالانکہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے اور ان سے پوچھو کہ انہیں کس چیز نے رُلایا؟" پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُنہیں وہ دعا بتائی جو مانگی تھی حالانکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: "اے جبریل! محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس جاؤ! اور کہو کہ ہم آپ کی اُمّت کے

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ۔۔۔الخ، ص ۱۳۰، حدیث: ۲۰۲۔

بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے اور آپ کو غم میں مبتلا نہیں کریں گے۔"

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے "ریاض الصالحین" میں مذکورہ حدیثِ پاک میں جو پہلی آیت ذکر فرمائی ہے اُس کا آخری جزء ذکر نہیں فرمایا جبکہ اس آخری جزء کی مذکورہ باب سے مناسبت بھی ہے۔ نیز مسلم شریف کے بعض نسخوں میں اور احادیث کی دیگر کئی کتب میں بھی آیت کا آخری جزء مذکور ہے۔ پوری آیتِ مبارکہ یوں ہے:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ (پ ۱۳، ابراھیم: ۳۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے ربّ! بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے۔ اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور کی بارگاہِ الٰہی میں وجاہت وعزت:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** "یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ ❁ مثلاً اِس حدیث میں اِس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت پر انتہائی شفقت فرمانے والے اور اُن کے فوائد کی پرواہ کرنے والے ہیں۔ ❁ دعا کے لیے ہاتھ بلند کرنا مستحب ہے۔ ❁ اِس حدیث میں اُمّتِ مُسلِمہ کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔ ❁ یہ حدیث اُن اَحادیث میں سے ہے جن میں اِس اُمّت کے لیے رحمتِ الٰہی سے اُمید دلائی گئی ہے۔ ❁ اِس حدیث سے بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَرتبے کا پتہ چلتا ہے۔ ❁ اور یہ بھی کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خاص لطف و کرم ہے۔ ❁ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس بھیجنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے شرف کا اظہار ہو اور یہ کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ **اللہ** تعالیٰ آپ کی رضا چاہتا ہے اور آپ کو وہ عزت و مقام عطا فرمائے گا جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "ہم تمہیں راضی کر دیں گے اور تمہیں غمگین نہ کریں گے۔" یہ تاکید کے لیے فرمایا کیونکہ رضامندی تو اِس طرح بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ بعض گنہگاروں کو معاف کر دیا جائے اور باقی ماندہ کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

تاکید فرمائی کہ ہم آپ کو غمگین نہیں کریں گے بلکہ تمام اُمت کو معاف کر دیں گے۔“[1]

حضور اپنی اُمّت پر اِنتہائی شفیق ہیں:

اِس حدیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت سے کس قدر محبت فرماتے ہیں کہ اپنی اُمّت کے لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے رو رو کر درخواست کرتے ہیں کہ اے میرے رب! میری اُمّت کو بخش دے۔ وہ رؤف رحیم ہیں، ہمارا مشقت میں پڑنا انہیں بہت گراں گزرتا ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ﴾ (پ۱۱، التوبة: ۱۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دونوں دستِ کرم بلند کر دیئے اور رب عَزَّوَجَلَّ سے عرض گزار ہوئے: ”اے میرے ربّ! میری اُمّت میری اُمّت “یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میری امت کو بخش دے، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میری اُمّت پر رحم فرما، دو بار اُمّتی اُمّتی فرمانا تکرار کے لیے ہے یا تاکید کے لیے یا پھر اس سے پہلے کے لوگ اور بعد میں آنے والے لوگ مراد ہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روئے، کیونکہ حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم اور حضرتِ سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِمَا السَّلَام کی (قران میں ذکر کی گئی) شفاعت کا ذکر پڑھا تو آپ کو اپنی اُمّت یاد آگئی جس کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔“[2]

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کیا خوب فرماتے ہیں:

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے ...... آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ ...... ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے

شفاعت کے لیے ایمان شرط ہے:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت اُس کے لیے بھی ہے جو ایمان کی حالت میں اپنے

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ وبکائہ، ۲/۷۸، الجزء الثالث۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب الحوض والشفاعۃ، ۹/۵۲۸، تحت الحدیث: ۵۵۷۷۔

گناہوں سے توبہ کیے بغیر مر گیا جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”شَفَاعَتِي لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِي یعنی میری شفاعت میری اُمّت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔“[1] یہاں اُمّت سے مراد اُمّتِ دعوت نہیں بلکہ اُمّتِ اِجابت یعنی مسلمان ہیں البتہ جس کا خاتمہ کفر پر ہوا اس کے لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نہیں کیونکہ اس کے بارے میں خود اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾ (پ۵، النساء: ۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

حضور کا رونا ہماری خوشی کا ذریعہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”ان دو محبوب نبیوں کی شفاعت کا ذکر پڑھا تو شفیع المذنبین (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا دریائے رحمت جوش میں آگیا، اپنی گنہگار اُمّت یاد آگئی اور اس وقت شفاعت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید میں جیسی آیت تلاوت کرے اسی طرح کی دعا مانگے یہ سنتِ رسولُ اللہ ہے۔ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)۔ دعا کے وقت رونا علامتِ قبولیت ہے، پھر حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا رونا، حضور کے آنسو سُبْحٰنَ اللہ! حضور کا رونا ہماری ہنسی و خوشی کا ذریعہ ہے، بادل روتا ہے تو چمن ہنستا ہے۔ (اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”ہم آپ کی اُمّت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے۔“) یعنی آپ اپنی اُمّت کے متعلق جو چاہیں گے جو کہیں گے ہم وہ ہی کریں گے۔ اَحادیث میں ہے کہ اس پر حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم! میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میرا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں ہو، خدا کرے ہم اُمّتی رہیں۔“[2]

عشق و محبت کے کھوکھلے دعوے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک ہم گناہگاروں کے لیے اُمید کی شمع ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو اپنی اُمّت سے ایسی حقیقت محبت فرمائیں کہ جب تک تمام اُمّت کو داخل جنت نہ فرمالیں قلبِ اَطہر کو قرار نہ آئے اور ایک ہم اُمّتیوں کی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت ہے،

---

1 ... ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب منہ: ۱۱، ۴/۱۹۸، حدیث: ۲۴۴۳۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۴۲۵۔

افسوس! صد کروڑ افسوس! اب مسلمانوں کی اکثریت کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ عشق و محبت کے کھوکھلے دعوے اور جان و مال لٹانے کے محض نعرے لگاتے ہیں، ظاہری حالت دیکھ کر ایسا لگتا ہے گویا اِن کے نزدیک دُنیا کی قدر (عزّت) اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مَعَاذَاللہ اسلامی اَقدار کی کوئی پرواہ نہیں رہی، نبی رحمت، غمگسارِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی نماز) کی پابندی کا کچھ لحاظ نہیں، غیروں کی نقالی میں اِس قدر محویت کہ اتباعِ سنّت کا بالکل خیال نہیں۔ صبح اٹھنے سے لے کر رات کو سونے تک ہمارا لمحہ لمحہ گناہوں میں بسر ہوتا ہے، حالانکہ راہِ عشق میں عاشق تو اپنی ذات کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اس کی دلی تمنّا یہی ہوتی ہے کہ میں ہر اس بات پر عمل کروں جس سے میرا محبوب راضی ہو جائے، جس بات سے میرا محبوب ناراض ہوتا ہے میں اس کے قریب بھی نہ جاؤں، عاشقِ حقیقی تو رضائے محبوب کی خاطر اپنا سب کچھ لُٹا دیتا ہے۔ کاش! ہمارے اندر بھی ایسا جذبہ صادقہ پیدا ہو جائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب، ہم گناہگاروں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کی خاطر گناہوں کو ترک کر دیں، **اللہ** و رسول کی رضا والے کاموں میں زندگی بسر کرنے والے بن جائیں، ان کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں حقیقی عشق و محبت عطا فرمائے۔ آمین

تو انگریزی فیشن سے ہر دم بچا کر ...... مجھے سنّتوں پر چلا یاالٰہی
غمِ مصطفیٰ دے غمِ مصطفیٰ دے ...... ہو دردِ مدینہ عطا یاالٰہی
محبت میں اپنی گما یا الٰہی ...... نہ پاؤں میں اپنا پتا یاالٰہی

مدنی گلدستہ

”شفاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اُن پر بہت زیادہ شفیق و مہربان ہیں۔

(2) دعا کے لیے ہاتھ بلند کرنا مستحب ہے، نیز دعا کے وقت رونا دعا کی قبولیت کی علامت ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بڑی عزت ووَجاہت ہے۔

(4) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت کی فکر میں رویا کرتے تھے۔

(5) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت اُن گنہگاروں کے لیے بھی ہے جو ایمان کی حالت میں اِس دنیا سے چلے گئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی حالت میں موت نصیب فرمائے، اور کل بروزِ قیامت حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:426

اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر حق

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَلٰی حِمَارٍ فَقَالَ: یَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ؟ قُلْتُ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْهُ وَلَا یُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَا یُعَذِّبَ مَنْ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَیَتَّكِلُوْا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں ایک دراز گوش (یعنی گدھے) پر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کیا حق ہے؟" میں نے عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ جانتے ہیں۔" تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ صرف اُس کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق یہ ہے کہ جو اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ

---

1 ۔۔۔ بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب اسم الفرس والحمار، ۲ / ۲۶۹، حدیث: ۲۸۵۶۔

کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو عذاب نہ دے۔“ پھر میں نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں؟“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اُنہیں یہ بشارت مت دینا ورنہ وہ اِسی پر بھروسہ کرلیں گے۔“

عبادتِ الٰہی اس کے معبود ہونے کا تقاضا ہے:

حدیثِ پاک میں فرمایا: ”بندوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔“ اس کی شرح میں عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یعنی اسے ایک مانیں اور اُس کی عبادت کریں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا اُس کے معبود اور ربّ ہونے کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالٰی پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عذاب نہ دے۔ یعنی ہمیشہ رہنے والا عذاب، لٰہذا یہ جہنم میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے۔ بے شک اِس اُمَّت کے بعض گنہگار لوگ اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لیے جہنم میں جائیں گے جیسا کہ اَحادیثِ صحیحہ بلکہ اَحادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی اُمَّتی جہنم میں جائے حالانکہ علامہ بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اُمَّت کا کوئی بھی شخص جہنم میں حتمی طور پر داخل نہیں ہوگا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کی بنا پر سب کو معاف کردیا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ شرک کے علاوہ سب گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرمادے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کسی کے جہنم میں داخلے کی نفی نہیں کی بلکہ اس کے یقینی ولازمی طور پر جہنم میں داخل ہونے کی نفی کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وعدۂ الٰہی کی بناء پر تمام گناہوں کا معاف ہونا ممکن ہے۔ بہر حال حدیثِ نبوی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رُو سے گنہگار مؤمنوں کا جہنم میں داخل ہونا لازمی ہے تو یہ بھی علامہ بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے قول کے مُعارِض نہیں کیونکہ اِن کے قول سے وعدۂ الٰہی سے عام معافی ہونا لازم آتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا کیونکہ بعض گنہگاروں کو ان کی سزا پوری ہونے سے پہلے جہنم سے نکال دینا بھی معافی ہی ہے۔“[1]

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ۱/ ۱۸۳، تحت الحدیث: ۲۴۔

اللہ پر بندوں کا حق کیسا؟

حدیثِ پاک میں فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اُس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نہ ذات میں نہ صفات اور اِس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور بندوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق یہ ہے کہ جب وہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ اُنہیں عذاب نہ دے لیکن یہ حق اللہ عَزَّوَجَلَّ پر واجب نہیں ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔ جیسا کہ مرآۃ المناجیح میں ہے: "حق کے معنٰی واجب، لازم، لائق۔ بندوں کے متعلق تینوں معنی درست ہیں کہ اللہ کی عبادت ان پر واجب ہے، لازم ہے، ان کے لائق ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے یہ معنی اور طرح درست ہوں گے وہ یہ کہ اُس کریم نے اپنے ذمہ کرم پر خود لازم فرمالیا کہ عابدوں کو جزاء دے، کوئی اور اُس پر واجب نہیں کر سکتا، لہٰذا جن روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں وہ دوسرے معنٰی میں ہے کہ کوئی اس پر واجب نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی اس کا حاکم نہیں وہ سب کا حاکم ہے۔ (فرمایا: "اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔") اس طرح کہ نہ تو کسی کو اس کا ہمسر جانیں، نہ اس کا بیوی بچہ۔ لہٰذا اس میں مجوسیت، نصرانیت، یہودیت سب ہی داخل ہیں۔ ان ہی تمام دینوں سے علیحدگی ضروری ہے۔"[1]

لوگوں کو بشارت نہ سنانے کا مقصد:

حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا حضرت معاذ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کو خوشخبری سنانے سے منع فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ نیک اَعمال کریں اور جنت میں اعلیٰ درجات کو حاصل کریں۔ لہٰذا اگر لوگوں کو یہ بات بتادی جاتی تو پھر وہ اس کے اصل مقصد کو کھودیتے اور یہ سوچ کر اَعمال کرنا چھوڑ دیتے کہ جب عذاب سے بچنے کے لیے اِیمان ہی کافی ہے تو پھر نماز روزے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ،

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس طرح کہ مقصدِ کلام سمجھیں گے نہیں اور اَعمال چھوڑدیں گے کہ جب فقط درستیٔ عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ عالِم عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۵۔

جو اُن کی سمجھ سے وَرا ہو۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ نے اس وقت بشارت نہ دی بلکہ یہ حدیث بطور خبر بعد میں بعض خواص کو سنادی لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔"[1]

اُمید کے سبب جہنم سے چھٹکارا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت بڑی ہے، وہ کل بروزِ قیامت بعض لوگوں کو جہنم میں ڈالنے کے بعد فقط اپنی رحمت سے اُمید رکھنے کے سبب نکالے گا اور انہیں داخلِ جنت فرمائے گا۔ چنانچہ رسولِ اکرم، شاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ وہاں ایک ہزار 1000 سال تک "یَاحَنَّانُ یَا مَنَّانُ" کہہ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پکارتا رہے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جبریل امین سے فرمائے گا: "جاؤ! میرے بندے کو لے کر آؤ۔" چنانچہ وہ اسے لے کر آئیں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کر دیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے دریافت فرمائے گا: "تو نے اپنا ٹھکانا کیسا پایا؟" وہ عرض کرے گا: "بہت بُرا۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: "اسے دوبارہ وہیں لے جاؤ۔" وہ جا رہا ہو گا تو پیچھے مڑ کر دیکھے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: "کیا دیکھتا ہے؟" وہ عرض کرے گا: "مجھے تجھ سے یہ امید تھی کہ ایک مرتبہ جہنم سے نکالنے کے بعد مجھے دوبارہ اس میں نہیں بھیجے گا۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: "اسے جنت میں لے جاؤ۔"[2]

مُعاف فضل و کرم سے ہو ہر خطا یاربّ .... ہو مغفرت پئے سلطان انبیاء یاربّ
بلا حساب ہو جنت میں داخلہ یاربّ .... پڑوس خلد میں سرور کا ہو عطا یاربّ

مدنی گلدستہ

"شَافِعِ اُمَّت" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اُس کا بندوں پر حق ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے کا تقاضا ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۵۔

2 ... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ، ۱/ ۱۰۵، حدیث: ۱۰۹، احیاء العلوم، ۴/ ۴۲۴۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں بلکہ اس نے اپنے ذمہ کرم پر لازم کرلیا ہے۔

(4) بعض گنہگار مسلمان جہنم میں جائیں گے اور اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائیں گے۔

(5) ہمیں چاہیے کہ اس دنیا میں نیک اعمال کریں تاکہ جنت میں اعلیٰ درجات کو پاسکیں۔

(6) عالِم کو چاہیے کہ عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو اُن کی سمجھ سے وراہو۔

(7) ربّ تعالیٰ سے اچھی اُمید انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اور اپنے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی بلاحساب مغفرت فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:427 مُسلمان بندے کی قبر میں ثابت قدمی

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِی الْقَبْرِ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ فَذٰلِکَ قَوْلُہُ تَعَالٰی: ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِۚ﴾.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان سے جب قبر میں پوچھا جاتا ہے تو وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے یہی مراد ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِۚ (پ۱۳، ابراھیم: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالٰی: یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت، ۳/۲۵۳، حدیث: ۴۶۹۹۔

مُنکَر و نکیر اور قولِ ثابت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ''مسلمان سے قبر میں پوچھا جاتا ہے۔'' کون پوچھتا ہے؟ کیا پوچھتا ہے؟ یہ نہیں بتایا۔ چنانچہ ''دلیل الفالحین'' میں ہے: ''دو فرشتے ہیں جو اس کام پر مامور ہیں، اُن کا نام مُنکَر اور نکیر ہے جو مؤمن سے اس کے ربّ اور نبی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔''[1] ''عمدۃ القاری'' میں ہے: مسلمان کا قبر میں یہ جواب دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان عالیشان کا مصداق ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر۔ (پ ۱۳، ابراھیم: ۲۷)

قولِ ثابت سے مراد کلمۂ توحید ہے کیونکہ یہ کلمہ بندۂ مؤمن کے دل میں راسخ ہوتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں ثابت قدمی سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں مؤمنوں کو بھلائی اور نیکی کے کام پر ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں ثابت قدم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب بندۂ مؤمن سے قبر میں پوچھا جائے گا کہ تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دِین کیا ہے؟ اور تیرے نبی کون ہیں؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، میرا دِین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں جو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سے روشن دلائل کے ساتھ آئے تو میں اُن پر ایمان لایا اور اُن کی تصدیق کی۔ تو اس سے کہا جائے گا: تو نے سچ کہا اور تو اِسی دین پر رہا، اِسی پر مرا اور اِسی پر اٹھایا جائے گا۔''[2]

قبر میں اللہ کی رحمت سے کامیابی ملے گی:

اِس حدیثِ پاک سے یہ پتہ چلا کہ کوئی شخص فقط اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہی کامیابی ملے گی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو دنیا و آخرت میں دِین پر ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ جیسا

1 ۔ ۔ ۔ دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۱۳۳، تحت الحدیث: ۴۲۷۔

2 ۔ ۔ ۔ عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ۶/ ۲۷۶، تحت الحدیث: ۱۳۶۹۔

کہ ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”یہاں آخرت سے مراد قبر ہے، یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا، محض ربّ کے کرم سے کامیابی ملے گی۔ یعنی مؤمنوں کو زندگی اور قبر میں کلمۂ شہادت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ثابت قدم رکھتا ہے، ورنہ دنیا کے بہت سے حالات اور قبر کے سخت سوالات اُسے پھسلانے والے ہیں۔ قول ثابت سے مراد کلمہ طیبّہ ہے چونکہ قبر میں صرف عقائد کا امتحان ہے، اِس لئے اَعمال کا ذکر نہ ہوا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”مومن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قبر میں منکر نکیر نامی دو فرشتے انسان سے اس کے ربّ اور دِین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مسلمان کو دنیا و آخرت میں دِینِ اسلام پر استقامت ملتی ہے۔

(3) کوئی بھی فقط اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مسلمان کو دنیا و آخرت میں کامیابی ملتی ہے۔

(4) قبر میں عقائد کا امتحان ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قبر کے جوابات صحیح دینے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری قبر کی تمام منزلیں آسان فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر بالخیر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 428

مؤمِن و کافِر کے نیک اَعمال اور اُن کی جزا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَۃً اُطْعِمَ بِھَا طُعْمَۃً مِنَ الدُّنْیَا وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَدَّخِرُ لَہُ حَسَنَاتِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ وَیُعْقِبُہُ رِزْقًا فِی الدُّنْیَا عَلٰی

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۹۔

طَاعَتِهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کافر کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اُس کے بدلے میں دنیا میں ہی اس کو کھانا کھلا دیا جاتا ہے اور مؤمن کی نیکیوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ آخرت کے لیے جمع فرماتا ہے اور دنیا میں اُس کو رِزق اُس کی اِطاعت اور فرمانبرداری کرنے پر عطا فرماتا ہے۔“ ایک روایت میں یوں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ بندۂ مؤمن پر نیکیوں میں زیادتی وظلم نہیں فرماتا، بعض نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی عطا فرمادیتا ہے اور کچھ کی جزا آخرت میں عطا فرمائے گا اور کافر کی وہ نیکیاں جو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کی ہوتی ہیں ان کے بدلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کو دنیا میں ہی کھانا کھلا دیتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کافر کو آخرت میں لائے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کا اُس کو بدلہ دیا جائے۔“

کافر خسارے میں ہے:

نزہۃ القاری میں ہے: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کافر اگر کفر پر مرے تو اُس کے اَعمالِ حَسنہ پر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ لیکن جو اِسلام سے مشرف ہوا اور اِسلام پر مرا اسے زمانہ کفر کی نیکیوں کا ثواب ملے گا یا نہیں اِس میں اختلاف ہے، ابنِ بَطَّال اور دوسرے محققین کہتے ہیں کہ اُن اَعمالِ خیر کا ثواب ملے گا مگر امام قاضی عیاض رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ و دوسرے ائمہ محققین فرماتے ہیں کہ زمانہ کفر کے اَعمالِ خیر پر اسے اجر نہیں ملے گا اور اُصول کے یہی مطابق ہے، اس لیے کہ نیکی کو نیکی ہونے کے لیے نیتِ طاعت ضروری ہے اور کافر نیت کا اَہل نہیں، یہ ہوسکتا ہے کہ بعض خصوصیات کی وجہ سے کسی خاص کافر کو کچھ اجر ملے جیسے ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔[2]

مؤمنوں پر ربّ تعالیٰ کا فضل وکرم:

یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ مؤمن کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی اُسے نیکیوں کا اجر ملے گا۔ چنانچہ مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ

---

1 . . . مسلم، کتاب صفة القیامة، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة۔۔۔الخ، ص ۱۵۰۸، حدیث: ۲۸۰۸۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۹۱۷ ملتقطاً۔

اَلْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی مؤمن کو اس کی نیکیوں کا فائدہ دنیا میں بھی ملتا ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۲، ۳) (ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔) تقویٰ کی برکت سے ہر آفت سے نجات، رزق میں فراخی، عزت و عظمت سب ملتی ہے مگر یہاں کی چیزوں سے اس کی آخرت کی جزا کم نہیں ہوتی جیسے سرکاری ملازم کا بھتہ تنخواہ میں نہیں کٹتا اور کافر کی دنیاوی تکالیف آخرت کے عذاب کو کم نہیں کرتیں جیسے ملزم کی حوالات کا زمانہ جیل کی مدت میں نہیں کٹتا۔ (آخرت میں کافر کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کا اجر اسے دیا جائے۔) یعنی کافر جو دنیا میں ہوا، دھوپ، غذا پانی وغیرہ کھا پی لیتا ہے وہ اس کی نیکیوں کے حساب میں آجاتا ہے۔ جب آخرت میں پہنچے گا تو اس کا حساب صاف ہو چکا ہوگا وہاں کچھ نہ پائے گا۔ مؤمن دنیا میں قانون سے کھاتا پیتا ہے، آخرت میں محبت سے اجر پائے گا۔ قانون میں حساب ہے، محبت میں بے حسابی۔ ہوٹل میں کھانا حساب سے ملتا ہے، دعوت میں بغیر حساب کے کہ ہوٹل قانون کی جگہ، دعوت محبت کا ظہور: ﴿یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ مؤمن کی دنیاوی تکالیف اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں حتی کہ بیماریاں، فکریں، رِزق کی تنگی سب کفارات ہیں: ﴿مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ﴾ کا یہی مطلب ہے۔“[1]

ایک جملہ دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ مؤمن کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی اُسے اجر ملے گا۔ مگر ہمیشہ بندے کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس سے میرے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں کہ بسا اوقات ایک جملہ بھی دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے مابین دوستی تھی، ان میں سے ایک گناہوں میں مبتلا رہتا تھا اور دوسرا عبادت گزار تھا۔ عبادت گزار جب بھی گناہگار کو دیکھتا تو اسے گناہوں سے باز رہنے کا کہتا۔ ایک روز اُس نے اسے کوئی گناہ کرتے دیکھا تو باز رہنے کا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۴۔

کہا۔ گناہگار نے کہا: مجھے میرے رب پر چھوڑ دو، کیا تم مجھ پر نگران ہو؟ عبادت گزار نے کہا: خدا کی قسم! اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری مغفرت نہیں فرمائے گا یا تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ مرنے کے بعد دونوں جب بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عبادت گزار سے فرمایا: کیا تجھے میرے متعلق سب کچھ علم ہے یا میرے اختیارات تیرے قبضے میں ہیں؟ گناہگار سے ارشاد فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا۔ اور عبادت گزار کے متعلق فرمایا: اسے جہنم میں لے جاؤ۔'' اس کے بعد حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس عبادت گزار نے ایسی بات کہی جس نے اس کی دنیا و آخرت تباہ کر دی۔''[1]

یا خدا میری مغفرت فرما .... باغِ فردوس مرحمت فرما
دِین اسلام پر مجھے یاربّ .... اِستقامت تو مرحمت فرما
تو گناہوں کو کر معاف اللہ .... میری مقبول معذرت فرما
مصطفٰے کا وسیلہ توبہ پر .... تو عنایت مداومت فرما



''مدینہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کافر اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس نیکی کا بدلہ اُسے دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔

(2) کافر جب خدا کی بارگاہ میں جائے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو گی۔

(3) مسلمان کی نیکیاں آخرت میں جمع ہوتی رہتی ہیں۔

(4) مسلمان کی کوئی بھی نیکی ضائع نہیں ہوتی۔

(5) بندہ مؤمن کو جو دنیا میں رزق ملتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کے صلہ میں ملتا ہے جبکہ آخرت میں جو اسے جزا دی جائے گی وہ فضلِ خداوندی کے سبب ہو گی۔

---

1 ... ابوداود، کتاب الادب، باب النھی عن البغی، ۴/۳۶۰، حدیث: ۴۹۰۱۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا وآخرت دونوں کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر 429

گناھوں کے مَیل کو دُور کرنے والی نہر

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَھْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”پانچوں نمازوں کی مثال اس بھری ہوئی نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزر رہی ہو اور وہ اس میں ایک دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ بندہ دن بھر گناہوں میں مبتلا رہتا ہے لیکن جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ہر نماز میں اس کے گناہ جھڑتے ہیں جس کے سبب وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے بندہ نماز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے پڑھتا ہے لیکن نماز پڑھنے سے اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ وہ ہمارے فرائض کے ذریعے بھی ہمارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ تو اس میں بندے کے لیے گناہوں کی مغفرت اور رب تعالیٰ کی بخشش ورحمت کی امید ہے، یہ باب بھی چونکہ رب کی رحمت سے امید کا ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

گناہوں سے پاک ہونے کا آسان طریقہ:

حدیثِ پاک میں فرمایا: ”جو نہر تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزر رہی ہو۔“ یعنی جس طرح گھر کے دروازے پر موجود نہر تک تم باآسانی پہنچ سکتے اور اس میں نہا کر اپنا میل کچیل دُور کر سکتے ہو اِسی

[1] ... مسلم، کتاب المساجد، باب مشی الی الصلوۃ، ص ٣٣٦، حدیث: ٦٦٨۔

طرح نماز تک پہنچنے کے لیے تمہیں کوئی مشکل جھیلنے کی ضرورت نہیں، تم باآسانی نماز پڑھ کر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر سکتے ہو۔ جیسا کہ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ قریبی نہر تک باسہولت پہنچنا اور اُس کو استعمال کرنا آسان ہے۔“[1]

باطنی صفائی نماز سے حاصل ہوتی ہے:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس طرح بار بار غسل کرنا آدمی کے جسم سے میل کچیل کو دُور کر دیتا ہے اسی طرح پانچ وقت کی نماز پڑھنا باطن سے میل کچیل کو ختم کر دیتا ہے۔“[2]

خطاؤں سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اِس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے۔ خیال رہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے۔ دو (۲) وجہ سے: (1) ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے، ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ (2) دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف اَدا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دُور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میلِ دل کے لیے پانی۔“[3]

نمازوں کی پابندی کیجیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس بے پایہ رحمت اور اس

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ، ۲/ ۶۴۴، تحت الحدیث: ۶۶۸۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۳۲، تحت الحدیث: ۴۲۹۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۱۔

کے فضل کا بیان ہے کہ وہ پانچوں نمازوں کی ادائیگی سے بندے کے تمام صغیرہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح ایک نہر میں پانچ بار نہانے والے کا میل کچیل بالکل صاف ہو جاتا ہے، وہیں اس حدیثِ پاک میں ان مسلمانوں کے لیے بھی لمحۂ فکریہ ہے جو نمازوں کے معاملے میں سُستی کا شکار ہیں، یاد رہے کہ نماز مسلمان پر سب سے پہلا فرض ہے، نماز دِین کا ستون ہے، نماز سے رحمت نازل ہوتی ہے، نماز ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، نمازی کے لیے بے شمار اِنعامات واِعزازات کی بشارت ہے جبکہ بے نمازی اور نماز میں سُستی کرنے والوں کے لیے طرح طرح کی وعیدات بیان فرمائی گئی ہیں۔ خدارا نمازوں کی پابندی کیجئے، کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے، بلکہ کوئی جماعت فوت نہ ہونے پائے، جیسے ہی کانوں میں اذان کی آواز گونجے فوراً سے پیشتر تمام کام کاج چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جایئے۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ...... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
میں پڑھتا رہوں سنتیں وقت ہی پر ...... ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی

مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا اکرم ہے کہ وہ فرائض کے ذریعے بھی ہمارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(2) پانچ وقت کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کی پابندی نہایت ضروری ہے۔

(3) نماز سے مسلمان کا باطن پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

(4) نماز یا دیگر عبادات سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ گناہ توبہ سے ہی معاف ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پانچوں نمازیں باجماعت تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ پہلی صف میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نمازوں کی برکت سے ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:430

جنازے میں چالیس اَفراد کی شرکت کی برکت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلَى جَنَازَتِهِ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان کے جنازے میں ایسے چالیس40 آدمی شرکت کریں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس میت کے حق میں اُن کی سفارش قبول فرماتا ہے۔"

فوت شدہ مسلمان پر فضل وکرم:

حدیثِ مذکور میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کے جنازے میں چالیس ایسے مسلمان ہوں جو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس فوت شدہ مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے یہ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اس فوت شدہ مسلمان پر بڑا فضل وکرم ہے، اس کی رحمت بڑی وسیع ہے کہ صرف نمازِ جنازہ میں چالیس40 نیک مسلمانوں کے شرکت کرنے سے ان کی شفاعت کو بندے کے حق میں قبول فرمالیتا ہے اور اُسے بخش دیتا ہے۔عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "**اللہ** تعالیٰ اُن چالیس مسلمانوں کی سفارش قبول فرما کر اُس میت کی مغفرت فرمادیتا ہے۔"[2]

مسلمانوں سے متقی مراد ہیں:

جن چالیس40 مسلمانوں کے نمازِ جنازہ پڑھنے سے اس فوت شدہ مسلمان کی بخشش ہوجائے گی، ان سے مراد نیک پرہیزگار اور متقی مسلمان ہیں۔مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه، ص ۴۷۳، حدیث: ۹۴۸۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۲۲، تحت الحدیث: ۴۳۰

قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے اَبدال اتنے غوث اور ایک قُطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فُسّاق ہوتے ہیں۔"[1]

ایک اِشکال اور اس کا جواب:

حدیث میں چالیس 40 مسلمانوں کا ذکر ہے اگر کسی کے جنازے میں اُنتالیس (39) مسلمان ہوں تو کیا اس کی مغفرت نہ ہوگی؟ نیز کہیں چالیس (40) اَفراد کا ذکر ہے کہیں سو (100) اَفراد کا تو کہیں تین 3 صفوں کا ذکر ہے؟ تو ان تمام صورتوں میں مطابقت کیسے ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو تعداد ذکر کی گئی ہے یہ سوال کرنے والوں کے سوال کے مطابق ذکر کی گئی ہے نیز ایسا نہیں ہے کہ جتنے عدد حدیث میں ذکر کردیئے میت کی مغفرت اُتنے ہی افراد کی شرکت کے ساتھ مشروط ہے، بلکہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو کم اَفراد ہونے کی صورت میں بھی مغفرت ہوجائے گی۔ عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ احادیث سائلین کے سوال کے مطابق وجود میں آئیں کہ جب کسی نے سوال کیا تو آپ نے اس کے سوال کے مطابق جواب عطا فرمایا۔ نیز اِس بات کا بھی احتمال ہے کہ پہلے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سو (100) اَفراد کی شفاعت کی قبولیت کی بشارت سنائی گئی تو آپ نے اس کی خبر دی، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو چالیس (40) اَفراد اور پھر تین 3 صفوں کی شفاعت کی قبولیت کی بشارت سنائی گئی تو آپ نے اس کی خبر دی، اگر اس سے کم عدد کی بشارت سنائی جاتی تو آپ اس کی بھی خبر دیتے۔ لہٰذا سو (100) اَفراد والی حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ سو (100) سے کم افراد ہوں تو شفاعت قبول نہ ہوگی اسی طرح چالیس (40) یا تین صفوں سے کم اَفراد کی شفاعت قبول نہ ہوگی بلکہ ہر حدیث معمول بہا ہے اور کم سے کم عدد پر شفاعت حاصل ہوجائے گی۔"[2] (یعنی اگر تین 3 صفوں میں چالیس (40) سے کم اَفراد ہیں تو بھی مغفرت ہوجائے گی اور اگر چالیس (40) اَفراد تو ہیں مگر صفیں تین سے کم ہیں تو بھی ربّ کے فضل سے شفاعت ہوجائے گی۔)

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۳۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ اربعون شفعوا فیہ، ۴/ ۱۷، الجزء السابع۔

کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے جہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا بہترین نظارہ دیکھنے کو ملا کہ فقط جنازے میں شرکت کرنے والے نیک لوگوں کے سبب میت کی مغفرت فرمادیتا ہے وہیں یہ بھی پتا چلا کہ کسی بھی شخص کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی نیک اور مغفرت یافتہ بندہ ہو اور اس کے صدقے ہماری مغفرت فرمادی جائے بلکہ بسا اوقات تو لوگوں کے کسی کو حقیر سمجھنے کے سبب بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے ایک جنازہ دیکھا جسے تین مرد اور ایک خاتون نے اٹھار کھا تھا، خاتون کی جگہ میں نے اٹھالیا، پھر ہم جنازے کو قبرستان لے گئے، نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین کے بعد میں نے اس خاتون سے معلوم کیا کہ میت سے آپ کا کیا رشتہ تھا؟ بولی: میرا بیٹا تھا۔ میں نے پوچھا: پڑوسی وغیرہ جنازے میں کیوں نہیں آئے؟ اس نے کہا: ''انہوں نے اس کے معاملے کو حقیر سمجھ کر کوئی اہمیت نہیں دی۔'' میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: ''میرا فرزند ہیجڑا تھا۔'' حضرت سَیِّدُنا عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مجھے اس غمزدہ ماں پر بڑا رحم آیا، میں اسے اپنے گھر لے آیا، اسے رقم، گیہوں اور کپڑے پیش کیے۔ اسی رات سفید لباس میں ملبوس ایک آدمی چودھویں کے چاند کی طرح چہرہ چمکاتا ہوا میرے خواب میں آیا اور شکریہ ادا کرنے لگا۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولا: ''میں وہی مخنث ہوں جسے آج آپ لوگوں نے دفن کیا تھا، لوگوں کے حقیر سمجھنے کی وجہ سے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر رحم فرمایا۔''(1)

مدنی گلدستہ

''مسلم'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے ہوسکتا ہے اس جنازے میں شریک کسی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک

(1) ... احیاء العلوم، ۴/۴۴۹۔

بندے کے سبب ہماری بھی مغفرت ہو جائے۔

(2) نیک لوگوں کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ گنہگاروں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

(3) مسلمانوں کی اجتماعی دعا قبول ہوتی ہے۔

(4) شرک بہت ہی بڑا گناہ ہے اس کی وجہ سے کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری حتمی مغفرت فرمائے، بلاحساب جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 431

جنت میں زیادہ تعداد میں جانے والی اُمَّت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَ: اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ! قَالَ: اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ! فَقَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ، اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چالیس (40) کے قریب افراد حضور سرورِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک خیمہ میں حاضر تھے، سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم سے ارشاد فرمایا: ”کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟“ ہم نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟“ ہم نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے! مجھے اُمید ہے کہ تم اہلِ

---

1 ... بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، ۴/ ۲۵۳، حدیث: ۶۵۲۸۔

جنت کا نصف حصہ بنو گے کیونکہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے اور مشرکین کے مقابلے میں تمہاری تعداد ایسے ہوگی جیسا کہ سیاہ بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کے چمڑے میں سیاہ بال۔"

اُمَّتِ محمدیہ کے لیے بشارتِ عظمیٰ:

اس حدیثِ پاک میں اُمَّتِ محمدیہ کے لیے بڑی بشارت ہے کہ جنت میں سب سے زیادہ تعداد اُمتِ محمدیہ کی ہوگی نیز رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے ہیں کہ جنت میں کس اُمَّت کی کتنی تعداد ہوگی جبھی تو بتادیا کہ جنتیوں میں آدھے جنتی اِس اُمَّت کے ہوں گے بلکہ بعض احادیثِ مبارکہ میں تو اس بات کا بھی بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنتیوں کے نام، ان کے والد، ان کے قبائل اور پھر ان سب کا ٹوٹل، اسی طرح جہنمیوں کے نام، ان کے والد، ان کے قبائل اور پھر ان سب کا ٹوٹل بھی جانتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عِلمِ غیب کی تفصیلی معلومات کے کے لیے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مایہ ناز تصنیف "اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ" کا مطالعہ فرمایئے۔

کیا یہ بات یقینی نہیں ہے؟

حدیثِ پاک میں فرمایا: "مجھے اُمید ہے کہ تم اہلِ جنت کا نصف حصہ بنو گے۔" اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات یقینی نہیں ہے بلکہ اُمید ہے شاید ایسا ہو جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ورسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کلام میں شک و شبہ نہیں ہوتا، نیز یہ بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ وہ جب کسی کو کوئی چیز دینے کا عزم کرتے ہیں تو ایسے کلمات کہتے ہیں کہ شاید تمہیں یہ چیز دے دی جائے حالانکہ وہ اس چیز کے دینے کا پکا ارادہ کر چکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ "دلیل الفالحین" میں ہے: "علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ یا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اُمید جیسے کلمات صادر ہوں تو وہاں یقینی اور قطعی معنیٰ مراد ہوتے ہیں یعنی وہ بات ہو کر ہی رہے گی، حدیث میں یقینی کلمے کے بجائے رجاء کا کلمہ ذکر کیا کیونکہ بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ جس کام کو یقینی کرنا ہوتا اس کے لیے کہتے کہ شاید تمہیں یہ چیز دے دی جائے۔ علامہ قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ طماعیت (خواہش دلانا) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمان میں بھی ہے: ﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵﴾ (پ۳۰، الضحی: ۵) ترجمۂ کنز الایمان: "اور بے شک

قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔“ اس بشارت کو یقینی الفاظ کے بجائے طمعیت کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمانے کی دو2 وجوہات ہیں: ایک یہ کہ بارگاہِ الٰہی کے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اور دوسری وجہ یہ کہ بندے اَحکامِ الٰہی پر کاربند رہیں۔“[1] (کیونکہ اگر یقینی اَلفاظ کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا تو ہو سکتا تھا کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیتے اور اَعمال چھوڑ دیتے۔)

اُمَّتِ محمدیہ پر خاص عنایت:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ارشاد فرماتے ہیں: ”سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پہلے چوتھائی پھر تہائی پھر نصف ارشاد فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ ایسی بات عموماً دل میں زیادہ اثر کرتی ہے اور اِس میں اُمَّت کا اِکرام بھی زیادہ ہے، نیز انسان کو ایک مرتبہ دینے کے بعد دوبارہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اُس پر خاص توجہ ہے اور وہ ہمیشہ نظر میں ہی رہتا ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں تکرار یعنی پہلے ایک خوشخبری دینے کے بعد دوسری خوشخبری دینا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ کثرتِ نعمت پر بار بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے اور اُس کی حمد و تکبیر بیان کرنے پر برانگیختہ کرنا ہے (کیونکہ اگر ایک بار خوشخبری سنائی جاتی تو ایک بار ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر اور حمد ہوتی بار بار سنائی تاکہ حمد و شکر بھی زیادہ ہو) ایک حدیث یہ بھی ہے کہ جنتیوں کی ایک سو بیس(120) صفیں ہوں گی جن میں سے اَسّی(80) صفیں اِس اُمَّت کی ہوں گی۔“[2]

چار درہم کے عوض چار دعائیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس اُمَّت محمدیہ پر بڑا احسان و فضل و کرم ہے کہ سب سے زیادہ جنتی اسی اُمَّت سے ہوں گے۔ ربّ تعالٰی کی رحمت کے کیا کہنے! جب رحمتِ خداوندی جوش پر آتی ہے تو بڑے بڑے گناہگاروں کی بخشش و مغفرت کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص بہت زیادہ شراب پیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے ہم نشینوں کو جمع کیا اور غلام کو چار درہم دے کر کہا: ”اہل محفل کے لیے کچھ پھل خرید لاؤ۔“ غلام حضرت سَیِّدُنا منصور بن عَمَّار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کی مجلس کے پاس سے گزرا تو

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب الرجاء، ۲/۳۴۴، تحت الحدیث: ۴۲۱۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب کون ھذہ الامۃ۔۔۔الخ، ۲/۹۵، الجزء الثالث۔

حضرت سَیِّدُنا منصور بن عمار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اس وقت کسی حاجت مند کے لیے کچھ مانگ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ”جو اسے چار درہم دے گا میں اس کے لیے چار دعائیں کروں گا۔“ غلام نے چار درہم دے دیے۔ حضرت سَیِّدُنا منصور بن عمار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے اس سے پوچھا: ”تم اپنے لیے کیا دعا کرانا چاہتے ہو؟“ اس نے عرض کی: ”میرا ایک آقا ہے اس سے چھٹکارا چاہتا ہوں۔“ آپ نے اس کی آزادی کے لیے دعا کر دی اور پوچھا کہ دوسری دعا کیا ہے؟ اس نے عرض کی: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اِن چار درہم کا عوض عطا کر دے۔“ آپ نے یہ دعا بھی کر دی اور دریافت کیا کہ تیسری دعا کیا ہے؟ اس نے عرض کی: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے آقا کو توبہ کی توفیق دے۔“ آپ نے آقا کے لیے بھی دعا کر دی، پھر پوچھا کہ چوتھی دعا کیا ہے؟ اس نے عرض کی: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ میری، میرے آقا کی، آپ کی اور حاضرین مجلس کی مغفرت فرمائے۔“ آپ نے یہ دعا بھی کر دی۔ غلام جب واپس لوٹا تو آقا نے تاخیر کا سبب پوچھا تو اس نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آقا نے پوچھا کہ: ”تم نے کون کون سی دعائیں کروائی ہیں؟“ اس نے عرض کی: ”پہلی دعا یہ تھی کہ مجھے آزادی مل جائے۔“ آقا نے کہا: ”جا تو آزاد ہے۔“ غلام نے عرض کی: ”دوسری دعا یہ تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے ان دراہم کا بدلہ عطا فرمائے۔“ آقا نے کہا: ”تیرے لیے چار ہزار درہم ہیں۔“ غلام نے کہا: ”تیسری دعا یہ تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔“ آقا نے کہا: ”میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔“ غلام نے عرض کی: ”چوتھی دعا یہ تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری، آپ کی، حاضرین مجلس اور واعظ (یعنی حضرت سَیِّدُنا منصور بن عمار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار) کی مغفرت فرمائے۔“ آقا نے کہا: ”یہ چوتھی بات میرے اختیار میں نہیں ہے۔“ رات کو جب وہ سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: **”تیرے اختیار میں جو کچھ تھا وہ تو نے کیا، تیرا کیا خیال ہے جو میرے اختیار میں ہے وہ میں نہیں کروں گا، میں نے تیری، غلام کی، منصور بن عمار کی اور تمام حاضرین کی مغفرت فرما دی۔“**[1]

طالبِ مغفرت ہوں **یا اللہ** .... بخش حیدر کا واسطہ یاربّ
سب نے ٹھکرا دیا تو کیا پرواہ .... مجھ کو تیرا ہی آسرا یاربّ

---

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۴۴۸۔

مدنی گلدستہ

”الفردوس“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے نہ صرف جنتیوں کی تعداد جانتے ہیں بلکہ جنتیوں کے نام، ان کے قبائل کے نام اور کل جنتیوں کو بھی جانتے ہیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کلام میں لفظ ”شاید“ شک و شبہ کے لیے نہیں ہوتا بلکہ یقین کے لیے ہوتا ہے۔

(3) ہم جب کسی چیز کو بیان کریں تو درجہ بدرجہ بیان کریں اس سے چیز کی اہمیت سامع کے ذہن میں بیٹھ جاتی جیسا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنت کا بیان فرمایا۔

(4) جنت میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

(5) جنت میں صرف مسلمان جائیں گے کافر کسی صورت جنت میں نہیں جائے گا۔

(6) کل بروزِ قیامت کافروں کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوگی۔

(7) ہر ہر نعمت پر بار بار شکرِ الٰہی بجالانا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کل بروزِ قیامت بلاحساب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 432

مسلمان کا فدیہ کافر

عَنْ اَبِیْ مُوسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللهُ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ.[1] وَفِیْ رِوَايَةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ

[1] ... مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل۔۔۔الخ، ص ١٤٨٠، حدیث: ٢٧٦٧۔

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ یَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی دے کر ارشاد فرمائے گا یہ تیرے لیے جہنم سے بچنے کا فدیہ ہے۔“ اور ایک اور روایت میں حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن مسلمانوں میں سے کچھ لوگ پہاڑ کے برابر گناہ لے کر آئیں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن کے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔“

کفار کو فدیہ بنائے جانے کی وجہ:

عَلّامہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیثِ پاک میں جو یہ بیان ہوا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی دے کر ارشاد فرمائے گا: یہ تیرے لیے جہنم سے بچنے کا فدیہ ہے۔“ اس کا مطلب وہ ہے جو حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ: ”ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں ہے، جب مؤمن جنت میں چلا جاتا ہے تو جہنم میں اس کی جگہ کافر کو ڈال دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو چکا تھا۔“ حدیث کے لفظ فِکَاکُکَ کا مطلب یہ ہے کہ ”تجھے جہنم پر پیش کیا جائے گا تو یہ تیرا فدیہ ہوگا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک تعداد مقرر فرمادی ہے جس سے وہ جہنم کو بھرے گا تو جب کفار اپنے گناہوں اور کفر کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے تو گویا کہ وہ مسلمانوں کے لیے فدیہ ہو گئے۔“[2]

دو خوشخبریاں:

مذکورہ روایات میں دو قسم کی بشارتیں ہیں: ایک تو یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کافر کو مسلمان کے لیے آگ سے بچنے کا فدیہ بنادے گا۔ دوسری بشارت یہ کہ بعض مسلمان قیامت کے دن پہاڑ کے برابر گناہ لے کر آئیں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کرم سے اُنہیں مُعاف فرمادے گا۔ مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان

1 . . . مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل...الخ، ص ۱۴۸۰، حدیث: ۲۷۶۷۔

2 . . . ریاض الصالحین، باب الرجاء، ۱۳۷، حدیث: ۴۳۲۔

عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”فَکٌّ کے معنیٰ ہیں گروی چیز کو چھڑانا، فِکَاک وہ مال ہے جو دے کر گروی چیز چھڑائی جاوے۔ ہر شخص کے لیے ایک ٹھکانہ دوزخ میں ہے دوسرا جنت میں، مؤمن جنت میں اپنا ٹھکانا بھی لے گا اور کسی کافر کا بھی اور کافر دوزخ میں اپنا مقام بھی لے گا اور کسی مؤمن کا بھی۔ یہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اے مؤمن تو جنت میں اپنا ٹھکانہ بھی لے اور اس یہودی عیسائی کا بھی، یہ تیرے لیے ایسا ہے جیسے گروی چیز کا فِکَاک۔ چونکہ عیسائی یہودی مسلمانوں سے قریب ہوتے ہوئے بھی دور رہے تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا، یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کے گناہوں کے عوض کافر دوزخ میں جاوے گا کہ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے: ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ﴾[1] (پ۸، الانعام: ۱٦٤) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔“ حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز اور حضرت سَیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے مروی ہے کہ ”اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے بدلے میں ایک یہودی یا نصرانی کو جہنم میں داخل فرمائے گا۔“[2]

ربّ سے بلند درجات کا سوال کرو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ربّ تعالیٰ کی رحمت بہت بڑی ہے، اپنے پاک پروردگار عزوجل سے بلندی درجات کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔ چنانچہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بلند درجات کا سوال کیا کرو اس لیے کہ تم کریم (یعنی کرم فرمانے والی ذات) سے سوال کر رہے ہو۔“[3] ایک حدیث پاک میں ہے کہ ”جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرو تو اس سے فردوس اعلیٰ کا سوال کرو۔“[4]

یاخدا میری مغفرت فرما .... باغِ فردوس مرحمت فرما
موت ایماں پہ دے مدینے میں .... اور محمود عاقبت فرما

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۸۵۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ۔۔۔الخ، ۹/ ۸۵، الجزء السابع عشر۔

3 . . . قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون: شرح مقامات الیقین، ۱/ ۳۷۴۔

4 . . . بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب درجات المجاہدین۔۔۔الخ، ۲/ ۲۵۰، حدیث: ۲۷۹۰۔





”فاروق“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے گا۔

(2) اگر کسی کے گناہ پہاڑ کے برابر بھی ہوں تب بھی اسے رحمتِ خداوندی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(3) کفار مسلمانوں کا فدیہ بن کر واصل جہنم ہوں گے کہ وہ جہنم ہی کے مستحق ہیں۔

(4) کفار اپنے کفر اور اَعمال کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے نہ کہ مسلمانوں کے گناہوں کی وجہ سے۔

(5) قیامت کے دن کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حشر کی ذِلّت ورُسوائی سے محفوظ فرمائے، پیارے آقا مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب فرمائے، جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:433

رَحمتِ الٰہی کا پردۂ خاص

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یُدْنَی الْمُؤْمِنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰی یَضَعَ کَنَفَہٗ عَلَیْہِ فَیُقَرِّرُہٗ بِذُنُوْبِہٖ فَیَقُوْلُ: اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا؟ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا؟ فَیَقُوْلُ: رَبِّ اَعْرِفُ، قَالَ: فَاِنِّیْ قَدْ سَتَرْتُھَا عَلَیْکَ فِی الدُّنْیَا وَاِنِّیْ اَغْفِرُھَا لَکَ الْیَوْمَ فَیُعْطٰی صَحِیْفَۃَ حَسَنَاتِہٖ.[1]

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن بندۂ مؤمن کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر اپنا پردہ رکھے گا اور اس سے گناہوں کا اِقرار کرواتے ہوئے پوچھے گا: کیا تو

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب ویقول الاشھاد۔۔۔الخ، ۳/ ۲۴۶، حدیث: ۴۶۸۵۔

اِس گناہ کو پہچانتا ہے؟ کیا تو اِس گناہ کو پہچانتا ہے؟ تو بندہ عرض کرے گا: ہاں میرے ربّ! میں پہچانتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: بیشک دنیا میں، میں نے تیرے گناہوں کو چھپایا تھا اور آج تیرے گناہوں کو بخشتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا رجسٹر اس کو دے دیا جائے گا۔"

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا زبردست بیان موجود ہے کہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کو اپنا قُربِ خاص عطا فرمائے گا نیز بندوں کو اُن کے گناہوں پر عذاب دینے کے بجائے معاف فرمائے گا اور اُن کی نیکیوں والا نامۂ اعمال اُن کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ یقیناً تمام مسلمانوں کے لیے یہ ربّ تعالٰی کی رحمت سے بخشش و مغفرت کی ایک بڑی اُمید ہے، یہ باب بھی رحمتِ الٰہی سے اُمید کے بارے میں ہے، اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

قُربِ الٰہی کی کیفیت:

حدیثِ پاک میں ہے: "قیامت کے دن بندۂ مؤمن کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دیا جائے گا۔" یہاں قربت سے مراد مکانی قربت نہیں بلکہ مرتبے اور درجے کے لحاظ سے قُربت مراد ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مکان و مسافت سے پاک ہے جیسا کہ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "قُربِ الٰہی کا معنٰی یہ ہے کہ مرتبے اور احسان میں قریب ہونا، نہ کہ مسافت میں قریب ہونا کیونکہ اللہ تعالٰی مسافت اور اُس کے قُرب سے پاک ہے۔"[1]

نزہۃ القاری میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ شہید و بصیر ہے بندہ کہیں بھی ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے قریب ہے، اس لیے شراح نے اس سے تقرّبِ رُتبی مراد لیا ہے نہ کہ تقرّبِ مکانی۔ اس سے مراد اِظہارِ تقرّب ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی کوئی خاص تجلی ظاہر فرمائے گا جس سے بندہ یہ محسوس کرے گا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قریب ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضلِ خصوصی سے اس بندۂ گنہگار کو اپنی تجلی میں ایسا چھپالے گا کہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہے گا اور جو کلام فرمائے گا اس پر اس کے دوسرے بندے مطلع نہ ہوں گے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب التوبۃ، باب سعۃ رحمۃ اللہ، ۹ / ۸۷، الجزء السابع عشر۔

کریمی کا یہ ایک جلوہ ہے کہ اپنے کسی گنہگار بندے پر یہ عنایتِ خصوصی فرمائے گا۔"[1]

یہ حدیث متشابہات سے ہے:

یہ حدیثِ پاک متشابہات میں سے ہے، متشابہ حدیث وہ ہوتی ہے جس کے حقیقی معنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں اور اس کے الفاظوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں عَلّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنیٰ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر چھوڑ دیا جائے یا ایسی تاویل کی جائے تو اس کے لائق ہو۔"[2]

روزِ محشر حضور کی اُمّت رُسوانہ ہوگی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اپنی رحمت کے سایہ میں چھپالے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اس کے گناہوں کا اِقرار کروائے تو ساری مخلوق کے سامنے اُس کی ذِلّت ورُسوائی نہ ہو اور مخلوق اُس کے گناہوں پر مطلع نہ ہو۔ اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی اہلِ محشر سے اس کو چھپالے گا اور اُس بندے کو شرمندگی ورُسوائی سے بچائے گا۔"[3] عَلّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے محفوظ فرمالے گا اور اس کو میدانِ محشر سے جُدا کرتے ہوئے اہلِ محشر سے وہاں چھپالے گا جہاں وہ ربِّ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کو خفیہ طور پر ذکر فرمائے گا۔"[4]

پردہ پوش آقا کی اُمّت کی پردہ پوشی:

جب ربِّ تعالیٰ بندے کو اس کے گناہ یاد دلائے گا تو مؤمن فوراً اپنے گناہوں کا اِقرار کرلے گا جبکہ کافر حیلے بہانے کریں گے جیسا کہ **مُفَسِّرِ شہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

---

1 ... نزہۃ القاری، ۳/ ۶۶۴۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ۱۵/ ۲۲۲، تحت الحدیث: ۶۰۷۰۔

3 ... شرح الطیبی، کتاب احوال القیامۃ، باب الحساب والقصاص والمیزان، ۱۰/ ۱۸۸، تحت الحدیث: ۵۵۵۱۔

4 ... ارشاد الساری، کتاب بدء الوحی، باب قولہ: وکلم اللہ موسی تکلیما، ۱۵/ ۵۵۷، تحت الحدیث: ۷۵۱۴۔

الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس فرمانِ عالی سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (1) ایک یہ کہ مؤمن اپنے گناہوں کا فوراً اِقرار کرے گا وہاں بہانے نہ بنائے گا، کفار جھوٹ بولیں گے: ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ (پ۷، الانعام: ۲۳) (ترجمۂ کنز الایمان: ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔) (2) دوسرے یہ کہ مؤمنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہو گا گناہوں کا حساب خفیہ ہو گا بلکہ نیکوں کی نیکی چہروں پر نمودار ہو گی کہ اُن کے منہ چمکتے ہوں گے مگر بدوں کی برائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہوں گی، اُن کے منہ نہ بگڑیں گے، کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لجپال محبوب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اُمَّت ہیں، ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے، آخرت میں بھی ہو گی۔“[1]

اُمَّتِ مسلمہ پر ربِّ کریم کا فضلِ عظیم:

”شرح ابنِ بطال“ میں ہے: ”امام مہلب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے مؤمن بندوں پر بڑا فضل ہے کہ وہ قیامت کے دن اُن کے گناہوں کو چھپائے گا اور اُن میں سے جس کے چاہے گا گناہوں کو معاف فرمائے گا۔“[2]

معافی کے بعد عتاب کرنا ربّ کی شان نہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مؤمنوں پر کل بروزِ قیامت ان کے ربّ کریم عَزَّوَجَلَّ کا یہ بہت بڑا فضل ہو گا کہ وہ ان کے گناہوں کو چھپائے گا، اور ربّ تعالیٰ جس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا پھر اس پر عتاب نہ فرمائے گا کہ معافی کے بعد عتاب کرنا ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی شان نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۵) ترجمۂ کنز الایمان: ”تو تم اچھی طرح در گزر کرو۔“ تو رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ”اے جبریل! اَلصَّفْحُ الْجَمِيْل کیا ہے؟“ حضرت سَیِّدُنا جبریل امین عَلَيْهِ السَّلَام نے جواب دیا: ”جب آپ ظلم کرنے والے کو معاف کر دیں تو پھر اُسے ملامت نہ کریں۔“ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے جبریل!

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۸۴۔

[2] ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المظالم والغصب، باب قوله تعالى: الا لعنة الله على الظالمين، ۶/ ۵۷۰۔

پھر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کرم کی بدولت اِس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ جس سے در گزر فرمائے تو اُس پر عتاب نہ کرے۔" یہ سن کر سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام رونے لگے اور رسولِ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی رونے لگے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کی طرف حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو پیغام دے کر بھیجا کہ تمہارا رب تم دونوں کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: "جس کو میں معاف کر دوں گا اس پر عتاب کیسے کروں گا؟ ایسا کرنا میرے کرم کے شایانِ شان نہیں۔"[1]

مٹا دے ساری خطائیں مری مٹا یاربّ .... بنا دے نیک بنا نیک دے بنا یاربّ
گناہ گار ہوں میں لائقِ جہنم ہوں .... کرم سے بخش دے مجھ کو نہ دے سزا یاربّ
گناہ بے عدد اور جرم بھی ہیں لاتعداد .... معاف کردے نہ سہہ پاؤں گا سزا یاربّ
میں کرکے توبہ پلٹ کر گناہ کرتا ہوں .... حقیقی توبہ کا کردے شرف عطا یاربّ

مدنی گلدستہ

"وہ غفور ہے" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ مؤمنوں کو قُربِ خاص سے نوازے گا۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں بھی مسلمانوں کے گناہوں کو ظاہر نہیں فرماتا۔

(3) قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اُنہیں ساری مخلوق کے سامنے رُسوا نہیں فرمائے گا۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن مسلمانوں کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔

(5) مسلمانوں کی صرف نیکیاں ظاہر ہوں گی۔

(6) کفارِ بداَطوار روزِ محشر بھی ربِّ تعالٰی کی پاک بارگاہ میں مَعَاذَ اللہ جھوٹ بولیں گے۔

(7) روزِ محشر نیکوں کے چہرے چمکتے ہوں گے۔

---

[1] ... قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقامات الیقین، ۱/ ۳۷۳، احیاء العلوم، ۴/ ۴۴۱۔

(8) اللہ عَزَّوَجَلَّ مکان اور قریب و بعید ہونے سے پاک ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ کل بروزِ قیامت ہمیں بلاحساب وکتاب جنت میں داخل فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 434

نیکیاں گناہوں کو مٹاتی ہیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَۃٍ قُبْلَۃً فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاَخْبَرَہُ فَاَنْزَلَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِؕ-اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِؕ-﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ: اَلِیْ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر (نادم ہو کر) حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا عرض کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِؕ- اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِؕ- (پ۱۲، ھود: ۱۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

اس شخص نے عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میری تمام اُمّت کے لیے ہے۔“

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت خطرناک ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یہ اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی کی شامت ہے۔“ حضرت ابن ملک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں اُس عورت نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر۔“ تو یہ نادِم

1 ... بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلوۃ کفارۃ، ۱/۱۹۶، حدیث: ۵۲۶۔

ہوئے اور اس فرمانِ باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارے واقعے کی خبر دی: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾ (پ۵، النساء: ۶۴) ترجمۂ کنز الایمان: ”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔“ پھر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں اپنے ربّ کے حکم کا انتظار کروں گا۔“ چنانچہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ عصر ادا فرمائی تو اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے سورۂ ہود کی مذکورہ آیت نازل فرمائی۔[1]

نماز سے گناہ معاف ہوتے ہیں:

حدیثِ مذکورہ میں بیان کیا گیا کہ نیکیاں برائیوں کو مٹاتی ہیں، جب اُن صاحب سے گناہ ہو گیا تو وہ نادم ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا گناہ بیان کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آیت نازل فرمائی اور اس میں حکم دیا کہ نماز قائم کریں، اُن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ نماز سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کونسے گناہ ہیں جو نماز سے معاف ہوتے ہیں؟ اس بارے میں علامہ ابنِ بطال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کیونکہ بوسہ اور اُس جیسے اَفعال جو مرد عورت سے کرتا ہے (جماع کے علاوہ) وہ ”اَللَّمَمَ“ کے تحت داخل ہیں جن کے بخشنے کا ربّ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے ربّ کی مغفرت وسیع ہے۔

اور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اہلِ سنت کا اِجماع ہے کہ اُن کے معاف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، ۲/۲۶۸، تحت الحدیث: ۵۶۶۔

بندہ سچی توبہ کرے، اُن پر نادم ہو اور اِس بات کا پکا اِرادہ کرے کہ اُن گناہوں کی طرف دوبارہ نہیں لوٹے گا۔[1]

اُمَّتِ مسلمہ کے لیے آسانیاں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث کے پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ نمازِ فجر اور ظہر دن کے اِس کناروں کی نمازیں ہیں اور عصرو مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی، لہٰذا یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے، زلف زلفت سے بنا، بمعنی قُرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دِن سے قریب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴾ (پ ۳۰، التکویر: ۱۳) (ترجمۂ کنزالایمان: اور جب جنت پاس لائی جائے۔) (**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟) یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اُتری مگر اس کا حکم عام ہے۔ کوئی مسلمان کوئی گناہِ صغیرہ کرے، اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس وکنار گناہِ صغیرہ ہے، ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس وکنار کرنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے کہ یہ **اللہ** پر اَمن (یعنی نڈر ہونا) ہے۔ یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقاً ایسا معاملہ کر بیٹھے، پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اِس میں اُن حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں مِنْ اُمَّتِی فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اِس امت کے لئے ہیں گزشتہ اُمَّتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔[2]

اجنبی مرد و عورت کی تنہائی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے جہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اس کے فضل کا پتہ چلا کہ اس کے بندے جب اس کی بارگاہ میں شرمندہ اور نادم ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں تو وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اجنبی مرد وعورت کا تنہائی اختیار کرنا نہایت ہی خطرناک ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اجنبی مردوں وعورتوں کے اختلاط وتنہائی کی بیماری بھی بڑی

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصلاة، باب الصلاة کفارة، ۲/ ۱۵۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳٦۱۔

تیزی سے پھیلتی چلی جارہی ہے، یقیناً یہ فحاشی وبے حیائی تک پہنچنے کی وہ سیڑھی ہے کہ جو اس سیڑھی پر چڑھ گیا اس کا بے حیائی سے بچنا بہت ہی مشکل ہے، نہایت ہی غیرت اور خوفِ خدا کا مقام ہے، کوئی بھی غیرت مند مسلمان اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرے گا۔ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کی مذمت پر مشتمل تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) "عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔" ایک شخص نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟" فرمایا: "دیور موت ہے۔"[1] یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کہ یہاں فتنے کا زیادہ احتمال ہے۔ (2) "اپنی عورت یعنی ستر کی جگہ کو محفوظ رکھو مگر بی بی یا اس باندی سے جس کے تم مالک ہو۔"[2] (3) "جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"[3]

❁ **مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اِس حدیثِ پاک کے تحت مرآۃ جلد 5 صفحہ 21 پر فرماتے ہیں: "یعنی جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ وہ دونوں کیسے ہی پاکباز ہوں اور کسی (نیک) مقصد کے لیے (ہی) جمع ہوئے ہوں (مگر) شیطان دونوں کو برائی پر ضرور اُبھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے، خطرہ ہے کہ زنا واقع کرادے! اس لیے ایسی خلوت (یعنی تنہائی میں جمع ہونے) سے بہُت ہی احتیاط چاہئے گناہ کے اسباب سے بھی بچنا لازم ہے، بخار روکنے کیلئے نزلہ وزکام (کو) روکو۔" ❁ حضرت علامہ عبد الرَّءُوف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْقَوِی اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "جب کوئی عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں اِکٹّھی ہوتی ہے تو شیطان کے لئے یہ ایک نفیس موقع ہوتا ہے، وہ ان دونوں کے دلوں میں گندے وَسوَسے ڈالتا ہے، اُن کی شہوت کو بھڑکاتا ہے، حیاء ترک کرنے اور گناہوں میں مُلَوَّث ہو جانے کی ترغیب دیتا ہے۔"[4] ❁ "معلوم ہوا کہ اجنبی مرد وعورت کو ہرگز ہرگز تنہائی میں اکٹھا ہونا جائز نہیں اس صورت میں گناہوں کے وسوسے ہی نہیں تہمت لگ جانے بلکہ

---

1. ۔۔۔بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامراۃ الا ذو محرم۔۔۔الخ، ۳/۴۷۲، حدیث: ۵۲۳۲۔
2. ۔۔۔ابن ماجۃ، کتاب النکاح، باب التستر عند الجماع، ۲/۴۴۸، حدیث: ۱۹۲۰۔
3. ۔۔۔ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ۴/۶۷، حدیث: ۲۱۷۲۔
4. ۔۔۔فیض القدیر، ۳/۱۰۲، تحت الحدیث: ۲۷۹۵۔

نہ ہونے کا ہو جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو خطروں اور فتنوں سے بچانا ہر اسلامی بہن پر لازم ہے۔ البتّہ خطروں اور فتنوں کے اندیشوں کی کوئی حد بندی نہیں، نامحرم تو دور کی بات مَحارِم سے بھی خطرات ممکن ہیں۔ صرف تنہائی میں ہی نہیں، ہجوم میں بھی خطرات درپیش آتے رہتے ہیں۔ اسلامی بہن کے اجنبی ڈرائیور کے ساتھ ٹیکسی میں اکیلی بیٹھنے پر اگرچہ خلوت (یعنی مرد کے ساتھ مکان میں تنہائی) کا حکم تو نہیں لیکن یہ صورت خَلوَت (یعنی مرد کے ساتھ مکان میں تنہا ہونا) سے مُشابہ (یعنی ملتی جلتی) ضرور ہے اور ٹیکسی وغیرہ بند گاڑیوں میں خطرات کا کچھ زیادہ ہی احتمال (یعنی امکان) ہے۔ ڈرائیور کے ذَرِیعے ٹیکسی کے مسافروں کے اِغواء کے واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر اُس وقت خطرہ کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے جب کہ ڈرائیور کے بارے میں کوئی معلومات ہی نہ ہوں کہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اور کیسا آدمی ہے؟ عُموماً بڑے شہروں میں ڈرائیوروں سے جان پہچان کم ہی ہوتی ہے دراصل عورت صِنفِ نازُک ہے اور عموماً مردوں کی توجُّہ کا مرکز ہوتی ہے اور آج کل حالات بھی اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ بَہُت سارے لوگ صِرف اس لئے گناہ نہیں کرتے کہ ان کے بس میں نہیں ورنہ جب کبھی انہیں موقع ہاتھ آتا ہے گناہ کی طرف فوراً لپک پڑتے ہیں۔ ایسے نامساعِد حالات میں اسلامی بہنوں کی ذِمے داری ہے کہ وہ خود ہی محتاط طرزِ عمل اپنائیں۔ لِہٰذا احتیاط یہی ہے کہ جوان عورت ہر گز ہر گز اندرونِ شہر بھی رِکشہ ٹیکسی میں بِغیر محرم یا ثِقَہ و قابلِ اعتماد خاتون کے سفر نہ کرے نیز فتنے کا اندیشہ جتنا بڑھتا جائے گا احتیاط کی حاجت بھی اُتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔"

میں نیچی نگاہیں رکھوں کاش اکثر .... عطا کردے شرم وحیا یاالٰہی
بے پردگی کا خاتمہ ہو عورتوں کو دے .... زیور حیا وشرم کا یا ربِّ مصطفٰے

مدنی گلدستہ

"مُصطَفٰے" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(2) ہر مسلمان کو پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرنی چاہیے۔

(3) نامحرم کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا ناجائز وحرام ہے کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(4) کبیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت کے لیے بڑی آسانیاں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ شرم وحیاء کا پیکر بنادے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:435

جا تجھے بخش دیا گیا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ وَحَضَرَتِ الصَّلَاۃُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَی الصَّلَاۃَ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰہِ قَالَ: ھَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلَاۃَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: قَدْ غُفِرَ لَکَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھ سے گناہ ہوگیا ہے، مجھ پر حد قائم فرمائیے۔'' (راوی کہتے ہیں) نماز کا وقت ہوگیا، اُس شخص نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز ادا کی، جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو پھر عرض گزار ہوا: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھ سے گناہ ہوگیا ہے، میرے بارے میں کتابُ اللّٰہ سے فیصلہ فرمائیے۔'' حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟'' اُس نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''جا تجھے بخش دیا گیا۔''

کون سا گناہ مراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی الفاظِ حدیث کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اَصَبْتُ حَدًّا کا معنٰی یہ ہے کہ ایسا گناہ جس سے تعزیر لازم آتی ہے اس سے مراد وہ گناہ نہیں

[1] . . . بخاری، کتاب المحاربین۔۔۔الخ، باب اذا اقر بالحد ولم یبین۔۔۔الخ، ۴/۳۴۲، حدیث: ۶۸۲۳۔

جس پر حدِّ شرعی واجب ہو جاتی ہے جیسے زنا کرنا یا شراب پینا وغیرہ کیونکہ حُدودِ شرعیّہ نہ تو نماز سے ساقط ہوتی ہیں اور نہ ہی حاکم کے لیے ان حدود کو معاف کرنا جائز۔“[1]

حضور جانتے ہیں:

حدیثِ مذکور میں ہے کہ جب اُس شخص نے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے کون سا گناہ کیا ہے؟ بلکہ بنا پوچھے ہی گناہ کی بخشش کی بشارت سنا دی؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے تھے کہ کون سا گناہ کیا ہے؟ دوسری وجہ اس کی عیب پوشی ہے کہ سب کے سامنے پوچھنے میں اس کی رسوائی ہو گی، اس لیے سب کے سامنے نہ پوچھا۔ چنانچہ عَلَّامہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذریعہ وحی اُس کے گناہ کے بارے میں جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُس کو بخش دیا گیا ہے۔“[2] علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس کی عیب پوشی کرتے ہوئے اُس سے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا۔“[3]

حدود شُبہات سے ساقِط ہو جاتی ہیں:

عَلَّامہ مُہَلَّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جب اس شخص نے تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے گناہ کا اقرار کیا اور اپنا گناہ بیان نہیں کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس کو کُریدا نہیں اور نہ ہی استفسار فرمایا کہ تم نے کون سا گناہ کیا ہے؟ اِس سے پتہ چلا کہ حدود کے جرم کو کھولنا جائز نہیں بلکہ اُس گناہ کو چھپانا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جرم کے کھولنے کو تجسس کی وہ قسم خیال فرمایا جس سے منع کیا گیا ہے اسی لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص سے اِعراض کیا اور اس کے فعل کو ایک شبہ قرار دیا جس سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں کیونکہ

---

1 . . . ریاض الصالحین، باب الرجاء، ص ۱۳۸، تحت الحدیث: ۴۳۵۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول، ۲/۲۶۹، تحت الحدیث: ۵۶۷۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب، باب قولہ تعالی ان الحسنات یذھبن السیّات، ۹/۸۱، الجزء السابع عشر۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مؤمنوں پر بہت رؤف رحیم ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس شخص نے یہ گمان کیا ہو کہ اس پر حد قائم ہو گی لیکن در حقیقت حد قائم نہیں ہونی تھی بلکہ ایسا گناہ ہوا تھا جس کا کفارہ وضو اور نماز بن جاتے ہیں اور جبکہ یہ جائز نہیں کہ کنایہ اور شبہات کی وجہ سے حد قائم کی جائے تو حاکم پر لازم ہے کہ وہ جرم کو زیادہ مت کھولے کیونکہ حدود شبہ کی وجہ سے قائم نہیں بلکہ زائل ہوتی ہیں۔“[1]

مؤمن ہوں مؤمنوں پہ رؤف رحیم ہو ...... سائل ہوں سائلوں کو خوشی لَانَہَر کی ہے

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی قوتِ ایمانی:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(وہ گناہ) لائق حد ہو یا نہ ہو، جو بھی فرمانِ الٰہی ہو حد یا کفارہ یا کوئی اور چیز، اسی لئے یہاں کتابُ اللہ فرمایا۔ یہ صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کی قوتِ ایمانی ہے کہ دوسرے مجرم اپنے جرم چھپا کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ حضرات اپنے قصور ظاہر کرکے جانوں پر کھیل کر ایمان بچاتے ہیں۔ (جا تجھے بخش دیا گیا) یعنی جس گناہ کو تو نے قابلِ حد سمجھا تھا وہ اس نماز کی برکت سے معاف ہو گیا۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز سے شرعی سزائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ پر کبھی حد نہیں ہوتی اور سواء ڈکیتی کی حد کے کوئی حد توبہ سے معاف نہیں ہوتی، ڈاکو اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو سزا نہیں پاتا[2]، یونہی اگر کافر بعد زنا مسلمان ہو جائے تو رجم وغیرہ کا مستحق نہیں۔ شیخ عبد الحق (محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی) نے فرمایا: **مَعَنَا** سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھنا گناہوں کی معافی کے لیے اِکسیر ہے۔ نماز کی عظمت امام کی عظمت کے مطابق ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! جن کے ساتھ والی نماز مجرموں کو بخشوا دے وہ ذاتِ کریم خود کیسی ہو گی۔“[3]

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین۔۔۔الخ، باب اذا اقر بالحد ولم یبین۔۔۔الخ، ۸/ ۴۴۴۔

2 ... گرفتاری سے پہلے اگر ڈاکو توبہ اور اس کے تقاضے پورے کرلے تو ڈاکہ زنی کی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے گا لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق چونکہ بندوں کے حقوق سے ہے اس لیے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اب اس کے اولیاء چاہیں تو معاف کردیں، چاہیں تو اس کا تقاضا کرلیں۔ (صراط الجنان، پ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ۲/ ۴۲۳)

3 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۲۔

اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کیجئے:

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مسلمان کی پردہ پوشی فرمائی اور اس سے اس کے گناہ کے بارے میں سوال نہیں فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرنی چاہیے اگر کسی کا عیب یا کوئی گناہ پتہ چل جائے تو اسے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔ کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کے احادیث میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”جو بندہ دنیا میں کسی بندے کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس بندے کی پردہ پوشی فرمائے گا۔“[1] (2) ”جس نے کسی کی پردہ پوشی کی گویا اس نے زندہ دفن کی گئی بچی کو زندہ کر دیا۔“[2] (3) ”جو اپنے بھائی کے کسی عیب کو دیکھ لے اور اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔“[3]

آج بنتا ہوں معزز جو کھلے حشر میں عیب .... آہ رسوائی کی آفت میں پھنسوں گا یارب
گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی .... ہائے میں نارِ جہنم میں جلوں گا یارب

مدنی گلدستہ

”ربِّ کریم“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حدودِ شَرعِیّہ نماز وغیرہ نیک اَعمال یا توبہ سے ساقط نہیں ہوتی جب یہ ثابت ہو جائیں تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ انہیں نافذ کرے۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اپنی تمام اُمّتیوں کے اَعمال بخوبی جانتے ہیں۔

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة، ص ۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۹۰۔

2 . . . صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلة، باب الجار، ۱/۳۶۷، حدیث: ۵۱۸۔

3 . . . معجم کبیر، مسند عقبة بن عاس، ۱۷/۲۸۸، حدیث: ۷۹۵۔

(3) حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کی پردہ پوشی فرمایا کرتے تھے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اُخرَوِی عذاب سے بچتے ہوئے دنیاوی سزا اختیار کرتے تھے کیونکہ دنیاوی سزا آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔

(5) جہاں تک ہوسکے دوسروں کے عیب چھپانے چاہئیں اگر کسی کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اُسے فاش نہیں کرنا چاہیے۔

(6) مسلمانوں کی عیب پوشی کرنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا اور جنت میں داخلے کی بشارت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:436 **کھانے کے بعد حَمدِ الٰہی رِضائے الٰہی کا سبب**

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدَہٗ عَلَیْہَا اَوْ یَشْرَبَ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدَہٗ عَلَیْہَا۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اُس کی حمد کرے یا پانی پی کر اُس کی حمد کرے۔“

رحمتِ الٰہی کے قربان:

مذکورہ حدیثِ پاک میں گنہگار مسلمانوں کے لیے مغفرت کی بڑی امید ہے کہ وہ کھانا کھائیں یا پانی پیئیں پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے خوش ہوتا ہے حالانکہ کھانا کھانا اور پانی پینا انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور اس میں اُس کا اپنا ہی فائدہ ہے مگر قربان جائیے اپنے ربّ کی رحمت کے کہ اُسی کا دیا

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔الخ، باب استحباب حمد اللہ تعالی بعد الاکل والشرب، ص ۱۴۶۳، حدیث: ۲۷۳۴۔

ہوا رزق کھا کر اگر بندہ حمدِ الٰہی کے صرف دو لفظ بول دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے سے خوش ہو جاتا ہے۔
عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے جب خوش ہونا بولا جائے تو اِس سے مراد یا تو بندے کے عمل کو قبول کرنا ہے یا پھر اُس کا ارادہ ہے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کھانے سے خوش ہو جاتا ہے جو اُس کی حمد کا سبب ہے حالانکہ کھانے کا نفع خود اُس بندے کو ہے تو پھر اس حمد پر کیونکر خوش نہ ہو گا جس میں بندے کا کوئی (دنیاوی) نفع نہ ہو۔''[1]

رَحْمتِ حق ''بہا'' نہ می جوید ...... رَحْمتِ حق ''بہانہ'' می جوید

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ''بہا'' قیمت نہیں مانگتی بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت تو ''بہانہ'' ڈھونڈتی ہے۔

حمدِ باری کا اعلیٰ درجہ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''اَکْلَۃٌ'' کے ہمزہ کو اگر زبر کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنٰی ہو گا: ایک وقت کا پیٹ بھر کر کھانا اور اگر ''اُکْلَۃٌ'' ہمزہ پر پیش کے ساتھ پڑھیں تو اِس کا معنٰی ہو گا: ایک لقمہ۔ اور ایک ایک لقمے پر حمدِ باری بجالانا بہت اعلیٰ درجے کا شکر ہے لیکن یہاں حدیث میں پہلے معنی زیادہ موافق ہیں کیونکہ اس کے بعد ''اَلشَّرْبَۃَ'' کا لفظ ہے جس کا معنٰی ہے ایک دفعہ پانی پینا (نہ کہ ایک گھونٹ پینا)۔''[2]

کھانے کے بعد اللہ کی حمد کرو:

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی اَحمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے، ایک آدھ لقمہ تب بھی خدا کی حمد کرے۔ دوسرے یہ کہ کھاتے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے، ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔''[3]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الرجاء، ۲/ ۳۳۹، تحت الحدیث: ۴۳۶۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/ ۳۵، تحت الحدیث: ۴۲۰۰۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۷۔

کھانے کے بعد حمد مستحب ہے:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں ہے کہ کھانے اور پینے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرنا مستحب ہے۔ بخاری شریف میں حمدِ باری تعالیٰ کرنے کی صفت یوں بیان کی گئی ہے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا“ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اور اگر صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہہ دیا جائے تب بھی حمد کی سنت ادا ہو جائے گی۔“[1]

گناہوں کی معافی کا نسخہ:

حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد حمدِ باری تعالیٰ کرنی چاہیے اس سے رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے چنانچہ ترمذی شریف میں فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جو شخص کھانا کھائے اور یہ کلمات پڑھے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“ وہ کلمات یہ ہیں: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری کسی مَہارت و قوت کے بِغیر مجھے یہ رِزق عطا فرمایا۔“[2]

امیر اہلسنت اور کھانا کھاتے ہوئے ذکرُ اللہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کے اس پرفتن دور میں جہاں لوگ سنن و مستحبات پر عمل تو دور کی بات فرائض وواجبات کو بھی ترک کرتے نظر آتے ہیں، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی ذات اس کوشش میں مصروفِ عمل ہے کہ تمام مسلمان نہ صرف فرائض وواجبات بلکہ سنن و مستحبات کے بھی عامل بن جائیں، ہر مسلمان کی زندگی پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں کے سانچے میں ڈھل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اکثر معاملات میں حتّٰی کہ کھانا کھاتے ہوئے بھی اسلامی بھائیوں کی اس بہترین انداز میں مدنی تربیت فرماتے نظر آتے ہیں کہ جس سے ان کا کھانا بھی عبادت بن جائے۔ کھانے کی سنتوں اور آداب کے حوالے چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

1. ... شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعاوالتوبۃ، باب استحباب حمد اللہ تعالٰی بعد الاکل والشرب، ۹/ ۵۱، الجزء السابع عشر۔
2. ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعاما، ۵/ ۲۸۴، حدیث: ۳۴۶۹۔

❁ آپ کھانا کھانے سے قبل اچھی اچھی نیتوں کرواتے ہیں تاکہ کھانے کے ساتھ ساتھ ثواب کا خزانہ بھی ہاتھ آجائے کہ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور جتنی نیتیں زیادہ اتنا ثواب زیادہ۔

❁ کھانے سے قبل کھانے کا وضو کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ یہ سنتِ مبارکہ ہے اور احادیث میں اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

❁ کھانا کھاتے ہوئے سنت کے مطابق بیٹھنے اور کھانا بھی سنت کے مطابق تین انگلیوں سے کھانے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ نیز تین انگلیوں سے کھانا کھانے کی سنت پر عمل کی معاونت کے لیے ربر بینڈ بھی تقسیم فرماتے ہیں تاکہ اسلامی بھائی تین انگلیوں سے کھانے کی سنت پر بھی عمل کرکے ثواب کمائیں۔

❁ کھانا کھانے سے قبل **بسم اللہ** اور کھانے کی دعا وغیرہ پڑھنے کی بھی ترغیب دلاتے ہیں تاکہ روایات کے مطابق شیطان اس کھانے میں شریک نہ ہوسکے۔

❁ مذکورہ حدیثِ پاک کے مطابق رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہر لقمہ کھانے اور ہر گھونٹ پینے سے قبل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لینے اور لقمہ کھالینے اور گھونٹ پی لینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کہنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ نیز ہر لقمہ پر یَاوَاجِدُ کہنے کی بھی ترغیب دلاتے ہیں کہ روایات کے مطابق کھانا کھاتے وقت ہر نوالے پر یَاوَاجِدُ پڑھنے سے وہ کھانا پیٹ میں نور ہوگا اور مرض دور ہوگا۔

❁ کھانا کھانے کے دوران بھی کھانے کی مختلف سنتیں اور آداب بیان فرماتے رہتے ہیں۔

❁ کھانا کھانے کے بعد شکر الٰہی بجالانے اور کھانے کے بعد کی دعائیں پڑھنے کی بھی ترغیب دلاتے ہیں، آپ کو بارہا دیکھا گیا ہے کہ آپ کھانے کے بعد حمدِ الٰہی پر مشتمل پانچ دعائیں پڑھتے ہیں، نیز کھانے کے بعد سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرنا بھی آپ کے معمول میں شامل ہے۔

کھانا کھانے کی سنتیں اور آداب کی تفصیلی معلومات کے لیے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف ''آدابِ طعام'' کا مطالعہ کیجیے۔

مری عادتیں ہوں بہتر بنوں سنتوں کا پیکر .... مجھے متقی بنانا مدنی مدینے والے
شہا ایسا جذبہ پاؤں کہ میں خوب سیکھ جاؤں .... تری سنتیں سکھانا مدنی مدینے والے

تری سنتوں پہ چل کر مری روح جب نکل کر .... چلے تم گلے لگانا مدنی مدینے والے

مدنی گلدستہ

”یارحمٰن“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) کھانا کھانے یا پانی پینے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ خوش ہوتا ہے۔

(2) اللہ کریم کی رحمت بندے کو بخشنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے کہ جس چیز میں ہمارا اپنا فائدہ ہے اس پر حمد کرنے سے بھی ربّ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جاتا ہے۔

(3) ہر ہر لقمے پر حمدِ باری تعالیٰ بجالانا اعلیٰ درجے کا شکر ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی کھانے کے ہر ہر لقمے اور پانی کے ہر ہر گھونٹ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتے ہیں۔

(5) کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرنا مستحب ہے۔

(6) صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنے سے بھی حمدِ باری تعالیٰ ہو جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کھانا سنت کے مطابق کھانے، کھانے کے دوران بھی ذِکْرُ اللہ سے غافل نہ ہونے اور کھانے کے بعد شکر اور حمدِ الٰہی بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:437 گنہگاروں کے لیے خدا کی مُہلت

عَنْ اَبِی مُوسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، قَالَ: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَہُ بِاللَّیْلِ لِیَتُوبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہُ بِالنَّھَارِ لِیَتُوبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] ... مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب...الخ، ص ١٤٧٥، حدیث: ٢٧٥٩۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ رات بھر اپنا دستِ رحمت پھیلائے رکھتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن بھر اپنا دستِ رحمت پھیلائے رکھتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرے، (یہ کرم نوازی اُس وقت تک ہوتی رہے گی) حتّٰی کہ سورج مغرب سے طلوع کرے۔“

آخری سانس تک مغفرت کی اُمید:

مذکورہ حدیث باب التوبہ (فیضانِ ریاض الصالحین، جلد اول، ص١٨٦، حدیث نمبر:١٦) میں بھی گزر چکی ہے یہاں عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی باب الرجا میں اس حدیث کو دوبارہ لے کر آئے ہیں کیونکہ اس میں گناہگاروں کے لیے بخشش کی اُمید کا بھی سامان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت وسیع ہے، بندے کو آخری سانس تک مہلت دی ہوئی ہے کہ توبہ کرکے اپنی مغفرت کروالے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بخش دے گا۔

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”توبہ کی قبولیت کا کوئی وقت خاص نہیں ہے۔ حدیث میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاتھ پھیلانے سے مراد توبہ کا قبول کرنا ہے۔ بَسْط یَد اس لیے کہا کیونکہ اہلِ عرب کا یہ طریقہ ہے کہ جب اُن میں سے کوئی کسی چیز پر راضی ہوتا ہے تو اُسے قبول کرنے کے لیے ہاتھ کو بڑھاتا ہے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے تو اس سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور یہاں پر ہاتھ کا لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے کیونکہ جسمانی ہاتھ اللہ کے لیے محال ہے (کیونکہ وہ جسم سے پاک ہے)۔“[1]

توبہ اللہ کو مطلوب و محبوب ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک سے پتہ چلا کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کا دروازہ کھلا ہے، چاہے کوئی کتنا ہی بڑا گناہگار ہو، اگر وہ توبہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اُسے مایوس نہیں کرے گی، اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ اسے معاف فرمادے گا۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیث کا مقصد گناہگاروں کو توبہ کی طرف بلانا ہے اور یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اُنہیں مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ ہاتھ پھیلانے سے مراد اُس کی جُود و عطا کا وسیع ہونا ہے کہ وہ توبہ کرنے والے کو کبھی منع نہیں کرتا۔ نیز حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ رحمتِ الٰہی بہت وسیع ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کثرت

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ، باب استحباب حمد اللہ تعالی بعد الاکل والشرب، ٩/٧٦، الجزء السابع عشر۔

سے گناہوں سے تجاوز فرماتا ہے۔ علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ یہ ایک مثال ہے جو کہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو توبہ مطلوب و محبوب ہے گویا کہ وہ چاہتا ہے کہ گناہگار توبہ کریں۔''[1]

عِصیاں سے کبھی ہم نے کَنارا نہ کیا ...... پر تُو نے دل آزُردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تجویز ...... لیکن تری رَحمت نے گوارا نہ کیا

رحمتِ خدا ہر دم گنہگار کو دامنِ کرم میں لینے کو تیار:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''مقصد یہ ہے کہ ربّ کا کرم بہت وسیع ہے، گناہگار کو ہر وقت کرم میں لینے کو تیار ہے کوئی آنے والا ہو۔ (جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا) اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا﴾ (پ۸، الانعام: ۱۵۸) الخ۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہو گی جو سورج کو پچھم (مغرب) سے نکلتے دیکھیں، لیکن جو لوگ اِس واقعہ کے بعد پیدا ہوں اُن کی توبۂ کفر بھی قبول ہو گی اور توبۂ گناہ بھی کہ انہوں نے علاماتِ قیامت دیکھی ہی نہیں۔''[2]

مکھی پر رحم کے سبب مغفرت فرمادی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ربّ تعالیٰ کا کرم اور اس کی رحمت بہت وسیع ہے، جب وہ ربِّ کریم گناہگاروں کو بخشنے پر آتا ہے تو بسا اوقات ایک چھوٹے سے عمل کے سبب بھی بخش دیتا ہے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۲۴ صفحات پر مشتمل کتاب ''152 رحمت بھری حکایات'' صفحہ ۲۵۵ پر ہے: حجۃ الاسلام حضرت سَیِّدُنَا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''مَا فَعَلَ اللہُ بِكَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا: تم میری بارگاہ میں کیا لائے ہو؟ میں نے مختلف عبادات کا ذکر کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تم ایک مرتبہ بیٹھے لکھ رہے تھے کہ ایک مکھی تمہارے قلم پر

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار، ۵/۱۶۲، تحت الحدیث: ۲۳۲۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۵۸۔

آکر بیٹھ گئی تو تم نے اس پر رحم کرتے ہوئے سیاہی چوسنے کے لیے اسے چھوڑ دیا اور کچھ نہ کہا، پس اسی وجہ سے میں آج تم پر رحم کرتا ہوں۔ جاؤ! میں نے تمہیں بخش دیا۔"[1]

معاف فضل و کرم سے ہو ہر خطا یاربّ .... ہو مغفرت پئے سلطانِ انبیاء یاربّ

بلا حساب ہو جنت میں داخلہ یاربّ .... پڑوس خلد میں سَرور کا ہو عطا یاربّ

مدنی گلدستہ

"صدیق" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمت بہت بڑی ہے، وہ بندے کو آخری وقت تک توبہ کا موقع دیتا ہے اور اگر کوئی اس وقت بھی توبہ کرلے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔

(2) حدیث کا مقصد گناہگاروں کو توبہ کی طرف بلانا اور رحمتِ الٰہی سے امید دلانا ہے۔

(3) اللہ عَزَّ وَجَلَّ توبہ کو پسند فرماتا ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ گناہگار لوگ توبہ کرلیں۔

(4) رحمتِ خدا ہر وقت بندوں کو اپنے دامنِ کرم میں لینے کے لیے تیار ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی رحمت کاملہ کے صدقے ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 438 گناھوں سے پاک کرنے والا پانی

عَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَاَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلٰی شَیْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلٰی رَاحِلَتِیْ

[1] ...فیض القدیر، ١/٦٠٦، تحت الحدیث: ٩٤١۔

فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَهُ: مَا اَنْتَ؟ قَالَ: اَنَا نَبِيٌّ فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِي اللّٰهُ فَقُلْتُ: وَبِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ قُلْتُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: حُرٌّ وَعَبْدٌ وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ اَبُوْ بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ: اِنِّي مُتَّبِعُكَ قَالَ: اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا اَلَا تَرٰى حَالِيْ وَحَالَ النَّاسِ وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلٰى اَهْلِكَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِيْ قَدْ ظَهَرْتُ فَاْتِنِيْ قَالَ: فَذَهَبْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَكُنْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَخْبَارَ وَاَسْاَلُ النَّاسَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ؟ فَقَالُوا النَّاسُ: اِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ اَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتَعْرِفُنِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، اَنْتَ الَّذِيْ لَقِيْتَنِيْ بِمَكَّةَ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ: صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحٍ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَاِنَّهُ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ فَقَالَ: مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهِ ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَاْسَهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهِ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِيْ هُوَ لَهُ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ. فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَبَا اُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ اُمَامَةَ: يَا عَمْرُو بْنَ عَبَسَةَ! اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِيْ مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطٰى هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ

عَمْرٌو: یَا اَبَا اُمَامَۃَ! لَقَدْ کَبِرَتْ سِنِّی وَرَقَّ عَظْمِی وَاقْتَرَبَ اَجَلِی وَمَا بِی حَاجَۃٌ اَنْ اَکْذِبَ عَلَی اللہِ وَلَا عَلَی رَسُوْلِ اللہِ لَوْلَمْ اَسْمَعْہُ مِنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا حَتّٰی عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ مَا حَدَّثْتُ اَبَدًا بِہٖ وَلٰکِنِّی سَمِعْتُہُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو نجیح عَمرو بن عَبَسہ سُلَمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں یہ گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں پڑے ہیں اور وہ کسی (صحیح) دین پر نہیں ہیں، وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں پھر میں نے سنا کہ مکے میں کوئی شخص ہے جو کہ خبریں دیتا ہے۔ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کے پاس پہنچ گیا وہاں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی خفیہ مقام پر تھے اور اُن کی قوم اُن پر دلیر تھی، میں حیلے بہانے سے مکے میں اُن تک پہنچ گیا، میں نے اُن سے عرض کی: ”آپ کون ہیں؟“ انہوں نے فرمایا: ”میں نبی ہوں۔“ میں نے پوچھا: ”نبی کسے کہتے ہیں؟“ فرمایا: ”مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھیجا ہے۔“ میں نے عرض کی: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو کیا چیز دے کر بھیجا ہے؟“ فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے صلہ رحمی، بت شکنی، توحید اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔“ میں نے عرض کی: ”اِس دین پر آپ کے ساتھ کون کون ہے؟“ فرمایا: ”آزاد اور غلام۔“ (حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ اُس وقت حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق اور سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تھے۔) میں نے عرض کی: ”میں آپ کی پیروی کرتا ہوں۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ابھی تم اِس کی استطاعت نہیں رکھتے، کیا تم میرا اور میرے ساتھیوں کا حال نہیں دیکھ رہے؟ بلکہ ابھی تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ جب تم سنو کہ مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے تو میرے پاس آجانا۔“ حضرت سَیِّدُنا عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر چلا گیا اور بعد ازاں رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر پر تھا اور میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد لوگوں سے آپ کے بارے میں معلومات کرتا رہتا، حتی کہ میرے خاندان کے کچھ لوگ مدینے شریف سے میرے پاس آئے تو میں نے اُن سے پوچھا: ”جو صاحب مدینے تشریف لائے ہیں ان کا کیا حال ہے؟“ انہوں نے بتایا: ”لوگ تیزی سے ان کی دعوت قبول کر رہے

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب اسلام عمرو بن عبسہ، ص ۴۱۴، حدیث: ۸۳۲۔

ہیں، اُن کی قوم نے انہیں قتل کرنا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔''

حضرت عَمرو بِن عَبسہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ پس میں مدینے پہنچ گیا، میں نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟'' **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''ہاں تم مجھے مکے میں ملے تھے۔'' میں نے عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اُن چیزوں کے بارے میں بتائیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو بتائی ہیں اور جنہیں میں نہیں جانتا، مجھے نماز کے بارے میں بتائیں۔'' **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''صبح کی نماز پڑھو، پھر اس وقت تک نماز سے رُکے رہو جب تک سورج ایک نیزے کے برابر بلند نہ ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اُس وقت کافر اُس کو سجدے کرتے ہیں، پھر نماز پڑھو کیونکہ اس وقت فرشتے نماز میں حاضر ہوتے اور گواہی دیتے ہیں یہاں تک کہ جب سایہ نیزے کی مقدار سے کم ہو جائے تو اُس کے بعد نماز سے رُک جاؤ کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے، پھر جب سورج ڈھل جائے تو نماز پڑھو کیونکہ نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رُکے رہو یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اُس وقت کفار اُسے سجدہ کرتے ہیں۔'' حضرت سَیِّدُنا عَمرو بِن عَبسہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے وضو کے بارے میں بتائیے۔'' فرمایا: ''تم میں سے جو شخص بھی وضو کا پانی لے کر کلی کرتا ہے، پھر ناک میں پانی ڈالتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو اُس کے چہرے، منہ اور ناک کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ حکم الٰہی کے مطابق اپنا چہرہ دھوتا ہے تو داڑھی کے اَطراف سے چہرے کے گناہ پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں پھر جب وہ اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اُس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں پھر اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ بالوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں، پھر وہ اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ انگلیوں سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں، پھر اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایسی حمد و ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے اور اپنے دل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تمام چیزوں سے فارغ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اُس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عبسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سنائی تو ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: "اے عَمرو! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو، کیا ایک ہی جگہ پر (ایک ہی عمل سے) کسی کو اتنا اجر مل سکتا ہے؟" حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عبسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: "اے ابو امامہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں، میری موت کا وقت قریب آچکا ہے، اس حالت میں مجھے کیا ضرورت کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جھوٹ باندھوں، اگر میں نے یہ حدیث **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایک بار، دو بار، تین بار حتّٰی کہ سات بار تک نہ سنی ہوتی تو میں اس حدیث کو کبھی بیان نہ کرتا بلکہ میں نے تو یہ حدیث سات بار سے بھی زیادہ سُنی ہے۔"

حدیث کی باب سے مناسبت:

حدیث مذکور میں اس بات کا ذکر ہوا کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں، جب منہ دھوتا ہے تو منہ کے گناہ جھڑتے ہیں، ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے، سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے اور جب پیر دھوتا ہے تو پیروں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں رحمتِ الٰہی کا بیان ہے کہ وضو کرنے والے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایسی رحمت ہوتی ہے کہ اُس کے اعضائے وضو کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ مسلمان گناہوں کی دلدل میں پھنس جائے اور پھر اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے وضو کرے تو وہ گناہوں کی نجاست سے پاک وصاف ہو جاتا ہے، اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس حدیث کو باب الرجا میں ذکر کیا۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکمتِ عملی:

جب حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عبسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے فرمایا کہ ابھی تم اپنے گھر چلے جاؤ، ابھی تم ہماری اتباع نہیں کر سکتے۔ اس سے ایسا لگتا ہے جیسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ایمان لانے سے منع کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ایمان لانے سے منع نہیں فرمایا، ایمان تو وہ لا چکے تھے بلکہ ایمان ظاہر کرنے سے منع فرمایا تھا کہ ابھی حالات صحیح نہیں ہیں، اگر تم اپنا ایمان ظاہر کرو گے تو کفار تمہیں بھی ایذا پہنچائیں گے جس طرح ہمیں تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ چنانچہ علّامہ

نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عَبسہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے ایمان کے اظہار کے لیے آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ابھی تم اس کی طاقت نہیں رکھتے کیوں کہ ابھی مسلمان کمزور ہیں اور مجھے تم پر خوف ہے کہ کفارِ قریش تمہیں تکلیف دیں گے۔ (لہٰذا ابھی اپنا ایمان ظاہر نہ کرو) لیکن ہاں اس کا ثواب تمہیں مل چکا پس اب تم اپنے اسلام پر ثابت قدم رہو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ فرمایا: ”جب تمہیں پتہ چلے کہ مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے تو تم میرے پاس آجانا۔“ اس میں معجزۂ نبوی کا اظہار ہے کہ حضور نبی اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معلوم تھا کہ آپ کو غلبہ حاصل ہو گا اور آپ نے اپنے غلبے کی خبر پہلے ہی دے دی۔“[1]

کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا گناہ:

واضح رہے کہ جب کوئی شخص ایمان لانا چاہے تو اُسے فوراً کلمہ پڑھا کر دائرۂ اسلام میں داخل کرنا ضروری ہے، اس میں دیر کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ بلکہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے تو تاخیر کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”جو کافر تلقین اسلام چاہے اسے تلقین فرض ہے اور اس میں دیر لگانا اشد کبیرہ بلکہ اس میں تاخیر کو علماء نے کفر لکھا۔“[2]

کسی کافر کو مسلمان کرنے کا آسان طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زہے نصیب اگر کوئی غیر مسلم کافر اپنے سابقہ کفریہ مذہب سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کرے تو اسے کیسے باآسانی مسلمان کیا جائے؟ اس کو مسلمان کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے دو 2 مدنی مذاکروں (مدنی مذاکرہ نمبر 9، مدنی مذاکرہ نمبر 28) میں اس اہم مسئلے سے متعلق آپ سے ہونے والے چند سوالات اور ان کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

(1) سوال: کسی کے پاس کوئی کافر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے مسلمان ہونا ہے، تو وہ اس کو محلے کی مسجد

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا، ۳/۱۱۶، الجزء السادس۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۲۱/۱۷۲۔

کے امام صاحب کے پاس لے گیا، اس امام صاحب نے توبہ وغیرہ کروا کر اسے مسلمان کیا، اب جو اسے امام صاحب کے پاس لے گیا اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جس وقت اس کافر نے مسلمان ہونے کے لیے کہا تھا، اس پر لازم تھا کہ فوراً اسے اس کے باطل مذہب سے توبہ کروا کر کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتا۔ پھر بے شک اسے اسلام کی تفصیلی معلومات مہیا کرنے کے لیے عالِم دِین کی خدمت میں حاضر کرتا۔ اسے عالِم کے پاس لے جانے میں جس قدر تاخیر کی اتنی دیر کا اس لے جانے والے کے ذمہ میں کفر پر راضی رہنے کا الزام ہے۔ لٰہذا عالِم کے پاس لے جانے والا بھی توبہ اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔ جب بھی کوئی آپ کے پاس آجائے کہ مجھے مسلمان کرلو میں عیسائی ہوں۔ تو اس کو فوراً مسلمان کرلینا چاہیے۔

(2) سوال: اگر کوئی شخص خود آکر اپنے آپ کو پیش کرے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں تو اسے کس طرح مسلمان کیا جائے؟

جواب: اب ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ کی جائے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں امام صاحب کی طرف چلو، بعض اوقات امام صاحب بولتے ہیں: غسل کرکے آجاؤ، جمعہ کے دن آجاؤ۔ نَعُوْذُ بِاللہ بہت بڑا رِسک (آزمائش وخطرہ) ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے ساتھ اس طرح کی بات کرنا کہ اتنے لمحہ بھلے کفر میں رہے۔ نَعُوْذُ بِاللہ بلکہ اگر آپ کے پاس کوئی آگیا، مثلاً یہودی آگیا اور بولے کہ مجھے مسلمان ہونا ہے تو آپ اس سے یہ کہیے کہ: "کہو! میں یہودی مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔" وہ یہ دہرا دے، توبہ کرے، اس طرح پھر آپ اُس کو کلمہ پڑھائیں، کلمے کا ترجمہ بھی کروا دیں، اس طرح مسلمان کریں۔ پھر بے شک علماء کی بارگاہ میں اس کو پیش کریں تاکہ مزید عقائد کی اس کو تعلیم دی جائے۔ لیکن کلمہ پڑھانے کے لیے کسی عالِم کے پاس لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(3) سوال: اگر کوئی کافر کسی مسلمان سے کہے کہ فلاں عالِم صاحب کے پاس لے چلو، مجھے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا ہے، اگر وہ مسلمان ان عالِم صاحب کے پاس لے جائے تو کیا اب بھی اس مسلمان کے لیے حکم کفر ہے؟

جواب: نہیں! اس صورت میں اس مسلمان پر حکم کفر نہیں' ظاہر ہے وہ خود کہہ رہا ہے کہ میں تو اس

عالِم کے ہاتھ پر مسلمان ہوں گا۔ اب اس کا قصور نہیں ہے۔

(4)سوال: کسی کافر کو مسلمان کرنے کا آسان طریقہ ارشاد فرمائیے؟

جواب: کافر کو مسلمان کرنے کے لیے پہلے اس سے پچھلے تمام عقائدِ باطلہ سے توبہ کروائی جائے مثلاً مسلمان ہونے کا خواہش مند عیسائی آیا۔ تو اس سے کہیے کہ: کہو! میں عیسائی مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔ جب وہ یہ کہہ لے تو پھر اس سے کلِمۂ طیبہ یا کلِمۂ شہادت پڑھائیں، اگر وہ عربی میں نہیں پڑھ سکتا تو جو بھی زبان وہ سمجھتا ہے اسی زبان میں اس سے شہادتین با آواز پڑھوالیا جائے۔ یعنی وہ کہہ دے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں **محمد** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں، اس طرح سے وہ شخص مسلمان ہو جائے گا۔

(5)سوال: اگر کافر کو اسلام کا جذبہ ملا اور اس نے دل ہی دل میں طے کر لیا کہ میں آج سے مسلمان ہوں یا یہ یہی الفاظ زبان سے کہہ لیے تو کیا حکم ہے؟ کیا سابقہ مذہب سے توبہ کر کے کلمہ پڑھنا شرط ہے؟

جواب: سابقہ مذہب سے توبہ کر کے کلمہ پڑھنا شرط نہیں، اس کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا ہی سابقہ مذہب سے توبہ بھی ہے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے قبولِ اسلام کے واقعات میں عموماً ایسا ہی ہوتا تھا کہ وہ توبہ کے الفاظ ادا کیے بغیر کلمۂ شہادت پڑھ کر دامنِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے وابستہ ہو جاتے تھے۔ سابقہ مذہب سے توبہ کے الفاظ ادا کیے بغیر کلمہ پڑھنا ایمان کے لیے کافی ہے۔ البتہ جہاں احتمال یعنی شک ہو وہاں سابقہ مذہب سے بیزاری کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۴ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''اکثر فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مؤمن ہوں تو اس کو مؤمن نہ مانا جائے کیونکہ وہ اپنے عقیدہ یعنی نصرانی مذہب کو ہی ایمان کہتا ہے اور اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کہے جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا جب تک وہ اپنے دین سے بیزاری اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے۔

طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت مُمانَعتِ نماز کی وجہ:

حدیثِ پاک میں طلوعِ آفتاب و غروبِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ اس وقت سورج شیطان کے دونوں قرن کے درمیان ہوتا ہے۔ قرن عربی میں سینگ کو کہتے ہیں لیکن قرنِ شیطان سے

یہاں حدیث میں کیا مراد ہے؟ اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ ❁ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیطان کا گروہ اور اس کے پیروکار ہیں۔ ❁ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اُس کی قوت، غلبہ اور اس کا فساد ہے۔ ❁ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیطان کے سر کا کنارہ ہے۔ یہی زیادہ ظاہر ہے اور قوی قول ہے اور مطلب یہ ہے اِن اوقات میں شیطان سورج کے محاذی (برابر) اپنا سر کر کے کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ جو کفار اس وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں وہ شیطان کو سجدہ کرنے والے ہو جائیں۔ شیطان اور اس کے چیلوں کا تسلط چونکہ ظاہر ہے تو ان اوقات میں نماز سے منع کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شیاطین نمازیوں پر ان کی نماز کو مشتبہ نہ کر دیں لہٰذا اس سے بچنے کے لیے ان اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ اُن جگہوں (یعنی کفار کے عبادت خانوں) پر نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا گیا ہے جو شیطان کے ٹھکانے ہیں۔ ”[1]

حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں، نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوہیں سجدۂ تلاوت و سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے، البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا، طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے، یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے۔ ”[2]

رحمتِ الٰہی کی چھما چھم برسات:

مذکورہ حدیثِ پاک میں رحمتِ الٰہی کا بیان ہے کہ جب بندہ وضو کرتا ہے تو اس کے جسم سے گناہ جھڑتے ہیں۔ چنانچہ وضو کے فضائل اور اس سے گناہوں کے جھڑنے کے متعلق چار فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”جنت میں مؤمن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ ”[3]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا، ۳/ ۱۱۲، الجزء السادس۔

2 . . . بہار شریعت، ۱/ ۴۵۴، حصہ سوم۔

3 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب تبلغ الحلیۃ حیث یبلغ الوضوء، ص ۱۵۱، حدیث: ۲۵۰۔

(2) ”جب میری اُمَّت کو قیامت کے دن پکارا جائے گا تو وضو کے باعث اُن کی پیشانیاں اور قدم چمکتے ہوں گے، لہٰذا تم میں سے جو اپنی چمک میں اضافہ کر سکتا ہے اُسے چاہیے کہ اُس میں اضافہ کرے۔“[1] (3) ”جو شخص نماز کا اِرادہ کرتے ہوئے وضو کرنے کے لیے آتا ہے، پھر اپنی ہتھیلیاں دھوتا ہے تو پہلا قطرہ ٹپکتے ہی اس کی ہتھیلیوں کے گناہ جَھڑ جاتے ہیں، جب وہ کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی چڑھاتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو پہلا قطرہ ٹپکتے ہی اس کی زبان اور ہونٹوں کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے تو اُس کی آنکھ اور کان کے تمام گناہ پہلا قطرہ ٹپکتے ہی جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو ہر گناہ سے سلامتی (یعنی پاکی) حاصل کر لیتا ہے اور اس حال میں نکلتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا، پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اگر بیٹھ جائے تو سلامتی کے ساتھ بیٹھتا ہے۔“[2] (4) ”جس نے کامل طریقے سے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا، پھر فرض نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اُس کے قدم اُس دن میں جس برائی کی طرف چلے اور اُس کے ہاتھوں نے جو (ناجائز) لیا اور اس کے کانوں نے جو سنا، اُس کی آنکھوں نے جو دیکھا اور جو اُس نے بُری گفتگو کی، سب معاف کر دیئے جائیں گے۔“[3]

دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت .... رہوں باوضو میں سدا یاالٰہی



”جنتِ بقیع“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بہت ہی زبردست حکمتِ عملی کے ساتھ اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا، ابتدائے اسلام میں چونکہ مسلمان کمزور تھے اس وقت آپ صَلَّی اللہ

1 . . . بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون۔۔۔الخ، ۱/ ۷۱، حدیث: ۱۳۶۔

2 . . . مسند امام احمد، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/ ۲۹۶، حدیث: ۲۲۳۳۰۔

3 . . . مسند امام احمد، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/ ۲۹۸، حدیث: ۲۲۳۳۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بعض لوگوں کو اپنا ایمان ظاہر کرنے سے منع فرمایا۔

(2) حکمتِ عملی اختیار کرنا سنت ہے، لہٰذا ہمیں بھی نیکی کی دعوت کا کام حکمتِ عملی سے کرنا چاہیے۔

(3) اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہے تو بلا تاخیر اُسے فوراً کلمہ پڑھا کر دائرۂ اسلام میں داخل کرلینا چاہیے، بعد ازاں اسے شرعی اَحکامات سکھانے کی ترکیب بنائی جائے۔

(4) طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے سوائے اس دن کی عصر کے۔

(5) وضو کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے، اِطمینان کے ساتھ کامل طریقے سے وضو کرنا چاہیے۔

(6) وضو کرتے ہوئے جو جو اعضائے وضو دھوئے جائیں ان تمام کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

(7) بروزِ قیامت اعضائے وضو چمکتے ہوں گے تو جو جتنا زیادہ وضو کرے گا اس کی چمک اتنی زیادہ ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان پر استقامت عطا فرمائے، ہمیں حکمتِ عملی سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے، ہر دم باوضو رہنے اور پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:439

نبی کا پہلے وِصال فرمانا اُمَّت کے لیے رَحمت

عَنْ اَبِیْ مُوسَی الْاَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی رَحْمَۃَ اُمَّۃٍ قَبَضَ نَبِیَّہَا قَبْلَہَا فَجَعَلَہُ لَہَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْہَا وَاِذَا اَرَادَ ھَلَکَۃَ اُمَّۃٍ عَذَّبَہَا وَنَبِیُّہَا حَیٌّ فَاَھْلَکَہَا وَھُوَ حَیٌّ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَہُ بِھَلَاکِہَا حِیْنَ کَذَّبُوْہُ وَعَصَوْا اَمْرَہُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی قوم کے ساتھ رحمت کا اِرادہ فرماتا ہے تو اُس قوم کے نبی کو اُن سے پہلے وفات دیتا ہے اور نبی کو اُس قوم کے لیے پیشرو بنا دیتا ہے اور جب کسی قوم کی

[1] ... مسلم، کتاب الفضائل، باب اذا اراد اللہ تعالی رحمۃ امۃ ۔۔۔ الخ، ص ۱۲۵۵، حدیث: ۲۲۸۸۔

ہلاکت کا اِرادہ فرماتا ہے تو اُن کے نبی کی زندگی میں اس قوم کو عذاب دیتا ہے، انہیں ہلاک فرماتا ہے، نبی حیات ہوتے ہیں اور ان کی ہلاکت دیکھ رہے ہوتے ہیں تو اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن کی ہلاکت سے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ انہوں نے نبی کو جھٹلایا اور اُس کی حکم عدولی کی۔“

مغفرت کی بشارت:

مذکورہ حدیث سے پتہ چلا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُمَّتِ محمدیہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِس اُمَّت کے لیے پیشرو بنا دیا ہے، اب جب کوئی مسلمان اس دنیا سے جائے گا تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنا شفیع پائے گا یہ مغفرت کی بڑی بشارت ہے چنانچہ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”مؤمن مر کر نہ تو لاوارث ہوتا ہے نہ اجنبی گھر میں جاتا ہے، اس کے والی وارث حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں، اُن کی آغوشِ رحمت میں جاتا ہے، بھرے گھر میں اُترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ جلالی نبیوں کی نافرمان اُمَّتوں کو اُن کے سامنے ہلاک فرما کر اُن کی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور ہمارے حضور کی نافرمانی اُمَّت کو حضور کے سامنے ہی ہدایت دے کر آپ کا مطیع بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ چنانچہ مکہ معظمہ کے نافرمان کافر فتح مکہ کے دن سارے کے سارے ایمان لائے حضور کے مطیع ہوئے۔ جلالی پیغمبروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہے، حضور کی آنکھوں کی ٹھنڈک کچھ اور، ہر آنکھ کے لیے ٹھنڈا سرمہ علیحدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور بھی ہر مؤمن کی آنکھ کی ٹھنڈک، دل کا چین، بے قراروں کا قرار، بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، بے سہاروں کے سہارا ہیں۔“[1]

سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ...... سب سے بالا و والا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی ...... دونوں عالم کا دُولہا ہمارا نبی
جس نے مردہ دلوں کو دی عمرِ اَبد ...... ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی
غمزدوں کو رضا مُژدہ دیجے کہ ہے ...... بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۱۴۔

زندگی اور وِصال دونوں بہتر:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”میری زندگی اور وصال دونوں تمہارے لئے بہتر ہے۔ میری زندگی اس لئے کہ میں تمہارے لئے سنتیں اور اَحکامِ شرع بیان کرتا ہوں اور میرا وِصال اس لئے کہ تمہارے اَعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے تو اُن میں سے جو اچھا عمل ہو گا اُس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کروں گا اور جو بُرا ہو گا اس پر تمہارے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کروں گا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”یانبی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اس کے نبی کو ان سے پہلے وفات دے کر ان کا پیشرو بنادیتا ہے۔

(2) نبی کا اُمَّت سے پہلے وصال فرما جانا اُس اُمَّت کے لیے رحمت ہے۔

(3) حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت کے والی وارث ہیں بندہ مؤمن مر کر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آغوشِ رحمت میں جاتا ہے۔

(4) گذشتہ نافرمان اُمَّتوں کو اُن کے نبی کی زندگی میں عذاب دے کر اُن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی گئی۔

(5) مؤمن مر کر لاوارث ہوتا ہے نہ اجنبی گھر میں جاتا ہے کیونکہ اس کے والی وارث حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں تو وہ اُن کی آغوشِ رحمت میں جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کل بروزِ قیامت حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب فرمائے، ہمیں جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مسند بزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/۳۰۸، حدیث: ۱۹۲۵۔

باب نمبر:52

رب سے اُمِّید و حُسنِ ظَنّ کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اُمید کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا خوف کے ساتھ عبادت کرنے سے افضل ہے، کیونکہ سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب وہ لوگ ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور محبت امید کے ساتھ غالب ہوتی ہے کیونکہ بھلائی کی اُمید قُرب و محبت پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ کبھی بھی رب تعالیٰ کے قہر و جلال سے بے خوف نہ ہو کہ یہ بے خوفی گناہوں پر جری اور بے باکی پیدا کرتی ہے جو تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔ اسی طرح گناہ ہو جانے کی صورت میں اس کی رحمت سے مایوسی بھی نہ ہو کہ رحمتِ الٰہی سے مایوسی گناہ ہے، رب تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، جب وہ پاک پروردگار ہمارے گناہوں کے باوجود بھی ہمیں صبح و شام وافر رِزق عطا فرما رہا ہے تو جب ہم اس کی بارگاہ میں سچی پکی توبہ کریں گے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت سے دور کر دے، ہمیں مایوس کر دے۔ رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کی پاک ذات سے ہمیشہ حُسنِ ظن ہی رکھیے، گناہوں سے نفرت کیجئے، نیکیوں میں رغبت پیدا کیجئے اور رحمتِ الٰہی پر نظر رکھیے کہ یہی نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ باب بھی رب تعالیٰ اور اس کی رحمت سے اُمید و حُسنِ ظن کے بارے میں ہے، علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں ایک آیت اور 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا

(پ ۲۴، المؤمن: ۴۴، ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی بُرائیوں سے۔

اِس آیتِ مبارکہ کا پس منظر اور شانِ نزول کچھ اِس طرح ہے کہ فرعونیوں میں سے ایک شخص حضرت شمعان یا خربیل مُوَحِّد و مؤمن تھے، چونکہ یہ بھی فرعونیوں میں سے تھے اس لیے فرعونیوں نے ان سے کہا: ''اگر تم ہمارے دِین کی مخالفت کرو گے تو ہم تمہارے ساتھ بُرے طریقے سے پیش آئیں گے۔'' اُن

کے جواب میں انہوں نے یہ کہا کہ: ”میں اپنے کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔“ یعنی اُن کے اَعمال و اَحوال کو جانتا ہے۔ فرعون نے اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اس مؤمن کو شہید کر دیا جائے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو اُن فرعونیوں میں سے نکل کر پہاڑ کی طرف چلے گئے اور وہاں نماز میں مشغول ہوگئے۔ فرعون نے ایک ہزار آدمی آپ کی جستجو میں بھیجے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے درندے آپ کی حفاظت پر مامور کر دیئے، جو فرعونی آپ کی طرف آتا، درندے اسے ہلاک کر دیتے۔ اور جو فرعونی بچ کر واپس چلا گیا تو فرعون اس کو سولی دے کر مار دیتا تاکہ یہ راز ظاہر نہ ہو جائے۔[1] ”تفسیر ابن کثیر“ میں ہے: مؤمن آلِ فرعون نے فرمایا: ”میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور میں تم سے الگ ہوتا ہوں اور تم سے نفرت کرتا ہوں۔ ”بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔“ یعنی جو اُن میں ہدایت کا مستحق ہوتا ہے اسے ہدایت عطا فرماتا ہے اور جو گمراہی کا مستحق ہوتا ہے اسے گمراہ رکھتا ہے۔“ اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی بُرائیوں سے یعنی دنیا میں حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ فرعونیوں سے نجات دی اور آخرت میں اسے جنت ملے گی۔[2]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں ہے کہ آل فرعون کے اس مؤمن نے اپنے تمام معاملات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیا اور اسی کی رحمت پر امید رکھی نیز اس مؤمن کو اپنے رب تعالٰی کی ذات سے یہ حُسنِ ظن ویقین تھا کہ وہ رب تعالٰی اسے ان فرعونیوں کے ظلم وستم سے محفوظ فرمائے گا یہی وجہ ہے کہ جب وہ پہاڑ پر تشریف لے گئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی حفاظت کے لیے درندوں کو مقرر فرمادیا۔ یہ باب بھی چونکہ رحمتِ الٰہی سے امید، رب تعالٰی کے ساتھ حُسنِ ظن کی فضیلت کے بارے میں ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... تفسیر خزائن العرفان و تفسیر نور العرفان، پ ٢٤، المؤمن، تحت الآیۃ: ٤٤۔
2. ... تفسیر ابن کثیر، پ ٢٤، المؤمن، تحت الآیۃ: ٤٤، ٤٥، ١٣٢/٧ ملخصًا۔

حدیث نمبر:440

ربّ تعالیٰ اور اس کے بندے کا قُرب

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهُ حَیْثُ یَذْکُرُنِیْ وَاللّٰهُ لِلّٰهِ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِکُمْ یَجِدُ ضَالَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ یَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَیْهِ اُهَرْوِلُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک ومختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ربّ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کی توبہ سے اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کوئی شخص جنگل میں اپنی گمشدہ چیز پا کر خوش ہوتا ہے اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میری رحمت اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتی ہے اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آئے تو میری رحمت اُس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتی ہے اور جب وہ پیدل چل کر میری طرف آئے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہے۔“

حدیثِ قُدسی کی تعریف:

مذکورہ حدیثِ پاک ”حدیثِ قدسی“ ہے۔ حدیثِ قدسی اُس حدیثِ پاک کو کہتے ہیں جس میں فرمان ربّ تعالیٰ کا ہو اور الفاظ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہوں۔ یعنی جس حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان کو حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے الفاظ میں بیان فرمائیں وہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔[2]

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات اور اس کی رحمت کے ساتھ جیسا گمان رکھے گا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا جائے گا۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اپنے ربّ تعالیٰ کی یاد

---

1 . . . مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، ص ۱۴۶۷، حدیث: ۲۶۷۵۔

2 . . . تیسیر مصطلح الحدیث، الحدیث القدسی، ص ۹۴ ماخوذاً۔

میں ہر دم مگن رہے اور اس کی رحمت سے امید رکھے، رب تعالیٰ کی ذات سے حُسنِ ظن رکھے۔ یہ باب بھی چونکہ رب تعالیٰ کی رحمت سے امید اور حُسنِ ظن کے بارے میں ہے، اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

ربّ تعالیٰ کا بندے کے گمان کے ساتھ ہونا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔“ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس کا معنٰی یہ ہے کہ جب کوئی شخص مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں، جب توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کرتا ہوں، جب مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو عطا کرتا ہوں اور جب میری کفالت طلب کرتا ہے تو میں اسے بے نیاز کر دیتا ہوں۔“[1] علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں۔ یعنی میں اُس کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں اور اس کے ساتھ وہی کرتا ہوں جس کی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے۔ یعنی اگر وہ مجھ سے اچھائی کی اُمید رکھتا ہے تو میں اس کے ساتھ اچھا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے بُرائی کی امید رکھتا ہے تو میں اس کے ساتھ بُرا ہی کرتا ہوں۔ جس کا نفس مطمئن ہو اور جس کا دل نورِ الٰہی سے منور ہو تو وہ اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان ہی رکھے گا کیونکہ اس کے دل میں جو نور ہے وہ اسے توحید کی ایسی باریکیاں دکھائے گا جس سے اس کا نفس سکون حاصل کرے گا تو وہ یہ گمان کرے گا کہ اس کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے اور وہ رب عَزَّوَجَلَّ کرم فرمانے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے، مہربانی فرمانے والا ہے، وہ رب عَزَّوَجَلَّ اس پر نرمی فرمائے گا، اس پر رحم فرمائے گا، اس پر مہربانی فرمائے گا تو اس کی یہ موجودہ کیفیت ہی رب عَزَّوَجَلَّ سے اس کا حُسنِ ظن ہے اور جس کا نفس لالچی اور حریص ہو، اُس پر شہوت غالب ہو تو اُس کا دل اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے اور اُس اندھیرے کے سبب نور چھٹ جاتا ہے، دل اندھا ہو جاتا ہے، نفس چھوٹی چھوٹی خواہشات کرتا ہے جس کی وجہ سے ایسی صورت میں بندہ اپنے رب سے متضاد گمان کرتا ہے تو اس کی یہ کیفیت رب تعالیٰ سے بُرا گمان ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب کسی

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعا، باب الحث علی ذکر اللہ تعالی، ۹ / ۲، الجزء السابع عشر۔

بندے سے بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اسے اپنے بارے میں اچھا گمان عطا فرماتا ہے اور جس سے بُرائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اس سے برعکس معاملہ فرماتا ہے۔"[1]

یادِ الٰہی کے ساتھ رب تعالیٰ کی مَعِیَّت:

ربِّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔" عَلَّامَہ جَلَالُ الدِّین سُیُوطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی میں اس کے ساتھ اپنی رحمت، توفیق، ہدایت، رِعایت اور اِعانت کے ساتھ ہوتا ہوں۔"[2] (یعنی اس پر رحمت فرماتا ہوں، اسے نیکیوں کی توفیق دیتا ہوں، اسے گمراہی سے ہدایت دیتا ہوں، اس کی رعایت فرماتا ہوں اور مشکل وقت میں اس کی مدد فرماتا ہوں۔)

حدیثِ پاک کے بعض الفاظ کے معانی:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "یہاں حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یہ صفت بیان کی جارہی ہے کہ وہ اپنے بندے کے ایک یا دو بالشت قریب ہو جاتا ہے یا وہ بندے کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اس قسم کے الفاظ حقیقت و مجاز دونوں کا احتمال رکھتے ہیں مگر ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ ایک بالشت یا دو بالشت قریب ہونا یا پھر دوڑ کر آنا یہ دونوں معانی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان کے لائق نہیں ہیں اس وجہ سے ان الفاظ کو مجاز (یعنی اجر و ثواب والے معنیٰ) پر محمول کرنا واجب ہے۔ بندے کا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ایک ہاتھ یا ایک بالشت قریب ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرائض کو ادا کر کے اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔ امام طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ "بندے کی کم عبادت کو ایک بالشت کے ذریعے مثال دینا اور زیادہ اجر کو ایک ہاتھ سے مثال دینا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عبادت سے بڑھ کر اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔"[3]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ

---

1 ... التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، ۱/۲۷۶۔

2 ... الدیباج علی مسلم، باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی، ۶/۴۳۔

3 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب التوحید، باب قولہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ، ۱۰/۴۲۹۔

عالیشان کے ظاہری معنٰی کا ارادہ کرنا محال ہے۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ میرا جو بندہ میری طاعت و فرمانبرادی کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اپنی رحمت، توفیق اور اعانت اس کے قریب کر دیتا ہوں، اور اگر وہ میری طاعت و فرمانبرادی میں زیادتی کرتا ہے اور میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اپنی رحمت کو اس پر انڈیل دیتا ہوں اور اسے اس رحمت کے بہت قریب کر دیتا ہوں جس کی وجہ سے اسے اپنا مقصود حاصل کرنے میں زیادہ چلنا نہیں پڑتا۔ اس حدیثِ پاک سے مراد یہ ہے کہ بندے کی جزاء اس کے رب تعالٰی کے قُرب کے اعتبار سے ضعیف یا قوی ہوتی ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"ربِ کریم" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جب کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنی گمشدہ چیز پاکر بہت خوش ہوتا ہے۔

(2) جو شخص رضائے الٰہی کے لیے عبادت کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عبادت سے بڑھ کر اسے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

(3) جو بندہ رب تعالٰی کی جیسی طاعت و فرمانبرادری کرتا ہے اسے ویسا ہی رحمت سے نوازا جاتا ہے۔

(4) وہ تمام احادیث جن میں رب تعالٰی کی طرف چلنے یا دوڑنے کی نسبت ہے وہاں ان کے حقیقی معانی مراد لینا محال ہے لہٰذا مجازی معنی یعنی رحمت، توفیق اور اعانت وغیرہ مراد لیے جائیں گے۔

(5) جب کوئی شخص پیدل چل کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف آتا ہے یعنی اس کی طاعت و فرمانبرادی کرتا ہے تو اس کی رحمت اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہے۔

(6) یہ بھی معلوم ہوا کہ بندے کی جزا رب تعالٰی کے قرب کی وجہ سے ضعیف یا قوی ہوتی ہے، جو شخص جتنا زیادہ قرب حاصل کرتا ہے اسے اتنی ہی بڑی جزا دی جاتی ہے۔

---

[1] ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔الخ، باب الحث علی ذکر اللہ۔۔۔الخ، ۹ / ۲، الجزء السابع عشر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کثرت سے توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے قرب کی لازوال دولت عنایت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 441

موت کے وقت رب تعالیٰ سے حُسنِ ظن

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ یَقُوْلُ: لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللہِ عَزَّوَجَلَّ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری سے تین دن قبل آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ”تم میں سے ہر شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے ہی مرے۔“

ربّ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اِس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”تم میں سے جو بھی مرے تو وہ اِس حال میں مَرے کہ اس کا یہ حُسنِ ظن ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی مغفرت فرمادے گا۔ صوفیائے کرام عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ کا اِس پر اتفاق ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید لگاتے ہوئے عبادت کرنا خوف کرتے ہوئے عبادت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید لگاتے ہوئے عبادت کرنا آزاد بندوں کی عبادت کا طریقہ ہے جبکہ اس سے خوف کرتے ہوئے عبادت کرنا غلاموں کا طریقہ ہے۔ اچھے عمل کرو تاکہ موت کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان رکھو کیونکہ جس نے موت سے پہلے بُرے عمل کئے ہوں گے تو وہ موت کے وقت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بُرا ہی گمان رکھے گا اور صحت کی حالت میں بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف غالب رہنا چاہیے تاکہ بندہ نیک اعمال کرنے میں جدوجہد کرتا رہے اور جب موت قریب آجائے اور بندے کے عمل منقطع ہو جائیں تو اُس وقت بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش کی اُمید اور حُسنِ ظن رکھے کہ یہ اپنے مالک کریم رؤف رحیم سے ملنے کا وقت ہے۔“[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنۃ، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالٰی عند الموت، ص ۱۵۳۸، حدیث: ۲۸۷۷۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب تمنی الموت وذکرہ، ۴/۷۱، ۷۲، تحت الحدیث: ۱۶۰۵ ملخصاً۔

علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی تم مختلف اَحوال میں سے فقط حُسنِ ظن کی حالت میں ہی مرنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظن یہ ہے کہ وہ رب تعالٰی سے یہ گمان رکھے کہ وہ اس پر رحم فرمائے گا، اس کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔“[1]

نیک شخص نیکیاں قبول ہونے کی اُمید رکھے:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”صوفیا فرماتے ہیں نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوفِ خدا غالب ہو اور مرتے وقت اُمید۔ نیک کار (نیک لوگ) نیکیاں قبول ہونے کی اُمیدیں رکھیں اور بدکار شخص معافی کی۔ اُمید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم کا اُمیدوار رہے کیونکہ بدکاری کے ساتھ اُمید رکھنا دھوکا ہے امید نہیں۔“[2]

حُسنِ ظن اور اُمید کی فضیلت:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لے گئے جو نزع کے عالَم میں تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: ”تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟“ اس نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنے آپ کو یوں پاتا ہوں کہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے اور اپنے رب تعالٰی کی رحمت کی امید بھی۔“ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں (یعنی امید اور خوف) جمع ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اُس کی امید کے مطابق عطا فرماتا ہے اور جس چیز سے اُسے خوف ہوتا ہے اس سے امن عطا فرماتا ہے۔“[3]

حُسنِ ظن کے سبب بخشش ہوگئی:

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں کو قرض

---

1 ... التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف لا، ۲/۵۰٦۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۳۹۔

3 ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی التشدید عند الموت، ۲/۲۹٦، حدیث: ۹۸۵۔

دیا کرتا تھا، وہ مالدار کو معاف کردیا کرتا اور تنگ دست کے ساتھ نرمی کیا کرتا۔ جب اس کی موت واقع ہوئی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملا کہ اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''ہم سے زیادہ معاف کرنے کا کون حق دار ہے؟'' پھر اسے عبادت کے معاملے میں مفلس ہونے کے باوجود رب تعالیٰ سے حسنِ ظن اور معافی کی امید رکھنے کے باعث بخش دیا۔''[1]

گناہ گار ہوں میں لائقِ جہنم ہوں .... کرم سے بخش دے مجھ کو نہ دے سزا یارب
برائیوں پہ پشیماں ہوں رحم فرما دے .... ہے تیرے قہر پہ حاوی تری عطا یارب

مدنی گلدستہ

''کعبہ'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ سے ہمیشہ اچھا گمان ہی رکھے۔

(2) بندے کو چاہیے کہ نیک اعمال کرتا رہے تاکہ موت کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان رکھے کیونکہ جس نے موت سے پہلے بُرے عمل کئے ہوں گے تو وہ موت کے وقت بھی بُرا ہی گمان رکھے گا۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید لگاتے ہوئے عبادت کرنا خوف کرتے ہوئے عبادت کرنے سے افضل ہے۔

(4) زندگی میں ہر شخص پر خوفِ خدا غالب ہونا چاہیے، مرتے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش کی امید، نیک شخص نیکیاں قبول ہونے کی امید رکھے اور گناہ گار شخص معافی کی امید رکھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مغفرت فرمائے، موت کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان وعافیت کے ساتھ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان فضیلۃ الرجاء والترغیب فیہ، ۴/۱۷۸۔

حدیث نمبر:442

شرک کے سوا تمام گناہوں کی معافی

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ آدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ آدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو جب بھی مجھ سے امید لگا کر دعا مانگے گا تو میں تیرے گناہوں کو بخش دوں گا۔ مجھے پرواہ نہیں اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ لے کر آئے اور پھر مجھ سے اس حال میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو میں زمین بھر مغفرت لے کر تیرے پاس آؤں گا۔“

شرک کے سوا تمام گناہوں کی مغفرت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو اپنی ذات سے حد درجے کے حُسنِ ظن کی تعلیم ارشاد فرمارہا ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے گناہوں سے اگر زمین وآسمان بھی بھر جائیں، اور تم مجھ سے ان گناہوں کی معافی طلب کرو تو میں ان تمام گناہوں کو معاف کر دوں گا۔ واضح رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر گناہ کو معاف فرمادے گا مگر کفر وشرک کی حالت میں مرنے والے کو ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔ یہ حدیثِ پاک قرآنِ پاک کی اس آیتِ مبارکہ کی شارح ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے

[1] ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ...الخ، ۵/ ۳۱۸، حدیث: ۳۵۵۱۔

معاف فرمادیتا ہے۔ (پ۵، النساء: ۴۸)

رب تعالیٰ لغزشوں کو معاف فرمادیتا ہے:

عَلَّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے فرماتا ہے: تو کتنا ہی بڑا گناہگار ہو تیرے گناہوں کو بخشنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، ابنِ آدم جنس ہے اور اس سے تمام اولادِ آدم مراد ہیں۔“[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یعنی میں تیرے تمام گناہوں کو مٹادوں گا جیسے کفر ہے تو اسے ایمان لانے کے ساتھ اور جو اس کے علاوہ گناہ ہیں انہیں توبہ واستغفار کے ذریعے مٹادوں گا اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ تیرے گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں یعنی آسمان اور زمین کے درمیانی خلا کو بھر دیں پھر تو مجھ سے مغفرت کا سوال کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کریم ہے اور لغزشوں کو معاف کرتا اور نیکیوں کو قبول کرتا ہے۔ یہ مثال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرم، فضل اور اس کی رحمت پر دلالت کرتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یعنی تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ گناہوں سے معافی اس وقت ہوگی جب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے گا کیونکہ اطاعت کو قبول کرنا اور گناہوں کو معاف کرنا ایمان پر موقوف ہے۔“[2]

گناہ کے مطابق بخشش:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا، میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا ہے اور صوفیائے کرام اس کے معنیٰ کرتے ہیں مطابق۔ یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ۵/ ۱۶۹، تحت الحدیث: ۲۳۳۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فضل الرجاء، ۲/ ۳۵۵، تحت الحدیث: ۴۴۲۔

بخشوں گا، چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش، بڑے گناہ کی بڑی بخشش، لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

گنہِ رضاؔ کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا

مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب نہ شمار ہے

"اگر تیرے گناہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں۔" (یعنی) اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں، بیچ میں تُو ہو، پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں تیرے سارے گناہ بخش دوں گا، بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے، کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا:

چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے

جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

"میں زمین بھر مغفرت لے کر تیرے پاس آؤں گا۔" جیسے رازق ہر مرزوق کو بقدر حاجت روٹی دیتا ہے، ہاتھی کو مَن اور چیونٹی کو کَن (ذرہ) دیتا ہے، ایسے ہی وہ غفار بقدرِ گناہ مغفرت عطا فرمائے گا مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار ہو، غدار نہ ہو۔ اسی لیے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ خیال رہے کہ ایسے مقامات پر شرک بمعنٰی کفر ہوتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ﴾ (پ۵، النساء: ۴۸) (ترجمۂ کنزالایمان: "بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے۔") یعنی جو کفر پر مَرے اس کی بخشش نہیں اور نبی یا کتاب یا اِسلامی اَحکام میں سے کسی کا اِنکار کرنا در حقیقت رب تعالٰی کا ہی اِنکار کرنا ہے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔"[1]

تمام گناہوں سے توبہ کرلیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو گنہگار اس پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے تمام سابقہ گناہوں سے سچی پکی توبہ کرلے تو وہ رب تعالٰی بھی اسے ضرور معاف فرمادے گا۔ لہٰذا اپنے تمام سابقہ گناہوں سے

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۶۲ ملخصاً۔

توبہ کرلیجئے، ان پر ندامت اختیار کیجئے اور آئندہ کوئی بھی گناہ نہ کرنے کا پکا عہد کرلیجئے کہ جس نے دنیا میں رہتے ہوئے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی وہ کامیاب ہوگیا، ورنہ قبر وحشر میں سخت عذاب کا سامنا ہوسکتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

کرلے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

مدنی گلدستہ

”مغفرت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کی پاک ذات سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(2) کوئی شخص کتنا ہی بڑا گناہگار کیوں نہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اس کے گناہوں کو بخشنا کوئی بڑی بات نہیں ہے، بس بندہ سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو رب تعالیٰ سب گناہ معاف فرمادے گا۔

(3) جب کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید لگا کر توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے اگرچہ اس کے گناہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں یا زمین کے خلا کو بھر دیں۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کفر وشرک کے سوا تمام گناہوں کو جسے چاہے بخش دے گا۔

(5) رب تعالیٰ کی رحمت تو اتنی وسیع ہے کہ وہ سو افراد کے قاتل کو بھی توبہ کی نیت سے چلنے کے سبب بخش دیتا ہے تو جو شخص اس کی بارگاہ میں سچی پکی توبہ کرلے تو اسے بھی ضرور معاف فرمادے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، کفر وشرک کی گندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ومامون فرمالے، ہمارا ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:53 خوف واُمِّید کو جمع کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ جرم کرنے پر اس کی پکڑ اور سزا کا خوف بندے کو اس جرم کے اِرتکاب سے روکتا ہے اور جرم پر معافی بندے کو آئندہ جرائم سے باز رکھتی ہے۔ لہٰذا بندے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کا خوف اور اُس کی رحمت سے اُمید دونوں رکھے کیونکہ ہر کام میں میانہ روی بہتر ہے۔ بسا اوقات فقط خوف سے بھی مایوسی اور نا امیدی پیدا ہو جاتی ہے جس کی شرع میں سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ اسی طرح فقط اُمید ہی اُمید بھی نقصان دہ ہے کہ بسا اوقات بندہ اس سے جری اور بے باک ہو کر خوفِ خدا سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور پھر گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے لہٰذا خوف واُمید دونوں کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ یہ باب بھی خوف وامید دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 آیات اور 3 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿۹۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی خُفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔ (پ ۹، الاعراف: ۹۹)

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہی والے ہی نڈر ہوتے ہیں یعنی وہ قوم جو نفع اٹھانے والی نہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ تباہی والوں سے مراد گناہ گار لوگ ہیں یا یہ کہ گناہ گار ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بے خوف ہیں اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں اسی وجہ سے ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔“[1] **مُفَسِّرِشہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم

[1] ... تفسیر روح البیان، پ ۹، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۹، ۳/۲۰۷ ملخصاً۔

ہوا کہ اللہ و رسول کی ہیبت کا دل سے نکل جانا سخت نقصان کا ذریعہ ہے، رب کی ڈھیل یا اس کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا خفیہ تدبیر ہے۔‘‘[1]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں ان خائب وخاسر لوگوں کا بیان ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے نہیں ڈرتے۔لہٰذا ضمناً یہ بھی بیان ہوگیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اس کی خفیہ تدبیر اور خوف سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ باب بھی خوفِ خدا سے ڈرنے اور رحمتِ الٰہی سے امید رکھنے دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

(2) رحمتِ الٰہی سے کافر ہی ناامید ہوتے ہیں

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو جب ان کے بیٹوں نے اپنے بھائی حضرت سَیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے گم ہونے کی خبر دی تو سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام 80 سال تک سَیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے غم اور جُدائی میں روتے رہے یہاں تک کہ روتے روتے آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی ضعیف ہوگئی۔ اپنے پیاروں کے غم میں اس طرح رونا کہ اس میں تکلیف اور نمائش نہ ہو، شکایت اور بے صبری نہ پائی جائے تو یہ رحمت ہے، ان غم کے ایام میں حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان مبارک پر غم کا کوئی جملہ نہ آیا۔ سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے دیگر بیٹوں نے سَیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے غم میں رونے سے منع کیا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ ’’میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد فقط اپنے رب سے ہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تمہیں معلوم نہیں۔‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام جانتے

[1]... تفسیر نورالعرفان، پ۹، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۹۔

تھے کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقع رکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا خواب حق ہے ضرور واقع ہو گا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ تم نے میرے بیٹے یوسف کی روح قبض کی ہے تو انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ اس سے بھی آپ کو ان کی زندگانی کا اطمینان ہوا اور آپ نے اپنے فرزندوں سے فرمایا: ''اے بیٹو! جاؤ اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا پتہ لگاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا کیونکہ اس کی رحمت سے کافر ہی نا امید ہوتے ہیں۔''[1] عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''بیشک مؤمن اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھلائی کی امید رکھتا ہے، مصیبتوں کے وقت صبر کرتا ہے اور خوش حالی کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے جبکہ کافر نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھلائی کی امید رکھتا ہے، نہ ہی مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور نہ ہی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔''[2]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے کافر لوگ مایوس ہوتے ہیں، ضمناً یہ بھی بیان ہو گیا کہ مؤمنین اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں۔ یہ باب بھی خوفِ خدا سے ڈرنے اور رحمتِ الٰہی سے اُمید رکھنے دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

(3) روشن اور سیاہ چہرے والے

ربِّ کریم ارشاد فرماتا ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ (پ۴، آل عمران: ۱۰٦)

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے (چمکتے) ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَاطِن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اُس دن کو یاد کرو جس دن مؤمنوں کے چہرے روشن اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اہل

1 . . . تفسیر خزائن العرفان، پ۱۳، یوسف، تحت الآیۃ: ۸٦ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر خازن، پ ۱۳، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۷، ۳/ ۴۱ ملخصاً۔

سنت کے چہرے روشن اور اہلِ بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ جبکہ بعض کا قول یہ ہے کہ مخلص لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے اور منافقوں کے چہرے کالے ہوں گے۔ چہرے کے روشن اور سیاہ ہونے میں مفسرین کے دو قول ہیں: (1) پہلا قول یہ ہے کہ چہرے کے روشن ہونے سے خوشی اور مسرت مراد ہے اور سیاہ ہونے سے غم اور پریشانی مراد ہے۔ (2) دوسرا قول یہ ہے کہ چہرے کے روشن اور سیاہ ہونے سے حقیقی طور پر روشن اور سیاہ ہونا مراد ہے۔ کہ مؤمنوں کے چہرے روشن ہوں گے اور انہیں نور کا لباس پہنایا جائے گا، جبکہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور انہیں ظلمت کا لباس پہنایا جائے گا۔ قیامت کے دن اہلِ محشر جب ایمان والوں کے چہرے روشن دیکھیں گے تو وہ پہچان لیں گے کہ یہ سعادت مند اور خوش بخت لوگوں میں سے ہیں اور جب کافروں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ اہلِ شقاوت اور بدبخت لوگوں میں سے ہیں۔"[1]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کافروں اور مؤمنوں کی جو حالت ہوگی اس کا بیان ہے کہ کافروں کے منہ کالے ہوں گے اور مؤمنین کے چہرے اجالے ہوں گے اور پچھلی آیتِ مبارکہ میں بیان ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے فقط کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ گویا ضمناً اس آیتِ مبارکہ میں یہ بھی بیان ہوگیا کہ رحمتِ الٰہی سے مایوس اور خوفِ خدا نہ رکھنے والے کافروں کے چہرے کل بروزِ قیامت سیاہ ہوں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھنے والے اور خوفِ خدا کرنے والے مؤمنین کے چہرے منور ہوں گے۔ یہ باب بھی خوفِ خدا سے ڈرنے اور رحمتِ الٰہی سے اُمید رکھنے دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا مہربان ہے

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۷ (پ ۹، الاعراف: ۱۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارا رب ضرور جلد عذاب والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

1 . . . تفسیر خازن، پ ۴، آل عمرٰن، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۱ / ۲۸۶ ملخصًا۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان فرماتے ہیں: ”آخرت کا عذاب یہودیوں پر اِس دنیاوی عذاب کے علاوہ ہوگا جو ان کی موت سے شروع ہوگا۔ عذابِ موت، پھر عذابِ قبر، پھر عذابِ حشر، پھر عذابِ صراط، پھر عذابِ دوزخ۔ پچھلے عذاب تو ہوتے اور ختم ہوتے رہیں گے، لیکن دوزخ کا عذاب ہمیشہ ہوگا۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ واقعات دور ہیں، نہیں! بلکہ قریب ہیں قیامت قریب ہے اور یہ تمام رسوائیاں، ذلت اور سخت سزا اُن کے لیے ہے جو کفر پر مرجائیں لیکن جو یہودی ایمان قبول کرلیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن کے لیے غفور بھی ہے کہ ان کے سارے گذشتہ گناہ معاف فرمادے گا اور وہ رحیم بھی ہے انہیں آئندہ اپنی رحمتوں کرم نوازیوں سے نوازے گا۔“[1]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں کافروں کو دیے جانے والے عذاب کا ذکر ہے، نیز اس بات کا بھی بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت غفور رحیم ہے، اگر کفار ایمان لے آئیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے سارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ پچھلی آیات میں اس بات کا بیان ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید اور اس کی ذات سے خوف رکھنے والے مؤمنین ہیں، نیز کفار نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں، بلکہ مایوس ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی ذات سے خوف رکھتے ہیں اور مذکورہ آیتِ مبارکہ میں کفار کے عذاب کا بیان ہے تو گویا ضمناً یہ بھی بیان ہوگیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس اور اس کا خوف نہ رکھنے والے کفار کے لیے دوزخ کا شدید ترین عذاب تیار کیا گیا ہے، جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھنے والے اور اس کی ذات سے ڈرنے والے مؤمنین کے لیے آخرت میں بے شمار نعمتیں تیار کی گئی ہیں۔ یہ باب بھی چونکہ خوف اور امید دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

(5) نیکوکار عیش و آرام میں ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۹، الاعراف، تحت الایۃ: ۱۶۷، ۹ / ۳۰۰ ملخصاً۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (پ ۳۰، الانفطار: ۱۳، ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: "یہاں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اُن نیک بندوں کا اَنجام بیان فرمارہا ہے جو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں کہ ایسے لوگ بروزِ قیامت چین وسکون میں ہوں گے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کو ابرار اس وجہ سے کہا ہے کہ وہ اپنے والدین کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرتے تھے۔" پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بدکار لوگوں کا انجام بیان فرمایا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔"[1] اس آیتِ مبارکہ میں "اَبْرَار" یعنی نکوکار سے مراد مؤمنین صادِقُ الایمان ہیں اور "فُجَّار" یعنی بدکار سے مراد کافر ہیں۔[2]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ نیک اور پرہیزگار لوگ یعنی سچے مؤمنین کل بروزِ قیامت اَمن وسکون اور چین میں ہوں گے جبکہ کفارِ بدکار دوزخ میں ہوں گے۔ پچھلی آیات میں اس بات کا بیان ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید اور اس کی ذات سے خوف رکھنے والے مؤمنین ہیں، نیز کفار نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں، بلکہ مایوس ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی ذات سے خوف رکھتے ہیں تو گویا اس آیتِ مبارکہ میں ضمناً یہ بیان ہوگیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس اور اس کا خوف نہ رکھنے والے کفارِ بدکار کل بروزِ قیامت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھنے والے اور اس کی ذات سے ڈرنے والے مؤمنین اَمن وسکون اور چین میں ہوں گے۔ یہ باب بھی چونکہ خوف اور امید دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

---

1 ... تفسیر ابن کثیر، پ ۳۰، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۴، ۱۳، ۸/۳۴۲ ملخصاً۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۳۰، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۴

(6) قیامت کے دن مختلف اعمال کے وزن کی کیفیت اور انجام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ﴿۹﴾ (پ۳۰، القارعة: ۶تا۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔

مُفَسِّر شہیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”قیامت میں جس کی نیکیاں ترازو میں بھاری ہوں گی، وہ جنت کے دائمی وخالص عیش میں ہمیشہ رہے گا، یہاں چند مسائل کا خیال رکھو: ❁ ایک یہ کہ قیامت کی میزان اور نامۂ اعمال کا وزن حق ہے۔ ❁ دوسرے یہ کہ یہ وزن صرف انسانوں کے لیے ہے فرشتوں، جانوروں کے اعمال کا وزن نہیں کہ ان کے لیے نہ جنت ہے نہ دوزخ، کافر جنات کے لیے اگرچہ دوزخ ہے مگر مؤمن جنات کے لیے جنت نہیں لہٰذا ان کے اعمال کا بھی وزن نہیں۔ ❁ تیسرے یہ کہ صرف ان اعمال کا وزن ہو گا جن کی تحریر نامۂ اعمال میں ہو چکی ہے لہٰذا بچوں، پاگلوں کے اَعمال، ایسے ہی عشقِ الٰہی، محبتِ مصطفوی کا وزن نہیں کہ ان کی تحریر نہیں۔ ❁ چوتھے یہ کہ وہاں اعمال کا وزن کمی وبیشی پر موقوف نہیں بلکہ اخلاص ومحبت پر ہے۔ حضور کا ایک سجدہ دنیا بھر کی تمام عبادات سے افضل ہے۔ ❁ پانچویں یہ کہ بے گناہ مقبولین کے لیے اور جن کفار کے پاس کوئی نیکی نہیں ان کا وزن نہیں کیونکہ یہ وزن باٹ (پتھر وغیرہ) سے نہیں بلکہ نیکیوں کا بدیوں سے ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۵) ترجمۂ کنزالایمان: ”تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔“ میزان ہم جیسے مسلمانوں کے لیے ہے اور ان کفار کے لیے جن کے پاس ظاہری نیکیاں بھی ہوں مگر ان کی نیکیوں میں بالکل بوجھ نہ ہو گا۔ ❁ چھٹے یہ کہ وہاں وزن عدل کے لیے ہے فضل کے لیے نہیں۔ جن پر رب کا فضل ہو گا بے وزن وبے حساب جنت میں پہنچیں گے، خریدار کو تول کر دیتے ہیں مگر بھکاری کو بغیر ناپے تولے بھیک دی جاتی ہے، پیاروں کو دعوت میں بے ناپے تولے کھلایا جاتا ہے۔ ❁ ساتویں یہ کہ مؤمن کی نیکیاں ترازوں میں وزنی ہوں گی مگر خود مؤمن پر بالکل ہلکی۔ اس لئے جب وہ جنت کو مع ان نیکیوں کے

چلے گا تو اس پر بوجھ کچھ نہ ہو گا بلکہ وہ بعض نیکیوں پر خود سوار ہو گا جیسے قربانی۔ مگر کافر کے گناہ ترازو میں بھی وزنی اور اس کے کندھے پر بھی بوجھل، دیکھو پانی کے حوض میں بیٹھنے والے پر پانی کا کوئی بوجھ نہیں ہوتا مگر مشک بھر لو تو اس میں وزن ہوتا ہے۔ ۞ **آٹھویں** یہ کہ ہر قسم کے اَعمال کا علیحدہ وزن ہو گا۔ جس کی نیکیاں ہلکی ہوں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے یا اس طرح ہلکی ہوں کہ ان میں بالکل ہی وزن نہ ہو جیسے کفار کے صدقہ وخیرات وغیرہ یا ان میں وزن تو ہو مگر گناہوں سے کم جیسے بعض گناہگار مسلمانوں کی تھوڑی نیکیاں۔ خیال رہے کہ قیامت میں وزنی پلہ اونچا ہو گا اور ہلکا پلہ نیچا دنیا کے برعکس اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے ان پر رب کرم فرمائے گا۔ ”جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔“ دوزخ کے نیچے طبقہ میں جس کا نام ہاویہ ہے جہاں عذاب بہت سخت ہے جس سے دوزخ کے دوسرے طبقے بھی پناہ مانگتے ہیں یا ھَاوِیَہ لغوی معنیٰ میں ہے یعنی گہرا طبقہ۔ ھَوٰی بمعنی گرنا۔ خیال رہے کہ ھَاوِیَہ طبقے میں صرف بعض کفار رہیں گے۔ **شانِ نزول:** ایک بار بنی عبد مناف اور بنی سہم میں خاندانی بڑائی پر مناظرہ ہوا، ہر ایک نے کہا کہ ہم تم سے مال، پیشہ، مہمان نوازی، عزت وتعداد میں زیادہ ہیں۔ بنی عبد مناف کی تعداد زیادہ نکلی۔ بنی سہم بولے کہ زندے مُردے ملا کر شمار کرو۔ ہمارے مردے مل کر ہم تم سے زیادہ ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں قبرستان گئے اور قبروں کی طرف اشارے کر کے کہنے لگے کہ یہ ایسی شان کا مالک تھا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔“[1]

گناہوں سے بھرپور نامہ ہے میرا .... مجھے بخش دے کر کرم یاالٰہی
تُلیں میرے اعمال میزاں پہ جس دم .... پڑے اک بھی نیکی نہ کم یاالٰہی

آیاتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ کل بروزِ قیامت نیک اور پرہیزگار لوگوں کے اعمال وزنی ہوں گے جس کے سبب وہ عیش میں ہوں گے۔ جبکہ کفار وبدکار لوگوں کے اعمال ہلکے ہوں گے جس کے سبب وہ جہنم کی وادیوں میں ہوں گے۔ پچھلی آیات میں اس بات کا بیان ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید اور اس کی ذات سے خوف رکھنے والے مؤمنین ہیں، نیز کفار نہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں،

[1] ... تفسیر نور العرفان، پ۳۰، القارعۃ: ۶ تا ۹، ص۹۹۳۔

بلکہ مایوس ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی ذات سے خوف رکھتے ہیں۔ تو گویا ان آیات مبارکہ میں ضمناً یہ بیان ہو گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس اور اس کا خوف نہ رکھنے والے کفار کے اعمال کل بروزِ قیامت ہلکے ہوں گے جس کے سبب وہ جہنم کی وادیوں میں داخل ہوں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید رکھنے والے اور اس کی ذات سے ڈرنے والے مؤمنین کے اعمال وزنی ہوں گے جس کے سبب وہ عیش میں ہوں گے، اَمن وسکون اور چین میں ہوں گے، جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ یہ باب بھی چونکہ خوف اور امید دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:443

ربّ تعالٰی کا عذاب اور اس کی رحمت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعُقُوْبَۃِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِہٖ اَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر مؤمن جان لیتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔''

اُمید وخوف دونوں ضروری ہیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اس کے عذاب کی کثرت کو بیان کرنا مقصود ہے تاکہ مؤمن اس کی رحمت پر اعتماد نہ کر بیٹھے اور اس کے عذاب سے بالکل بے خوف نہ ہو جائے۔ کافر اس کی رحمت سے نااُمیدی اختیار نہ کرے اور توبہ کرنا نہ

1 ۔۔۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب سعۃ رحمۃ اللہ تعالی وانھا سبقت غضبۃ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۵۔

چھوڑے۔ حدیثِ پاک کا حاصل یہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ خوف و امید کے درمیان رہے۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر اُمید بھی رکھے اور اُس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اگر قیامت کے دن یہ اعلان کیا جائے کہ ایک ہی شخص جنت میں داخل ہو گا تو مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اسی طرح اگر یہ اعلان کیا جائے کہ ایک ہی شخص جہنم میں جائے گا تو خوفِ خدا کے سبب میں یہ گمان کروں گا کہ وہ ایک شخص بھی میں ہی ہوں۔ زندگی میں بندے پر خوف غالب ہونا چاہیے اور موت کے وقت امید۔"[1]

خوف و امید کے درمیان رہنا چاہیے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اگر انسان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پوری رحمت کا علم ہو تو وہ کبھی ناامید نہ ہو اور اگر اس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پورے عذاب کا علم ہو تو وہ ہر وقت ڈرتا رہے لہٰذا انسان کو بیم و رجاء (خوف و امید) کے درمیان رہنا چاہیے اتنا زیادہ اُمید وار بھی نہ ہو جائے کہ اس کا یہ عقیدہ ہو جائے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی معصیت اور گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا جیسے مرجئہ کہتے ہیں اور نہ ہی اس قدر خائف رہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہو جائے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا جب توبہ کے بغیر مر جائے تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جیسے معتزلہ اور خارجیوں کا عقیدہ ہے لہٰذا انسان کو ان دونوں حدوں کے مابین رہنا چاہیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا امید وار بھی رہے اور اس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔"[2]

لطف و قہر، رحمت و غضب کا بیان:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "کافروں میں سے بھی کوئی اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس حدیث کا انداز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفت لطف و قہر اور رحمت و غضب کے بیان کے لیے ہے کہ کوئی بھی شخص اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس مؤمنین جو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و لطف کا مظہر

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب رحمۃ اللہ، ۵/ ۲۰۱، تحت الحدیث: ۲۳۶۷۔

2 ... تفہیم البخاری، ۹/ ۶۰۷۔

ہیں اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قہر کا تصور کر لیں تو ان میں سے کوئی بھی جنت کا تصور نہ کرسکے اور کفار جو غضب و قہر کا مظہر ہیں اگر یہ اس کی رحمت ولطف پر نگاہ ڈال لیں تو اس سے نااُمید نہ ہوں۔"[1]

اُمید سے کیا مراد ہے:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "امید سے مقصود یہ ہے اگر کسی شخص سے کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ حسنِ ظن اور امید رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اسی طرح اگر اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمابرداری کی ہے تو یہ امید رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی اطاعت وفرمابرداری کو قبول فرمائے گا۔ رہا وہ شخص جو گناہ کرتا رہے اور بغیر ندامت کے گناہوں کو ترک کئے بغیر یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پکڑ نہیں فرمائے گا تو یہ غرور اور دھوکہ ہے۔"[2]



اسم جلالت "اللہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت وسیع ہے، اسی طرح اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

(2) بندے کو اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کامل رحمت کا علم ہو جائے تو وہ کبھی اس کی رحمت سے نا امید نہ ہو اور اگر اس کے عذاب کا علم ہو جائے تو ہر وقت ڈرتا رہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ خوف واُمید کے درمیان رہے یعنی اس کی رحمت پر امید بھی رکھے اور اس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔

(3) اگر کسی سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ حسنِ ظن اور امید رکھے کہ وہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

(4) جو شخص گناہ کرتا ہے اور ندامت کے بغیر گناہوں کو نہیں چھوڑتا اور یہ اُمید رکھتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الدعوات، باب سعة رحمة الله تعالى، ٢/ ٢٦٧ ملخصا۔

2 . . . عمدة القارى، كتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف، ١٥/ ٥٤٥ ملخصا۔

اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا تو ایسا شخص دھوکے میں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت سے امید اور اپنی ذات کا خوف نصیب فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:444

نیک اور بدکار مُردے کی پکار

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَۃُ وَاحْتَمَلَھَا النَّاسُ اَوِ الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَۃً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِی قَدِّمُوْنِی وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَۃٍ قَالَتْ: یَا وَیْلَھَا! اَیْنَ تَذْھَبُوْنَ بِھَا؟ یَسْمَعُ صَوْتَھَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَہُ صَعِقَ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب جنازے کو رکھا جاتا ہے اور لوگ یا مرد اسے اپنے کندھوں پر اُٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے: مجھے آگے بڑھاؤ، مجھے آگے بڑھاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! تم مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ انسان کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں نیک اور بدکار دو مُردوں کے احوال کا ذکر ہے، نیک مردے کا حال اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ناامید ومایوس نہیں ہونا چاہیے کہ رب تعالیٰ جس پر چاہے اپنا فضل فرمادے اور اس کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمادے۔ بدکار مردے کا حال اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے کبھی بھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے، ہر وقت خوفِ خدا میں لرزاں وترساں رہنا چاہیے کہ ربّ تعالیٰ کا غضب اور جلال جس شخص پر نازل ہوتا ہے وہ دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے، تباہی وبربادی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کا مقدر بن جاتی ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید بھی رکھے اور اس کی ذات کا خوف بھی رکھے۔ یہ باب بھی چونکہ خوفِ خدا اور اُمید دونوں کو جمع کرنے کے بارے

[1] ... بخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازۃ دون النساء، ۱/ ۴۴۴، حدیث: ۱۳۱۴۔

میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

نیک شخص کا جنتی مقام کو دیکھنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب نیک شخص مر جاتا ہے تو وہ جنت میں اپنا اعلیٰ مقام دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ مجھے میری منزل تک جلدی لے چلو۔ میت کا یہ کلام کرنا حقیقتاً بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات پر قادر ہے کہ وہ مردے کو اس طرح زندہ کر دے جس طرح وہ قبر میں سوال وجواب کے لیے زندہ کیا جاتا ہے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ منکر نکیر کے قبر میں آنے سے پہلے مردہ سنتا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”مردہ دفن کر کے جانے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر اس کے پاس (منکر نکیر) دو فرشتے آتے ہیں۔“ حضرت سیدنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتی ہے۔“[1]

مُردے کا جوتوں کی آہٹ سننا:

مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مُردہ بزبانِ قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہتا ہے: جلدی پہنچاؤ۔“[2]

اعمال کے سبب خوف میں مبتلا ہونا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ نیک و صالح انسان وفات کے بعد اپنی آخری منزل کی طرف جانے کے لیے بیتاب ہوتا ہے جبکہ گنہگار و بدکار کافر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے ہیبت و خوف میں مبتلا ہوتا ہے۔ علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کافر یہ جانتا ہے کہ اس نے کوئی نیک کام نہیں

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا، ۴/ ۱۳۳، تحت الحدیث: ۱۶۴۷ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۶۔

کیا اوراس کا آگے جانا مصائب وبلیات میں داخل ہونا ہے۔ اس لیے وہ آگے جانے کو برا جانتا ہے اور واویلا کرتا ہے اس کا یہ واویلا اگر انسان سن لیں تو اس کی دہشت سے بے ہوش ہو جائیں۔“[1]

مُردے کی دردناک پکار:

حدیثِ پاک کے آخر میں بیان ہوا کہ اگر مردے کی یہ آواز انسان سن لیں تو وہ بے ہوش ہو جائیں مردے کی یہ آواز ”جانور، فرشتہ، کنکر، پتھر سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔“[2]

مولا علی اور ایک قبر کے احوال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مردے کی آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سن لیتی ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوب بندوں میں سے جسے چاہے یہ آواز سنا دیتا ہے چنانچہ ایک بار امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم زِیارتِ قُبُور کے لئے کوفہ کے قَبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں ایک تازہ قَبر پر نظر پڑی۔ آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو اُس کے حالات معلوم کرنے کی خواہش ہوئی۔ چُنانچِہ بارگاہِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ میں عَرض گُزار ہوئے: **یااللہ** عَزَّوَجَلَّ! اِس مَیِّت کے حالات مجھ پر مُنْکَشِف (یعنی ظاہر) فرما۔ ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آپ کی اِلتِجاء فوراً مَسْمُوع ہوئی (یعنی سُنی گئی) اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے اور اُس مُردے کے درمیان جتنے پردَے حائل تھے تمام اٹھا دیے گئے۔ اب اس قَبر کا بھیانک منظر آپ کے سامنے تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مُردہ آگ کی لپیٹ میں ہے اور رو رو کر آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے اِس طرح فریاد کر رہا ہے: ”یَاعَلِیُّ! اَنَا غَرِیْقٌ فِی النَّارِ وَحَرِیْقٌ فِی النَّارِ یعنی اے مولا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم! میں آگ میں ڈوبا ہوا ہوں اور آگ میں جل رہا ہوں۔“ قَبر کے دَہشتناک منظر اور مُردے کی دردناک پُکار نے حیدرِ کرّار کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو بے قرار کر دیا۔ آپ نے اپنے رَحمت والے پروَردگار عَزَّوَجَلَّ کے دربار میں ہاتھ اُٹھا دیئے اور نہایت ہی عاجِزی کے ساتھ اُس مَیِّت کی بخشش کیلئے درخواست پیش کی۔ غیب سے

---

1 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۳۷۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۷۔

آواز آئی: ”اے علی (كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم)! آپ اِس کی سِفارش نہ ہی فرمائیں کیوں کہ روزے رکھنے کے باوُجود یہ شخص رمضان المبارک کی بے حُرمتی کرتا، رمضان المبارک میں بھی گُناہوں سے باز نہ آتا تھا۔ دن کو روزے تو رکھ لیتا مگر راتوں کو گُناہوں میں مُبتَلا رہتا تھا۔“ مولائے کائنات سیدنا علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم یہ سُن کر اور بھی رنجیدہ ہوگئے اور سَجدے میں گِر کر رو رو کر عرض کرنے لگے: ”یااللہ عَزَّوَجَلَّ! میری لاج تیرے ہاتھ میں ہے، اِس بندے نے بڑی اُمّید کے ساتھ مجھے پُکارا ہے، میرے مالِک عَزَّوَجَلَّ! تُو مجھے اِس کے آگے رُسوا نہ فرما، اِس کی بے بَسی پر رَحم فرمادے اور اِس بیچارے کو بَخش دے۔“ سیدنا مولا علی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم رو رو کر مُناجات کر رہے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت کا دریا جوش میں آیا اور نِدا آئی: ”اے علی! ہم نے تمہاری شکستہ دِلی کے سَبَب اِسے بخش دیا۔“ چُنانچِہ اُس مُردے پر سے عذاب اُٹھالیا گیا۔[1]

کیوں نہ مُشکِل کُشا کہوں تم کو ...... تم نے بگڑی مِری بنائی ہے

مدنی گلدستہ

”اسلام“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مرنے کے بعد نیک وبدکار سب پر ان کا اخروی مقام ظاہر ہو جاتا ہے۔

(2) جب نیک شخص دنیا سے پردہ کرتا ہے تو وہ جنت میں اپنا اعلیٰ مقام دیکھ رہا ہوتا ہے اس لیے وہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ مجھے جلدی سے میری منزل تک پہنچادو۔

(3) جب کافر وبدکار شخص دنیا سے جاتا ہے تو وہ دوزخ میں اپنا مقام دیکھ رہا ہوتا ہے اس لیے وہ کہتا ہے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟

(4) مردہ اپنے غسل دینے والے، اُٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب ہی کو جانتا ہے یہاں تک کہ وہ دفنا کر جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔

(5) نیک وبدکار مردوں کے کلام کو انسانوں کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے، البتہ انسانوں میں سے بھی جسے

[1] ... انیس الواعظین، ص ۲۵۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے ان کا کلام سنا دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری قبر و حشر کی تمام منزلوں کو آسان فرمائے اور ہمیں ہر قسم کی سختی اور تنگی سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:445

جنت و دوزخ کی قُربت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّۃُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی تمہارے زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح قریب ہے۔“

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جنت بھی بہت قریب ہے اور جہنم بھی بہت قریب ہے۔ جنت اور جہنم دونوں کی قربت کو بیان کرنے کا مقصود اَعمالِ صالحہ کی ترغیب اور گناہوں کو ترک نہ کرنے کی صورت میں عذابِ جہنم کی وعید ہے، یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے اُمید رکھنے والے نیکیوں میں مشغول رہتے ہیں اور خوفِ خدا سے عاری لوگ گناہوں پر جری ہوتے ہیں۔ رحمتِ الٰہی سے امید رکھ کر نیکیوں میں مشغول رہنے والے اور خوفِ خدا کے سبب گناہوں سے کنارہ کشی کرنے والوں کا ٹھکانہ جنت ہے، جبکہ رحمتِ الٰہی سے مایوس و خوفِ خدا سے عاری کفارِ بداطوار کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ گویا اس حدیثِ پاک میں رحمتِ الٰہی سے امید رکھنے والوں، خوف خدا رکھنے والوں کا ٹھکانہ بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ باب بھی چونکہ خوفِ خدا سے ڈرنے اور رحمتِ الٰہی سے اُمید رکھنے دونوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اِس باب میں بیان فرمائی ہے۔

---

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب الی احدکم۔۔۔الخ، ۴/ ۲۴۳، حدیث: ۶۴۸۸۔

اِطاعتِ اِلٰہی جنت میں پہنچادیتی ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک میں اس بات پر واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وفرمابرداری انسان کو جنت تک پہنچادیتی ہے اوراس کی نافرمانی اور گناہ انسان کو دوزخ کے قریب کردیتے ہیں۔ مؤمن کو چاہیے کہ وہ کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہ چھوڑے اور نہ ہی کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرے کیونکہ مؤمن اس نیکی کو نہیں جانتا جس کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم فرمادے اور نہ ہی اس بُرائی کو جانتا ہے جس کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہوجائے۔''[1]

ایک لفظ میں جنت ودوزخ ہے:

مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ''کبھی منہ سے بُری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہوجاتا ہے اور کبھی منہ سے اچھی بات نکل جاتی ہے جو رب عَزَّوَجَلَّ کو پسند آجاتی ہے، اس سے بندے کے عمر بھر کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جنتی ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ ایک لفظ میں جنت ودوزخ ہے، چونکہ جنت ودوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور اُن کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔''[2]

رحمتِ الٰہی سے امید کا صلہ:

حضرت سَیِّدُنَا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جب کوئی بندہ گناہ کرلیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے مولا! میں نے گناہ کرلیا، مجھے معاف کردے۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ''میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب عَزَّوَجَلَّ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی کرتا ہے۔ (اے فرشتو! گواہ ہوجاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔'' پھر جتنا رب چاہتا ہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی گناہ کرلیتا ہے تو پھر عرض کرتا ہے: یاالٰہی عَزَّوَجَلَّ! میں نے پھر گناہ کرلیا، مجھے بخش دے۔

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب الی احدکم...الخ، ۱۵/ ۵۶۱، تحت الحدیث: ۶۴۸۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۱ ملخصًا۔

تو رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے کہ ”میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ربّ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی کرتا ہے۔(اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ)”میں نے اپنے بندے کی بخشش فرمادی، اب جو چاہے کرے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”اَجمیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جنت اور دوزخ ایک قدم کے فاصلے پر ہے، ایک چھوٹا سا گناہ جہنم میں پہنچا سکتا ہے اور ایک چھوٹی سی نیکی جنت میں پہنچا سکتی ہے۔

(2) نیکی کو چھوٹا سمجھ کر ترک نہیں کرنا چاہیے اور گناہ کو چھوٹا سمجھ کر اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے کہ کیا معلوم کس نیکی پر بخش دیا جائے اور کس گناہ پر پکڑ ہو جائے۔

(3) بولنے میں احتیاط کرنی چاہیے کہ بعض باتوں سے عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جاتی اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے جبکہ بعض باتیں رب تعالیٰ کو پسند آجاتی ہیں، عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے اور بندہ جنتی ہو جاتا ہے۔

(4) بندہ گناہ کرنے کے بعد جب بھی رب تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رحمتِ کاملہ سے معاف فرمادیتا ہے، اسے بخش دیتا ہے۔

(5) اگر کسی بندے سے بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ رحمتِ الٰہی سے مایوس ہو کر توبہ کو ترک نہ کرے بلکہ اپنے اس گناہ کی بارگاہِ ربُّ العزت میں سچی پکی توبہ کرے اور رب تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھے کہ وہ پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت سے مایوسی جیسی نحوست سے محفوظ فرمائے، ہمیں اپنا خوف نصیب فرمائے، نیکیوں پر استقامت اور گناہوں سے کنارہ کشی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی یریدون ان یبدلوا۔۔۔الخ، ۴/۵۷۵، حدیث: ۷۵۰۷۔

باب نمبر: 54

خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس دُنیاوی زندگی کی رونقوں، مسرتوں اور رعنائیوں میں کھو کر فکرِ آخرت سے یکسر غافل ہو جانا یقیناً نادانی ہے۔ ہمیں کسی بھی حال میں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا اور بارگاہِ رَبُّ العزت میں کھڑے ہو کر اپنے تمام اَعمال کا حساب دینا ہو گا۔ جس طرح نیکیوں پر استقامت، اور گناہوں پر ندامت کے لیے خوفِ خدا ضروری ہے، ویسے ہی خوفِ خدا کے سبب اَشکِ ندامت بہانا بھی اس کے لوازمات میں شامل ہے۔ جس طرح خوف بندے کو برے کاموں سے روکتا ہے ویسے ہی اشکِ ندامت اسے نیکیوں پر اُبھارتے ہیں۔ اگر انسان کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو تو وہ سرکشی اور بغاوت جیسے قبیح اَفعال کا مرتکب ہوتا ہے لیکن خوفِ خدا کے سبب اشکِ ندامت نہ ہوں تو بندہ بسا اوقات قساوتِ قلبی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اشکِ ندامت بہانے سے بندے کا دل نرم ہوتا ہے، خوفِ خدا کے سبب آنسو بہانے والے پر ربِّ کریم غفورٌ رَّحیم بھی مہربان ہوتا ہے۔ مشہور محاورہ ہے کہ **”جو روتا ہے اُس کا کام ہوتا ہے۔“** خوفِ خدا سے آنسو بہانے والے کو جہاں دنیا میں خیر و برکت نصیب ہوتی ہے وہیں اُسے آخرت میں بھی کئی انعامات سے نوازا جائے گا، خوفِ خدا سے آنسو بہانا ہر ایک کا حصہ نہیں بلکہ یہ عظیم نعمت نصیب والوں کو ملتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے اپنے خوف سے رونا نصیب فرماتا ہے، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اَوّلاً اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرے اور پھر خوفِ خدا سے اَشکِ ندامت بہائے:

عشق محبت عام ہے لیکن، سوزِ محبت عام نہیں ...... رونے والی آنکھیں مانگو، رونا سب کا کام نہیں

ریاض الصالحین کا یہ باب بھی خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیتِ کریمہ اور 11 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں میں ارشاد فرماتا ہے:

وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے

خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۰۹) ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ ترمذی ونسائی کی حدیث میں ہے کہ وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا جو خوفِ الٰہی سے روئے۔''[1] ❁ عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''گریہ کرو اور گڑگڑاؤ کیونکہ آسمان زمین سورج چاند اور ستارے خوفِ الٰہی سے روتے اور گڑگڑاتے ہیں۔'' اور یہ قرآن اُن کے دِل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔ یعنی جس طرح قرآن کو سننے کے بعد اُن کے علم اور ربِّ تعالیٰ پر یقین میں اضافہ ہوتا ہے ایسے ہی ان کے خشوع میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں خشوع بمعنیٰ عاجزی و تَضَرُّع ہے۔ تواضع و سجود دراصل اَرواح یعنی روح کی شان ہے اور بکاو خشوع اَجساد یعنی جسم کا کام ہے۔ ارواح کو اجساد میں اسی لئے بھیجا گیا تاکہ ارواحِ اَجساد کو عبادت کے فائدے حاصل ہوں۔''[2] ❁ عَلَّامَہ اَبُوعَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ہر وہ آدمی جس کی پہچان علم سے ہے اور اس نے اس سے کچھ حاصل کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس مرتبہ پر فائز ہو کہ قرآنِ پاک سنتے وقت خُشوع، تواضع اور عاجزی کا اظہار کرے۔ امام تیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جسے علم عطا کیا گیا اور اس علم نے اسے نہ رُلایا تو بہتر یہ تھا کہ اسے علم عطا ہی نہ ہوتا، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علماء کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے۔'' یہ حالتِ نماز میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونے کے جائز ہونے پر دلیل ہے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں گناہوں پر رونے کے جواز پر دلیل ہے کیونکہ یہ رونا نہ تو نماز کو توڑتا ہے اور نہ ہی نماز کو کوئی نقصان پہنچاتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن شِخِّیر نے اپنے والد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کیا وہ فرماتے

1 . . . تفسیر خزائن العرفان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۰۹۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۵/۲۱۱، مسند الفردوس، باب التاء، ۱/۲۱۳۲، حدیث: ۲۱۳۲۔

ہیں: ”میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز ادا فرما رہے تھے اور رونے کے سبب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شِکَمِ اَطہر سے اس طرح آواز آرہی تھی جیسے ہانڈی کے کھولنے کی آواز آتی ہے۔“سنن ابو داؤد میں ہے: ”رونے کے سبب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینے میں اس طرح کی آواز آتی تھی جیسے چکی کی آواز ہو۔“[1]

ایک آنسو آگ کے سمندر کو بُجھا دیتا ہے:

عَلَّامَہ جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”امام احمد نے الزہد میں روایت کیا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سیدنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک شخص رو رہا تھا۔ سیدنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ”حضور! یہ کون ہے؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”فلاں ہے۔“ سیدنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ”ہم بنی آدم کے تمام اعمال کا وزن کرتے ہیں، سوائے (خوفِ خدا میں) رونے والے کے۔ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک آنسو کے بدلے جہنم کی آگ کی نہروں کو بجھا دیتا ہے۔“ امام حکیم ترمذی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روایت کیا کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر کسی امت کا ایک شخص (خوفِ خدا میں) روئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے رونے کے سبب اس پوری اُمَّت کو آگ سے نجات عطا فرمادے، ہر عمل کا وزن اور ثواب ہو گا سوائے (خوفِ خدا کی وجہ سے نکلنے والے) آنسو کے، کیونکہ ایک آنسو آگ کے سمندر کو بجھا دیتا ہے، جو آنکھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ڈبڈبا گئی، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے جسم پر آگ کو حرام کر دیا، اگر آنسو بہہ کر رخسار پر آگیا تو اس شخص کا چہرہ سیاہ نہ ہو گا، نہ ہی اس پر ذلت چھائے گی۔“ امام ابن ابی شیبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَروی ہے کہ حضرت سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ ربُّ العزت میں عرض کی: ”اِلٰہی! اس شخص کی کیا جزا ہے جس کی آنکھ سے تیرے خوف کی وجہ سے آنسو بہہ پڑیں؟“ ارشاد فرمایا: ”اس کی جزا یہ ہے کہ میں اسے بڑی گھبراہٹ والے دن امن عطا فرماؤں گا۔“[2]

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۵/ ۳٤٦، الجزء العاشر۔

2 ... تفسیر درمنثور، پ ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۵/ ۳٤۷۔

(2) ہنستے ہو روتے کیوں نہیں!

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ (پ ۲۷، النجم: ۵۹، ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔

خوفِ خدا سے رونے والا جہنم میں داخل نہ ہوگا:

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''مروی ہے کہ اس آیتِ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی نہ ہنسے۔ سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو اہلِ صُفَّہ رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسو بہہ کر رخساروں پر آ گئے۔ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی ہچکیوں کی آوازیں سنی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے رویا وہ جہنم کی آگ میں داخل نہ ہوگا، نافرمانی اور گناہ پر اِصرار کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا، اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسی قوم لے آئے گا جو گناہ کریں گے۔ پھر (توبہ کے بعد) اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی مغفرت فرمادے گا۔''[1]

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّحْمٰن جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ابنِ اَبی حاتم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا صالح ابو خلیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے یہ روایت کیا ہے کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی نہیں ہنسے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف تبسم فرماتے۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۷، النجم، تحت الآیۃ: ۵۹، ۹/ ۲۶۰، شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۴۸۹، حدیث: ۷۹۸۔
2. . . . تفسیر درمنثور، پ ۲۷، النجم، تحت الآیۃ: ۵۹، ۷/ ۶۶۶۔

حدیث نمبر:446

رسولُ اللہ کی چشمانِ مبارکہ سے آنسو

عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِقْرَأْ عَلَیَّ الْقُرْآنَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اَقْرَأُ عَلَیْکَ؟ وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ قَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَہُ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَأْتُ عَلَیْہِ سُوْرَۃَ النِّسَاءِ حَتّٰی جِئْتُ اِلٰی ھٰذِہِ الْآیَۃِ: ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ قَالَ: حَسْبُکَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ اِلَیْہِ فَاِذَا عَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "میرے سامنے قرآن پڑھو۔" میں نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں، حالانکہ قرآنِ پاک تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ہی نازل کیا گیا ہے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں۔" سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی جب میں اس آیتِ مبارکہ پر پہنچا: ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ (پ۵، النساء: ۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: "تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بس کافی ہے۔" اور جب میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

رسولُ اللہ کا تلاوت سننے کی خواہش کرنا:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سمجھ گئے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی قراءت سے لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں نہ کہ آپ ان کے ضبط کا امتحان لینا چاہتے ہیں، اسی لیے سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

[1] ... بخاری، کتاب فضائل القران، باب قول المقری ءللقاری: حسبک۔۔۔الخ، ۳/۴۱۶، حدیث: ۵۰۵۰۔

عَنْہُ نے مُتَعَجِّب ہو کر سوال کیا، ورنہ یہ کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں۔'' کہ یہ سمجھنے اور غور و فکر کرنے میں بلیغ طریقہ ہے کیونکہ سننے کی حالت میں دل معانی کا ادراک کرنے کے لئے خالی ہوتا ہے جبکہ تلاوت کرنے والا ضبطِ الفاظ اور اس کی کما حقہ ادائیگی میں مشغول ہوتا ہے اور چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے سننے کی تھی اور عادت انسان کو طبعی طور پر محبوب ہوتی ہے، اسی لئے دوسرے کو قرآن سنانا سنت ہے۔''[1]

رسولُ اللّٰہ کی اشک باری کی وجوہات:

''دلیل الفالحین'' میں ہے: ابنِ نحوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس آیت کو سن کر اس وجہ سے اشک بار ہوئے کہ آپ کے لئے (بروزِ قیامت امتوں کے حق میں) گواہی دینا ضروری ہے اور مَشْہُوْد عَلَیْہ (یعنی جس پر گواہی دی جائے) پر حکم شَاہِدْ (یعنی گواہی دینے والے) کے قول کے مطابق لگتا ہے (یعنی بروز قیامت امتوں کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہوگا وہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گواہی کے مطابق ہوگا)۔ پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گواہی دینے میں اپنی اور جن کے بارے میں گواہی دی جائے گی ان کی حالت کا اندازہ کر کے اشک بار ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آیت میں موجود (قیامت کے) ہولناک مناظر اور معاملے کی سختی کی وجہ سے اشک بار ہوئے کہ جس دن انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی اپنی امتوں کی تصدیق و تکذیب پر گواہی کے لئے بلایا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن اپنی اُمَّت کی شہادت کی قبولیت کی وجہ سے اشک بار ہوئے۔[2]

حدیثِ پاک سے ماخوذ قراءت کے چند مسائل:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ فضیلت والا مفضول علیہ یعنی جس پر اسے فضیلت ہے، اس سے کوئی چیز لینے میں ناپسندیدگی نہ

1 . . . دلیل الفالحین، باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۲۶۱، تحت الحدیث: ۴۴۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۲۶۲، تحت الحدیث: ۴۴۶۔

دکھائے۔" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ "بس کافی ہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے قراءت کو منقطع کرنا درست ہے۔"[1] عَلّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں اس بات کا جواز ہے کہ جب قراءت سننے والے کو کوئی عذر لاحق ہو یا وہ کسی کام میں مشغول ہو جائے تو قاری کو قرات سے روک دے کیونکہ قراءت سننے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کے معانی میں غور و فکر کرے اور اس کے عجائبات کو سمجھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قاری کو اس وجہ سے روکا تاکہ آیت میں آنے والی نصیحت پر تنبیہ ہو کہ اس آیت کی تلاوت کے وقت آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ مبارک سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رونے میں آیت میں موجود نصیحت کی طرف اشارہ ہے۔"[2]

سب سے زیادہ رحمت و شفقت کرنے والے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ پروردگارِ عالَم فرماتا ہے: ان کافروں کا کیا حال ہو گا جبکہ ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔ یعنی ہر امت کا پیغمبر اپنی امت کے خلاف فسادِ عقائد اور بُرے اعمال کے بارے میں گواہی دے گا اور اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! تمہیں ہم ان تمام پیغمبروں پر گواہ لائیں گے۔ آپ گواہی دیں گے کہ یہ سب پیغمبر اپنی امتوں کے خلاف گواہی دینے میں سچے ہیں یا اے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ اپنی اُمّت پر گواہی دیں گے جب کہ آپ کی امت دوسری امتوں کے بارے میں گواہی دے گی۔ اس آیت سے مقصود قیامت کا دن یاد دلانا ہے کہ عجب سخت دن ہو گا جبکہ امتوں کو پکڑا جائے گا اور پیغمبر ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رونا اور گریہ کرنا قیامت کے ڈر کے تصور اور لوگوں کے حالات کی سختی کی وجہ سے تھا کیونکہ پیغمبر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ساری مخلوق پر سب سے زیادہ رحمت اور شفقت فرمانے والے ہیں۔"[3]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۱ ۶ ۳، تحت الحدیث: ۴۴۶۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقرئی للقاری ۔۔۔الخ، ۱۰ /۲۷۸۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب فضائل قرآن، باب آداب تلاوت، ۲/ ۱۶۰۔

قرآن پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے:

”سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف دیکھا تو آپ کی چشمانِ مبارکہ سے آنسو جاری تھے۔“ اس کے تحت ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”یعنی حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبتِ الٰہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ بیہقی شریف میں ہے کہ قرآنِ کریم غم ورنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ۔“[1]

سیدنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی گریہ وزاری:

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (خوفِ خدا سے) اس قدر روتے کہ درخت اور مٹی کے ڈھیلے بھی آپ کے ساتھ رونے لگتے حتّٰی کہ آپ کے والدِ محترم حضرت سَیِّدُنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے۔ حضرت سَیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی گریہ وزاری کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک آنسوؤں نے آپ کے مبارک رخساروں کے گوشت کو پھاڑ دیا جس کے سبب دیکھنے والوں کو آپ کی داڑھیں نظر آتی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے اونی کپڑے کے دو ٹکڑے لے کر آپ کے رخساروں پر چپکا دیئے۔ اس کے باوجود جب آپ دوبارہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پھر رونا شروع کر دیتے، جس کے نتیجے میں وہ اونی کپڑے کے ٹکڑے بھیگ جاتے۔ جب آپ کی والدہ انہیں خشک کرنے کے لئے نچوڑتیں اور آپ اپنے آنسوؤں کے پانی کو اپنی ماں کے بازو پر گرتا ہوا دیکھتے تو بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں یوں عرض گزار ہوتے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ میرے آنسو ہیں، یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں جبکہ تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔“[2]

مرے اَشک بہتے رہیں کاش ہر دم .... ترے خوف سے یا خدا یاالٰہی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۶۷۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الانبیاء...الخ، ۴/ ۲۲۵۔

ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھر تھر رہوں کانپتا یاالٰہی

مدنی گلدستہ

”خوفِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) تلاوتِ قرآن سن کر خوفِ خدا سے رونا سنت ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی تلاوتِ قرآن سن کر خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے۔

(2) حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت شفیق ومہربان ہیں، اسی وجہ سے روزِ قیامت مختلف لوگوں کی سختی کو یاد کر کے آپ کی چشمانِ مبارکہ سے آنسو جاری ہوگئے۔

(3) حدیثِ پاک میں دوسرے سے قرآنِ پاک سننے کا استحباب ہے کہ دوسرے سے سننا یہ آیت میں غور وفکر کرنے اور اس کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرتا ہے جبکہ خود قراءت کرنے والا الفاظ کی کما حقہ ادائیگی میں مشغولیت کی وجہ سے اس طرح کا غور وفکر نہیں کرسکتا۔

(4) جب قراءت سننے والے کو کوئی عذر پیش آئے یا وہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا چاہے تو قاری کو قراءت سے روک سکتا ہے۔

(5) قرآنِ پاک کی مختلف آیات میں وعظ ونصیحت کا بیان ہے لہٰذا اس کی تلاوت کرتے ہوئے حتی المقدور ترجمہ وتفسیر کے ذریعے اس سے وعظ ونصیحت کے مدنی پھول حاصل کیے جائیں۔

(6) افضل یعنی فضیلت والا مفضول یعنی جس پر اسے فضیلت ہے اس سے تلاوتِ قرآن یا کوئی دوسری وعظ ونصیحت کی بات حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے، اسے سننے اور اس میں موجود وعظ ونصیت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:447

تم لوگ ہنستے کم اور روتے زیادہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خُطْبَۃً مَا سَمِعْتُ مِثْلَھَا قَطُّ فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا. قَالَ: فَغَطّٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وُجُوھَھُمْ وَلَھُمْ خَنِیْنٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اُس جیسا خطبہ ہم نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ وہ جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔" حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "پھر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگے۔"

قبر و حشر کی ہولناکیاں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبر و حشر اور جہنم کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا کہ "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ وہ جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔" یعنی قبر و حشر کی ہولناکیاں اور جہنم کے عذابات اس قدر اذیت ناک ہیں کہ اگر تم لوگ اِن عذابات کو جان لو کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے گناہ گاروں کے لئے تیار کر رکھے ہیں تو خوف کے مارے بہت کم ہنسو اور زیادہ رؤو۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی قیامت کے خوف و دہشت، دوزخ کے عذاب، **اللہ** تعالٰی کی پکڑ، عالم غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو اُن کا لاکھواں حصہ بھی حاصل نہیں، نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے، ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے سنے علم میں فرق ہے۔ اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں یا تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو بہت زیادہ، تم پر خوف کا غلبہ ہو جاوے۔"[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم، ۳/ ۲۱۷، حدیث: ۴۶۲۱۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۴۷۔

خوفِ خدا کے سبب ہنسی کی کمی اور رونے کی زیادتی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قبر کی تاریکیاں، حشر کی ہولناکیاں اور دشوار گزار گھاٹیاں واقعی ایسی ہیں کہ ان کا کوئی بھی تصور نہیں کر سکتا۔ حضور نبی اکرم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو سب کچھ پہلے ہی ملاحظہ فرمالیا ہے، جبھی تو آپ پر خوفِ خدا کی کیفیت طاری رہتی تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہنستے کم اور روتے زیادہ تھے، آپ نے کبھی بھی قہقہہ نہیں لگایا، فقط مسکراتے تھے۔ کاش ہمارے اندر بھی خوفِ خدا پیدا ہو جائے جس کے سبب ہماری ہنسی میں کمی آجائے اور رونے میں زیادتی پیدا ہو جائے۔ مذکورہ حدیث پاک کی تفصیلی شرح باب نمبر 50 کی حدیث نمبر 401 کے تحت گزر چکی ہے، تفصیل کے لیے اسی کا مطالعہ کیجئے، جبکہ اُس تفصیلی شرح کا خلاصہ یہاں پیش خدمت ہے:

- ...... حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنت کی خیر اور جہنم کے شر کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔
- ...... حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قہر و جلال (جیسے قبر و حشر کی ہولناکیاں، قیامت کی دشوار گزار گھاٹیاں، جہنم کی پر خار وادیاں وغیرہ) کا سب سے زیادہ مشاہدہ کیا ہے اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے ہیں۔
- ...... جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے تب سے سیدنا جبریل و سیدنا میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام نہیں ہنسے۔
- ...... صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بہت خوف رکھتے تھے، بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو خوفِ خدا سے اتنا روتے تھے کہ ان کے چہروں پر رونے کے سبب سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔
- ...... خوفِ خدا کے سبب رونے والے کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مغفرت فرما دیتا ہے بلکہ ایک مبلغ کی اس لیے بخشش ہو گئی کہ اس کے بیان کو سن کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ایک ایسا شخص بھی رو پڑا جو اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی خوفِ خدا سے نہ رویا تھا۔
- ...... جس مؤمن کی آنکھ سے مکھی کے پر کے برابر آنسو نکلیں پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصے کو پہنچیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔

...... حضرت سیدنا ابراھیم خلیلُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوف خدا کے سبب اس قدر گریہ وزاری فرماتے کہ ایک میل کے فاصلے سے ان کے سینے میں ہونے والی گڑ گڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔

...... جنت و دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جسے وہی طے کر سکتا ہے جو بہت رونے والا ہو۔

یہ ہنسنا کیسا۔۔۔؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں دنیا میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ موت کا فرشتہ کب آکر ہماری روح قبض کرلے گا؟ ہمیں نہیں معلوم کہ اس دنیا سے ہم اپنا ایمان سلامت لے کر جاسکیں گے یا نہیں؟ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہماری قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا؟ ہم قبر میں آنے والے فرشتوں یعنی منکر نکیر کے سوالوں کے جواب بھی دے سکیں گے یا نہیں؟ ہمیں نہیں معلوم کہ کل بروز قیامت ہمارا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں؟ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم پل صراط سے بخیریت گزر جائیں گے یا نہیں؟ ہمیں جنت نصیب ہوگی یا ہمارا ٹھکانہ جہنم ہوگا؟ آہ۔۔۔ جب ہمیں ان تمام باتوں کا علم نہیں تو پھر یہ غفلت کیسی؟ پھر یہ دنیا میں بے جا مشغولیت کیسی؟ پھر یہ بات بات پر ہنسنا اور قہقہے لگانا کیسا؟ پھر یہ نیکیوں سے دوری کیسی؟ پھر اپنے شب و روز گناہوں میں گزارنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنَا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ایک نوجوان کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا ہنسنے میں مشغول تھا۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''اے نوجوان! کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں۔'' آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تو جانتا ہے کہ تو نے جنت میں جانا ہے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے؟'' نوجوان نے عرض کی: ''جی نہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''تو پھر یہ ہنسنا کیسا؟'' اس دن کے بعد کسی نے اس نوجوان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔[1]

گناہوں نے میری کمر توڑ ڈالی ...... مرا حشر میں ہوگا کیا یا الٰہی

[1] ...احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الصحابۃ۔۔۔الخ، ۴/ ۲۲۷۔

گناہوں کے اَمراض سے نیم جاں ہوں .... پئے مرشدی دے شفا یا الٰہی
میرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو .... کر اِخلاص ایسا عطا یا الٰہی
عبادت میں گزرے مری زندگانی .... کرم ہو کرم یا خدا یا الٰہی

مدنی گلدستہ

”بیت المقدس“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبر وحشر اور جہنم کے عذاب کو جانتے ہیں۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے ہیں۔

(3) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے بہت رویا کرتے تھے، آپ نے کبھی بھی قہقہہ نہیں لگایا بلکہ فقط مسکرایا کرتے تھے۔

(4) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جہنم کے عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ وہ جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔“

(5) عذابِ الٰہی کے خوف سے رونا صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی سنت ہے۔

(6) خوفِ خدا سے رونے کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، خوفِ خدا سے رونے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(7) قبر وحشر کی ہولناکیوں اور قیامت کی دشوار گزار گھاٹیوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

(8) جنت ودوزخ کے درمیانی گھاٹی کو وہی پار کر سکتا ہے جو خوف خدا سے زیادہ رونے والا ہو۔

(9) جب ہمیں اپنی آخرت کے بارے میں معلوم نہیں تو خوف خدا پیدا کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ رونا چاہیے، نیکیوں پر کمربستہ ہونے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے عذاب سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، قبر وحشر کی ہولناکیوں اور جہنم کے عذابات سے محفوظ فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 448

خوفِ خدا سے رونے والا داخلِ جہنم نہ ہوگا

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونے والا جہنم میں داخل نہ ہوگا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ جائے، اور راہِ خدا کا گرد و غُبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔“

خوفِ خدا سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہاں خوف سے مراد اللہ تعالٰی کا وہ خوف ہے جو اس کے حکم پر عمل کرنے اور منع کردہ چیزوں سے بچنے کی دعوت دے، جو ایسا ہو وہ رب تعالٰی کے وعدے کے مطابق آگ میں صرف قسم پوری کرنے کی حد تک داخل ہوگا۔“ (یعنی پل صراط سے گزرے گا۔)[2] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے مراد اُس کے حکم پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے۔“[3] شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی مایہ ناز تصنیف **”کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب“** صفحہ 26 پر فرماتے ہیں: ”خوفِ خدا سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر، اس کی بے نیازی، اُس کی ناراضگی، اس کی گرفت (پکڑ)، اس کی طرف سے دیئے جانے والے عذابوں اس کے غضب اور اس کے نتیجے میں ایمان کی بربادی وغیرہ سے خوف زدہ رہنے کا نام خوفِ خدا ہے۔“

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ۳/ ۲۳۶، حدیث: ۱۶۳۹۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیة اللہ تعالی، ۲/ ۳۶۴، تحت الحدیث: ۴۴۸۔

3 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الجهاد، الفصل الثانی، ۷/ ۳۹۰، تحت الحدیث: ۳۸۲۸۔

خوفِ خدا سے رونے والا کون؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونے والے سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والا یعنی وہ عالِم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (پ۲۲، فاطر:۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: ”اللہ سے اسکے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔“ خلاصہ یہ کہ انسان کو اتنی معرفت ہو کہ عاجزی و خوفِ خدا سے رونے کا تصور کر سکے کیونکہ جسے کچھ بھی معرفت نہیں اس کے لئے رونا ممکن نہیں۔“[1]

تھنوں میں دودھ لوٹنے کا معنٰی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رونے والا جہنم میں داخل نہ ہوگا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ جائے۔“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی مسام میں سے دوبارہ تھن میں چلا جائے اور یہ محال ہے۔ یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں واپس جانا محال ہے ایسے ہی اس شخص کا جہنم میں جانا محال ہے جو خوفِ خدا سے روئے۔ اور وہ شخص کہ جو خوفِ خدا سے نہیں رویا اور اس حال میں مرا کہ اس نے شرک نہیں کیا تو اس کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے، چاہے تو اس کی تمام خطائیں معاف فرما کر کامیاب لوگوں کے ساتھ اسے بھی جنت میں داخل فرمادے، اور چاہے تو اتنی دیر آگ میں روک لے جتنا کہ اس کے متعلق طے ہو چکا۔ پھر ایمان کی بدولت (سزا پوری ہونے کے بعد) اسے جنت میں داخل کر دیا جائے اور یہ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے اور دودھ کا واپس تھنوں میں لوٹ جانے سے ایک محال بات کو بیان کرنا مقصود ہے۔“[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ﴾ (پ۸، الاعراف: ۴۰) (ترجمۂ کنز الایمان: جب تک سوئی کے ناکے اونٹ نہ داخل ہو۔) خوفِ خدا میں رونے کے بڑے

---

1. . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیة اللہ تعالی، ۲/ ۳۶۴، تحت الحدیث: ۴۴۸۔
2. . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیة اللہ تعالی، ۲/ ۳۶۴، تحت الحدیث: ۴۴۸۔

فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔‘‘(1)

راہِ خدا کے غبار سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:’’حدیثِ پاک کا ظاہر تو یہی ہے کہ یہاں جہاد فِیْ سَبِیْلِ اللہ مراد ہے جس کا مُقتضیٰ یہ ہے کہ مجاہد عذاب سے محفوظ رہے گا کیونکہ اس سے حفاظت کا ایسا وعدہ لیا گیا ہے جس کا خلاف نہیں ہو گا۔ تو ظاہر کے اعتبار سے جہاد میں شہید ہونے والے یا جہاد کے بعد مرنے والے پر اسے محمول کیا جائے گا جبکہ وہ ہلاکت میں ڈالنے والا کوئی ایسا عمل نہ کرے جو اسے اس فضیلت سے محروم کردے۔‘‘(2)لیکن بعض شارحین نے اسے جہاد کے لیے خاص نہیں فرمایا بلکہ عام رکھا ہے کہ یہاں کسی بھی نیک کام کے لیے راہِ خدا کا غبار مراد ہے۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:’’راہِ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے، طلبِ علم، جہاد، حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار پڑے۔’’راہ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوسکتے۔‘‘یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالیٰ نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنا دیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے۔‘‘(3)

خوفِ خدا سے رونے پر اَقوالِ بزرگانِ دِین:

تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 616 صفحات پر مشتمل کتاب’’نیکی کی دعوت‘‘ سے خوفِ خدا سے رونے کے متعلق بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے چند اَقوال پیشِ خدمت ہیں:(1)امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں:’’جس سے ہوسکے وہ روئے اور جسے رونا نہ آئے تو وہ رونے جیسی صورت ہی بنالے۔‘‘ (2) امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنَا مولائے کائنات، علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا:’’جب تم

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۶۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۳۶۴، تحت الحدیث: ۴۴۸۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۳۶۔

میں سے کسی کو خوفِ خدا سے رونا آئے تو وہ آنسوؤں کو کپڑے سے صاف نہ کرے بلکہ رُخساروں پر بہ جانے دے کہ وہ اِسی حالت میں ربِّ تعالیٰ کی بار گاہ میں حاضِر ہو گا۔" (3) حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنکَدِر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه جب روتے تو اپنے آنسوؤں کو چہرے اور داڑھی پر مل لیتے اور فرماتے: "مجھے معلوم ہوا کہ آگ اُس جگہ کو نہ چھوئے گی جہاں خوفِ خدا سے نکلنے والے آنسو لگے ہوں۔" (4) حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: "رویا کرو! اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشِش کرو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی کو عِلم ہو تا تو وہ اِس قدر چیختا کہ اُس کی آواز پھٹ جاتی اور اِس طرح نماز پڑھتا کہ اُس کی پیٹھ ٹوٹ جاتی۔" (5) حضرتِ سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "(خوفِ خدا کے باعث) جو آنکھیں ڈَبڈَبائیں گی (یعنی آنسوؤں سے بھر جائیں گی)، اُس چہرے پر قیامت کے دن سیاہی اور ذِلّت نہیں چڑھے گی اور اگر ان ڈَبڈَبانے والی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن آنسوؤں کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی آگ کے کئی سَمُندر بجھا دے گا اور جس قوم میں سے کوئی شخص (خوفِ خدا سے) روتا ہے، اُس قوم پر رحم کیا جاتا ہے۔" (6) حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو کا ایک قطرہ بہنا میرے نزدیک ایک ہزار دینار صَدَقہ کرنے سے بہتر ہے۔" (7) حضرتِ سیدنا کعب احبار رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: "خوفِ خدا سے آنسو بہانا مجھے اپنے وَزن کے برابر سونا صَدَقہ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے کیوں کہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ڈر سے روئے اور اُس کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جائے تو آگ اُس (رونے والے) کو نہ چھوئے گی۔"[1]

مرے اَشک بہتے رہیں کاش ہر دم .... ترے خوف سے یا خدا یا الٰہی
ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھرتھر رہوں کانپتا یا الٰہی

مدنی گلدستہ

"رب کا خوف" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

---

[1] ... نیکی کی دعوت، ص ۲۸۰ تا ۲۸۴ ملخصًا۔

(1) خوفِ خدا کے سبب رونے والا فضلِ الٰہی سے کبھی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔

(2) مسجد کو جاتے، طلبِ علم، جہاد، حج و عمرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے تو راہِ خدا کا یہ غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔

(3) جن چیزوں کو کرنے کا حکم ہے اُن پر عمل کرنا اور جن کی ممانعت ہے ان سے بچنا حقیقی خوفِ خدا ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حقیقی خوف علم سے ہی حاصل ہوتا ہے، جس کے پاس علم نہیں اس کے خوف کا کوئی معنٰی نہیں، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خوفِ خدا کو علماء کی شان بیان فرمایا ہے۔

(5) بندے کو چاہیے کہ کم از کم اتنی معرفت حاصل کرے کہ عاجزی و خوفِ خدا سے رونے کا تصور کر سکے کیونکہ جو رونے کی وجہ نہیں جانتا اس کیلئے رونا ممکن نہیں۔

(6) جو غبار ربّ تعالٰی کی رضا کے لیے کسی راستے پر چلتے ہوئے بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے وہ راہِ خدا کا غبار ہے۔

(7) خوفِ خدا کے سبب رونے کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے اندر خوفِ خدا پیدا کریں اور خوفِ خدا کے سبب گریہ وزاری کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا خوف نصیب فرمائے، خوفِ خدا میں رونا نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:449

سایۂ عرش کس کس کو ملے گا؟

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ: سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ۔ [1]

1 ۔۔۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین، ۱/ ۴۸۰، حدیث: ۱۴۲۳۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دوعالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دن اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (1) عادل حکمران (2) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادتِ الٰہی میں گزری۔ (3) وہ شخص جس کا دل مساجد میں لگا رہے (4) وہ دو شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت کریں، اسی کی محبت پر ایک دوسرے سے ملیں اور جدا ہوں۔ (5) وہ شخص جسے حسن وجمال والی عورت (برائی کے لئے) بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (6) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا ہی نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے راہ خدا میں کیا خرچ کیا۔ (7) جو تنہائی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔''

عرش کا سایہ پانے والے خوش نصیب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح باب نمبر 46، حدیث نمبر 376 کے تحت گزر چکی ہے، تفصیلی شرح کے لیے اسی مقام کا مطالعہ کیجئے، البتہ اجمالی شرح پیشِ خدمت ہے:

(1) مذکورہ حدیثِ پاک میں پہلا شخص عادل بادشاہ ہے جو کل بروز قیامت عرش الٰہی کے سایے میں ہوگا۔ عادل بادشاہ کے احادیث میں بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، قیامت کے دن لوگوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ پیارا اور زیادہ قرب حاصل کرنے والا عادل بادشاہ ہوگا، کل بروزِ قیامت عادل حکمران رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔

(2) دوسرا شخص جسے کل بروزِ قیامت عرش کا سایہ نصیب ہوگا وہ جوانی میں عبادت کرنے والا نوجوان ہے۔ جوانی میں عبادت چونکہ دشوار اور نفس پر گراں ہوتی ہے اس لیے اس کی بھی احادیث میں بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، جوانی میں توبہ کرنے والے نوجوان کے لیے زمین وآسمان کے درمیان ستر قندیلیں روشن کی جاتی ہیں، ملائکہ صف بستہ ہو کر اسے مبارک باد دیتے ہیں۔

(3) تیسرا شخص جسے کل بروزِ قیامت عرش کا سایہ نصیب ہوگا وہ ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہے۔ مسجد کے جملہ معاملات کے اعتبار سے کئی فضائل ہیں، مسجد بنانا، مسجد کو آباد کرنا، مسجد سے محبت کرنا، مسجد کی

صفائی کرنا، مسجد میں اذان دینا، مسجد میں نماز ادا کرنا، مسجد میں جماعت قائم کرنا، مسجد کی طرف چلنا، مسجد میں نماز کا انتظار کرنا وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور باعث اجر وثواب ہیں۔

(4) چوتھے وہ دو شخص جو آپس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کریں انہیں بھی کل بروزِ قیامت عرش کا سایہ نصیب ہو گا۔ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانے ہیں، جن کے دروازے کھلے ہیں اور ستاروں کی طرح چمکتے ہیں، ان میں وہی لوگ رہیں گے جو آپس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی کے لیے بیٹھتے اور ملاقات کرتے ہیں۔

(5) پانچواں شخص جسے کل بروزِ قیامت عرش کا سایہ نصیب ہو گا وہ ہے جسے کوئی عورت گناہ کی دعوت دے مگر وہ کہہ دے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ جو شخص اپنے نفس کو خواہش سے روکے تو اس کے لیے جنت کی نوید سنائی گئی ہے۔ جنت میں موتیوں سے بنا ایک گھر ہے جس کے ستر ہزار محل ہیں، ہر محل میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں، ان میں وہ شخص بھی داخل ہو گا جو بدکاری یا حرام مال کا طالب ہو لیکن جب ان پر قادر ہو جائے تو خوفِ خدا کے سبب حرام سے باز رہے۔

(6) چھٹا وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا ہی نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے راہِ خدا میں کیا خرچ کیا کیونکہ اعمال میں ریاکاری تباہ کاری کا ایک بہت بڑا سبب ہے، جس عمل میں ریا ہو وہ قبول نہیں ہوتا بلکہ رد کر دیا جاتا ہے، پوشیدہ صدقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے بچاتا ہے، پوشیدہ صدقہ کرنے والے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے، پوشیدہ صدقے کو سب سے قوی عمل قرار دیا گیا ہے۔

تنہائی میں خوفِ خدا سے رونا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جس آخری شخص کا ذکر ہے کہ کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا وہ تنہائی میں ذکرُ اللہ کر کے خوفِ خدا کے سبب رونے والا شخص ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: "اس میں خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت کا بیان ہے۔ بندے کے لئے مستحب ہے کہ کچھ نہ کچھ وقت تنہائی میں گزارے تاکہ گناہوں پر شرمندگی ہو، اخلاص کے ساتھ اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں گریہ وزاری کر سکے، اپنی بخشش کے لئے خوب

گڑگڑائے کہ مُضْطَر کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ سارا وقت صرف اپنی ذات کے لئے غفلتوں میں صَرف ہو جیسا کہ جانوروں کی حالت ہوتی ہے جو قیامت اور ساری مخلوق کے سامنے حساب کتاب جیسی ہولناکیوں سے بے خوف ہیں۔ تو جو اِن ہولناکیوں سے محفوظ نہیں اسے چاہیے کہ خلوت میں خوب روئے، دنیوی زندگی کو قید خانہ محسوس کرے کیونکہ اسی میں گناہ سرزَد ہوتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: ''جو مسلمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے روئے تو وہ جہنم میں داخل نہ ہو گا یہاں تک دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔'' منقول ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو تیرے خوف سے روئے یہاں تک کہ آنسو اس کے چہرے پر بہہ جائیں تو تُو اسے کیا اجر عطا فرمائے گا؟'' ارشاد ہوا: ''میں اس کے چہرے کو جہنم کی لپٹ سے محفوظ رکھوں گا اور اسے روزِ قیامت امن عطا فرماؤں گا۔''[1]

خوفِ خدا سے رونے والا حبشی:

حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم نورِ مجسم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ (پ۲۸، التحریم: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: ''اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''جہنم کی آگ ایک ہزار برس جلائی گئی تو وہ سرخ ہو گئی، پھر ایک ہزار سال تک دہکائی گئی تو سفید ہو گئی، پھر ہزار سال بھڑکائی گئی تو سیاہ ہو گئی، اور اب وہ سیاہ و تاریک ہے۔'' یہ سن کر ایک حبشی جو وہاں موجود تھا، رونے لگا۔ مکی مدنی سرکار، حضور احمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: ''یہ کون رو رہا ہے؟'' عرض کی گئی: ''حبشہ کا رہنے والا ایک شخص ہے۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے رونے کو پسند فرمایا۔ حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام وحی لے کر اترے اور عرض کی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میرا جو بندہ دنیا میں میرے خوف سے روئے گا، میں ضرور اسے جنت میں زیادہ ہنساؤں گا۔''[2]

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین، باب من فضل ترک الفواحش، ۸/۴۲۶۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/۴۹۰، حدیث: ۷۹۹۔

قلب پتھر سے بھی سختی میں بڑھا جاتا ہے .... خول پر خول سیاہی کا چڑھا جاتا ہے
نفس وشیطان کی ہر آن اطاعت پر دل .... آہ مائل مرے اللہ ہوا جاتا ہے
لاؤں وہ اشک کہاں سے جو سیاہی دھوئیں .... گندگی میں مرا دل حد سے بڑھا جاتا ہے

مدنی گلدستہ

"حجراسود" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عدل وانصاف کی بدولت معاشرے کی اصلاح، حقوق کی حفاظت، جرائم کی روک تھام، امن وامان اوراتحاد کی فضا قائم ہوتی ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ ہمیشہ عدل وانصاف سے ہی کام لے۔

(2) جوانی میں عبادت کرنا اور اس پر استقامت اختیار کرنا نہایت ہی سعادت مندی کی بات ہے کیونکہ جوانی میں نفسانی خواہشات عروج پر ہوتی ہیں اور شیطان بھی گناہوں کی طرف زیادہ مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے جوانی میں عبادت کو لازم پکڑنا چاہیے۔

(3) مسجد میں جس کا دل لگا رہے اس کو بھی کل بروز قیامت عرش کا سایہ نصیب ہو گا، مسجد کی طرف چلنا، مسجد سے محبت کرنا، مسجد میں عبادت کرنا، نماز ادا کرنا، تلاوت کرنا، مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرنا وغیرہ یہ سب معاملات اجر وثواب کا باعث ہیں۔

(4) جب بھی کسی سے محبت کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کریں کہ اس کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

(5) گناہ پر قدرت کے باوجود اسے ترک کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل وکرم اور اس کی عنایت ہے، جو ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی، خوفِ خدا رکھنے والا گناہ پر قادر ہونے کے باوجود بھی گناہ کو ترک کر دیتا ہے۔

(6) چھپا کر صدقہ کرنے کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، لہٰذا تمام نفلی صدقات کو چھپا کر بغیر ریاکاری کے کرنا چاہیے کہ ریاکاری نیک عمل کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔

(7) خوفِ خدا کے سبب گریہ وزاری کرنا نصیب والوں کا حصہ ہے، خوفِ خدا کے سبب رونے والوں کو

بھی کل بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا، جو دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے روئے گا کل بروزِ قیامت اسے امن و سکون نصیب ہو گا، جنت میں داخلہ نصیب ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بروزِ قیامت اپنے عرش کے سایے میں جگہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:450

رسولُ اللہ کی نماز میں گریہ وزاری

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَھُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَاءِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن شخیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز پڑھ رہے تھے اور (خوفِ خدا سے) رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارکہ سے ہنڈیا جیسی آواز آرہی تھی۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خوفِ خدا کا ذکر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوفِ خدا میں اس قدر روتے کہ سینہ مبارکہ سے اس طرح آواز آتی گویا کہ ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہو، جب حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خوفِ خدا کا یہ عالَم ہے تو ہم جیسے گناہ گار و بدکار تو خوفِ خدا سے رونے کے زیادہ حقدار ہیں۔

ایک میل تک سنائی دینے والی آواز:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینہ مبارکہ سے خوفِ خدا کے سبب رونے سے پیدا ہونے والی آواز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ڈر اور عظیم خوف سے پیدا ہونے والی چیز ہے، یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو

[1] ...ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب البکاء فی الصلاۃ، ۱/ ۳۴۲، حدیث: ۹۰۴، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ، ص ۱۸۴، حدیث: ۳۰۵۔

آپ کے والدِ ماجد حضرت سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے وراثت میں ملی۔ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سینے سے (خوفِ خدا کے سبب نکلنے والی) آواز ایک میل دور تک سنائی دیتی، اس سے ان کے کامل خوف، خشیت اور خضوع کا ثبوت ملتا ہے۔“[1]

نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرو:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی ”شرح ابو داوٗد“ میں فرماتے ہیں: ”صاحِبِ محیط نے مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ استدلال کیا کہ نمازی کو چاہیے کہ نماز میں خشوع اختیار کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عدل سے ڈرے جبکہ اُس کی رحمت سے اُمید میں رہے، خوفِ شدید سے رونے سے مراد وہ رونا ہے جو عادۃً ہو، پس اگر کوئی خوفِ خدا یا جنت کی طلب و جہنم کے خوف کے ذکر کی وجہ سے نماز میں بغیر آواز بلند کیے روئے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جبکہ کسی مصیبت کی وجہ سے نماز میں رونا مکروہ ہے۔“[2] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی ”مرقاۃ“ میں ”شرح منیہ“ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”جب کوئی نماز میں روئے اور وہ آواز ایسی ہو کہ جس کو سنا جا سکتا ہو اگر یہ آواز جنت و دوزخ کا ذکر سن کر نکلی تو نماز کو باطل نہیں کرے گی کیونکہ ایسی صورت میں یہ آواز بمنزلہ دعا، طلبِ رحمت اور معافی مانگنے کے ہے اور اگر وہ آواز کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو نماز کو باطل کر دے گی کیونکہ اب یہ رونا بمنزلہ شکایت کے ہے گویا کہ وہ کہہ رہا ہے مجھے تکلیف ہے یا مجھے کوئی مصیبت پہنچی اور یہ لوگوں کا کلام ہے جو کہ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔“[3]

رونے سے نماز کب ٹوٹے گی؟

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہار شریعت جلد 1، حصہ 3، صفحہ 608 پر ہے: ”آہ، اوہ، اُف، تف، یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے، ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی اور اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں۔“

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۳۶۲، تحت الحدیث: ۴۵۰۔

2 . . . شرح ابو داود للعینی، کتاب الصلاۃ، باب البکاء فی الصلاۃ، ۴/ ۱۲۶، تحت الحدیث: ۸۸۱۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی، ۳/ ۸۲، تحت الحدیث: ۱۰۰۰۔

مزید فرماتے ہیں: ''جنت و دوزخ کی یاد میں اگر یہ الفاظ کہے، تو نماز فاسد نہ ہوئی۔''

خوفِ خدا نماز کو مقبول کرا دیتا ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ رونا خوفِ خدا یا عشقِ الٰہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ ۔۔۔ الآیۃ، بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصًا نمازِ تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔''(1)

خوفِ خدا پیدا نہ ہونے کی وجہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوفِ خدا پیدا نہ ہونے کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی ارشاد فرماتے ہیں: ''خوف گناہوں کی زیادتی کے سبب نہیں ہوتا بلکہ دلوں کی صفائی اور معرفت کے کامل ہونے کے سبب خوف پیدا ہوتا ہے، ہم لوگوں کی بے خوفی کا سبب یہ نہیں کہ ہمارے گناہ کم اور نیکیاں زیادہ ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نفسانی خواہشات ہماری رہنمائی کرتی ہیں، بدنصیبی ہم پر غالب آجاتی ہے اور ہمیں غفلت کا مشاہدہ کرنے سے روک دیتی ہے پھر نہ تو سفرِ آخرت کے مرحلے کا قریب ہونا ہمیں بیدار کرتا ہے، نہ گناہوں کی کثرت ہمیں جھنجھوڑتی ہے، نہ خائفین کے احوال سننے سے ہم پر خوف طاری ہوتا ہے اور نہ بُرے خاتمے کے خطرات ہمیں ڈراتے ہیں، اگر عملی تیاری کے بغیر محض زبانی سوال کرنا نفع دے سکتا ہے تو ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہماری حالت کو درست فرما دے۔''(2)

قِلَّتِ خَشِیَّت یعنی خوفِ خدا کی کمی کے چھ علاج:

واضح رہے کہ خوفِ خدا سے رونا اسی وقت نصیب ہو گا جب دل میں خوفِ خدا ہو گا، اور دل میں

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۳۹۔

(2) ... احیاء العلوم، ۴/ ۵۵۷۔

خوفِ خدا کا نہ ہونا ایک باطنی بیماری ہے، کسی بھی بیماری کے علاج کے لیے اس کے اسباب پر غور کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اس کا علاج بہت مشکل ہے۔ خوفِ خدا پیدا نہ ہونے کی وجوہات پیچھے گزر چکی ہیں۔ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 352 صفحات پر مشتمل کتاب **"باطنی بیماریوں کی معلومات"** صفحہ 253 سے قلتِ خشیت یعنی خوفِ خدا میں کمی کے چھ علاج پیش خدمت ہیں:

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں قلتِ خشیت سے سچی توبہ کرے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو اور خوفِ خدا کی نعمت کے حصول کے لیے دعا کرے کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور دعا اس طرح کرے: "اے میرے مالک عَزَّوَجَلَّ! تیرا یہ کمزور وناتواں بندہ دنیا وآخرت میں کامیابی کے لیے تیرے خوف کو اپنے دل میں بسانا چاہتا ہے۔ اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! میں گناہوں کی غلاظت سے لتھڑا ہوا بدن لیے تیری پاک بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! مجھے معاف فرمادے اور آئندہ زندگی میں گناہوں سے بچنے کے لیے اس صفت کو اپنانے کے سلسلے میں بھرپور عملی کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور اس کوشش کو کامیابی کی منزل پر پہنچادے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنے خوف سے معمور دل رونے والی آنکھ اور لرزنے والا بدن عطا فرما۔ آمین

یارب میں ترے خوف سے روتا رہوں ہر دم ...... دیوانہ شہنشاہِ مدینہ کا بنا دے

(2) اپنی کمزوری وناتوانی کو سامنے رکھ کر جہنم کے عذابات پر غور وفکر کرے کہ آج دنیا میں چھوٹی سی تکلیف برداشت نہیں ہوتی تو جہنم کے سخت عذابات کو کیسے برداشت کر سکیں گے حالانکہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے، دنیا کی آگ بھی جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے، دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر سانپ ہیں، یہ سانپ ایک مرتبہ کسی کو کاٹے تو اس کا درد اور زہر چالیس برس تک رہے گا۔ اور دوزخ میں پالان بندھے ہوئے خچروں کے مثل بچھو ہیں تو ان کے ایک مرتبہ کاٹنے کا درد چالیس سال تک رہے گا۔

(3) قرآن وحدیث میں موجود خوفِ خدا کے فضائل پیشِ نظر رکھے کہ جو رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور اس کے خوف کے سبب کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتوں کی بشارت ہے، دنیا میں خوفِ خدا رکھنے والے لیے کل بروزِ قیامت امن کی بشارت ہے، خوفِ خدا سے نکلنے والے آنسو جسم کے جس حصے پر گریں

اس پر جہنم کی آگ حرام ہونے کی نوید سنائی گئی ہے۔ خوف خدا سے ڈرنے والے کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

(4)...... بزرگانِ دِین کے خوفِ خدا پر مشتمل واقعات کا مطالعہ کرے۔ اس کے لیے تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ان کتب "خوفِ خدا، توبہ کی روایات وحکایات، احیاء العلوم" (جلد سوم) وغیرہ کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

(5)...... خود احتسابی کی عادت بنانے کے لیے مدنی انعامات پر عمل کی کوشش کرے کہ امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی طرف سے عطا کردہ یہ مدنی انعامات قلت خشیت جیسی مہلک بیماری سے نجات اور خوف خدا جیسی عظیم نعمت کے حصول میں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت معاون ثابت ہوں گے۔

(6)...... خوفِ خدا رکھنے والوں کی صحبت اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا بھی انسان کے دل میں خوف الٰہی بیدار کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

کب گناہوں سے کنارہ میں کروں یارب ...... نیک کب اے میرے اللہ! بنوں گا یارب
گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی ...... ہائے میں نار جہنم میں جلوں گا یارب

مدنی گلدستہ

"خوف الٰھی" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خوفِ خدا کا عالم یہ تھا کہ رونے کی وجہ سے سینہ مبارکہ سے ہنڈیہ کے ابلنے کے جیسی آواز آتی۔

(2) نماز میں خوفِ خدا سے رونا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتِ مبارکہ ہے۔

(3) عشقِ مصطفےٰ یا خوفِ خدا سے نماز میں رونا بھی نماز کی مقبولیت کی نشانی ہے۔

(4) آہ، اوہ، اُف، تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے، ان سب

صورتوں میں نماز جاتی رہی اور اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے، تو حرج نہیں۔

(5) نماز میں جنت و دوزخ کا ذکر سن کر رونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(6) نیکیوں کی کمی اور گناہوں کی زیادتی بھی عدم خوف کی علامت ہے، لہٰذا نیکیوں پر کمربستہ رہنے اور گناہوں سے بچنے کی ہر دم کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

(7) عدم خوف ایک باطنی بیماری ہے، بندے کو چاہیے کہ اس کے اسباب پر غور کرے اور اس کا مکمل علاج کرے کہ جب بھی کوئی بیماری بگڑتی ہے تو وہ ناسور بن جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی غم مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نصیب فرمائے، خوفِ خدا اور عشق مصطفےٰ میں رونا نصیب فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 451

خوشی کے آنسو

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اِنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاُ عَلَیْكَ: ﴿لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ قَالَ: وَسَمَّانِیْ؟ قَالَ: ''نَعَمْ'' فَبَکٰی اُبَیٌّ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَجَعَلَ اُبَیٌّ یَبْکِیْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے: ﴿لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ کی تلاوت کروں۔'' انہوں نے پوچھا: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرا نام لیا ہے؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں۔'' (یہ سن کر) سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے رونا شروع کر دیا۔

1 ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب ابی بن کعب، ۲/ ۵۶۲، حدیث: ۳۸۰۹۔

سَیِّدُنا اُبَی بن کعب کا مختصر تعارف:

حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے، آپ بارگاہِ رسالت کے کاتب وحی تھے، آپ ان چھ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے ایک ہیں جو عہدِ رسالت میں ہی مکمل حافظِ قرآن ہو چکے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکارِ دوعالَم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں بھی فتاویٰ دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کو سَیِّدُ الْقُرَّاء یعنی قاریوں کا سردار کہا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی کنیت ”ابوالمنذر“ رکھی تھی۔ امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کو ابو الطفیل کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہ رسالت سے ”سید الانصار“ کا خطاب ملا، اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کثیر صحابہ کرام وتابعین عظام نے اکتسابِ فیض کیا، آپ کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔[1]

خوشی میں خوفِ خدا کو شامل کرنا صالحین کی شان:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضرت سیدنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ”کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرا نام لے کر آپ کو یہ حکم دیا؟“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ ہو سکتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو مطلقاً حکم دیا ہو کہ اپنی اُمَّت میں سے کسی کو بھی یہ سورت سنا دیں اور خصوصیت کے ساتھ میرا نام نہ لیا ہو۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارا نام لے کر کہا اور نسب بھی ذکر فرمایا۔“ یہ سن کر سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے رونے کی وجہ یا تو خوشی ہے کہ آپ خوشی سے رونے لگے یا اس نعمت پر شکر میں کمی کو دیکھ کر خوف سے روئے، یا خود کو کم درجہ سمجھتے ہوئے خوف اور تعجب سے روئے۔ صالحین یعنی نیک لوگوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ جب وہ خوش ہوتے ہیں تو اپنی خوشی میں خوفِ خدا

---

1 . . . الاکمال فی اسماء الرجال مع مشکاۃ المصابیح، حرف الھمزۃ، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۸۶۔

کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قراءت سنانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قراءت سیکھیں اور ایک دوسرے کو قرآن پاک سنانا سنت ہو جائے اور حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب کی فضلیت پر تنبیہ ہو جائے۔ یہ مقصد نہ تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کچھ سیکھیں۔ سرکارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قراءت کرنے میں سورۂ بَیِّنَه کو متعین کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سورت مختصر ہے مگر بہت سے قواعد واُصولِ دِین اور فروعات اور اہم باتوں کی جامع اور اِخلاص ودِل کی پاکیزگی پر مشتمل ہے۔''[1]

حدیثِ پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مذکورہ حدیثِ پاک سے چند فوائد بھی ذکر فرمائے ہیں: (1) علمِ تجوید کے ماہر اور اہلِ علم وفضل کے سامنے قرآن سنانا مستحب ہے، خواہ قرآن سنانے والا سننے والے سے افضل ہو۔ (2) مذکورہ حدیثِ پاک سے حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قرآنِ مجید سنایا، اس فضیلت میں لوگوں میں سے کوئی بھی ان کا شریک نہیں۔ (3) حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک اور فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کا نام لیا اور ان کی اس بلند وبالا شان کا ذکر حدیث پاک میں آیا۔ (4) خوشی کی خبر سن کر رونا بھی جائز ہے۔ (5) خصوصیت کے ساتھ کسی مسئلہ کی تحقیق پوچھنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: ''کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرا نام لیا ہے؟'' کیونکہ یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ فرمایا ہو: ''اپنی اُمَّت کے کسی بھی فرد کو قرآن سنا دو۔'' (6) حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قرآنِ پاک سنانے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی حکمت میں اختلاف ہے، راجح قول یہ ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا تاکہ کسی اہل علم اور فضیلت والے کو قرآنِ پاک سنانے کا عمل سنت ہو جائے اور لوگ قرآنِ پاک کی قراءت کے آداب سیکھیں اور کوئی شخص کسی کو قرآنِ پاک سنانے میں عار محسوس نہ کرے۔ (7) حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ

---

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۶۷ ۳، تحت الحدیث: ۴۵۱۔

تَعَالٰی عَنْہُ کی جلالت و اہلیت پر تنبیہ ہے کہ لوگ ان سے قرآن سیکھیں اور حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سَیِّدُنَا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی امام القراء ہیں۔(8) سورۂ بَیِّنَہ کو سنانے کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ یہ مختصر اور دِین کے اُصول و فُروع کے کثیر فوائد کی جامع ہے۔[1]

قرآنِ پاک سنانا و سکھانا سنت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”(حدیثِ پاک میں ہے:) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے ﴿لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ کی تلاوت کروں۔“یعنی اس طرح کہ قرآنِ کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا اَحکام بتانا ہمارا تبلیغی فریضہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآنِ پاک سنانا بھی سنت ہے۔“(سَیِّدُنَا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اپنے نام کے بارے میں پوچھنا) یہ سوال تعجب کے لیے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا۔ کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں؟ سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے۔ (سَیِّدُنَا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا) رونا انتہائی خوشی کا تھا اور اِس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکوں گا۔ حضرت اُبَی ابنِ کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتی کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اِسی بنا پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ: اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قراءت سیکھے گی۔ لہٰذا آپ خصوصیت سے انہیں قراءت سنائیں، آپ میرے شاگرد اعلیٰ ہیں، یہ آپ کے شاگردِ رشید ہوں۔ خصوصیت سے یہ سورت تلاوت فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت اُبَی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورت میں علمائے اہلِ کتاب کا ذکر ہے، اس کے سننے سے اُن کا ایمان اور بھی قوی ہو گا، اس حدیث سے حضرت اُبَی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو مفضول افضل کو قرآنِ کریم سکھائے۔[2]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل القرآن، باب استحباب قرآۃ القرآن علی اھل الفضل۔۔۔الخ، ۳/ ۸۶، الجزء السادس۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۶۷۔

مدنی گلدستہ

"قرآنِ پاک" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بہت عزت و عظمت والے ہیں کہ انہیں شرفِ صحابیت نصیب ہوا جس سے یہ تمام دیگر انسانوں میں ممتاز ہو گئے مگر بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مخصوص فضائل بھی عطا فرمائے گئے، جیسا کہ اس حدیثِ پاک میں سیدنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فضائل بیان ہوئے۔

(2) حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ فضلیت حاصل ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام لیا اور رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو قرآن سنایا۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی خوفِ خدا سے گریہ وزاری فرمایا کرتے تھے۔

(4) کسی دوسرے کو قرآنِ پاک سنانا سنت ہے۔

(5) کسی کو علم دینے یا کسی سے علم حاصل کرنے میں افضلیت و مفضولیت کا کوئی عمل دخل نہیں اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی کوئی عار محسوس کرنی چاہیے۔

(6) اگر کسی مسئلہ میں تَرَدُّد ہو تو اہلِ علم سے اس بارے میں تحقیق کر لینی چاہیے۔

(7) **اللہ** والوں کی شان یہ ہے کہ جب انہیں کوئی خوشی ملتی تو اس خوشی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف کو بھی شامل کر لیا کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی محبت نصیب فرمائے، ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنا خوف اور خوف سے رونا نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:452

سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیْمَنْ کی گریہ وزاری

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ لِعُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا بَعْدَ وَفَاۃِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلَى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! قَالَتْ: اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اَنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرتِ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: "آیئے حضرتِ اُمِّ اَیمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے ملاقات کے لیے چلتے ہیں جیسا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔" جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ سَیِّدُنا صدیق اکبر و سَیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: "آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے یہاں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے بہتر مقام ہے۔" سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بولیں: "میں اس لیے نہیں روتی کہ میں اس بات سے لاعلم ہوں کہ **اللہ** تعالٰی کے یہاں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے بہتر مقام ہے بلکہ میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔" سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی اس گفتگو نے سَیِّدُنا صدیق اکبر و سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب سَیِّدُنا صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی زیارت کے لیے گئے تو وہ سید الانبیاء، محبوب خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد فکرِ اُمَّت میں رونے لگیں، نیز ان کو دیکھ کر شیخینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی رونے لگے۔ یقیناً ان مقدس ہستیوں کا اپنے محبوب آقا کی امت کے غم اور فکر میں رونا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کے خوف کے لیے رونا ہے۔ یہ باب بھی چونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف میں رونے کی

---

1 . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اُمّ اَیمن رضی اللہ تعالی عنہا، ص ١٣٣٣، حدیث: ٢٤٥٤۔

فضیلت کے بارے میں ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث اس باب میں ذکر فرمائی۔ واضح رہے کہ مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح باب نمبر45، حدیث نمبر360 میں گزر چکی ہے۔ لہٰذا تفصیل کے لیے وہاں موجود شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

سیدتنا اُمِّ اَیمن کے رونے کی وجوہات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے بعد شیخینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنے آقا و مولا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کی نیت سے حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی زیارت کرنے ان کے گھر تشریف لے گئے، کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اپنی حیاتِ مبارکہ میں حضرت اُمِّ اَیْمَن کے گھر تشریف لے جاتے، حضرت اُمِّ اَیْمَن کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رشتہ ماں بیٹے جیسا تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا بہت اکرام کرتے اور فرماتے: ''اُمِّ اَیْمَن میری والدہ ہیں۔'' اسی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کثرت سے ان کی زیارت کے لیے جایا کرتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے یہاں بیٹے کی طرح تھے اور وہ بھی آپ سے بیٹوں جیسا برتاؤ کرتیں، آپ پر ناراض ہوتیں، زور سے آواز دیتیں جیسے کوئی ماں اپنی اولاد سے پیش آتی ہے۔[1] شیخینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرت سیدتنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر پہنچے تو وہ آپ دونوں حضرات کو دیکھ کر رونے لگیں، جب رونے کی وجہ پوچھی گئی تو اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ ختم ہوگیا۔'' آپ کو روتا دیکھ کر حضرت صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی رونے لگے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''(حضرت اُمِّ اَیْمَن کا مقصود یہ بیان فرمانا تھا کہ) میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت نعمتوں سے محروم ہوگئے، آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہوگیا، احادیثِ نبویہ کا سلسلہ ختم ہوگیا، مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہوگیا، حضور

---

[1] ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۲۲، تحت الحدیث: ۳۶۰۔

سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے۔ اُمِّ اَیمن (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) کی یہ بات سن کر حضرت صدیق و فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہ رونا تو اُمَّت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے، کس کے منہ سے آیات و اَحادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں، حضرت بلال (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) یہ ہی سوچ کر مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کر کے اذان کہا کروں گا۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ:

قافلہ سالار سفر کر گیا ...... قافلہ کو زیرو زبر کر گیا[1]

مدنی گلدستہ

سَیِّدَتُنَا "اُمِّ اَیمَنْ" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضرتِ سَیِّدَتُنَا اُمِّ اَیمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا بہت ہی مقام و مرتبے اور فضیلت والی خاتون تھیں، حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پرورش کرنے اور انہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضاعی والدہ ہونے کی سعادت حاصل ہے، نیز حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بذاتِ خود انہیں اپنی والدہ فرمایا کرتے اور ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

(2) بزرگوں کی وفات کے بعد اُن کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا، بلکہ وہ حضرات جن سے ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(3) مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جب چند لوگوں کا مل کر اپنے سے کم مرتبے والے شخص کی زیارت کرنے کے لیے جانا بالکل جائز ہے تو اپنے سے زیادہ مرتبے والے کی زیارت کے لیے جانا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

(4) نیک لوگوں کے وصال اور ان کی جدائی پر غم کرتے ہوئے حدِّ شرع میں رونا جائز ہے اگرچہ وہ اس سے بھی زیادہ افضل مقام پر منتقل ہو چکے ہوں۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۰۱ ملخصاً۔

(5) فکرِ اُمَّت یا غمِ اُمَّت میں یا اُمَّتِ مُسلِمہ کی حالت پر خوفِ خدا سے آنسو بہانا بھی سعادت مندی ہے۔

(6) جس طرح حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیات مسلمانوں کے لیے باعِثِ خیر وبرکت ہے ویسے ہی آپ کا وصال بھی باعِثِ خیر وبرکت ہے، مگر آپ کے وصال سے اُمَّت کئی فوائد سے محروم ہوگئی، اسی وجہ سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کی جدائی کے غم میں آنسوں بہایا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک لوگوں کی زیارت کے لیے جانے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:453 سَیِّدُنَا صدیق اکبر کی گریہ وزاری

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعُہُ قِیْلَ لَہُ فِی الصَّلَاۃِ فَقَالَ: مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا: اِنَّ اَبَا بَکْرٍ رَجُلٌ رَقِیْقٌ اِذَا قَرَاَ الْقُرْآنَ غَلَبَہُ الْبُکَاءُ فَقَالَ: مُرُوْہُ فَلْیُصَلِّ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: قُلْتُ: اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب مرض الموت میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا درد بڑھ گیا تو آپ سے نماز کے بارے میں عرض کیا گیا۔ ارشاد فرمایا: ''ابو بکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ''ابو بکر ایک نرم دل انسان ہیں، جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو اُن پر رونا غالب آجاتا ہے۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ابو بکر سے کہو: نماز پڑھائیں۔'' ایک روایت میں ہے حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: ''سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو (قرآن) نہیں سنا سکیں گے۔''

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، ۱ / ۲۴۳، حدیث: ۶۸۲۔

2 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، ۱ / ۲۴۲، حدیث: ۶۷۹۔

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب نماز میں کھڑے ہوں گے تو (خوفِ خدا یا عشقِ مصطفےٰ میں) رونے لگ جائیں گے اور یہ باب بھی خوفِ خدا میں رونے کی فضیلت کے بارے میں ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر کا خوفِ خدا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خوفِ خدا کا ذکر ہے۔ حدیثِ پاک کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ جب حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مرضِ وفات لاحق ہوا اور بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ اس پر سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ابو بکر ایک نرم دل انسان ہیں۔“ دراصل امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت ہی زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے تھے، جب بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرآن کی تلاوت سنتے یا خود قراءت کرتے تو بے ساختہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو یہ خدشہ تھا کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غیر موجودگی میں نماز پڑھاتے ہوئے دورانِ تلاوت خوفِ خدا کی وجہ سے اُن پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہو گا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکیں گے جیسا کہ حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ”میرے والد ماجد حضرت سَیِّدُنَا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے آنسوؤں پر اختیار نہ رہتا یعنی زار و قطار رونے لگ جاتے۔“[1]

چونکہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیٹی

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ۱ / ۴۹۳، حدیث: ۸۰۶۔

تھیں اور آپ اپنے والد کے احوال سے بخوبی واقف تھیں اسی وجہ سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ عُذر پیش کیا۔ لیکن حضور سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ہی امامت مقصود تھی اسی لئے آپ نے دوبارہ حکم فرمایا کہ: ''ابو بکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

بیماری کی شدت کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شدید بیمار ہو گئے۔ یعنی جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیماری نے شدت اختیار کرلی اور یہ وہ ہی بیماری تھی جس کے سبب آپ دنیا سے رُخصت ہوئے۔ بیماری کی یہ شدت اجر کے زیادہ ہونے اور بلندئ درجات کے لئے تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نماز کے بارے میں عرض کیا گیا۔ یعنی اب نماز کون پڑھائے گا اور لوگوں کا امام کون ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''ابو بکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' یعنی کوئی امام ان کو نماز پڑھائے تاکہ وہ اپنی نماز قائم کر سکیں، یہاں سے سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلیفہ ہونا اور تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے افضل ہونا ثابت ہوا اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اُمّت میں سب سے افضل ہیں۔ اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''ہم اس شخص کو دنیا (خلافت) کے معاملے میں کیوں پسند نہ کریں جسے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمارے دِین (امامت) کے لئے پسند فرمایا۔'' اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی۔ یعنی حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے والد کی طرف سے عرض کیا: اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات اسی حالت میں ہوگئی تو لوگ ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کی امامت) کے بارے میں بدگمانی کریں گے۔ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک نرم دل انسان ہیں۔ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی حالت غالب رہتی تھی۔ جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ان پر رونا غالب آجاتا ہے۔ یعنی امام کے لئے نماز میں جتنی قراءت کرنے کا حکم ہے وہ اسے (خوفِ خدا میں رونے کی وجہ سے) پورا نہیں کر سکیں گے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ رونے کے سبب نماز میں دو حروف پیدا ہوں گے، کیونکہ ان سے تو نماز ہی باطل ہو

جاتی ہے اگر معاملہ ایسا ہوتا تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوسری بار نماز پڑھانے کا حکم نہ فرماتے۔ ایک روایت میں اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میں نے کہا: سَیِّدُنَا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے۔'' یعنی جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جگہ امام بنیں گے تو رونے کی وجہ سے لوگ ان کو سن نہیں سکیں گے۔'' علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس حدیثِ پاک کو اس باب میں اس لئے لائے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس کام (یعنی خشیتِ الٰہی کے سبب رونے) سے راضی تھے اور اسی لئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو امامت کے معاملے میں مُقَدَّم رکھا اور یہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خوفِ خدا سے رونا پسند تھا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (پ۹، الانفال: ۲) ترجمۂ کنز الایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللّٰہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں۔''[1]

خلافت کے سب سے زیادہ مستحق:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جب امام کو کوئی عذر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے، امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنَا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے زیادہ ہے، کیونکہ اگر سرورِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نگاہ میں کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو ہی امام مقرر فرماتے۔ یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی ہیں۔[2]

سیدنا صدیقِ اکبر کا خوفِ خدا و گریہ وزاری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے جہاں امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی افضلیت، ان کا اعلیٰ مقام و مرتبہ، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد امام المسلمین

1. . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللّٰہ تعالی، ۲/ ۳۶۹، ۳۷۰، تحت الحدیث: ۴۵۳۔
2. . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر۔۔۔ الخ، ۲/ ۱۳۷، الجزء الرابع۔

جیسے بڑے بڑے فضائل ثابت ہوتے ہیں، وہیں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خوفِ خدا کا بھی پتا چلتا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی خوفِ خدا رکھنے والے اور خوفِ خدا کے سبب گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 723 صفحات پر مشتمل کتاب **"فیضانِ صدیق اکبر"** ص148 تا152 سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خوفِ خدا اور گریہ وزاری سے متعلق چند اقتباسات پیش خدمت ہیں: (1) حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک باغ میں داخل ہوئے، درخت کے سائے میں ایک چڑیا کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے ایک آہِ سرد دلِ پردرد سے کھینچ کر ارشاد فرمایا: "اے پرندے! تو کتنا خوش نصیب ہے کہ ایک درخت سے کھاتا ہے اور دوسرے کے نیچے بیٹھ جاتا ہے، پھر تو بغیر حساب کتاب کے اپنی منزل پہ پہنچ جائے گا۔ اے کاش! ابو بکر بھی تیری طرح ہوتا۔" (2) حضرت سیدنا محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: "سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ واحد شخص تھے جو ایسی بات کہنے سے سب سے زیادہ ڈرتے جو اُن کے علم میں نہ ہوتی۔" (3) حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں دو عالَم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں موجود تھا قرآنِ پاک کی جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ ﴾ (پ۵، النساء: ۱۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: "جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور **اللہ** کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار۔" تو حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! کیا میں تمہیں وہ آیت نہ سناؤں جو مجھ پر ابھی نازل ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا: "جی ہاں! کیوں نہیں **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ جیسے ہی میں نے یہ آیتِ مبارکہ سنی تو (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف کے سبب) مجھے ایسا لگا کہ میری کمر کی ہڈی ٹوٹ جائے گی، میں نے درد کی وجہ سے انگڑائی لی تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! (گھبراؤ نہیں) تم اور تمہارے مؤمنین دوستوں کو اس کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ایسی

حالت میں ملاقات کروگے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ لیکن دیگر لوگوں کے گناہ جمع ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کو قیامت کے دن ان کا بدلہ دیا جائے گا۔“

یقیناً منبعِ خوفِ خدا صدیقِ اکبر ہیں .... حقیقی عاشقِ خیرالوریٰ صدیقِ اکبر ہیں
نہایت متّقی و پارسا صدیقِ اکبر ہیں .... تَقِی ہیں بلکہ شاہِ اَتقیا صدیقِ اکبر ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کی تفصیلی معلومات کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ٧٢٣ صفحات پر مشتمل کتاب **”فیضان صدیق اکبر“** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مطالعہ کیجئے۔



”خوف خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی خوفِ خدا رکھتے اور خوف خدا کے سبب گریہ وزاری کرتے تھے۔

(2) جب امام کو کوئی عذر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے۔

(3) امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے افضل ہیں۔

(4) امامت کے معاملے میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلافت کے مستحق سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی تھے۔

(5) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے تھے۔

(6) رائے کے معاملے میں چھوٹا بڑے کے آگے ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی رائے بھی پیش کر سکتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا خوف نصیب فرمائے، ہمیں خوفِ خدا میں رونا نصیب فرمائے،

امیر المؤمنین سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:454

سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف کی گریہ وزاری

عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اُتِیَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ اِلَّا بُرْدَةٌ اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهُ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ: اُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِينَا قَدْ خَشِينَا اَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزہ دار تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”حضرت مُصعَب بن عُمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے، ان کو کفن دینے کے لئے ایک ہی ایسی چادر میسر تھی کہ اگر ان کا سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا، پھر ہم پر دنیا بہت وسیع کر دی گئی۔“ یا یہ فرمایا کہ ”ہمیں دنیا بہت عطا کی گئی۔ ہمیں خوف ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ جلد دے دیا گیا ہو، پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔“

حدیثِ پاک کی باب کے ساتھ مناسبت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے گزرے ہوئے ایام کا ذکر فرمایا، پھر سیدنا مُصعَب بن عُمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت اور اُن کے کفن کا ذکر فرمایا، پھر اپنے اوپر دُنیوی کشادگی کا ذکر فرمایا، نیز آخر میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر رِقّت طاری ہو گئی اور آپ خوفِ خدا کے سبب رونے لگے۔ یہ باب بھی چونکہ خوفِ خدا میں رونے کی فضیلت کے بیان میں ہے

[1] ... بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، ۳/ ۳۵، حدیث: ۴۰۴۷۔

اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

سیدنا مُصْعَب بن عُمیر کا مختصر تعارف:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا مُصعَب بن عُمَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے تھے، آپ کا شمار ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جھنڈا لیے ہوئے تھے، جنگِ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ سب سے پہلے پہنچنے والے مہاجر آپ ہی ہیں، بیعتِ عقبہ اُولیٰ کی رات رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیگر مسلمانوں کے ساتھ بھیج دیا تاکہ آپ مدینہ منورہ میں انہیں قرآنِ پاک کی تعلیم دیں، امامت کروائیں اور دیگر اَحکامِ شرعیہ سکھائیں۔ زمانہ جاہلیت میں نہایت مالداری اور ناز و نعمت میں رہتے تھے، اِس دَور میں آپ کا لباس و کھانا بہت عمدہ اور نفیس ہوتا تھا، مسلمان ہونے پر زُہد و فقر اختیار کر لیا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ''میں نے مصعب بن عمیر سے زیادہ بہترین رفیقِ سفر اور ان سے زیادہ خوشحال کسی کو نہ دیکھا۔'' مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ نے بکری کا چمڑا کمر میں باندھا ہوا تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: ''اس مردِ خدا کی طرف دیکھو جس کے دل کو خدا تعالیٰ نے نورِ ایمان سے روشن کر دیا ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا کہ اس کے والدین اسے بہترین کھانا کھلاتے تھے اور اس کا لباس نہایت عمدہ ہوتا تھا، خدا اور رسول کی محبت میں اس کا یہ حال ہو گیا۔''[1]

سیدنا عبد الرحمٰن بن عَوف کا مختصر تعارف:

حضرت سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام اسلام لانے سے قبل عبد الکعبہ یا عبد عمرو تھا لیکن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے تبدیل فرما دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشرہ مبشرہ صحابہ

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب غسل المیت وتکفینہ، ۱/ ۷۱۹، اسد الغابۃ، مصعب بن عمیر، ۵/ ۱۹۰۔

میں سے ہیں یعنی وہ دس صحابہ جنہیں خود **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ساتھ دنیا میں ہی جنت کی بشارت عطا فرمادی تھی۔ ابتدائے اسلام میں ایمان لے آئے، آپ کی والدہ ماجدہ نہایت خوش بخت خاتون تھیں، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جب دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو سب سے پہلے جن ہاتھوں نے آپ کو چھونے کا شرف حاصل کیا وہ سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ کے ہاتھ تھے، بارگاہِ رسالت سے آپ کو سَیِّدٌ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِیْن کا لقب عطا ہوا، اہل بیت وازواجِ مطہرات سے بہت محبت فرمانے والے اور ان کی خیر خواہی کی سعادت پانے والے تھے، نہایت ہی مالدار صحابی تھے، حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود آپ کے مال میں برکت کی دعا فرمائی، اغنیاء یعنی مالداروں میں سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے، مالدار ہونے کے باوجود نہایت ہی سخی تھے، راہِ خدا میں کثیر مال خرچ کیا کرتے تھے، بارگاہِ رسالت سے آپ کو کئی اِعزازات حاصل ہوئے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کا عمامہ شریف باندھا اور باندھنا سکھایا، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوہ تبوک میں ان کے پیچھے نماز ادا فرمائی جبکہ یہ لوگوں کو ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دنیا وآخرت میں اپنا دوست ارشاد فرمایا، عہدِ رسالت کے مفتی تھے، بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ سے علمی مشاورت کیا کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال پر ملال ۳۱ یا ۳۲ سن ہجری میں امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں ہوا، انتقال کے وقت آپ کی عمر ۷۲ یا ۷۵ سال تھی، آپ کی نمازِ جنازہ سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پڑھائی۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔[1]

دنیا کی نعمتیں میرے نیک اعمال کا بدلہ تو نہیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزے سے تھے، افطاری کے وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کھانا پیش کیا گیا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزے سے تھے یہ اس لئے بتایا گیا تاکہ آپ کے کمال کو بیان کیا جائے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے باوجود محض اس لئے چھوڑ دیا کہ کہیں میرے درجات میں کمی نہ ہو جائے۔ سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۶۹ ۳، تحت الحدیث: ۴۵۴، حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف، ص ۱۹۔

تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فرمانا کہ حضرت مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے۔ یہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کمالِ تواضع ہے ورنہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے سب سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں اور سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ان ہی میں سے ایک ہیں۔ سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "ہمیں خوف ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ جلد دے دیا گیا ہو۔" دراصل سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خطرہ ہوا کہ کہیں دنیا میں ملنے والی وسعت وخوشحالی ان کے نیک اعمال کا بدلہ نہ ہو جو کہ انہیں دنیا میں ہی دے دیا گیا حالانکہ ان کو ملنے والی یہ وسعت، اعمالِ صالحہ اور آخرت کی تجارت کا ذریعہ تھی جیسا کہ آپ کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مال خرچ کرتے اور لوگوں پر صدقہ کیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں یہ مال مجھے میرے رب سے دور نہ کر دے۔ "پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔" اس خوف سے ان پر رونے کی کیفیت طاری ہو گئی کہ کہیں قیامت میں میرے ہاتھ نیک اعمال سے خالی نہ ہوں، اور (خوفِ خدا میں) رونے کی وجہ سے کھانا بھی چھوڑ دیا۔[1]

حد درجے کا خوفِ خدا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ خوفِ صحابہ کی حد ہے کیونکہ ان بزرگوں کا سارا مال حلال وطیب تھا جو غنیمتوں اور تجارتوں سے حاصل ہوا، پھر ان مالوں سے ان بزرگوں نے بڑی دینی خدمات کیں اس کے باوجود اتنا خوفِ خدا ہے۔"[2]

جنتی ہونے کے باوجود بھی خوفِ خدا:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ عالِم کو صالحین کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور دنیا سے بہت کم حصہ لینا چاہیے تاکہ دنیا میں رغبت کم ہو اور صالحین کا طریقہ نہ ملنے پر رونا چاہیے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ اور انسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں ان کو

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ۲/ ۳۱۷، ۳۲۷، تحت الحدیث: ۴۵۴۔

2 . . . مرآۃ المناجیح ۲/ ۴۶۴۔

یاد کرے اور ان نعمتوں کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرے اور اس بات سے خوف زدہ رہے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اور اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کا صلہ صرف یہی دنیا کی نعمتیں ہو جائیں گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنت کی ضمانت دی اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں تو پھر ان کو آخرت کا اس قدر خوف کیوں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قیامت کے دن کے طویل حساب سے ڈرتے تھے اور بلند درجات کی تمنا کرتے تھے، اگرچہ ان کو جنت کی بشارت مل چکی تھی لیکن ان کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ بلند درجات سے محروم نہ ہو جائیں اور ان سے زیادہ دیر تک حساب نہ لیا جائے۔"[1]

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف کا خوفِ خدا:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 132 صفحات پر مشتمل کتاب "حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف" صفحہ 75 پر ہے: "حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مال کی صورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کو خوف سیراب کیا مگر خود کبھی بھی دولت کے نشے میں آکر غافل نہ ہوئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بے شمار مال و دولت سے نوازا مگر یہ دنیاوی مال و دولت اور عیش و عشرت کبھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قلبِ اطہر پر اثر انداز نہ ہو سکی، جس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک روز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے کھانا رکھا گیا، آپ اس دن روزے سے تھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لذیذ نعمتیں دیکھیں تو کچھ یوں ارشاد فرمایا: "حضرت مصعب بن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کر دیے گئے، حالانکہ وہ مجھ سے بہتر اور لائق احترام تھے، جب ان کا انتقال پر ملال ہوا تو کفن کے لیے میسر کپڑا اتنا تھا کہ اگر سر کو چھپاتے تو پیر کھل جاتے اور پیروں کو چھپاتے تو سر کھل جاتا اور سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تدفین و تکفین میں بھی ایک ناقابل فراموش درس آخرت ہے کہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کیے گئے تو سوائے ایک چادر کے کفن کے لیے کچھ بھی میسر نہ تھا اور ایک ہم ہیں کہ ہم پر دنیا کشادہ کر دی گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجنائز، باب الکفن من جمیع المال، ۳/ ۲٦۵۔

نیکیوں کا صلہ ہمیں دنیا میں ہی جلدی مل رہا ہو۔ ” پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیل رواں جاری ہو گیا یہاں تک کہ سامنے موجود کھانے کی طرف توجہ ہی نہ رہی۔ “

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اس قدر مال و دولت رکھنے کے باوجود دنیا سے بے رغبتی کا عالَم یہ تھا کہ کبھی اپنا ماضی نہ بھولے بلکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب بھی اسلام کے اَوَّلین دور کو یاد کرتے ان کی سنہری یادیں تازہ ہو جاتیں، غربت وافلاس کے اولین دور میں دنیا سے رخصت ہونے والے اپنے مسلمان بھائی یاد آتے تو موجودہ مال و دولت کی فراوانی یکسر بھول جاتے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ ناپائیدار دنیا یہیں رہ جائے گی، اصل کامیابی وکامرانی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سرخرو ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں راحت پانا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس فانی اور عارضی دنیا میں دل لگانے کے بجائے ابدی وسرمدی کامیابی پانے کو اپنا مقصودِ حیات بنالیں اور جس طرح حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ انتہائی مالدار ہونے کے باوجود صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرت کو یاد رکھتے تھے ہم بھی ان کی سیرت کو راہِ حیات پر گامزن رہنے کے لیے مشعلِ راہ بنالیں۔

آنکھیں نہیں دل رو رہا ہے:

مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک شخص نے نہایت ہی خوبصورت آواز میں قرآنِ کریم کی تلاوت کی جو اس قدر متاثر کن تھی کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سوا سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ تو سرکارِ نامدار مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عبد الرحمٰن کی آنکھیں نہیں دل رو رہا ہے۔“[1]

خوفِ خدا میں گریہ وزاری خوش نصیبوں کا حصہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوف میں گریہ وزاری کرنا خوش نصیبوں کا حصہ ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے یہ عظیم نعمت عطا فرماتا ہے وہ دونوں جہاں میں سرخرو ہو جاتا ہے، خوفِ خدا سے رونا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی سنت ہے۔ یہ تمام

---

1 . . . حلیۃ الاولیاء، عبد الرحمن بن عوف، ۱/ ۱۴۴، حدیث: ۳۱۹۔

مقدس ہستیاں دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتیں اور شب وروز خوفِ خدا میں گریہ وزاری کیا کرتی تھی، مگر آہ! ہمارے شب وروز تو دنیا کی محبت میں بسر ہو رہے ہیں، ہر وقت مال کمانے کی دھن سوار ہے۔ کاش ہم بھی خوف سے لرزنے والے بن جائیں، گناہوں کو چھوڑ کر نیکیوں پر استقامت پانے والے بن جائیں، اس فانی وذلیل دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی تیاری کرنے والے بن جائیں۔

راہ پُرخار ہے کیا ہونا ہے .... پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ .... وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کیے اور ہمیں .... شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
ہائے رے نیند مسافر تیری .... کوچ تیار ہے کیا ہونا ہے
دور جاتا ہے رہا دن تھوڑا .... راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے

مدنی گلدستہ

”اھل صفہ“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سَیِّدُنا مصعب بن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دونوں جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔

(2) سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قطعی جنتی ہونے کے باوجود خوفِ خدا سے لرزاں وترساں رہتے اور گریہ وزاری کرتے تھے، ہمیں تو بدرجہ اولیٰ خوفِ خدا میں گریہ وزاری کرنی چاہیے۔

(3) سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک بار ارشاد فرمایا: ”عبد الرحمٰن کی آنکھیں نہیں دِل رو رہا ہے۔“

(4) دنیا کی نعمتیں ملنے پر ہمیں اس بات سے خوف زدہ رہنا چاہیے کہ کہیں یہ ہماری نیکیوں کا بدلہ نہ ہو جو دنیا میں ہی مل گیا۔

(5) ہمارے اَسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام دُنیوی مال ودولت کی قطعاً پرواہ نہ کیا کرتے تھے، اِس فانی دنیا

کے مکر و فریب سے ہر دم باخبر رہا کرتے تھے اور ہمہ وقت فکر آخرت اُن کا وطیرہ تھا۔

(6) اِنسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں اُن کو یاد کرے اور اُن نعمتوں کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرتے ہوئے اُخروی نعمتوں سے محرومی پر خوف زدہ رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بھی خوفِ خدا میں رونا نصیب فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 455

دو قطرے اور دو نشان

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ صُدَیِّ بۡنِ عَجۡلَانَ الۡبَاہِلِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیۡسَ شَیۡءٌ اَحَبَّ اِلَی اللہِ تَعَالٰی مِنۡ قَطۡرَتَیۡنِ وَاَثَرَیۡنِ: قَطۡرَۃُ دُمُوۡعٍ مِنۡ خَشۡیَۃِ اللہِ وَقَطۡرَۃُ دَمٍ تُھَرَاقُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللہِ وَاَمَّا الۡاَثَرَانِ: فَاَثَرٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللہِ تَعَالٰی وَاَثَرٌ فِیۡ فَرِیۡضَۃٍ مِنۡ فَرَائِضِ اللہِ تَعَالٰی. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی شے محبوب نہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے نکلے، دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے نکلے۔ دو نشانوں میں ایک نشان وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں پڑے، دوسرا نشان وہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو سر انجام دیتے ہوئے پڑے۔“

ربّ تعالیٰ کی محبوب چیزیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب چیزوں کا ذکر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی شے محبوب نہیں۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اور کوئی شے

---

1 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجھاد، باب ما جاء فی فضل المرابط، ۳/۲۵۳، حدیث: ۱۶۷۵۔

ایسی نہیں جس کا ثواب اتنا زیادہ ہو اور وہ اتنی بلند فضلیت والی ہو، دو قطروں سے مراد ایک آنسو کا وہ قطرہ جو خوفِ خدا کی وجہ سے نکلے۔ یعنی وہ آنسو جس کی ابتدا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ہوئی ہو اور خوف اُس علم و عمل سے پیدا ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کے ساتھ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ ٢٢، فاطر: ٢٨)

اور حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ پاک ہے: ''اَنَا اَعْرَفُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّكُمْ لَهٗ خَشْيَةً یعنی میں تم میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والا اور تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ کا خوف رکھنے والا ہوں۔ دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں بہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ سے مراد جہاد ہے جو کہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے کفار سے کیا جائے۔ جہاد میں خون کا قطرہ بہانا یہ خوف خدا میں آنسو بہانے سے افضل ہے۔ بہر حال دو نشان تو ان میں سے پہلا نشان وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں پڑے، یعنی تلوار یا نیزہ مارنے کے بعد زخم کا جو نشان باقی رہے اور دوسرا نشان وہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو سرانجام دیتے ہوئے پڑے، جیسے (سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے) اعضاءِ وضو کا پھٹنا اور سجدے کا نشان۔''[1]

خوف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی شے محبوب نہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے نکلے۔ خیال رہے کہ گنہگاروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے خوف ہوتا ہے، نیکوکاروں کو اس کی ذات سے ہیبت و جلال سے خوف ہوتا ہے، یہ خوف محبت و اطاعت پیدا کرتا ہے، یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے اور خوفِ ایذا جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف۔ دیکھو شیطان نے بھی کہا تھا: ﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (پ ٦، المائدۃ: ٢٨) (ترجمۂ کنزالایمان: میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔) مگر یہ خوف مفید نہیں مُضر (یعنی نقصان

[1] ... دلیل الفالحین، باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، ٢ / ٤٧٣، تحت الحدیث: ٤٥٥ ملخصاً۔

دینے والا) ہے، یہاں پہلی قسم کے دو خوف مراد ہیں۔ دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے نکلے۔ چونکہ آنسوؤں کے قطرے مسلسل آنکھوں سے ٹپکتے رہتے اور خون ایک دم نکل کر بہہ جاتا ہے اس لیے آنسو کے لیے دُمُوع جمع ارشاد ہوا اور خون کے لیے دَمٍ واحد فرمایا گیا۔ قطرے سے مراد جنس قطرہ ہے نہ کہ شخصی قطرہ۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت سے آنسوؤں کا قطرہ ایک کیونکر ہوگا؟ اور شہید کے جسم سے خون کا دھارا بہتا ہے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔ ایک نشان وہ ہے جو اللّٰہ کے راستے میں پڑے۔ اللّٰہ کی راہ سے ہر وہ راستہ مراد ہے جو رضاء الٰہی کے لیے طے کیا جائے جیسے نماز کے لیے مسجد کو جانا، طلب علم کے لیے مدرسہ جانا، جہاد کے لیے میدانِ جہاد میں جانا اور وہاں چلنا پھرنا۔ نشانِ قدم سے عام نشان مراد ہے خواہ محسوس ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ پختہ سڑک پر چلنے میں نشانِ قدم پڑتے ہی نہیں پھر پیاری کیا چیز ہوگی؟ دوسرا نشان وہ جو اللّٰہ کے فرائض میں سے فریضہ سرانجام دیتے ہوئے پڑے۔ یعنی کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لیے چلا اس کے نشان قدم رب کو پیارے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اثر سے مراد مطلقاً نشان ہو، قدم کی قید نہ ہو تو حدیث بہت جامع بھی ہوگی اور واضح بھی۔ لہٰذا سردیوں میں وضو سے ہاتھ پاؤں پھٹ جائیں، گرمیوں میں پیشانی پر گرم زمین پر سجدے (کے نشانات) پڑ جاویں، روزے میں منہ کی بو، حج و جہاد میں غبارِ راہ جو کپڑوں اور منہ پر پڑ جائے، یہ ربّ کو بڑے پیارے ہیں۔"[1]

خوفِ خدا سے نکلنے والے آنسو کی برکت:

حضرت احمد بن ابی حواری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه یہ بڑے پائے کے اولیاءِ کاملین میں سے ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں اپنی ایک لونڈی کو دیکھا جس کا چہرہ چمک رہا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے چہرے پر اتنی چمک کیسے پیدا ہوگئی؟ تو اس نے کہا کہ آپ کو یاد نہیں ایک رات آپ خوف خدا عَزَّوَجَلَّ سے زار زار رو رہے تھے، اور آپ کے آنسو بہہ رہے تھے تو کمالِ محبت سے میں نے آپ کے آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل لیا تھا۔ یہ چمک ان ہی آنسوؤں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔"[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۴۳۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، بیان منامات المشایخ، ۵/ ۲۶۵۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس مؤمن کی آنکھوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، پھر وہ آنسو اُس کے چہرے کے ظاہری حصّے کو پہنچیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔“[1]

جو روئے گا جنت میں داخل ہو گا:

حضرتِ سیِّدُنا جَرِیر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبیوں کے سرور، مدینے کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم سے فرمایا: ”میں تمہارے سامنے سورۃ التکاثر پڑھتا ہوں، تم میں سے جو روئے گا وہ جنّت میں داخِل ہو گا۔“ چُنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے پڑھا۔ ہم میں سے کچھ تو روئے اور کچھ نہ روئے۔ جو نہیں رو سکے تھے اُنہوں نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم نے رونے کی کوشش کی مگر نہ رو سکے۔ سرکارِ نامدار مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میں تمہارے سامنے اسے دوبارہ پڑھتا ہوں جو روئے گا، اُس کے لئے جنّت ہو گی اور جو نہ رو سکے وہ رونے کی سی شکل ہی بنالے۔“[2]

قابلِ رشک مدنی منّا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس روایت میں ہمارے میٹھے آقا، مکی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نہایت اُچھوتے انداز میں نیکی کی دعوت دینے کا رقّت انگیز بیان ہے۔ اِس روایت سے معلوم ہوا کہ میرے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے جسے چاہیں جو چاہیں عنایت فرمادیں، جبھی تو فرمایا: ”جو روئے گا وہ جنّت میں داخِل ہو گا۔“ اِس روایت میں قرآنِ کریم کے آخری پارے کی 8 آیتوں پر مشتمل سورۃ التکاثر کا تذکرہ ہے، جس کے پڑھنے والے کو ایک ہزار آیتیں پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اِس میں قبر و آخرت اور جہنم کا انتہائی لرزہ خیز بیان ہے، کاش! ہم کنز الایمان سے اِس کا ترجمہ ذِہن نشین کرلیں اور جب

1 . . . ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء، حدیث: ۴۱۹۷، ۴/ ۴۶۷۔

2 . . . نوادرالاصول، الاصل الثالث والخمسون والمائۃ، ۱/ ۶۱۱، حدیث: ۸۶۲۔

بھی یہ سورت پڑھیں یا سنیں خوفِ خدا سے رونا نصیب ہو جائے۔ آیئے! اِس سورت کے حوالے سے ایک ایسے مَدَنی مُنّے کی پُر سوز حِکایت پڑھتے ہیں، جس نے عملی طور پر خوفِ خدا بھری نیکی کی دعوت دے کر ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیا۔ چُنانچہ ایک بُزُرگ نے کسی مدرَسے کے باہَر ایک مَدَنی مُنّا دیکھا جو کھڑا رو رہا تھا۔ اِستِفسار (یعنی پوچھنے) پر اُس نے بتایا، ہمارے استاذ صاحِب نے آج کے سبق میں تختی پر بعض آیاتِ کریمہ لکھوائی ہیں، جو مجھے رُلا رہی ہیں، یہ کہتے ہوئے اُس نے تختی آگے بڑھا دی۔ اُس میں لکھا تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ؕ﴿۵﴾
(پ ۳۰، التکاثر: ۱ تا ۵)

اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رَحم والا۔ تمہیں غافِل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا مُنہ دیکھا۔ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی مَحبّت نہ رکھتے۔

مَدَنی مُنّا برابر روئے جا رہا تھا، وہ بُزُرگ اُس کی یہ رِقّت دیکھ کر بے حد متاثر (مُتَ۔ءَث۔ثِر) ہوئے اور فرمانے لگے: ''بیٹا! اِس سورت کا سبق یہاں تک پورا نہیں ہو جاتا بلکہ آگے بھی ہے، جو شاید تمہیں کل دیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے اُنہوں نے سورۃ التکاثر کی بَقِیّہ آیاتِ کریمہ بھی سُنا دیں جو یہ ہیں:

لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ٪﴿۸﴾
(پ ۳۰، التکاثر: ٦ تا ٨)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضَرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بے شک ضَرور اُسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔ پھر بے شک ضَرور اُس دن تم سے نعمتوں سے پُرسِش ہو گی۔

مَدَنی مُنّا جہنم کا تذکِرہ سُن کر تھرّا اُٹھا، کانپتا ہوا گرا اور تڑپنے لگا اور پچھاڑیں کھا کھا کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اُس کا اُستاذ لپک کر آیا اور اُس نے اُن بُزُرگ کو پکڑ لیا۔ لوگ اِکٹھے ہو گئے، مرحوم مَدَنی مُنّے کے ماں باپ بھی آ پہنچے۔ اُن بُزُرگ کو بطورِ قاتِل عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ قاضی صاحِب نے اُن بُزُرگ سے صفائی طَلَب کی تو اُنہوں نے سارا ماجرا (ما۔جَ۔را) کہہ سُنایا۔ یہ سُن کر قاضی صاحِب نے فرمایا: ''یہ مَدَنی مُنّا انتہائی سعادت مند تھا اور خوفِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی تلوار سے شہید ہوا ہے۔ اُن بُزُرگ کو باعِزّت بَری کر دیا گیا۔[1]

---

1 . . . نزھۃ المجالس، ۲/ ۹۴ ملخصاً، نیکی کی دعوت، ص ۵۳۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔

مرے اَشک بہتے رہیں کاش ہر دم .... ترے خوف سے یا خدا یا الٰہی

ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھر تھر رہوں کانپتا یا الٰہی

مدنی گلدستہ

”بریلی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) خوفِ خدا میں آنسو بہانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بے حد محبوب ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف اُس علم و عمل سے پیدا ہوتا ہے جس میں معرفتِ الٰہی شامل ہو۔

(3) اسلام کی سربلندی کے لئے کیے جانے والے جہاد میں اپنے خون کا نظرانہ پیش کرنا یہ خوفِ خدا میں آنسو بہانے سے افضل ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ملنے والی تکلیف انسان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بنادیتی ہے۔

(5) کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لیے جو نشان لگ جائیں جیسے چلتے وقت پاؤں میں پڑنے والے نشان یہ نشان بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو محبوب ہیں۔ اسی طرح سردیوں میں وضو کرنے سے پاؤں پھٹ جانے والے نشان، زمین کی سختی کے سبب پیشانی پر بننے والے سجدے کے نشان۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا خوف عطا فرمائے، اپنے خوف میں رونے کی سعادت عطا فرمائے، نیک لوگوں کا فیضان عطا فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 456 دل دہل گئے، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے

حَدِیْثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَۃً

وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرِفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیثِ پاک ہے فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ایسا بلیغ وعظ فرمایا، جس سے دل دہل گئے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔“

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ مکمل حدیثِ پاک بیان نہیں فرمائی بلکہ اس کا فقط وہی جزء بیان فرمایا ہے جس کی باب کے ساتھ مناسبت ہے۔ یہاں بھی فقط اسی جزء کی شرح بیان کی جائے گی، مکمل حدیثِ پاک **”فیضانِ ریاض الصالحین“** جلد دوم، حدیث نمبر ۱۵۷ میں گزر چکی ہے، تفصیلی حدیثِ پاک بمع شرح کے لیے اُسی مقام کا مطالعہ کیجئے۔

نصیحتوں سے بھرپور بلیغ وعظ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وعظ ونصیحت حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظیم سنت ہے جس کو تمام نبیوں کے سَرْوَر، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کمال کی بلندیوں پر پہنچایا اور کیوں نہ ہو کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جوامع الکلم عطا فرمائے۔ یعنی ایسے کلمات جو عبارت کے لحاظ سے مختصر اور معانی ومطالب کے لحاظ سے جامع ہوں۔ چنانچہ مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وعظ و نصیحت کا بیان ہے کہ آپ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو وعظ و نصیحت پر مشتمل ایک ایسا بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ سننے والوں کے دل خوفِ الٰہی سے دہل گئے اور جلالِ الٰہی سے آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وعظ و نصیحت کا انداز انتہائی دلنشین ہوا کرتا۔ کبھی خوف خدا کا بیان ہوتا تو کبھی رحمتِ الٰہی کی بشارتیں، کبھی جنت کی خوشخبریاں سناتے، تو کبھی دوزخ سے ڈراتے اور کبھی سابقہ اُمتوں کے حالات سے آگاہ فرماتے، تو کبھی آنے والے فتنوں کی خبر ارشاد فرماتے۔ الغرض کلام حاضرین کی حالت اور وقت کے تقاضے کے عین مطابق ہوتا۔ **مُفَسِّر شہیر**

---

[1] . . . ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ۴/۳۰۸، حدیث: ۲۶۸۵۔

حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ''یوں تو حضور کے تمام وعظ ہی مؤثر ہوتے تھے۔ لیکن خصوصیت سے یہ وعظ بہت پر تاثیر تھا، جس میں عشقِ خدا، خوفِ کبریا کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ عشق سے آنسو بہے اور خوف سے دل ڈرے۔ بلیغ سے پر تاثیر (کلام) مراد ہے۔''[1] اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''بَلِیْغَۃً یعنی خوب ڈرانے والا اور خوف دلانے والا وعظ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿وَ قُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا﴾ (پ۵، النساء: ٦٣) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور ان کے معاملے میں اُن سے رسا (اثر کرنے والی) بات کہو۔'' حدیث میں بہنے کی نسبت آنکھوں کی طرف کی گئی جس طرح قرآنِ مجید میں کی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ (پ۷، المائدۃ: ٨٣) ترجمۂ کنزالایمان: ''تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں۔'' گویا کہ آنسوؤں کی جگہ ان کی آنکھیں بہہ رہی ہیں یہ مبالغہ بیان کرنے کے لئے ذکر کیا ہے۔''[2]

صحابہ کا خوفِ خدا:

حضرت سیدنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک دن نمازِ فجر کا سلام پھیرا تو آپ پر غم کی کیفیت طاری تھی اور آپ اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر فرمارہے تھے: ''میں نے رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کو دیکھا ہے لیکن آج میں ان جیسی کوئی بات نہیں پاتا۔ وہ حضرات اس حالت میں صبح کرتے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے، چہرے زرد اور غُبار آلود ہوتے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدوں کے نشانات ہوتے۔ ان کی راتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے سجدوں میں اور قیام کی حالت میں تلاوتِ قرآن میں گزرتیں اور وہ باری باری اپنی پیشانی اور پاؤں کو عبادت کے لئے استعمال کرتے (کبھی سجدہ کرتے اور کبھی قیام)۔ جب صبح ہوتی اور یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرتے تو اس طرح سے کانپتے جیسے سخت ہوا کے دن میں درخت ہلتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس قدر آنسو بہاتیں کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب میں ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں جو غفلت کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہاں سے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ١/١٦٥۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ١/٣٦١، تحت الحدیث: ١٦٥۔

تشریف لے گئے اور پھر آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ ابن مُلجم نے آپ کو شہید کر دیا۔"[1]

گانے باجوں سے توبہ نصیب ہوگئی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! رضائے الٰہی پانے، دل میں خوفِ خدا جگانے، خوفِ خدا کے سبب گریہ وزاری کی سعادت پانے، ایمان کی حِفاظت کی کڑھن بڑھانے، موت کا تصوُّر جمانے، خود کو عذابِ قبرو جہنم سے ڈرانے، گناہوں کی عادت مِٹانے، اپنے آپ کو سنّتوں کا پابند بنانے، دل میں عشقِ رسول کی شمع جلانے اور جنّت الفردوس میں مکّی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا پڑوس پانے کا شوق بڑھانے کیلئے تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول سے ہر دم وابَستہ رہیے، ہر ماہ کم از کم تین دن کیلئے عاشِقانِ رسول کے ہمراہ مَدَنی قافِلے میں سنّتوں بھرا سفر کرتے رہیے اور فکرِ مدینہ کے ذَرِیعے روزانہ مَدَنی انعامات کا رِسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کی ابتِدائی دس تاریخ کے اندر اندر اپنے ذِمّے دار کو جمع کرواتے رہیے۔ ترغیب و تحریص کیلئے ایک مَدَنی بہار پیش خدمت ہے۔ چنانچہ بابُ الاسلام (سندھ) حیدر آباد کے ایک اسلامی بھائی کی تحریر کا خلاصہ ہے کہ میں دنیا کی رنگینیوں میں زندگی گزارنے والا ایک چھیل چھبیلا نوجوان تھا، نمازوں سے کوسوں دُور اور سنّتوں سے محروم تھا، دُنیا کی بے شُمار نازیبا حرکتوں جیسا کہ گانے باجوں، فلموں ڈراموں وغیرہ وغیرہ کی لپیٹ میں تھا۔ میرے مَدَنی ماحول میں آنے کا سبب کچھ اس طرح بنا کہ خوش قسمتی سے رَمَضانُ الْمُبارَک ۱۴۲۹ ہجری بمطابق 2008 عیسوی میں مَدَنی چینل کا آغاز ہوا اور کیبل پر اس کے مَدَنی سلسلے جاری ہوگئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے میں نے ان سلسلوں کو دیکھا تو مجھے بہت اچّھے لگے، اب میں اکثر و بیشتر مَدَنی چینل ہی دیکھنے لگا، ایک بار مَدَنی چینل پر سنّتوں بھرا بیان "کالے بچھو" سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں خوفِ خدا سے لرز اٹھا، میں نے ہاتھوں ہاتھ اپنے چہرے پر داڑھی سجانے کی نیّت کرلی اور مَدَنی چینل پر جب "گانوں کے 35 کفریہ اشعار" نامی بیان سنا تو میں نے گھبرا کر ہاتھوں ہاتھ گانے سننے سے بھی توبہ کرلی۔ مَدَنی چینل پر جب بیعت کروائی گئی تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں حُضُور غوثِ اعظم سیِّدُنا شیخ عبد القادِر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کا مُرید ہو کر قادِری بن گیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے نمازِ باجماعت کی پابندی شُروع کر دی ہے۔ کرم

---

[1] . . . احیاء العلوم، بیان احوال الصحابة والتابعین والسلف والصالحین فی شدة الخوف، ۴/ ۲۲۶۔

بالائے کرم! یہ تحریر پیش کرتے وَقت عالمی مَدَنی مرکز فیضانِ مدینہ بابُ المدینہ (کراچی) میں دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے ماہِ رَمضَانُ المُبارَک کے 30 روزہ سنّتوں بھرے اعتکاف میں شریک ہوں۔

مَدَنی چینل سنّتوں کی لائے گا گھر گھر بہار .... مَدَنی چینل سے ہمیں کیوں والہانہ ہو نہ پیار

اے گناہوں کے مریضو! چاہتے ہو گر شِفا .... آن کرتے ہی رہو تم مَدَنی چینل کو سدا

اِس میں عصیاں سے حفاظت کا بہت سامان ہے .... اِنْ شَآءَ الله خُلد میں بھی داخلہ آسان ہے

مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کائنات میں سب سے زیادہ علم والے ہیں، اسی لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے ہیں۔

(2) حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلہ سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی خوفِ خدا رکھنے والے تھے، نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وعظ سن کر ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

(3) وعظ و نصیحت کرنا اور لوگوں کو خوفِ خدا سے ڈرانا سنت ہے۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کلام فصیح و بلیغ اور خوفِ خدا سے بھرپور ہوا کرتا تھا اور ایسا نصیحت آموز ہوتا کہ سننے والوں کے دلوں پر اس طرح اثر کرتا کہ خوفِ خدا کے سبب آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

(5) واعظ کو چاہیے کہ حاضرین کی حالت کے مطابق بسا اوقات اُن کو خوفِ خدا سے بھی ڈراتا رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں وعظ و نصیحت کو سننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں خوفِ خدا میں گریہ وزاری نصیب فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:55

زُہد اور فَقْر کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم اِس دنیائے ناپائیدار میں بہت کم عرصے کے لئے آئے ہیں۔اِس لئے ہمیں جمعِ مال اور آسائشوں کے حُصُول میں وقت صَرف کرنے کے بجائے زُہد و قناعت اور فقر کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ سَلَف صالحین نے بھی زُہد و فقر کی راہ اپنائی اور دارَین میں سُر خُرو ہوئے۔ یہاں فقر سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی رہے، مصیبت پر صبر کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی والے کاموں سے بچے، ضرورت کے مطابق حلال روزی کے لیے جدوجہد کرتا رہے، سوال اور ذِلّت ورُسوائی والے ہر کام سے بچے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہی پر بھروسہ کرے۔ رِیاضُ الصالحین کا یہ باب بھی ”زُہد و فقر کی فضیلت“ کے بارے میں ہے۔ عَلّامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 7 آیاتِ مُقَدَّسہ اور 34 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) دُنیاوی زندگی کی مثال

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ(۲۴)

(پ ۱۱، یونس: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اُتارا تو اس کے سبب زمین سے اُگنے والی چیزیں گھنی (زیادہ) ہو کر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی، ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کاٹی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں، ہم یونہی آیتیں مفصّل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

"تفسیرِ خازن" میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِس آیتِ مبارکہ میں دنیا میں حد درجہ مشغول ہونے والوں اوراس کی بہار و حُسن میں رغبت کرنے والوں کو سمجھانے کے لئے مثال بیان فرمائی ہے کہ جس طرح بارش سے زمین میں اُگنے والی گھاس اور نباتات دلکش و حسین ہو جاتے ہیں اور اس پر مختلف قسم کے پھل اور سبزیاں اُگ آتی ہیں اور زمین کی یہ حسن وخوبی دیکھ کر اُس کا مالک بہت خوش ہوتا ہے اور اس سے ایک بڑے نفع کی امید لگالیتا ہے، مگر اچانک اللہ عَزَّوَجَلَّ بجلی، اولے یا آندھی کی صورت میں اپنا عذاب نازل فرماتا ہے تووہ زمین ایسی ہو جاتی ہے جیسے کل اس پر کچھ تھا ہی نہیں۔ یہی حال دنیا کی زندگی کا ہے کہ انسان جب اس کی لذّتوں اور بہاروں سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے اورزیادہ نفع حاصل ہونے کی اُمید لگائے بیٹھا ہوتا ہے تو ناگہاں اُسے موت کا کڑوا گھونٹ پلا دیا جاتا ہے جو اُس سے وہ تمام نعمتیں اور لذتیں دور کر دیتا ہے اور اس کی امیدیں توڑ کر اُسے مایوسی اور پچھتاوے میں مبتلا کر دیتا ہے۔"[1]

(2) دنیاوی زندگی فانی ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ (پ ۱۵، الکھف: ۴۵، ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے سامنے زندگانی دنیا کی کہاوت بیان کرو جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اُتارا تو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا کہ سوکھی گھاس ہو گیا جسے ہوائیں اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار (زینت) ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

تفسیرِ بغوی میں ہے: "یعنی اے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اپنی قوم کو دنیوی زندگی کی مثال بیان کرو کہ جیسے بارش سے مختلف قسم کے پھول بوٹے اُگتے ہیں اور پھر بہت جلد سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو کر

[1] ... تفسیر خازن، پ ۱۱، یونس، تحت الآیۃ: ۲۴، ۲/ ۳۱۰ ماخوذا۔

ہوا میں منتشر ہو جاتے ہیں (یہی حال دنیوی زندگی کا ہے وہ بھی بہت جلد ختم ہو جائے گی) اور مال و اولاد جس پر لوگ فخر کرتے ہیں یہ تو دنیا کی زینت ہے، آخرت کا توشہ نہیں، آخرت کا توشہ تو وہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جن کا اجر انسان کے لیے باقی رہتا ہے جیسے پانچ نمازیں اور تسبیح و تہلیل وغیرہ۔"[1]

(3) دنیا کی زندگی دھوکہ ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ-كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًاؕ-وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ-وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ-وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ(۲۰) (پ۲۷، الحدید: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زَرد دیکھے پھر روندن (پامال کیا ہوا) ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

اس آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا کہ انسان کو اپنی زندگی کھیل کود، زینت، فخر اور مال جیسی فانی چیزوں میں صَرف کرنے کے بجائے آخرت کی تیاری میں صرف کرنی چاہئے کہ وہی دائمی راحتوں کا گھر ہے جبکہ دنیا تو محض ایک عارضی ٹھکانا ہے۔ اِمام فخرُ الدِّین رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: "اس آیت کا مقصودِ اصلی دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت کو بیان کرنا ہے۔ دنیوی زندگی کھیل کود، زینت، حصولِ مال اور فخر کا ذریعہ ہے اور یہ تمام چیزیں حقیر ہیں جبکہ آخرت میں یا تو دائمی عذاب ہے یا پھر دائمی رضائے الٰہی اور بلاشبہ یہ بہت بڑے امور ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں یہ بھی بیان ہوا کہ کھیل کود، زینت و فخر اور کثیر مال کے حصول میں غیر شرعی مشغولیت شیطان کی اتباع ہے۔ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی میں مال جمع کرنا، اس مال کے ذریعے اولیائے کرام پر فخر کرنا، اور اسے

[1] ... تفسیر بغوی، پ۱۵، الکھف، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴۶، ۳/ ۱۳۶ ملخصاً۔

نافرمانی والے کاموں میں خرچ کرنا آفت در آفت ہے۔“[1]

(4) دنیا کا مال ومتاع

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ (پ۳، آل عمران: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔

”صِراطُ الجنان“ میں ہے: ”لوگوں کے لیے من پسند چیزوں کی محبت کو خوش نُما بنا دیا گیا، چنانچہ عورتوں، بیٹوں، مال و اولاد، سونا چاندی، کاروبار، باغات، عمدہ سواریوں اور بہترین مکانات کی محبت لوگوں کے دلوں میں رچی ہوئی ہے اور اِس آراستہ کیے جانے اور ان چیزوں کی محبت پیدا کیے جانے کا مقصد یہ ہے کہ خواہش پرستوں اور خدا پرستوں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے۔ یہ تمام چیزیں اگر دنیا کے لیے رکھی جائیں تو دنیا ہیں اور اگر اِطاعتِ الٰہی میں مدد و معاونت کے لیے رکھی جائیں تو دین بن جاتی ہیں جیسے بیوی، اولاد، مال، سواری، زمین وغیرہ تمام چیزیں اگر اپنے دین کی حفاظت اور اللہ تعالٰی کی اطاعت میں معاونت کے لیے ہوں تو یہی چیزیں قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں جیسے حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مال دنیا نہیں، دِین تھا۔“[2]

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو ہر گز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہر گز

1 ... تفسیر کبیر، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۰، ۱۰/ ۶۳ ۴، ۶۴ ۴ ملخصاً۔

2 ... تفسیر صراط الجنان، پ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۴، ۱/ ۴۴۴ ملتقطاً۔

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ (پ۲۲،فاطر:۵) تمہیں اللہ کے حِلْم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔

تفسیر روحُ البیان میں ہے: ”مذکورہ آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور سزا و جزا کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ بالکل سچا ہے۔ اس وعدے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام وعدوں کے حق ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نیکیاں کرنے والوں سے ثواب، جنت میں اعلیٰ دَرَجات اور اپنا قُرب عطا فرمانے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ حق ہے۔ اسی طرح گناہ گاروں کو سزا دینے، جہنم کے نچلے طبقے میں ڈالنے اور اپنی رحمت سے دور کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ بلاشبہ سچا ہے۔ تو جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان وعدوں کو حق مانے گا تو وہ موت سے پہلے موت کی تیاری کرے گا، اپنے رِزق کے متعلق فکر مند نہیں ہو گا، نیکیوں کی کثرت میں سرگرم ہو گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی رہے گا۔ اس کے بعد بندے کو اِس بات کی تعلیم دی گئی کہ جب یہ تمام باتیں حق ہیں تو پھر تمہیں یہ دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور ایسا نہ ہو کہ دنیا کی زندگی سے لطف اندوز ہونا تمہیں آخرت طلب کرنے اور اس کے لیے کوشش کرنے سے غافل کر دے اور دنیا کی زینت و شہوات تمہیں رِیاضات و مجاہدات سے روک دے۔“[1]

(6) مال کی خواہش قبر کا وبال

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ (پ۳۰،التکاثر:۱تا۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا، ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

تفسیرِ طبری میں ہے: ”اے لوگو! اگر تم اس بات پر کامل یقین رکھتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری موت کے بعد بروزِ قیامت تمہیں قبروں سے اُٹھانے والا ہے تو تمہیں مال کی زیادہ طلبی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت سے غافل نہ کرتی اور تم عبادت اور اس کے احکام کو کامل طور پر بجالانے کی خوب کوشش کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے

[1] ... تفسیر روح البیان، پ۲۲، فاطر، تحت الآیۃ:۵، ۷/ ۳۱۸ ملخصاً۔

عذاب سے بچنے کے لیے اپنے آپ پر رحم کرتے ہوئے دنیا کو ترک کر دیتے۔"[1]

(7) حقیقی گھر آخرت ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

تفسیر خازن میں ہے: "اِس آیت مبارکہ میں دنیا کے کمتر اور ذلیل ہونے کو بیان کیا گیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ دنیا لوگوں سے بہت تیزی کے ساتھ جدا ہوتی ہے اور وہ بہت جلد اس دنیا سے پلٹ جاتے ہیں اور انہیں موت آجاتی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال بچوں کے کھیل کود کی طرح ہی ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے کھیلتے ہیں پھر واپس چلے جاتے ہیں۔"[2] تفسیر طبری میں ہے: "اورآخرت کے گھر میں ایسی دائمی زندگی ہے کہ نہ تو وہ کبھی زائل ہوگی نہ وہاں موت آئے گی۔ اگر مشرکین اس بات کو سمجھ لیتے تو شرک سے باز آکر واحدانیت کے قائل ہوجاتے لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے۔"[3]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:457

اُمّت پر وُسعتِ دنیا کا خوف

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ ابْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، فَلَمَّا صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوْا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَآهُمْ، ثُمَّ قَالَ: اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ

1 . . . تفسیر طبری، پ ۳۰، التکاثر، تحت الآیۃ: ۵، ۱۲/ ۶۷۹۔

2 . . . تفسیر خازن، پ ۲۱، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۶۴، ۳/ ۴۵۶۔

3 . . . تفسیر طبری، پ ۲۱، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۶۴، ۱۰/ ۱۵۹ ملتقطا۔

اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟ فَقَالُوْا: اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ: اَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا، فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عَوف انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابو عُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بحرین سے جزیہ وصول کرنے کے لیے بھیجا، جب وہ بحرین سے (جزیہ کا) مال لے کر واپس آئے اور انصار نے ان کی آمد کی خبر سنی تو سب نے فجر کی نماز حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ادا کی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہوئے اور رُخِ انور پھیرا تو انصار سامنے آگئے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: "میرا خیال ہے تم نے سنا ہے کہ ابو عُبَیدہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) بحرین سے کچھ مال لے کر آیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "جی ہاں! یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!" آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "خوش ہو جاؤ اور اُس چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے تم پر فَقر (غربت) کا خوف نہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیلائی گئی تھی، پھر تم بھی اس دنیا کی خاطر پہلے لوگوں کی طرح باہم مقابلہ کرو، اور وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کرے جیسے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا تھا۔"

صحابہ حضور کے نام سے لذت پاتے:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تم ابو عبیدہ کی آمد کی خبر سن کر آئے ہو؟" صحابہ نے عرض کی: "جی ہاں! یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!۔" عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس مقام پر بہت نفیس شرح بیان کی ہے، فرماتے ہیں: "صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا جواب میں صرف "جی ہاں" کہہ دینا بھی کافی تھا مگر انہوں نے لذت و سرور حاصل کرنے کے لیے جواب

[1] . . . بخاری، کتاب المغازی، باب: ١٢، ٣/٢٢، حدیث: ٤٠١٥۔

میں یارسولَ اللہ بھی عرض کیا۔"[1]

حضور کی صحابہ پر شفقت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں تنگدستی کی وجہ سے مال لینے کے لیے حاضر ہوئے تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی حاجت پوری کرتے ہوئے انہیں مال عطا فرمااور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ مجھے تم پر غربت کا خوف نہیں مگر اس بات کا خوف ہے کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی۔ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "ممکن ہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو بتادیا گیا ہو کہ عنقریب مسلمانوں پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ مالی طور پر غنی ہوجائیں گے اسی لیے آپ نے اس اندیشے کا اظہار فرمایا۔ اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اس کی خبر دینا یہ ایسی صفت ہے جو علاماتِ نبوت میں شمار ہوتی ہے۔ نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ ارشاد انتہائی شفقت پر مبنی ہے، کیونکہ شفیق باپ دنیا سے جاتے وقت اپنی اولاد کے لیے مال کا اہتمام کرتا ہے تاکہ اولاد کو تنگی نہ ہو اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے صحابہ پر شفقت کے معاملے میں باپ کی طرح ہیں لیکن آپ کا معاملہ دنیاوی باپ کے برعکس ہے کہ دنیاوی باپ تو اپنی اولاد کے دنیاوی طور پر غریب ہونے کے حوالے سے فکر مند ہوتا ہے جبکہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی امت پر دینی نقصان کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ کہیں میری اُمّت وُسعتِ مال کی وجہ سے فتنے میں نہ پڑ جائے۔"[2]

بادشاہت میں غربت:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضورِ انور کا یہ فرمان حضرات صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کُفر و طُغیان سے محفوظ رکھا، وہ حضرات بادشاہ و امیر ہوکر بھی دنیا میں پھنسے نہیں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے دھو دھو کر

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۳۸۱، تحت الحدیث: ۴۵۶۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا، ۱۲/ ۲۰۶، تحت الحدیث: ۶۴۲۵ ملخصاً۔

پہنتے تھے، حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کفن کے لیے گھر میں کپڑا نہ تھا، پہنے ہوئے کپڑے دھو کر انہیں میں آپ کو کفن کر دیا گیا، حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں کہ آج گھر کا خرچ چلا سکوں۔ وہ حضرات امیری میں فقیری کر گئے۔"[1]

مال کی کثرت اور مسلمانوں کی موجودہ حالت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں مال کے فتنے کو بیان کیا گیا ہے، واقعی مال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے، مسلمانوں کے پاس جس قدر مال کی کثرت ہوئی اتنے ہی فتنے بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج اُمَّتِ مُسلِمہ قدرتی ذخائر سے مالا مال ہے، مگر ہمارا سرمایہ، مال و دولت، طاقت و قوت اور صلاحیت دنیا کے حصول میں صَرف ہو رہا ہے۔ عیش کوشیوں، حرص، طمع، لالچ، مال و دولت کی محبت، عہدوں اور خواہشاتِ نفس کی اتباع میں ایسا انہماک ہے کہ گویا آخرت کی یاد سے بالکل غافل ہو چکے ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب مسلمان فاقے سے ہوا کرتے تھے اور کئی کئی دنوں تک پیٹ بھر کھانا میسر نہ آتا تھا ایسی حالت میں بھی کفار ان کے مقابل آنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ جبکہ آج ہمیں ہر طرح کی نعمت میسر ہے پھر بھی ہر دوڑ میں پیچھے ہیں۔ کیونکہ ہم نے راہِ سنت کو چھوڑ دیا، اغیار کے فیشن میں ایسے مست ہوئے کہ سلف صالحین کی سیرت کو بھول گئے، ہمارا سرمایہ و صلاحیت صرف حصولِ دنیا میں خرچ ہونے لگا، کاش! اے کاش! ہم پھر سے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں، نفس و شیطان کی راہ کو چھوڑ کر راہِ سنت پر گامزن ہو جائیں، ہمارا قیمتی سرمایہ مساجد و مدارس کی تعمیر، غرباء و فقراء کی اِمداد اور دِینی مقاصد کے حصول میں صرف ہونے لگے تو کچھ بعید نہیں کہ ہمارا کھویا ہوا وقار ہمیں واپس مل جائے اور پھر سے ہر طرف سنت کی بہاریں نظر آنے لگیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



"صحابہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۹۔

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام مبارک لینے میں انہیں لذت محسوس ہوتی تھی۔

(2) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو بتا دیا گیا تھا کہ مسلمانوں پر مال و دولت کی فراوانی ہو گی۔

(3) غیب کی خبریں دینا حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت کی علامات میں سے ہے۔

(4) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے صحابہ پر بہت شفقت فرماتے تھے اور اُن کے دِین کے حوالے سے بہت فکر مند رہا کرتے تھے۔

(5) اللہ تعالٰی نے حضور کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کُفر وطُغیان سے محفوظ رکھا، وہ حضرات بادشاہ و امیر ہو کر بھی دنیا میں پھنسے نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ مال و دولت کے فتنے سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:458

دنیا کی زیب وزینت آزمائش ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَہُ، فَقَالَ: اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ، مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر اقدس پر جلوہ افروز تھے اور ہم آپ کے ارد گرد حاضر تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”بے شک! مجھے تم پر اپنے بعد جن چیزوں کا ڈر ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ تم پر دنیا کی زیب وزینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔“

غربت میں یادِ خُدا، وُسعت میں غفلت:

حدیثِ مذکور میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اِس خدشے کا اظہار فرمایا ہے کہ میری وفات کے بعد تمہارے

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الیتامی، ۱/ ۴۹۴، حدیث: ۱۴۶۵۔

لیے دنیا کی زیب وزینت اور مال ومتاع ظاہر کیا جائے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کے اس ظاہری حسن کے فریب میں پھنس جاؤ۔ ❁ **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے ارشاد کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی میری وفات کے بعد تم پر دنیا کی دولت، فتوحات، عزت وجاہ کے دروازے کُھل جائیں گے اُن کا مجھے خطرہ ہے کہ تم اُن میں پھنس کر **اللہ** تعالیٰ سے غافل نہ ہو جاؤ، غریبی میں خدا یاد رہتا ہے اور امیری میں بھول جاتا ہے۔“[1] ❁ **عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنی اُمَّت کے معاملے میں اندیشے کا اظہار کرنا اس وجہ سے تھا کہ کہیں دنیا کی محبت ان کے دل میں نہ بیٹھ جائے اور دنیا کی خوبصورتی نگاہ کو اپنی طرف کھینچ نہ لے اور پھر وہ ان اسباب میں مبتلا ہو جائیں جو دِین میں بگاڑ کی طرف لے جانے والے ہوں۔“[2] ❁ **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ میں تم پر اس بات کا اندیشہ کرتا ہوں کہ ملکوں اور شہروں کو فتح کرنے کی وجہ سے تمہارے مال میں جو کثرت ہو گی کہیں وہ تمہیں اعمالِ صالحہ سے نہ روک دے اور تمہیں علوم نافعہ (یعنی قرآن وحدیث اور فقہ کے علم) سے غافل نہ کر دے اور تمہارے اندر تکبر، خود پسندی، غرور، مال وجاہ کی محبت جیسے اَخلاقِ مذمومہ پیدا نہ کر دے کہ جس کی وجہ سے تم موت اور آخرت کے احوال کی تیاری سے غافل ہو جاؤ۔“[3]



”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کثرتِ مال کی وجہ سے عموماً بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔

(2) غربت وپریشانی میں انسان کو خدا یاد رہتا ہے لیکن مالداری وخوشحالی میں عموماً انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔ الخ، ۲/ ۳۸۳، تحت الحدیث: ۴۵۷۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۱۴، تحت الحدیث: ۵۱۶۳ ملخصا۔

(3) دنیا کی محبت انسان کو دینی علوم سے دُور کر دیتی ہے۔

(4) مال ودولت کی محبت انسان میں غرور وتکبر جیسی برائیاں پیدا کر دیتی ہے۔

(5) دنیا کی محبت میں بندہ موت اور آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا کی محبت سے محفوظ فرمائے اور ہمیں آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:459

دنیا اور عورتوں کا فتنہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں (پچھلی قوموں کا) خلیفہ بنانے والا ہے اور وہ دیکھتا ہے تم کیسے اعمال کرتے ہو، لہٰذا دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔“

دنیا میٹھی اور سرسبز ہے:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”دنیا میٹھی اور سرسبز ہے ہر شخص اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک آزمائش ہوتی ہے کہ آیا دولت و اقتدار حاصل ہونے کے بعد انسان احکام خداوندی سے روگردانی کرتا ہے یا ان کی تعمیل، لہٰذا اس آزمائش میں ناکامی کے خوف سے کوشش کی جائے کہ دنیا اور عورتوں کے فتنوں سے دور رہیں۔“[2] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں (پچھلی قوموں کا) خلیفہ بنایا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے دنیا تم سے پہلے دوسروں کے

---

1 . . . مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء۔۔۔الخ، ص ۱۴۶۵، حدیث: ۲۷۴۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۱، مکتبہ اسلامیہ۔

پاس تھی پھر ان سے منتقل ہو کر تمہارے پاس آئی تم گزشتہ لوگوں کے خلیفہ بنے ایسے ہی تم سے منتقل ہو کر دوسروں کے پاس پہنچے گی تم پچھلوں کے خلیفہ ہو آئندہ نسلیں تمہاری خلیفہ بنیں گی۔“[1]

عورتوں کے فتنے سے بچو:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”(عورتوں سے بچو) یعنی ان کے سبب ناجائز امور میں نہ پڑو اور ان کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے دین کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچو۔“[2] اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس بات سے بچو کے تم عورتوں کے پاس حرام ذریعے سے آؤ یا ان کی (سب) باتیں قبول کرو، کیونکہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اور اکثر اوقات ان کے کلام میں بھلائی نہیں ہوتی۔ بنی اسرائیل میں پہلے فتنے کا سبب عورتیں ہی بنیں۔“[3]

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی مفصل شرح کا مطالعہ کرنے کے لیے ”فیضانِ ریاض الصالحین“ کی پہلی جلد کی حدیث نمبر 70 ملاحظہ فرمائیں۔



”شیرِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) دنیا دیکھنے میں سرسبز اور میٹھی ہے اور اس کا مال و متاع بڑا خوش نُما ہے لیکن یہ سب ایک آزمائش ہے اس آزمائش میں کامیابی کے لیے دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچنا ضروری ہے۔

(2) دنیا سبزے کی مانند ہے، اگر جانور ضرورت سے زیادہ سبزہ چَر لے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح انسان اگر حد سے زیادہ دنیا میں مشغول ہو جائے تو وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔

(3) نفس و شیطان انسان کی نظر میں دنیا کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں تاکہ بندہ آخرت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٥/٥۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، الفصل الاول، ٦/٢٦٧، تحت الحدیث: ٣٠٨٦۔

3 ... شرح الطیبی، کتاب النکاح، الفصل الاول، ٦/٢٤١، تحت الحدیث: ٣٠٨٦۔

سے غافل ہو جائے، اسی لیے نفس وشیطان کی شرارتوں سے بچنا ضروری ہے۔

(4) جو شخص بے جا شہوات نفسانی کی تکمیل سے لذت حاصل کرتا ہے وہ موت کے وقت ان خواہشات سے نفرت کرے گا اور ان کی وجہ سے شدید تکلیف میں مبتلا ہو گا۔

(5) دنیا کسی پاس نہیں رہتی، پہلے یہ ہمارے آباء واجداد کے پاس تھی، اب ہمارے پاس ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کہ وہ دنیا اور اس کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، نفس وشیطان کی شرارتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:460

اصل زندگی آخرت کی ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے اللہ (عَزَّوَجَلَّ)! زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔“

حدیثِ پاک کا پس منظر:

مذکورہ حدیثِ پاک کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ (جنگ احزاب میں جب) مہاجرین وانصار خندق کھودنے لگے اور مٹی ہٹانے لگے تو وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جہاد پر بیعت کرلی ہمیشہ کے لیے جب تک کہ ہم باقی رہیں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے: ”اے اللہ! زندگی تو آخرت ہی کی ہے، پس تو انصار ومہاجرین کو بخش دے۔“[2] مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق۔۔۔الخ، ۴/۲۲۲، حدیث: ۶۴۱۳۔

2 . . . مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، ۲/۱۸۶، حدیث: ۴۷۹۳۔

خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس فرمانِ عالی میں حضراتِ صحابہ کو تسکین دینا ہے کہ یہاں کی مشقت پر نہ گھبراؤ، اگلی زندگی میں دائمی عیش پاؤ گے۔“(1)

دنیا کی لذتیں فانی ہیں:

عَلَّامَہ اَبُوالْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی اُمت کو اِس بات پر تنبیہ کی ہے کہ دنیا کمتر و حقیر ہے، اس کی لذتیں بے مزہ اور جلد فنا ہونے والی ہیں، جبکہ آخرت کی زندگی دائمی ہے اور اس کی لذتیں کبھی بے مزہ نہ ہوں گی اور وہ ایسی زندگی ہے جس میں نفس اپنی خواہش کے مطابق ہر چیز پائے گا اور اس کی نعمتیں آنکھوں کو لذت دیں گی، ایسی زندگی کے بدلے فانی دنیا میں مشغول ہونے میں کوئی فائدہ نہیں۔“(2) عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے صحابہ کو دیکھا کہ وہ خندق کھودنے کی وجہ سے مشقت میں پڑ گئے ہیں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اُنہیں (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا کہ زندگی تو آخرت ہی کی ہے یعنی انسان کو اِس دنیا میں پہنچنے والی تکلیف پر غمزدہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ تکلیف تو ختم ہونے والی ہے لیکن اس کا اجر دائمی اور باقی رہنے والا ہے۔“(3)

اُخروی سعادت چار چیزوں پر مشتمل ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح دنیا کی زندگی فانی اور بہت جلد ختم ہونے والی ہے ایسے ہی دنیا میں حاصل ہونے والی نعمتیں بھی عارضی ہیں۔ حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جسے فنا نہیں، آخرت کی زندگی بھی دائمی ہے اور وہاں کی خوشیاں بھی ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”اُخروی سعادت چار چیزوں پر مشتمل ہے۔ (1) دائمی زندگی (2) غم سے خالی خوشیوں بھری زندگی (3) جہالت سے پاک علم سے بھرپور زندگی اور (4) دائمی مالداری۔“(4)

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ٦/٤٣٣۔
2. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب لاعیش الاعیش الآخرۃ، ١٠/١٤٧۔
3. ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ٢/٣٨٤، تحت الحدیث: ٤٥٩۔
4. ... احیاء العلوم، ٤/٣٠٥۔

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام سے مرتے دم تک جہاد کرنے پر بیعت کی تھی۔

(2) دنیا میں حاصل ہونے والی خوشی بہت جلد ختم ہو جاتی ہے لیکن آخرت میں حاصل ہونے والی نعمتیں اور خوشیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

(3) دنیا میں پہنچنے والی مصیبتوں پر غمزدہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان پر صبر کرنا چاہیے کہ یہ تو ختم ہو جائیں گی لیکن ان کا اجر باقی رہے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آخرت کی زندگی کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 461

میت کے ساتھ صرف عمل رہتا ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلَاثَۃٌ: اَھْلُہُ وَمَالُہُ وَعَمَلُہُ، فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ، وَیَبْقٰی وَاحِدٌ، یَرْجِعُ اَھْلُہُ وَمَالُہُ وَیَبْقٰی عَمَلُہُ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل، پس اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس لوٹ جاتے ہیں اور اس کا عمل اسکے ساتھ باقی رہتا ہے۔

قبر جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ مال و دولت، عزیز و اقارب، دوست اَحباب کا

[1] ...مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۳، حدیث: ۲۹۶۰۔

ساتھ صرف رہتی دنیا تک ہے، موت آتے ہی سب کا ساتھ چھوٹ جاتا ہے، مرنے کے بعد کام آنے والی چیز صرف نیک اعمال ہیں جو ہمیشہ ساتھ رہیں گے، اسی لیے انسان کو چاہیے کہ مال و دولت کی محبت دل سے نکال کر یادِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے اپنے دِل کو منور کرے اور کثرت سے نیک اَعمال کرنے میں مشغول ہو جائے۔ عَلَّامَہ مُلَّاعَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "میت کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہے، دو مُردے کو تنہا چھوڑ کر واپس اپنی جگہ آجاتی ہیں اور ایک چیز مُردے سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ دو چیزیں جو میت کو چھوڑ کر واپس پلٹ جاتی ہیں اُن میں سے ایک میت کے گھر والے ہیں یعنی اُس کی اولاد، عزیز و اَقارب، دوست اَحباب اور جان پہچان والے لوگ جو اسے اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور دوسری چیز اس کا مال ہے یعنی اس کے غلام، کنیزیں، چوپائے وغیرہ۔ ایک چیز جو ہمیشہ مُردے کے ساتھ رہتی ہے وہ اس کا عمل ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور قبر میں بھی اس کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اسی عمل کے مطابق میت کو سزا و جزا دی جاتی ہے۔ اگر اس کا عمل اچھا ہوتا ہے تو اسے ثواب ملتا ہے یعنی اسے قبر میں راحت وسکون حاصل ہوتا ہے اور اگر اس کا عمل بُرا ہوتا ہے تو اسے سزا دی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ قبر عمل کا صندوق ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔"[1]

قبر سے اَعمال بندے کے ساتھ نکلیں گے:

عَلَّامَہ اَبُو الْفَرَج عَلِی بِنْ مُحَمَّد اِبْنِ جَوْزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب انسان اپنی قبروں سے نکلیں گے تو اُن کے ساتھ قبروں سے وہ اَعمال بھی باہر آئیں گے جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے کیونکہ ہر انسان کا عمل ہی قبر میں اُس کا ساتھی ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ بندہ اپنے ربّ کا فرماں بردار، نیک اَعمال کرنے والا تھا اور نیک اَعمال دنیا میں اُسے اُنس پہنچاتے تھے تو حشر کے دن قبر سے نکلتے وقت بھی اُس آدمی کو اُنس پہنچائیں گے اور قیامت کی ہولناکیوں، مصیبتوں اور سختی سے ہونے والی وحشت دور کریں گے۔ جب بھی وہ بندۂ مؤمن جہنم کی طرف دیکھے گا اور اس کی سختیوں اور ہولناکیوں سے خوفزدہ ہوگا تو اُس کا عمل اُس سے کہے گا کہ اے میرے دوست! یہ مصیبتیں نہ تیرے لیے ہیں اور نہ ان لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے اللہ

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۲۱، ۲۲، تحت الحدیث: ۵۱۶۷ ملخصاً۔

عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی بلکہ یہ سختیاں تو اُن کے لیے ہیں جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی، پھر اُس کی نشانیوں کو جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور تو تو اپنے رب کا اِطاعت گزار بندہ تھا، خواہشات نفس کو ترک کرکے اپنے نبی کی اِتباع کرنے والا تھا۔ آج کے دن تجھ پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم یہاں تک کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔" مزید فرماتے ہیں: "بیان کیا گیا ہے کہ جب گناہ گار شخص اپنی قبر سے نکلے گا تو اپنے بُرے اَعمال کو ایک گٹھڑی کی صورت میں پائے گا اور عذاب کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھی اُس کے پاس کھڑا ہو گا۔ جب بندہ اپنے گناہوں کی طرف دیکھے گا تو فرشتہ اُس سے کہے گا: "اے اللہ کے دُشمن اپنے اَعمال اٹھا اور انہیں اپنی پیٹھ پر رکھ جیسا کہ تو اُن سے دنیا میں لذت حاصل کیا کرتا تھا اور اپنے ربّ کے اَحکامات پر عمل نہیں کرتا تھا حالانکہ تو یہ جانتا تھا کہ وہ تیرے عمل پر مطلع ہے اور تجھے دیکھ رہا ہے۔" جب وہ ذلیل شخص اُس گٹھڑی کو اُٹھا کر اپنی پیٹھ پر رکھے گا تو اُس کا بوجھ دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ محسوس کرے گا اور آگ اُسے اس کے ٹھکانے کی طرف ہانک رہی ہو گی اور فرشتہ اُس پر سختی کرے گا اور اسے ہانکتا ہوا جہنم کی طرف لے جائے گا۔"[1]

نوٹ: اس حدیث کی تفصیلی شرح کیلئے "فیضان ریاض الصالحین" جلد 2 کی حدیث نمبر 104 کا مطالعہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

"اسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اَعمال ہمیشہ بندے کے ساتھ رہیں گے اور سب چیزیں ساتھ چھوڑ جائیں گی۔

(2) نیک عمل قبر میں نیک مرد کی صورت میں اور بُرا عمل بُری شکل میں آتا ہے۔

(3) نیک اَعمال بندے سے قبر و حشر کی وَحشت دور کریں گے۔

(4) نیک اعمال کے سبب بندے کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا برے اعمال کے سبب جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

(5) قیامت کے دن گناہ گار کی پیٹھ پر اُس کے گناہوں کا بوجھ لاد کر اُسے جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔

---

1 . . . بستان الواعظين، مجلس في ذكر القيامة واهوالها اجارنا الله منها، ص ٥٥، ٥٦ ملخصا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مال و دولت کی ناجائز محبت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:462 **دوزخیوں کو جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا**

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُؤْتَی بِاَنْعَمِ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صَبْغَۃً، ثُمَّ یُقَالُ: یَا ابْنَ آدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ خَیْرًا قَطُّ؟ ھَلْ مَرَّ بِکَ نَعِیْمٌ قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ: لَا، وَاللہِ یَا رَبِّ وَیُؤْتَی بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِی الدُّنْیَا، مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ، فَیُصْبَغُ صَبْغَۃً فِی الْجَنَّۃِ، فَیُقَالُ لَہُ: یَا ابْنَ آدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ ھَلْ مَرَّ بِکَ شِدَّۃٌ قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ: لَا، وَاللہِ یَا رَبِّ مَا مَرَّ بِیْ بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَاَیْتُ شِدَّۃً قَطُّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اہل جہنم میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا کہ جو دنیا میں ناز و نعمت والوں میں سے تھا اور اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا: ”اے ابن آدم! کیا کبھی تو نے کوئی بھلائی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کبھی کوئی نعمت حاصل ہوئی تھی؟“ وہ کہے گا: ”اللہ کی قسم! نہیں، اے میرے رب۔“ اور (قیامت کے دن) اہل جنت میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سخت تنگ دست تھا، اُسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا: ” اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی تھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی سختی آئی تھی؟ وہ کہے گا: ” اللہ کی قسم! نہیں، اے میرے ربّ! مجھ پر کبھی تنگ دستی نہیں آئی اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی ہے۔“

جہنم کا ایک غوطہ دنیا کا عیش بُھلا دے گا:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ قیامت کے دن جہنمیوں میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جس پر دنیا میں

[1] . . . مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب صبغ انعم اھل الدنیا فی النار۔۔۔الخ، ص ١٥٠٨، حدیث: ٢٨٠٧۔

مال ودولت کی بڑی وسعت تھی اور اسے جہنم میں غوطہ دیا جائے گا۔ ❁ عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے یہاں ایسے مالدار کا ذکر فرمایا ہے جو جہنمی ہو جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہلِ ایمان اور نیک اعمال کرنے والے مالدار کے ساتھ ایسا نہیں کیا جائے گا۔ نیز گناہ گار کو جہنم میں غوطہ دینے کا معاملہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہونے کے بعد ہوگا یعنی جب لوگوں کے جنت اور جہنم میں جانے سے متعلق فیصلہ ہو چکا ہوگا اس وقت یہ معاملہ ہوگا۔ جب اس شخص کو دوزخ میں غوطہ دے کر نکالا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے دنیا میں کبھی کوئی بھلائی دیکھی تھی؟ اور کیا تو نے دنیا میں کوئی نعمت پائی تھی؟ تو وہ کہے گا: **اللہ** کی قسم! نہیں، اس شخص کا یہ کلام جھوٹ پر مشتمل نہیں ہوگا بلکہ وہ عذاب کی شدت کی وجہ سے دنیا میں حاصل ہونے والی نعمتوں کو بھول جائے گا اور ان کا انکار کر دے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اگر دنیا میں حاصل ہونے والی نعمتوں کے مزے کو ایک طرف رکھا جائے اور جہنم میں غوطہ دینے کی تکلیف کو ایک طرف رکھا جائے تو دنیا میں ملنے والی نعمتوں کا مزہ اس ایک غوطے کی تکلیف کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اسی وجہ سے وہ دنیاوی نعمتوں کو ایسے گمان کرے گا گویا وہ تھیں ہی نہیں۔“[1] ❁ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”پتہ لگا کہ دنیا کے عمر بھر کے عیش و آرام وہاں کے منٹ بھر کے ایک غوطہ پر بھول جائیں گے وہ تو بڑی سخت جگہ ہے دنیا میں کوئی خاص مصیبت پڑے تو سارے عیش فراموش ہو جاتے ہیں۔“[2]

جنت کی نہروں میں غوطہ:

پھر ایک ایسے جنتی کو لایا جائے گا جس پر دنیا میں بہت تنگی تھی اور اُسے جنت میں غوطہ دیا جائے گا۔ ❁ عَلّامہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یہ غوطہ یا تو جنت کی نہروں میں دیا جائے گا یا حوضِ کوثر میں دیا جائے گا۔“[3] ❁ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا...الخ، ۲/۳۸۵، تحت الحدیث: ٤٦١ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۵۳۴۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب صفۃ النار واھلھا، ۹/ ٦٤٠، تحت الحدیث: ٥٦٦٩۔

رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ وہاں کے عیش کی ایک جھلک وہاں کی ہوا کا ایک جھونکا عمر بھر کے دنیاوی غموں تکلیفوں کو بھلادے گا، انسان کو چاہیے کہ اس طرف دل لگائے۔ خیال رہے کہ یہ عرض معروض جھوٹ نہ ہوگی بلکہ واقعی وہ شخص ان مصیبتوں کو بھول ہی جاوے گا اس بنا پر یہ کہے گا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے دنیا میں جو مصیبتیں دیکھیں وہ درحقیقت مصیبتیں ہی نہ تھیں کیونکہ ان کا انجام یہ نعمتیں تھیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ ان مصیبتوں کو بھول ہی گیا ان نعمتوں کی خوشی میں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”اجمیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دنیا میں حاصل ہونے والی نعمتوں کی لذت جہنم کے ایک غوطے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جہنم میں ایک غوطہ دنیا کی تمام نعمتوں کے مزے کو مٹادے گا

(2) دنیا کی تکالیف جنت میں ایک غوطے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، جنت کے عیش کی ایک جھلک، وہاں کی ہوا کا ایک جھونکا عمر بھر کے دنیاوی غموں تکلیفوں کو بھلادے گا۔

(3) مصیبت زدہ جنتی مسلمان جنت کی نہر یا آبِ کوثر میں غوطہ دیا جائے گا۔

(4) عقلمند وہ ہے جو عارضی خوشیوں اور آسائشوں کی خاطر دائمی عیش و آرام کو داؤ پر نہ لگائے بلکہ جو چیز اُخروی دائمی نعمتوں کے حصول میں آڑے آئے اسے ترک کردے۔

(5) مصائب میں گھرے ہوئے مسلمان کو یہ ذہن بنانا چاہئے کہ یہ دنیاوی مصائب بہت جلد ختم ہو جائیں گے پھر رحمتِ باری تعالیٰ شامل حال رہی تو جنت کی دائمی نعمتیں مقدر ہونگیں جن کی ایک جھلک دنیا کے تمام غم بھلادے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا میں عافیت عطا فرمائے اور آخرت میں جنت کی دائمی نعمتیں عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۳۵۔

حدیث نمبر:463

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْیَا فِی الْآخِرَۃِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَہُ فِی الْیَمِّ، فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا مُسْتَوْرِدْ بن شَدَّاد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے۔“

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی بہت تنگ ہے اور دنیا فنا ہونے والی ہے جبکہ آخرت خود بھی دائمی ہے اور اس کی نعمتوں کو بھی دوام حاصل ہے لہٰذا اگر اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں وہی ہے جو انگلی پر لگنے والے پانی کی حیثیت سمندر کے مقابلے میں ہوتی ہے۔“(2) **مُفَسِّرِشَہِیرمُحَدِّثِ کَبِیْرحَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ فانی اور متناہی کو باقی، غیر فانی، غیر متناہی سے (وہ) وجہ نسبت بھی نہیں جو بھیگی انگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے کہ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے، عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام نمود کے لیے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا پینا، سونا جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دِین ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔ مسلمان اس لیے کھائے پیئے سوئے جاگے کہ یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتیں ہیں۔ حَیَاۃُ الدُّنْیَا اور چیز ہے، حَیٰوۃٌ فِی الدُّنْیَا اور حَیَاۃٌ لِلدُّنْیَا کچھ اور یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لیے زندگی، جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لیے ہو دنیا کے لیے نہ ہو وہ مبارک ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

آب در کشتی ہلاک کشتی است　　　آب اندر زیر کشتی پشتی است

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة، ص ۱۵۲۹، حدیث: ۲۸۵۸۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة، ۹/ ۱۹۲، الجزء السابع عشر۔

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آجاوے تو ہلاک ہے۔ مؤمن کا دل مال و اولاد میں رہنا چاہیے مگر دل میں اللہ و رسول کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔"[1]

دنیا سے زیادہ آخرت کی تیاری کرو:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "دنیا کی عزت و دولت کمانے کے لیے خوب محنت و مشقت کرنا بے کار ہے کہ یہ سب چیزیں فانی اور جلد ختم ہونے والی ہیں لہٰذا کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان چیزوں کی وسعت پر خوش ہو اور غرور کرے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ دنیا کی تنگی پر شکوہ شکایت کرے بلکہ وسعت و تنگی دونوں حالتوں میں یہی کہے کہ زندگی تو آخرت کی زندگی ہے"[2] (اور ہمیشہ آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کرتا رہے)۔

مدنی گلدستہ

"آخرت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دنیا کی زندگی کی مثال آخرت کے مقابلے میں یوں ہے جیسے سمندر میں انگلی ڈبو کر واپس نکالی جائے تو جو پانی انگلی پر لگ جائے وہ دنیا ہے اور سمندر آخرت۔

(2) اللہ والوں کی دنیاداری بھی آخرت ہے کہ وہ ہر کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کرتے ہیں اور غافل کی نماز بھی دنیا ہے کہ وہ دکھاوے کے لیے پڑھتا ہے۔

(3) دنیا میں رہ کر زندگی گزارنے میں نقصان نہیں دل میں دنیا بسا کر زندگی گزارنا ہلاکت کا باعث ہے۔

(4) عقلمند وہ نہیں جو صرف دنیا کی ترقی پر خوش ہو اور اس کی تنگی پر غمزدہ ہو بلکہ عقلمند وہ ہے جو آخرت کے لیے کیے جانے والے اعمال پر خوش ہو اور جس کام میں آخرت کا خسارہ ہو اس پر پریشان ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فانی دنیا کے عیش و آرام کے لیے جدوجہد کرنے کے بجائے آخرت میں کامیابی کے

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۔

2 ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ٦، تحت الحدیث: ۵۱۵٦۔

لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:464

دنیا حقیر ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهٖ، ثُمَّ قَالَ: اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوْا: مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهٖ؟ ثُمَّ قَالَ: اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا اِنَّهُ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بازار سے گزرے اور لوگ آپ کی دونوں طرف تھے، پس آپ بکری کے ایک مرے ہوئے بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے کان سے پکڑتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے کون پسند کرے گا کہ اسے یہ ایک درہم کے بدلے لے؟'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''ہم اسے کسی چیز کے عوض نہیں لینا چاہتے اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟'' حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ بلاعوض تمہیں مل جائے؟'' صحابہ کرام نے عرض کیا: ''**اللّٰہ** کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کیونکہ اس کے کان چھوٹے ہیں (ہم اسے تب بھی نہ لیتے) اور جبکہ یہ مرا ہوا ہے تو ہم اسے لینا کیسے پسند کر سکتے ہیں۔'' حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''**اللّٰہ** کی قسم! **اللّٰہ** تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، جس دنیا کے لیے اِنسان مارا مارا پھرتا ہے **اللّٰہ** تعالیٰ کے نزدیک یہ بکری کے مردار بچے سے بھی زیادہ

[1] ...مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص ١٥٨٢، حدیث: ٢٩٥٧۔

حقیر و ذلیل ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک سے مقصود یہ ہے کہ دنیا میں زُہد اختیار کیا جائے (یعنی دنیا کو ترک کیا جائے) اور آخرت میں رغبت کی جائے کیونکہ دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے جیسا کہ دنیا کو ترک کرنا ہر عبادت کی اصل ہے اور یہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ دنیا سے محبت کرنے والا اگر کسی دینی کام میں بھی مشغول ہو پھر بھی اس کے اعمال میں اغراض فاسدہ شامل ہوتی ہیں جبکہ دنیا کو ترک کرنے والا اگر کسی دنیاوی کام میں بھی مشغول ہو تب بھی وہ آخرت کی بہتری کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اسی لیے صوفیاءِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”دنیا سے محبت کرنے والے کو تمام جہان کے مرشد بھی ہدایت نہیں دے سکتے اور دنیا ترک کرنے والے کو تمام جہان کے شیاطین بھی گمراہ نہیں کرسکتے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”مکہ“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) دنیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بکری کے مردار اور بے قیمت حقیر بچے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(2) دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ اور ترکِ دنیا ہر عبادت کی اصل ہے۔

(3) دنیا سے محبت کرنے والا شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے جبکہ دنیا ترک کرنے والا شیطان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا کی محبت سے بچائے اور فکرِ آخرت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:465

اُحُد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرَّۃٍ بِالْمَدِیْنَةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۷، تحت الحدیث: ۵۱۵۷ ملتقطاً۔

اُحُدٌ فَقَالَ: يَا اَبَا ذَرٍّ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ عِنْدِيْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِيْ عَلَيَّ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ اِلَّا شَيْءٌ اُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِيْ عِبَادِ اللهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ، ثُمَّ سَارَ، فَقَالَ: اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ثُمَّ قَالَ لِيْ: مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى، فَسَمِعْتُ صَوْتًا، قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرَدْتُ اَنْ آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ: لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ فَلَمْ اَبْرَحْ حَتّٰى اَتَانِيْ، فَقُلْتُ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: وَهَلْ سَمِعْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيْلُ اَتَانِيْ فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی پتھریلی زمین پر چل رہا تھا کہ اُحد پہاڑ ہمارے سامنے آیا، حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”اے ابو ذر! میں نے عرض کی: ”لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ الله! آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین دن اس حال میں گزر جائیں کہ سوائے قرض کی ادائیگی کے لیے رکھی ہوئی رقم کے اُس پہاڑ میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی ہو مگر یہ کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں اُسے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے خرچ کر دوں۔“ پھر آپ چل پڑے اور ارشاد فرمایا: ”بے شک مالدار لوگ قیامت کے دن مفلس (یعنی کم اجر والے) ہوں گے سوائے اس شخص کے جو اس طرح اور اس طرح اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے خرچ کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔“ پھر مجھ سے فرمایا: ”اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور میرے واپس آنے تک کہیں نہ جانا۔“ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام رات کے اندھیرے میں چل پڑے یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر میں نے ایک بہت اونچی آواز سُنی، میں خوف زدہ ہوا کہ کہیں حضور سے کسی نے تعرض نہ کیا ہو، پس میں نے آپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے آپ کی بات یاد آگئی کہ ”میرے آنے تک یہاں سے نہ جانا“ لہٰذا میں وہیں رُکا رہا

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذهبا، ۴/ ۲۳۱، حدیث: ۶۴۴۴ بتغیر۔

یہاں تک کہ آپ واپس تشریف لے آئے، میں نے عرض کی: ”میں نے ایک بلند آواز سُنی تھی جس سے میں ڈر گیا۔“پس میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”کیا تم نے وہ آواز سُنی تھی؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ فرمایا: ”وہ جبریل (عَلَیْہِ السَّلَام) تھے جو میرے پاس آئے اور کہا کہ ”آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ میں نے کہا: ”اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو؟“ فرمایا: ”اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔“

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس بات کو پسند فرماتے کے ضرورت سے زیادہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کوئی چیز نہ ہو، یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو راہِ خدا میں مال خرچ کرنا بہت محبوب تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نیکی کے کاموں میں جلدی فرماتے، دنیاوی مال اپنے پاس رکھنا پسند نہ فرماتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر:466 اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَھَبًا، لَسَرَّنِیْ اَنْ لَا تَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْہُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُہُ لِدَیْنٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں پسند کروں گا کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے میرے پاس اس میں سے کچھ بھی نہ ہو سوائے قرض کی ادائیگی کے لیے رکھے ہوئے سونے کے۔“

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”مؤمن کو کثرتِ مال کی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے لیے مال کی خواہش کرنے میں حرج نہیں۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اَعمال میں سُستی کرنے کے بجائے جلدی کرنی چاہیے، دیکھو! حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اس بات کو پسند فرمایا کہ اُحد پہاڑ جتنا

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا، ۴/ ۲۳۲، حدیث: ۶۴۴۵۔

سونا تین دن کے اندر خیرات کر دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قرض لیا کرتے تھے کیونکہ آپ اپنے اور اپنے عیال کے لیے غذا کا اہتمام فرماتے، حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے اور محتاجوں کے لئے ایثار فرماتے، نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام کم پر راضی رہتے، تنگی پر صبر فرماتے اور یہی انبیاء وصالحین کی سیرت مبارکہ ہے۔"(1) عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "اس حدیث پاک میں بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا میں زُہد اختیار کرنے کے بہت بلند درجے پر فائز ہیں کہ آپ کو یہ پسند نہیں کہ دنیا کی کوئی چیز آپ کے پاس باقی رہے مگر یہ کہ آپ اسے مستحق افراد میں خرچ کر دیں۔"(2)

مالدار قیامت میں مفلس ہوں گے:

فرمایا کہ مالدار قیامت کے دن مفلس ہوں گے سوائے اُن کے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "مالدار لوگوں کی نیکیاں قیامت کے دن کم ہوں گی یعنی مالداروں نے اگر اپنے مال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں خرچ نہ کیا ہو گا تو یہ مال کی کثرت قیامت میں ان کے لیے نیکیوں میں کمی کا باعث ہو گی اور اگر مالدار نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں مال خرچ کیا تھا تو قیامت کے دن وہ نیکیوں میں بھی غنی ہو گا۔"(3)



"قناعت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مستحق افراد پر صدقہ کرنے کو پسند فرماتے اور اس بات کو ناپسند فرماتے کہ دنیا کی کوئی زائد چیز آپ کے پاس رہے۔

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی احدا ذھبا، ١٠/ ١٦٣۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یسرنی ان۔۔۔الخ، ١٢/ ٢٢٩، تحت الحدیث: ٦٤٤٥۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون ھم المقلون، ١٥/ ٥٢٢، تحت الباب۔

(2) حضور عَلَیْہِ السَّلَام قرض لے کر محتاجوں اور تنگدستوں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن مالدار لوگوں کی نیکیاں کم ہوں گی، جو مالدار اپنا مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ قیامت کے دن غنی ہوگا۔

(4) صدقہ وخیرات کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

(5) جس کے پاس مال موجود نہ ہو اور وہ نیت کرے کہ اگر میں پاس مال ہوتا تو میں اسے راہِ خدا میں خرچ کرتا تو اسے اس اچھی نیت پر ثواب ملے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:467 ناشکری سے بچنے کا ایک نسخہ

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلُ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَکُمْ، فَھُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَۃَ اللہِ عَلَیْکُمْ.(1) وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیْ: اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْہِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلُ مِنْہُ.(2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اپنے سے کم حیثیت والے کو دیکھو اپنے سے زیادہ حیثیت والے پر نظر نہ رکھو، بے شک یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔“ اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے بندے کو دیکھے جسے مال اور خوبصورتی میں اس پر فضیلت دی گئی ہو تو چاہیے کہ اپنے سے کم درجے والے کی طرف نظر کرے۔“

(1) ... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۴، حدیث: ۲۹۶۳۔

(2) ... بخاری، کتاب الرقاق، باب لینظر الی من ھو اسفل منہ...الخ، ۴/ ۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۰۔

تنگدست کی حالت پر غور وفکر کرو:

حدیثِ مذکور میں شکر گزاری وزُہد و قناعت اختیار کرنے اور ناشکری سے بچنے کا بہترین نسخہ بیان کیا گیا ہے کہ جب اِنسان دنیاوی لحاظ سے اپنے سے بہتر کسی شخص کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے سے کم حیثیت والے پر نظر کرلے کہ یہ عمل ناشکری سے بچانے اور مقدر پر راضی رہنے میں اس کا معاون ثابت ہو گا۔ اِمام طَبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث تمام بھلائیوں کی جامع ہے کیونکہ کوئی تنگ دست شخص جب اپنے سے کم حیثیت والے شخص کو دیکھے گا اور اس کے بارے میں غور و فکر کرے گا تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں آشکار ہو جائیں گی اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان سے بہت سے لوگ محروم ہیں۔ اس طرح (غور وفکر) کرنے سے وہ نعمتوں پر شکر ادا کرے گا (اور ناشکری سے بچے گا)۔“[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ بندہ دُنیاوی اُمور میں اپنے سے کم درجے والے پر اور دینی اُمور اپنے سے اعلیٰ، عبادت میں بہترین اور اِستقامت یافتہ شخص پر نظر رکھے۔ حدیث پاک میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس بندے پر رحم فرماتا ہے جس نے دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اُس کا شکر بجالایا اور اُس آدمی پر بھی رحم فرماتا ہے جس نے دِین کے معاملے میں اپنے سے بلند کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور عبادت میں بھرپور کوشش کی۔“[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معاشرے کہ اکثر افراد معتدل حالت پر ہوتے ہیں، اگر انسان اپنے اردگرد کے ماحول میں نظر دوڑائے اور اپنے سے نیچے طبقے والوں کی طرف دیکھے تو اسے اس بات کا احساس ہو گا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا انسان ہے جسے تمام لوگوں میں اپنے اوپر کوئی دکھائی نہیں دیتا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سے نیچے والوں کی طرف نہ دیکھے کہ اس صورت میں یہ غرور و تکبر، خود پسندی اور فخر کرنے کے فعل بد میں مبتلا ہو سکتا ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ یہ ہمیشہ ان نعمتوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے اور بالفرض اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب لینظر الی من ھو اسفل منه، ١٠/ ١٩٩ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔ الخ، ٢/ ٣٩٤، تحت الحدیث: ٤٦٦ ملتقطاً۔

وہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقر و تنگدستی کا شکار ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالٰی نے اسے کثرتِ مال کے ذریعے دنیا کے فتنے میں مبتلا نہیں فرمایا۔ اسی لیے حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب کسی دنیادار کو دیکھتے تو (مالِ دنیا کے وبال سے بچنے کے لیے) فرماتے: ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْعُقْبٰی یعنی اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔“[1]



”ابوبکر“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) دنیاوی معاملات میں اپنے سے کم حیثیت اَفراد پر نظر رکھنی چاہئے اور دینی معاملات میں اپنے سے بہتر پر۔

(2) دنیاوی معاملات میں اپنے سے بہتر شخص کو دیکھنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناشکری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(3) دِین کے معاملے میں اپنے سے بہتر شخص کو دیکھنے سے زیادہ عبادت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو دنیاوی معاملات میں اپنے سے کم تر کو دیکھ کر شکرِ الٰہی بجالائے۔

(5) مالدار لوگوں کے پاس کم جانا چاہیے کہ اُن کی دولت دیکھ کر بندہ اپنی نعمتوں کو کم خیال کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناشکری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(6) حرص کم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جو دنیاوی مال و دولت کے حریص نہ ہوں بلکہ نیکیوں کے حریص ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مال و دولت کی حرص سے بچائے اور قناعت کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹/ ۹۵، تحت الحدیث: ۵۲۴۲ ملخصاً۔

حدیث نمبر:468

درہم ودینار کا غلام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِیْفَةِ وَالْخَمِیْصَةِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَمْ یُعْطَ لَمْ یَرْضَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رؤوف ورحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہلاک ہو درہم ودینار، مخملی چادر اور سیاہ دھاری دار کپڑے کا غلام کہ اگر اسے دیا جائے تو راضی رہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو۔“

حدیثِ مذکور میں مال ودولت کے حریص کو درہم ودینار کا غلام کہا گیا ہے اور ایسے شخص کے لیے حضور عَلَیْهِ السَّلَام نے دعائے ضرر فرمائی ہے۔ عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ”درہم ودینار کا غلام ہلاک ہو یعنی جو انہیں کی طلب میں لگا رہے، اس کی ساری جدوجہد انہیں کے حصول کے لیے ہو تو وہ درہم ودینار کا غلام ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں دعائے ضرر کرنا جائز ہے کیونکہ وہ فانی دنیا کی آسائشوں کے حصول میں مشغول ہو گیا اور اس نے باقی رہنے والی اُخروی زندگی کی نعمتوں کے لیے کوشش ترک کر دی۔“[2]

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں اس بندے کو درہم ودینار یعنی مال ودولت کا غلام کہا گیا ہے جو دنیا کی محبت اور دنیاوی خواہشات کی تکمیل میں اس قدر غرق ہو کہ چھٹکارا مشکل ہو جائے جیسے قیدی کے لئے قید خانے سے چھٹکارا مشکل ہوتا ہے۔ یہاں ایسے ہی شخص کے لئے دعائے ضرر کی گئی ہے۔ مطلقاً مال ودولت جمع کرنا باعثِ مذمت نہیں کیونکہ بقدرِ حاجت دنیوی مال جمع کرنا منع نہیں، بلکہ ضرورت سے زیادہ مال قابلِ مذمت ہے۔“[3]

بہت عمدہ لباس سے تکبر پیدا ہوتا ہے:

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور

1 . . . بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ۲/۲۷۷، حدیث: ۲۸۸۶۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجھاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ۵/۸۳ ملخصاً۔

3 . . . شرح الطیبی، کتاب النکاح، الفصل الاول، ۶/۲۴۱، تحت الحدیث: ۳۰۸۶۔

میں اُس خوبصورت لباس کی مذمت بیان کی گئی ہے جس سے دُنیا کی ظاہری زینت حاصل کرنا مقصود ہو اور اس لباس کو پہن کر دل دنیاوی اَوصاف یعنی غرور و تکبر سے محفوظ نہ رہ سکے اور خاص طور پر وہ لباس جس کا پہننا حرام یا مکروہ ہے وہ شدید قابلِ مذمت ہے کیونکہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا اور جو شخص باریک لباس پہنتا ہے اس کا دِین کمزور ہو جاتا ہے، اسی طرح غرور و تکبر کی بنا پر آستین لمبی کرنا اور دامن لٹکا کر چلنا حرام ہے اور اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ۔ بہر حال ایسے کپڑے پہننا جو شریعت میں مباح ہیں ان کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ (پ۸، الاعراف: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔(1)

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''روپیہ پیسہ سے مراد عام مال ہے، چونکہ نقد سکہ عموماً پیارا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کا مال حاصل کیا جاتا ہے اس لیے دینار و درہم کا ذکر فرمایا۔ خمیصہ یا تو نقشیں چادر ہے یا فاخرہ لباس یعنی جو ان چیزوں کی محبت میں گرفتار ہو کہ اس کی نظر ان میں ایسی لگی ہو کہ اسے کبھی آخرت یاد نہ آوے۔ اُسے **اللہ** تعالیٰ دنیا دے دے تو خوش رہے اگر کبھی اس پر تنگی آجاوے تو رب سے ناراض ہو جاوے، کفریات بکنے لگے یا اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یا سلطانِ اسلام یا کوئی بھی اسے دنیا دے دے تو اُن سے راضی رہے ورنہ اُن سے ناراض ہو جاوے، اس بندۂ نفس کا کوئی اعتبار نہیں اسے جو چاہے دنیا کے عوض خرید لے۔''(2)

مدنی گلدستہ

''کربلا'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر جمع کیا جانے والا مال قابلِ مذمت اور باعثِ ہلاکت ہے۔

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/۱۱، تحت الحدیث: ۵۱۶۱ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۵۔

(2) غرور و تکبر کی وجہ سے آستین لمبی رکھنا یا دامن گھسیٹ کر چلنا ناجائز و حرام ہے۔
(3) ہر وہ لباس قابلِ مذمت ہے جس سے صرف دنیاوی زیب وزینت مقصود ہو اور اسے پہن کر انسان غرور و تکبر، خود پسندی اور ریاکاری جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو جائے۔
(4) مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننا ناجائز و حرام ہے۔
(5) جو حصولِ مال میں ایسا مگن ہو کہ آخرت کو یکسر بھول جائے تو ایسا شخص مال کا غلام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا اور اس کے مال کی ناجائز محبت سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:469

اَصحابِ صُفہ کا فَقر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْكَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهُ بِیَدِهٖ كَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے اصحابِ صُفہ میں سے ستر افراد کو اس حالت میں دیکھا کہ انکے پاس چادر نہ ہوتی صرف تہبند ہوتا تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھتے تھے تو اُن میں سے بعض کا تہبند آدھی پنڈلی تک پہنچتا اور بعض کا ٹخنوں تک اور وہ اسے بے پردگی کے خوف سے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے رکھتے۔“

اَصحابِ صُفہ کا طرزِ زندگی:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صفہ کہتے ہیں چبوترے کو۔ مسجد نبوی شریف سے متصل طلباء کے لیے ایک چبوترہ مقرر کیا گیا تھا جہاں یہ علم سیکھنے

[1] . . . بخاری، کتاب الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، ۱ / ۱۶۹، حدیث: ۴۴۲۔

والے حضرات رہتے تھے انہیں ”اَصحابِ صُفّہ“ کہتے تھے، اُن کی تعداد کل چار سو ہے۔ اُن کے منتظم حضرت ابوہریرہ تھے یہ خود بھی انہی میں سے تھے۔ ان حضرات نے اپنے کو دِین کے لیے وقف کر دیا تھا، مدینہ پاک میں رہتے تو علم سیکھتے تھے ورنہ جہاد میں جاتے تھے، اہل مدینہ اُن کو اپنے صدقات وخیرات دیتے تھے۔ آج کل بھی دِینی مدارس میں یہی ہوتا ہے، آج کل کے دینی مدارس کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں اَصحابِ صفہ کا فقر وزُہد بیان کیا گیا ہے کہ اُن میں سے کسی کے پاس قمیص تو تھی ہی نہیں صرف تہبند تھا وہ بھی اتنا چھوٹا کہ یہ حضرات اُس ایک کپڑے میں پورا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتے تھے نیز جب یہ لوگ سجدے اور رکوع میں جاتے یا اُٹھتے بیٹھتے تو اپنے کپڑے کو ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے کیونکہ اُن کپڑوں کی چوڑائی بہت کم تھی اگر ہاتھ سے نہ پکڑتے تو کھل جاتا۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اہل صُفہ کیسی سادہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ خوبصورت لباس، اچھی سواری، عمدہ کھانے اور پُرسکون رہائش میسر آنا تو دور کی بات ہے ان کے پاس تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے بھی اَسباب موجود نہ تھے۔ فقر وفاقے کی اس شدت کے باوجود وہ کبھی اپنی زبان پر حرفِ شکایت نہ لاتے بلکہ ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر اَدا کرتے اور دِینِ اسلام کی نشرواشاعت اور علم دین کے حصول میں مشغول رہتے۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اہلِ صفہ کا ایک تہبند یا کمبل پر اکتفا کرنا دنیا کی زینتوں سے بے رغبت ہونے اور عبادت میں مشغول ہونے اور آخرت کے گھر کو آباد کرنے کی وجہ سے تھا۔ حَافِظ اَبُو نُعَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اَصحابِ صُفہ کے اَحوال سے ظاہر ہوتا ہے اور اُن کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر فقر کا غلبہ تھا اور انہوں نے قِلّتِ مال کو ترجیح دی اور اسی کو پسند کیا اسی وجہ سے نہ انہیں کبھی دو کپڑے میسر آئے اور نہ ہی ان کے لیے کبھی دو قسم کا کھانا آیا۔“[2]

مدنی گلدستہ

”کریم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٧/٦٦۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا...الخ، ٢/٣٩٧، ٣٩٨، تحت الحدیث: ٤٦٨ ملتقطاً۔

(1) اَصحابِ صفہ کے فقر کا یہ عالم تھا کہ اُن کے پاس جسم چھپانے کے لیے ایک مکمل چادر بھی نہ تھی، انہوں نے اپنے لئے فقر کو پسند کیا اور اسی پر راضی رہے۔

(2) اصحابِ صفہ نے دِین کی خاطر بہت قربانیاں دیں، دِین کی نشر واشاعت میں ان کا بہت اہم کردار ہے۔

(3) اصحابِ صفہ کی تعداد چار سو تھی۔ ان کی زندگی خدمتِ دین، حصول علم، جہاد اور صحبتِ نبوی میں گزرا کرتی، وہ حضرات کبھی بھی کسی سے سوال نہ کرتے اہلِ ثروت صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ان کی معاونت کیا کرتے تھے۔

(4) جسے آخرت کی تیاری کی فکر ہو اس کے لئے دنیاوی مصائب وآلام پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مصائب بہت جلد ختم ہو جائیں گے پھر جنت کی دائمی نعمتوں میں رہنا نصیب ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 470 دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔“

شہوات کو ترک کرنے والا قید میں ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”مؤمن کے لیے دنیا قید خانہ اس وجہ سے ہے کہ مؤمن اپنے نفس کو لذتوں سے دُور رکھ کر اسے سختیوں میں مبتلا کرتا ہے تو دنیا اس کے لیے قید خانہ بن جاتی ہے اور کافر اپنے نفس کی تمام خواہشات پوری کرتا ہے تو یہ دنیا ہی اس کے لیے جنت کی طرح ہے۔“

1 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۶۔

قاضی فُضَیل بن عیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ”جس نے دنیا کی لذتوں اور اس کی شہوات کو ترک کیا وہ تو قید میں ہے لیکن جو دنیا کی لذتوں کو ترک نہیں کرتا اور اُن سے لطف اندوز ہوتا ہے وہ کونسی قید میں ہے؟“ (یعنی جس کے لیے دنیا قید نہیں اس کے لیے آخرت قید ہے) مزید فرماتے ہیں: ”اس قید کی مختلف صورتیں ہیں اور انسان کی حالت بدلنے کے ساتھ اس قید کی صورت بھی بدل جاتی ہے۔ اس قید خانے میں انسان کو تکلیف پہنچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان کو فرائض وواجبات ادا کرنے اور حرام مال سے اجتناب کرنے کا پابند کیا گیا ہے اس پابندی سے جو پریشانی ہوتی ہے وہ اس قید کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح انسان کو گرمی اور سردی سے، مصیبتوں کے نازل ہونے سے، مہنگائی سے، اہل محبت کی وفات سے اور دُشمنوں کے غالب آنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی قید کا حصہ ہے۔ اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ماں کے رحم میں نطفے کی تخلیق ہونے پھر اس کے مختلف مراحل سے گزرنے سے لے کر جھولے میں آنے تک انسان کو جو تکلیف ہوتی ہے یہ بھی دنیا کے قید خانے کی ایک صورت ہے اور اس تکلیف کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍؕ(۴)﴾ (پ ۳۰، البلد: ۴) (ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔) یعنی وہ ہمیشہ بڑی مشقت میں رہتا ہے اور اس مشقت کی ابتدا ماں کے تنگ و تاریک رحم سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء موت پر ہوتی ہے۔ دنیا کی اس قید سے چھٹکارا پانے کے بعد دو صورتیں ہیں: یا تو بندے کو بادشاہی لباس پہنا کر ہمیشہ کے لیے جنت کے اعلیٰ درجوں میں ٹھہرا دیا جائے گا یا پھر وہ غضبِ الٰہی کا شکار ہوگا اور اسے جہنم میں دھکیلنے والے فرشتوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ اسے دنیا کی عارضی اور معمولی قید سے نکال کر ہمیشہ رہنے والی سخت قید میں ڈال دیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے۔[1]

دنیا کافر کے لیے جنت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مؤمن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لیے آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگاتا۔ جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے اور کافر خواہ کتنے ہی تکالیف میں ہوں مگر آخرت کے

---

1 ... مرقاة المفاتيح، كتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۷، ۸، تحت الحديث: ۵۱۵۸ ملخصاً۔

عذاب کے مقابلہ اس کے لیے دنیا باغ اور جنت ہے وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے، لہٰذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مؤمن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے فرمایا: اے ابو ذَر! دنیا مؤمن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ، جنت اس کے رہنے کا مقام ہے اور دنیا کافر کے لیے جنت ہے، موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانا۔"[1] منقول ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی داوٗد جیل سے رہا ہو گیا۔[2]

مؤمن دنیا میں تنگدست کیوں ہوتا ہے؟

منقول ہے کہ حضرتِ سیدنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کیا: "یا رب عَزَّوَجَلَّ! تیرا مؤمن بندہ دنیا میں تنگدست کیوں ہوتا ہے؟ تو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھولا گیا جب انہوں نے اس کی نعمتیں ملاحظہ کرلیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: "اے موسیٰ! یہ وہ نعمتیں ہیں جنہیں میں نے اپنے مؤمن بندے کے لیے تیار کیا ہے۔" اس پر موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: "یا رب عَزَّوَجَلَّ! تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تیرا بندہ پیدائشی طور پر ٹُنڈا اور لولا لنگڑا ہو اور جب سے تو نے اسے پیدا کیا اس وقت سے لے کر قیامت تک اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے جبکہ اس کا ٹھکانا یہی ہو تو گویا اس نے کبھی کوئی پریشانی نہیں دیکھی" پھر موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: "تیرے کافر بندے کے لیے دنیا اتنی کشادہ کیوں ہوتی ہے؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر جہنم کا ایک دروازہ کھولا گیا اور فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! میں نے اس کے لیے یہ عذاب تیار کیا ہے تو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: "یارب عَزَّوَجَلَّ! تیری عزت وجلال کی قسم! جس دن سے تو نے اسے پیدا فرمایا ہے اگر وہ اس دن سے قیامت تک دنیا میں خوشحال رہے جبکہ اس کا ٹھکانہ یہ ہو تو گویا اس نے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔"[3]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۸، تحت الحدیث: ۵۱۵۸۔

3 . . . مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۱۶۱، حدیث: ۱۱۷۶۷۔



”شیرِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مومن دنیا میں اپنی نفسانی خواہشات کو ترک کرتا ہے اسی لیے دنیا اس کے لیے قید خانہ ہے اور کافر دنیا میں اپنی تمام خواہشات پوری کرتا ہے اسی لیے دنیا اس کے لیے جنت ہے۔

(2) دنیا کے قید خانے میں اِنسان کو مختلف صورتوں میں تکلیف پہنچتی ہے جیسے بیمار ہونا، دوست اَحباب کی وفات ہونا، دشمنوں کی طرف سے تکلیف پہنچنا یہ سب اسی قید کا حصہ ہے۔

(3) مسلمان کو دنیا میں پہنچنے والی تکلیف آخرت میں ملنے والی نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جبکہ کافر کو دنیا میں جو نعمتیں ملتی ہیں وہ آخرت میں ملنے والے عذاب کے سامنے کچھ نہیں۔

(4) دنیا مؤمن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ، جنت اس کے رہنے کا مقام ہے اور دنیا کافر کے لیے جنت ہے، موت اس کی پکڑ کا دِن اور دوزخ اس کا ٹھکانا۔

(5) جب داؤد طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا وِصال ہوا تو غیب سے آواز آئی، داؤد جیل سے رہا ہوگیا۔

(6) مسلمان اگر دنیا میں خوشحال زندگی بسر کرے تو بھی آخرت کی نعمتوں کے اعتبار سے یہ دنیا اس کے لیے قید خانہ ہے اور اگر کافر دنیا میں پریشان حال ہو تب بھی یہ دنیا اس کے لیے جنت ہے کیونکہ اُسے آخرت میں جو عذاب ملنے والا ہے اس کے مقابلے میں یہ دنیا کی پریشانی جنت کی مانند ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 471

دنیا میں مُسافِر کی طرح رہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِمَنْكِبَيَّ، فَقَالَ: كُنْ فِی الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا

اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ.(1)

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فِيْهَا، وَلَا بِالْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلَا تَشْتَغِلْ فِيْهَا بِمَا لَا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ اِلَى اَهْلِهِ، وَبِاللهِ التَّوْفِيْقُ.(2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے کندھے پکڑ کر ارشاد فرمایا: ”دنیا میں یوں رہو گویا کہ تم مسافر یا راستہ طے کرنے والے ہو۔“ حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے کہ ”جب تم شام کرلو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرلو تو شام کے منتظر نہ رہو اور حالت صحت میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرلو۔“

امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”محدثین کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ دنیا کی طرف مائل نہ ہو، دنیا کو وطن نہ بناؤ، نفس کو لمبی زندگی کی امید نہ دلاؤ اور دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو، اس سے صرف اتنا تعلق رکھو جتنا گھر کی طرف لوٹنے والا مسافر دوسرے وطن سے رکھتا ہے۔“

دنیا منزل ہے اور آخرت وطن:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ نبی کریم، رؤوف ورحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے پیارے صحابی حضرت سیدنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا کندھا پکڑ کر انہیں نصیحت فرمائی۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”کندھا پکڑنا قلبی فیض دینے کے لیے تھا قلبی فیض کے بغیر نصیحت اثر نہیں کرتی۔ زبان سے قال دیا جاتا ہے نگاہ سے حال عطا کیا جاتا ہے، صرف قال بغیر حال مفید نہیں۔ نیز مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو سفر پر نکلے اگرچہ کسی جگہ چند دن ٹھہر جائے مگر راہ گیر وہ ہے جو کسی جگہ دوپہری گزارنے کے لیے بیٹھ جائے یہ دونوں سفر اور جنگل میں دل نہیں لگاتے تم بھی دنیا میں دل نہ لگاؤ، مسافروں کی طرح اگلی منزل کے لیے تیار رہو، دنیا منزل

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک۔۔۔الخ، ۴/ ۲۲۳، حدیث: ۶۴۱۶۔

2 . . . ریاض الصالحین، باب فضل الزھد فی الدنیا والحث علی التقلل منھا وفضل الفقر، ص ۱۴۹، تحت الحدیث: ۴۷۱۔

ہے آخرت وطن، منزل پر کچھ دیر آرام کرلو مگر غافل ہو کر سو نہ جاؤ سفر کا سامان باندھے تیار رہو، جب موت کی ریل آئے تمہیں تیار پائے ہر وقت اس کے منتظر رہو۔ ''[1] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب وزینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہو گی۔ ''[2] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ مذکور میں مسافر کی طرح زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ مسافر کی لوگوں سے جان پہچان بہت کم ہوتی ہے اسی وجہ سے اس میں حسد، عداوت، کینہ، نفاق اور مخالفت نہیں ہوتی اور یہ تمام رذائل لوگوں سے میل جول رکھنے کی بنا پر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسافر کے پاس وہ چیزیں بھی نہیں ہوتیں جو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کریں جیسے مال، مکانات، باغات، کھیتی اور اہل وعیال وغیرہ۔ اسی وجہ سے حدیث پاک میں مسافر کی طرح زندگی گزارنے کا کہا گیا ہے کہ نہ وہ خود بُری صفات کا حامل ہوتا ہے اور نہ اس کے پاس وہ چیزیں ہوتی ہیں جو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کریں۔ ''[3]

مدنی گلدستہ

''حُسین'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دنیا اور اس کے مال سے دل نہیں لگانا چاہیے ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے پر تکلیف ہو گی۔

(2) مسلمان کو اپنی زندگی ایسے گزارنی چاہیے کہ لوگوں سے ضرورت کی حد تک میل ملاپ رکھے، اپنے دل کو حسد، کینہ اور بغض جیسے امراض سے پاک رکھے اور غفلت والے کاموں سے بچتے ہوئے نیک اعمال میں مصروف رہے۔

(3) جو شام کرلے وہ صبح تک زندہ رہنے کی امید نہ رکھے اور جو صبح کرلے وہ شام تک زندہ رہنے کی امید نہ رکھے بلکہ ہر وقت موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷ / ۹۰ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲ / ۴۳۸۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کن فی الدنیا کانک ۔۔۔ الخ، ۱۵ / ۵۰۰، تحت الحدیث: ۶۴۱۶ ملخصاً۔

(4) لمبی امیدوں سے بچنا چاہیے کہ جو شخص طویل زندگی کی امید کرتا ہے وہ نیک اعمال میں سستی کا شکار ہو جاتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ترک کر دیتا ہے اور دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی حفظ و امان میں رکھے، لمبی امیدوں سے بچائے اور موت سے پہلے موت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 472

مقبولیت کا نسخہ

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ اَحَبَّنِيَ اللهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فَقَالَ: اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عباس سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں وہ کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت فرمائے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں“ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”دنیا سے بے رغبت رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے محبت فرمائے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ، لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔“

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے، محبتِ خلق محبتِ خالق کی علامت ہے، لہٰذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی تھی کہ مولیٰ ﴿وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۸۴) آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما، لہٰذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔“(2)

1 ... ابن ماجة، کتاب الزهد، باب الزهد فی الدنیا، ۴/ ۴۲۲، حدیث: ۴۱۰۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۴ ماخوذاً۔

دنیا سے بے رغبتی:

"دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں: محبت دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دُشمن سے محبت نہیں کرتا دُشمن کا دُشمن بھی دوست ہوتا ہے۔ نیز جو دنیا سے بے رغبت ہو گا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔"[1] اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "زُہد سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت پیدا ہوتی ہے یہ اس بات پر دلیل ہے کہ زُہد بہت اعلیٰ اور افضل عمل ہے کیونکہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا سبب بنایا گیاہے اور دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔"[2]

لوگوں کے اموال سے بے رغبتی میں عزت کیوں؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الوَالِی فرماتے ہیں: "لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت فطری طور پر رکھی گئی ہے اور یہ محبت ان کے دلوں پر نقش ہوگئی ہے تو جو کوئی انسان سے اس کی پسندیدہ چیز میں جھگڑتا ہے تو انسان اس سے نفرت کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور جو کوئی انسان کی پسندیدہ چیز میں اس کے معارض نہیں آتا انسان اس سے محبت کرتا ہے اور اسے عزت دیتا ہے۔ اسی لیے مشہور تابعی حضرت سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "لوگ آدمی کے عزت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ ان کی دنیا کا خواہشمند ہوتا ہے تو وہ اُسے حقیر سمجھتے ہیں اور اس کی بات کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔" منقول ہے کہ اہلِ بصرہ میں سے کسی سے پوچھا گیا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ اس نے جواب دیا: "حضرت سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ" پوچھنے والے نے کہا "انہیں تمہارے نزدیک یہ مقام و مرتبہ کیوں حاصل ہے؟ اس نے کہا: "ہم ان کے علم سے دلیل پکڑتے ہیں اور وہ ہماری دنیا سے بے نیاز ہیں۔"[3]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: "دنیا کا

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۴ملتقطا۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۵۱، تحت الحدیث: ۵۱۸۷۔

3 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۶۱۵، تحت الحدیث: ۹۶۰۔

دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے۔ جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اس سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہو گا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔“[1]

مال سے محبت کی جائز و محمود صورت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مال و دولت اور دنیا کی ایسی محبت مذموم ہے جو شہواتِ نفسانی کی تکمیل کے لیے ہو کیونکہ ایسی محبت انسان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے۔ بہر حال بھلائی کے کام کرنے، محتاج کی حاجت روائی کرنے، ستم رسیدہ کی مدد کرنے، تنگدست کو کھانا کھلانے کے لیے مال سے محبت کرنا عبادت ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اچھا (یعنی حلال) مال نیک مرد کے لیے بہت ہی اچھا ہے کہ وہ اس مال کے ذریعے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرتا ہے۔“[2]



”محبتِ الٰھی“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) دنیا میں زُہد اختیار کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور پر ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے لہٰذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں۔

(3) جو محبتِ دنیا سے باز رہے، زائد دنیاوی اشیاء سے پرہیز کرے، آخرت کی تیاری میں مشغول رہے وہی زاہد و قانع ہے۔

(4) زُہد بہت افضل و اعلیٰ عمل ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا سبب ہے۔

(5) اگر بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے، یتیموں کی کفالت کرنے، مسکینوں کی مدد کرنے، محتاجوں کو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۴۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۴۰۲، تحت الحدیث: ۴۷۱۔

کھانا کھلانے کے لیے مال سے محبت ہو تو ایسی محبت جائز و محمود ہے۔

(6) دنیا سے محبت کرنے والے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ ناراض ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت دنیا سے نفرت کرنے میں ہے۔

(7) ایک دل میں دنیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت جمع نہیں ہو سکتی۔

(8) بندے کا زُہد اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ دنیا پر قدرت رکھنے کے باوجود اسے ترک کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 473

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک زُہد

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِيْ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بِهِ بَطْنَهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس چیز کا ذکر کیا جو لوگوں نے دنیا سے حاصل کی پھر فرمایا: "میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دن بھر (بھوک کی وجہ سے) بے قرار ہوتے دیکھتا اور آپ کو ردی کھجوریں بھی پیٹ بھر میسر نہ ہوتیں۔"

حضور کا فقر اختیاری تھا:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ بھوک اِختیاری تھی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ زہد اور فقر مجبوری کے طور پر نہ تھا۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے فقر اختیاری ہونے پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ

[1] ...مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۹۱، حدیث: ۲۹۷۸۔

نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: "میرے رب نے مجھ پر مکہ کی ایک وادی کو پیش کیا کہ وہ اسے میرے لیے سونا بنادے تو میں نے عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔" یا عرض کی: "تین دن کھاؤں اور تین دن بھوکا رہوں، جب بھوکا رہوں گا تو تیرے حضور گریہ و زاری اور تیرا ذکر کروں گا اور جب کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد و ثناء بجالاؤں گا۔"[1]

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ...... دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

صحابہ کرام کا زُہد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دن بھر فاقہ فرمایا حالانکہ بھوک کی شدت کی وجہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر کمزوری کے آثار ظاہر تھے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام بھی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرتے ہوئے دنیا کی عیش و عشرت سے کنارہ کشی اختیار کرتے، فقر و فاقے کی صعوبتیں اُٹھاتے اور نفس کو شہوات سے دور کر کے مشقت برداشت کرنے پر مجبور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سے بہتر لباس پہن سکتا ہوں، اچھا کھانا کھا سکتا ہوں اور آسائش والی زندگی گزار سکتا ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سینے کے گوشت، گھی، آگ پر بھنے ہوئے گوشت، چٹنی اور چپاتیوں سے ناواقف نہیں ہوں لیکن (انہیں اس لیے استعمال نہیں کرتا کہ) میں نے سنا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نعمت و آسائش پانے والی قوم کو عار دِلائی ہے۔ جیسا کہ اِرشادِ خداوندی ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَاۚ (پ۲۶، الاحقاف: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے فرمایا جائے گا تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے۔[2]

مذکورہ حدیثِ پاک کے علاوہ اور کئی احادیث ہیں جن میں کم کھانے اور زہد اختیار کرنے کی ترغیب

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف۔۔۔الخ، ۴/۱۵۵، حدیث: ۲۳۵۴۔

2 . . . الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الفقر، ص ۲۰۴، حدیث: ۵۷۹ مختصرا۔

دلائی گئی ہے۔ حقیقت ہے کہ زبان کی وقتی لذت اور نفس کی ہوس مٹانے کے لیے زیادہ کھانے میں بہت نقصان ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ زیادہ کھانے والا عبادت میں سستی کا شکار ہو جاتا ہے اس کے برعکس بھوک کی مشقت برداشت کرنے والے لوگ عبادت پر زیادہ کمربستہ ہوتے ہیں۔



”صدیق“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نبی کریم، رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فقر مجبوری کے طور پر نہ تھا بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود فقر اختیار کیا اور اپنے لیے بھوک کو پسند فرمایا۔

(2) بھوک سے دل نرم وصاف ہوتا ہے، عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے، خواہشات کم ہو جاتی ہیں، نیند کم آتی ہے، رِزق فراخ ہوتا ہے، جسم تندرست رہتا ہے، علم وعمل کی قوت ملتی ہے اور صدقہ وایثار کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حالات پر ہر وقت نظر رکھتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر دِل وجان سے عمل کیا کرتے تھے۔

(4) جس کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہو تو اسے چاہئے کہ بزرگوں کی سیرت پر نظر رکھے اس طرح اسے مال ودولت کے وبال سے بچنے میں مدد ملے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سیرتِ طیبہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:474

کاشانۂ اَقدس میں تھوڑے سے جَو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ

ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ، فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہوا تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو کسی جاندار کی غذا بن سکے، البتہ تھوڑے سے جَو میری طاق میں رکھے ہوئے تھے، میں ایک عرصے تک انہیں کھاتی رہی پھر میں نے (ایک دن) ان کا وزن کیا تو وہ ختم ہوگئے۔"

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ حدیثِ پاک حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انتہائی زہد کو ظاہر کررہی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے اس قدر بے رغبت تھے کہ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے، اسی لئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے وقت محبوبۂ محبوبِ خدا، اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس تھوڑے سے جَو کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی حالانکہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام وہ محترم ہستی ہیں کہ مشرق سے مغرب تک ساری دنیا آپ کی فرمانبردار ہے اور زمین کے خزانے سونا اور چاندی آپ کے پاس لائے گئے مگر آپ نے فقر کو پسند فرمایا۔"[2]

وزن کرنے پر جَو ختم ہونے کی وجہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس غیر معین مقدار میں جَو موجود تھے اور ان کا وزن معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان میں برکت تھی حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ان کی کمی کی وجہ سے ہمیشہ یہ گمان کرتی تھیں کہ عنقریب یہ ختم ہوجائیں گے لیکن ان میں برکت ہوتی رہتی تھی پھر جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اُن کا وزن کیا تو آپ نے جان لیا کہ یہ مزید کتنی مدت باقی رہیں گے پس جیسے ہی وہ مدت پوری ہوئی جَو ختم ہوگئے۔"[3]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "جو برکت یہاں ظاہر ہوئی یہ خصوصاً

1 . . . بخاری، کتاب فرض الخمس، باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ، ۲/ ۳۴۱، حدیث: ۳۰۹۷۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۴۰۵، تحت الحدیث: ۴۷۳۔

3 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الخمس، باب نفقۃ نساء النبی علیہ السلام بعد وفاتہ، ۵/ ۲۶۱۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لیے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے ہوئی اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی برکت سے چیزوں میں برکت ہونا کئی اَحادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے تھوڑی سی کھجوروں میں برکت کی دعا کی تو وہ سیدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت تک ان میں سے خود بھی کھاتے رہے دوسروں کو بھی کھلائیں اور کئی من کھجوریں راہِ خدا میں بھی خرچ کیں۔ اسی طرح حضرتِ سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو کچھ کھجوریں عطا کیں، وہ، اس کے گھر والے اور مہمان ان کھجوروں میں سے کھاتے رہے مگر وہ ختم نہ ہوئیں، پھر اس نے کھجوروں کا وزن کیا تو ختم ہو گئیں۔ اس نے بارگاہِ رسالت میں ماجرا عرض کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا: ”اگر تم ان کا وزن نہ کرتے ہیں تو وہ تمہارے لیے بچی رہتیں۔“[1]

دو حدیثوں میں تطبیق:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ وزن کرنے پر جَو اور کھجوریں ختم ہو گئیں، جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ ”کِیلُوْا طَعَامَکُمْ یُبَارَكْ لَکُمْ فِیْہِ یعنی اپنے کھانے کا وزن کرو تمہارے لیے اس میں برکت ہو گی۔“ تو ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے ہو گی؟ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں: (1) جس حدیثِ پاک میں تولنے کا حکم ہے وہاں مراد ملکیت میں آتے وقت وزن کرنا ہے یعنی جب کوئی چیز خریدو تو وزن کر کے خریدو۔ (2) یا تولنے سے مراد یہ ہے کہ جب کچھ خرچ کرنا ہو تو خرچ کرنے والی مقدار کا وزن کر لو تاکہ ضرورت سے کم یا زیادہ نہ ہو لیکن جو باقی بچ جائے اس کا وزن نہ کرو۔“[2]



”عائشہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تھوڑے سے

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، ۱۲/ ۲۴۷، ۲۴۸، تحت الحدیث: ۶۴۵۱ ملتقطا۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب الخمس، باب نفقة نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ، ۱۰/ ۴۳۳، تحت الحدیث: ۳۰۹۷۔

جَو کے علاوہ کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زمین کے خزانے عطا کیے گئے تھے، آپ چاہتے تو اپنے تمام متعلقین کو مال ودولت سے مالامال کر دیتے لیکن آپ نے اپنے لئے بھی اور انکے لئے زُہد کو پسند فرمایا۔

(3) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی برکت سے تھوڑی سی چیز میں بھی بہت زیادہ برکت ہو جاتی ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اپنی چیزیں لایا کرتے اور ان پر برکت کی دعا کروایا کرتے تھے۔

(5) کوئی چیز خریدتے یا بیچتے وقت یا خرچ کرتے وقت اس کا وزن کر لیا جائے مگر خرچ کے بعد جو بچ جائے اس کا وزن نہ کیا جائے کہ اس سے برکت زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:475

شہنشاہِ کَونَین کا ترکہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا، قَالَ: مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِیْنَارًا، وَلَا دِرْہَمًا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا اَمَۃً، وَلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاءَ الَّتِیْ کَانَ یَرْکَبُہَا، وَسِلَاحَہٗ، وَاَرْضًا جَعَلَہَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا جُوَیرِیہ بنتِ حارث کے بھائی حضرت عَمرو بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی وفات کے وقت دینار چھوڑے نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی نہ کوئی اور چیز سوائے ایک سفید خچر کے جس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام سواری فرمایا کرتے تھے اور سوائے ہتھیار اور زمین کے جسے آپ نے مسافروں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

انبیاء کا ترکہ صدقہ ہے:

حدیثِ مذکور سے واضح ہوا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بوقتِ وصال کوئی مال و دولت نہیں

1 ۔۔۔ بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا۔۔۔الخ، ۲/۲۳۱، حدیث: ۲۷۳۹، کتاب المغازی، باب مرض النبی۔۔۔الخ، ۳/۱۶۰، حدیث: ۴۴۶۱ ملتقطا۔

چھوڑا جس میں میراث جاری ہوتی کیونکہ جو کچھ آپ کے پاس آتا وہ حاجت مندوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ''لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَةٌ یعنی ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔''[1]

حضور نے غلاموں کو آزاد کر دیا تھا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''حضورِ انور کے جو لونڈی غلام تھے یا تو حضور کی حیات شریف میں وفات پاگئے تھے یا حضورِ انور نے انہیں آزاد فرمادیا تھا، آپ نے کوئی غلام یا لونڈی نہ چھوڑی۔''[2]

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ بوقتِ وِصال حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ملکیت میں تین چیزیں تھیں۔ (1) خچر (2) ہتھیار (3) اور زمین۔ چونکہ یہ بڑی چیزیں تھیں اس لئے صرف انہیں بیان کیا گیا ورنہ ان کے علاوہ بھی کچھ عام استعمال کی چیزیں آپ کی ملکیت میں تھیں۔ بعض محدثین نے ان کی بھی تفصیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ **عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس چھ (6) خچر تھے جن میں دُلدُل، فضّہ، اور ایلیہ شامل ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے وِصال کے بعد جو خچر باقی رہا وہ **دُلدُل** ہے، جو مقوقس شاہ اسکندریہ نے آپ کو تحفۃً دیا تھا، یہ کافی عرصے تک زندہ رہا، پہلے یہ حضرت سَیِّدُنَا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس رہا، ان کے بعد حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللّٰہ** بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس رہا اور حضرت سَیِّدُنَا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں اس کا انتقال ہوا۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس ہتھیار بھی تھے ان ہتھیاروں میں دس (۱۰) تلواریں تھیں ان میں سے **ذُوالفقار** مشہور ہے جو حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو بدر کے دن حاصل ہوئی، یہ تلوار حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی وفات سے قبل حضرت سَیِّدُنَا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطا فرمادی تھی پھر ان سے یہ تلوار محمد بن حنفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف منتقل ہوئی اور ان سے محمد بن **عبد اللّٰہ** بن حسن بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی طرف منتقل ہوئی، تلواروں کے علاوہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پانچ نیزے بھی تھے۔''[3] حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ... فیوض الباری، ۱۱/ ۵۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۱۲۔

3 ... عمدۃ القاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا۔۔۔الخ، ۱۰/ ۹، ۱۰، تحت الحدیث: ۲۷۳۹ ملخصاً۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مِلک میں چار زمینیں تھیں۔ باغِ فَدَک کا نصف حصہ، وادیٔ قُریٰ کا تہائی، خیبر کا پانچواں حصہ اور کچھ حصہ بنی نضیر کی زمین کا، یہ تمام چیزیں وقف ہو گئیں تھیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سلام" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وصالِ ظاہری کے بعد کسی کو ان کا وارث نہیں بنایا جاتا بلکہ ان کا چھوڑا ہوا مال صدقہ ہے۔

(2) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے رب کی عطا سے زمین وآسمان کے تمام خزانوں کے مالک ہیں مگر آپ نے مال ودولت کے بجائے فقر کو پسند فرمایا اور اپنے متعلقین کو بھی اسی کی ترغیب دلائی۔

(3) بوقتِ وصال حضور نبی کریم، رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ملکیت میں عام استعمال ہونے والی اشیاء کے علاوہ ایک خچر، کچھ ہتھیار اور زمین کے کچھ حصے تھے۔

(4) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد آپ کا جو خچر باقی رہا اس کا نام دُلدُل تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی سچی پکی محبت نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 476

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا زُہد

عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: ھَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، نَلْتَمِسُ وَجْہَ اللہِ تَعَالَی، فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَی اللہِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئًا، مِنْھُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ، وَتَرَکَ نَمِرَۃً، فَکُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا بِھَا رَاْسَہٗ، بَدَتْ رِجْلَاہُ، وَاِذَا غَطَّیْنَا بِھَا رِجْلَیْہِ،

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۱۳ ملخصا۔

بَدَا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْاِذْخِرِ، وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ، فَهُوَيَهْدِبُهَا. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا خباب بن اَرَت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ رضائے الٰہی کی طلب میں ہجرت کی، پس ہمارا ثواب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ (کے ذمۂ کرم) پر ہے۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے اجر میں سے کچھ حاصل کئے بغیر فوت ہوگئے، انہیں میں سے حضرتِ سَیِّدُنا مُصعَب بن عُمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے، انہوں نے ایک دھاری دار چادر چھوڑی جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا، پس **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر کچھ گھاس وغیرہ ڈال دیں، اور ہم سے بعض وہ ہیں جن کے لیے اُن کے (نیک اعمال کے) پھل پک گئے اور وہ اسے چن رہے ہیں۔"

حدیثِ مذکور میں اِس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا مُصعب بن عُمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کا تعلق اُن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے ہے کہ جو اِسلام سے پہلے بڑی آسائشوں میں زندگی بسر کررہے تھے لیکن قبولِ اسلام کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرمالی اور بے حد سادہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ چمڑے کے پیوند لگا ہوا نہایت ہی معمولی لباس پہنے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ مبارکہ سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا: دیکھو اس نے کس قدر ناز و نِعَم میں پرورش پائی اور اب اسلام کی خاطر کس حالت میں ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زُہد کا حال یہ تھا کہ جب آپ نے غزوۂ اُحد میں شہادت پائی تو آپ کو کفن دینے کے لیے ایک کامل چادر بھی میسر نہ آسکی۔ کفن تین طرح کا ہوتا ہے: کفنِ سنت، کفنِ کفایت، کفنِ ضرورت۔ حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کفنِ ضرورت بھی پورا نہ ملا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جسم کا کچھ حصہ کپڑے سے اور کچھ حصہ گھاس سے ڈھانپا گیا۔

---

1 . . . بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، ۲/ ۵۸۹، حدیث: ۳۸۹۷ بتغیر۔

صدرِ اوّل کے مسلمانوں کا مبارک حال:

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں صدرِ اوّل کے مسلمانوں کا حال بیان ہوا ہے کہ وہ صدق وصفا کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے اور ان میں سے بعض کی حالت یہ تھی کہ نہ وہ دنیا کی کوئی چیز حاصل کرتے اور نہ اس کی طلب کرتے اور اپنے نفس کو شہوات سے روکے رکھتے تاکہ انہیں آخرت میں پورا اجر ملے۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ فقر کی سختیوں اور صعوبتوں پر صبر کرنا نیک وفرمانبردار لوگوں کا طریقہ ہے۔“[1]

صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے مختلف حالات:

عَلَّامَه حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی نے صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی چار قسمیں بیان کی ہیں جن میں سے پہلی دو کا تعلق صحابہ کرام کے پہلے گروہ سے اور دوسری دو قسموں کا تعلق دوسرے گروہ سے ہے: (1) وہ صحابہ کرام کہ جو مسلمانوں کو فتوحات وغنائم حاصل ہونے سے قبل ہی وفات پاگئے جیسا کہ حضرت سیدنا مُصعب بن عمیر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه، (2) وہ صحابہ کرام جو فتوحات ومالِ غنیمت کے حصول کے زمانے میں حیات تھے لیکن انہوں نے زُہد اختیار کیا اور فقر وتنگدستی کی زندگی بسر کی جیسے حضرت سَیِّدُنَا ابوذر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه۔ یہ دونوں قسمیں صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے اس گروہ سے تعلق رکھتی ہیں جنھوں نے دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل نہیں کی مگر آخرت میں انہیں کامل اجر عطا کیا جائے گا۔ (3) وہ صحابہ کرام جو بہت سے مباح اُمور سے دور رہے مگر بعض مباح چیزوں کو اختیار بھی فرمایا، مثلاً کثرت سے نکاح کرنا، خدام رکھنا اور ملبوسات کی کثرت کرنا اور اِس طرح کے اَصحاب بہت زیادہ ہیں جیسا کہ حضرت سَیِّدُنَا اِبنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه۔ (۴) وہ صحابہ کہ جنھوں نے کثرت سے مباح کام کیے مثلاً بہت زیادہ تجارت کی اور مال جمع کیا لیکن ساتھ ساتھ حقوقِ واجبہ اور مُستَحَبَّہ ادا کرتے رہے اس طرح کے اصحاب بھی بہت زیادہ ہیں اور حضرت سَیِّدُنَا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اسی طرح کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان آخری دونوں قسموں کا تعلق صحابہ کرام

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجنائز، باب اذا لم یجد کفنا۔۔۔الخ، ۳/۲۶۶ ملخصاً۔

کے اس گروہ سے ہے جنہوں نے دنیا میں بھی نعمتیں پائیں اور آخرت میں بھی نعمتیں پائیں گے۔“[1]

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا مُصعَب بن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی وفات کے بعد جب اُن پر چادر ڈالی گئی تو وہ چھوٹی تھی حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے حکم فرمایا کہ چادر سے اُن کا سر ڈھانپ دیا جائے اور پاؤں پر گھاس ڈال دی جائے۔ عمدۃ القاری میں ہے: ”جب کپڑا کم ہو تو میت کے پیر ڈھانپنے کے بجائے اُس کا سر ڈھانپا جائے کیونکہ وہ افضل ہے۔ جب کپڑا اتنا کم ہو کہ اس سے صرف سر یا اَعضائے سَتر ڈھانپے جاسکتے ہوں تو بقیہ اَعضاء پر گھاس وغیرہ ڈال دی جائے اور کپڑے سے میت کا سَتر چھپایا جائے کیونکہ زندگی اور موت دونوں میں سَتر چھپانا واجب ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”بقیع“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان صدق وصفا کے انتہائی اعلیٰ درجے پر فائز تھے، وہ دنیاوی آسائشوں میں پڑنے کے بجائے صبر وقناعت سے کام لیا کرتے تھے۔

(2) حضرت سَیِّدُنا مُصعَب بن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قبولِ اسلام سے پہلے بڑی ناز ونعمت میں زندگی بسر کررہے تھے لیکن دامنِ اِسلام سے وابستہ ہونے کے بعد آپ نے دنیاوی آسائشیں ترک کرکے فقر اختیار فرمایا۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے بعض حضرات کو ان کے اجر میں سے دنیا میں بھی حصہ ملا اور آخرت میں بھی ملے گا اور بعض وہ ہیں جنہیں دنیا میں کچھ نہیں ملا بلکہ آخرت میں انہیں پورا اجر دیا جائے گا۔

(4) جب کفن کا کپڑا اتنا کم ہو کے میت کا سر یا پیر ڈھانپے جاسکتے ہوں تو اس وقت سر ڈھانپنا افضل ہے اور اگر کپڑا اتنا ہے کہ اس سے صرف سَتر یا سر ڈھانپا جاسکتا ہے تو پھر سَتر چھپانا ضروری ہے۔

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، ۱۲/ ۲۳۵، تحت الحدیث: ۶۴۴۸ ملخصاً۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب اذا لم یجد کفنا۔۔۔الخ، ۶/ ۸۴، تحت الحدیث: ۱۲۷۶ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سادہ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:477

مچھر کے پَر سے بھی زیادہ حقیر

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْھَا شَرْبَۃَ مَاءٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سَہل بن سَعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا کی حیثیت مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اُس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔“

نیک لوگوں کی دنیا سے حفاظت کی جاتی ہے:

عَلَّامہ مُلّا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یہ مثال کمتر اور حقیر ہونے کے لیے دی گئی ہے مراد یہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا کی حیثیت تھوڑی سی بھی ہوتی تو وہ کافر کو دنیا کے پانی میں سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا یعنی کافر کو اس دنیا کی ادنیٰ اور معمولی چیز سے بھی فائدہ اٹھانے نہیں دیتا کیونکہ کافر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دُشمن ہے اور دشمن کو کوئی بھی قابلِ قدر شے نہیں دی جاتی (اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دشمنوں کو تو دنیا جیسی بے وقعت، حقیر شے دیتا ہے) مگر اپنے ولیوں کو دنیا نہیں دیتا۔ اس دنیا کے حقیر اور ناپسندیدہ ہونے ہی کی وجہ سے کفار پر دنیا کی آسائشوں اور مال و دولت کی کثرت کی گئی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِھِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْھَا یَظْھَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے۔[2]

---

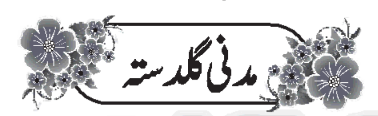
1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل، ۴/ ۱۴۳، حدیث: ۲۳۲۷۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۲، تحت الحدیث: ۵۱۷۷ ملتقطاً۔

یعنی اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا کہ کافروں کو فراخیٔ عیش میں دیکھ کر سب لوگ کافر ہو جائیں گے۔ (تو کافروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بنادی جاتیں)۔[1]

دنیا آخرت تک پہنچنے کا راستہ ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "بیشک یہ دنیا مقصود نہیں بلکہ یہ تو مقصود یعنی آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح یہ دنیا رہائش گاہ اور جزا کا گھر نہیں بلکہ یہ تو ایسا گھر ہے جس سے منتقل اور روانہ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زیادہ تر نعمتیں کفار و فساق کی ملکیت میں دی ہیں اور انبیاء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور اُن کے وُرَثاء یعنی علماءِ کرام کی اِس دنیا سے حفاظت فرمائی ہے۔ اور عبرت حاصل کرنے والے کے لئے یہ حدیث کافی ہے کیونکہ اس میں دنیا کی کمتری، اس کے قابلِ نفرت ہونے اور اس کے چاہنے والوں کے ناپسندیدہ ہونے کا بیان ہے۔"[2]



"یانبی" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا مچھر کے پَر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

(2) اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا کی کچھ بھی وقعت ہوتی تو کفار کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا کیونکہ دشمنوں کو وقعت والی چیز نہیں دی جاتی۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیا اور پسندیدہ بندوں کو دنیا سے دور رکھتا ہے۔

(4) دنیاوی نعمتیں نہ ملنے پر مغموم ہونے کے بجائے یہ ذہن بنایا جائے کہ اگر دنیا اچھی ہوتی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کو ضرور دی جاتی، مگر انہیں اِس سے دُور رکھا گیا کہ یہ بے وقعت و حقیر شے ہے۔

(5) دنیا دارُ القرار نہیں دارُ العمل ہے، دارُ القرار اور جائے سُرور تو جنت ہے۔

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۵، الزخرف، تحت الآیۃ: ۳۳۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۴۰۹، تحت الحدیث: ۴۷۶۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:478

دُنیا مَلعون ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللہِ تَعَالٰی وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمًا وَ مُتَعَلِّمًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”سنو! دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر، اس کی محبوب اَشیاء، عالِم اور طالبِ علم کے۔“

دنیا سے کیا مراد ہے؟

مُفَسِّرِشَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جو چیز اللہ ورسول سے غافل کردے وہ دنیا ہے، یا جو اللہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے۔ بال بچوں کی پرورش، غذا، لباس، گھر وغیرہ (شریعت کی نافرمانی سے بچتے ہوئے) حاصل کرنا سنّتِ اَنبیاءِ کرام ہے یہ دنیا نہیں۔“[2]

ذِکرِ الٰہی کی اہمیت:

حدیثِ مذکور میں جن چار چیزوں کے علاوہ دنیا کی ہر شئے کو ملعون کہا گیا ہے، اُن میں سب سے پہلی شئے ذکر اللہ ہے۔ ”حدیثِ پاک میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر ہر عبادت و سعادت کی اصل ہے بلکہ جس طرح بدن کے لیے جان اور انسان کے لیے روح ضروری ہے ایسے ہی مومن کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر ضروری ہے۔ دنیا کی بقاء اور آسمان و زمین کا قیام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر ہی سے ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

---

1 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ۱۴، ۴/۱۴۴، حدیث: ۲۳۲۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۱۷۔

”جب تک اللہ اللہ کہنے والا ایک شخص بھی باقی ہے اُس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی۔“[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب چیزیں:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ وہ چیزیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو محبوب ہیں وہ ملعون نہیں۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب چیزوں سے مراد، نیک کام اور وہ افعال ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا ذریعہ بنیں۔ یا وہ چیزیں جو ذِکرُ اللہ کی مانند ہوں یعنی ذکرِ خیر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن اعمال کا حکم دیا ہے وہ بجالانا اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا۔“[2]

عالِم اور طالبِ علم کی شان:

”حدیثِ پاک میں جن چار چیزوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ ملعون نہیں، ان میں عالِم اور طالبِ علم ہے۔ ویسے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب چیزوں میں یہ بھی شامل ہیں مگر فضیلت کے پیشِ نظر انہیں بطورِ خاص ذکر کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں عالِم اور طالبِ علم سے مراد وہ ہیں جو اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہوں۔ لہٰذا جاہل، بے عمل عالم اور صرف دنیوی علوم جاننے والا اس فضیلت کا حق دار نہیں۔“[3]



”یارِ غار“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) دنیا اور اس کی ہر وہ چیز جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غفلت کا سبب بنے وہ قابلِ مذمت ہے۔

(2) اولاد کی پرورش، غذا، لباس، گھر وغیرہ کے لئے کمانا دنیا نہیں بلکہ دِین کا حصہ ہے۔

(3) مومن دنیا کو زادِ راہ سمجھتا ہے، منافق اسے زینت سمجھتا ہے اور کافر اُس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر ہر عبادت وسعادت کی اصل ہے۔

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۴۴، تحت الحدیث: ۵۱۷۶ ملخصاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۰، تحت الحدیث: ۵۱۷۶ ملخصاً۔

3 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۴۴، تحت الحدیث: ۵۱۷۶ ملخصاً۔

(5) جو چیز اللّٰہ ورسول سے غافل کر دے وہ دنیا ہے، یا جو اللّٰہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے۔

(6) جب تک دنیا میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا ایک شخص بھی موجود ہے قیامت قائم نہ ہوگی۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے، علمِ نافع اور عملِ صالح کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 479

جاگیر وجائداد بنانے کی مُمَانَعَت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جاگیر وجائداد نہ بناؤ ورنہ تم دنیا کو پسند کرنے لگو گے۔“

کس جائداد وجاگیر کا حصول ممنوع ہے؟

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”حدیثِ مذکور میں تجارت وصنعت، جائداد وجاگیر اور کاروبار وغیرہ میں ایسی مشغولیت سے منع کیا گیا جو بندے کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور آخرت کی تیاری سے روک دے۔ یعنی تم جائداد وجاگیر کے حصول میں ایسے منہمک نہ ہو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے غافل ہو جاؤ۔“[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”جسے اس بات کا خوف ہو کہ کھیتیوں اور باغات وغیرہ میں مشغولیت اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل کر دے گی تو اسے چاہیے کہ ان چیزوں سے اجتناب کرے (کوئی ذریعۂ معاش اختیار کرے) اور جسے یقین ہو کہ جائداد و جاگیر رکھنے کے باوجود فرائض وواجبات کی ادائیگی سے غافل نہ ہوگا تو ایسے شخص کے لیے جائداد وجاگیر رکھنا جائز ہے جیسا کہ

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ۲۰، ۴/ ۱۴۷، حدیث: ۲۳۳۵۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۲، تحت الحدیث: ۵۱۷۸۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زمینیں اور باغات رکھے۔ حکماء فرماتے ہیں: ”جاگیر و جائداد غموں کا راستہ ہیں۔“ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ”جائداد و جاگیر ایسی چیز ہے کہ اگر تو اِس کی حفاظت کرے گا تو خود ضائع ہو جائے گا اور اگر حفاظت نہ کرے گا تو یہ ضائع ہو جائے گی۔“(1)

جو کام دِین بُھلا دے اُسے چھوڑ دو:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(جاگیر و جائداد نہ بناؤ!“ یہ فرمانِ عالی) زمانۂ جہاد اور سپاہیانہ زندگی کا ہے، اس زمانہ میں باغات و کاشت میں مشغول نہ ہو ورنہ کفار تم کو ہلاک کر دیں گے۔ یہ فرمانِ عالی ہنگامی حالات کے ہیں جب کہ مسلمانانِ مدینہ ہر چہار طرف سے کفار میں گھرے تھے، اس وقت عیش و آرام کی زندگی، پختہ مکانات بنانے، دنیاوی کاروبار میں مصروف ہونے سے منع فرما دیا گیا تھا جیسا کہ زمانۂ جنگ میں رات کو روشنی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی بمباری کے خوف سے، لیکن جب حالات بدل گئے یہ اَحکام بھی نہ رہے۔ چنانچہ خلافتِ عثمانیہ میں مسلمانوں نے اپنے گھر پختہ، مسجد نبوی شریف شاندار بنائی اور باغات و کھیتی باڑیاں خوب کیں۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں جیسے مکانات پختہ کرنا ممنوع تھے ویسے ہی قبور پر عمارات سے منع کر دیا گیا تھا، جب سکون کا زمانہ آیا تو حضرات صحابہ نے مکانات بھی پختہ بنائے اور بزرگوں کے مزارات پر عمارات بھی بنائیں تاکہ زائرین کو زیارت اور تلاوت اور عبادت وغیرہ میں سہولت ہو۔ یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو باغات کھیتی باڑی میں ایسا مشغول ہو کہ دین کو بھول جائے، اس صورت میں یہ حکم دائمی ہے، کھیتی باڑی ہی کیا جو چیز ربّ سے غافل کرے وہ ممنوع ہے۔“(2)

مدنی گلدستہ

”حطیم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) زراعت، تجارت وغیرہ میں یوں مشغول ہونا منع ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غافل ہو جائے۔

1 ... فیض القدیر، حرف لا، ۶/۵۰۲، تحت الحدیث: ۹۷۳۱ ملتقطاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۱۸۔

(2) حکماء فرماتے ہیں: ”جائداد و جاگیر غموں کا راستہ ہیں۔“

(3) کسی بھی کام میں حد سے زیادہ مشغولیت انسان کے لئے پریشانی کا باعث بنتی ہے، اس لئے ہر کام میں اِعتدال کی راہ اپنانی چاہئے۔

(4) جو چیز ربّ کی یاد سے غافل کر دے اسے ترک کرنے ہی میں دِین و دنیا کی بھلائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایسا رزقِ حلال وافر مقدار میں عطا فرمائے جو اس کی یاد سے غافل نہ کرے بلکہ اس کا قرب حاصل کرنے میں معاون ثابت ہو۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:480

موت بہت قریب ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: مَرَّ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا، فَقَالَ: مَا ھٰذَا؟ فَقُلْنَا: قَدْ وَھٰی، فَنَحْنُ نُصْلِحُہٗ، فَقَالَ: مَا اَرَی الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِکَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس سے گزرے، ہم اپنی جھونپڑی درست کر رہے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ ہم نے عرض کی: یہ کمزور ہوگئی ہے اس لیے ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”میں موت کو اس سے بھی زیادہ جلدی دیکھ رہا ہوں۔“

گھر بنانے سے پہلے موت کی تیاری کرو:

حدیثِ مذکور میں اِس بات کا بیان ہے کہ ”موت بہت جلد آنے والی ہے۔“ اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ مکانات کی بے جا تعمیر و تزیین میں وقت ضائع کرنے کے بجائے موت کی تیاری میں مشغول رہے۔ حدیث مذکور میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا کہ ”میں موت کو اِس گھر سے بہت جلدی دیکھ رہا ہوں“ مطلب یہ کہ تم گھر کی مرمت میں اپنا وقت صرف کر رہے ہو یہ سوچ کر کہ کہیں ہمارے مرنے سے پہلے یہ گھر

[1] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی قصر الامل، ۴/۱۵۰، حدیث: ۲۳۴۲۔

منہدم نہ ہو جائے جبکہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو گھر کے منہدم ہونے سے پہلے ہی موت آجاتی ہے، لہٰذا انسان کے لیے گھر کی مرمت سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ اپنے اَعمال کی اِصلاح کرے اور فانی دنیا کو ترک کرکے آخرت کی تیاری میں مصروف عمل رہے کہ موت کسی بھی وقت اُسے اپنی گرفت میں لے سکتی ہے۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں موت کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں کہ انسان اپنے لیے عمارت بنائے اور اُسے ضرورت سے زیادہ پختہ کرے، حضرت سَیِّدُنا نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بانس کی لکڑی سے گھر تعمیر کیا، آپ سے عرض کی گئی کہ آپ نے اپنے لیے پختہ عمارت کیوں نہ بنائی؟ فرمایا: ”جسے مرنا ہے اُس کے لیے یہی بہت ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی گئی کہ آپ اپنے لیے گھر کیوں نہیں بناتے؟ فرمایا: ”غلام کے لیے گھر بنانے کا کیا فائدہ (کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا) پس جب وہ آزا کیا جائے گا (یعنی مر جائے گا) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم اس کے لیے (جنت میں) ایسا محل ہے جو کبھی فنا نہیں ہو گا (تو اسے اس محل کے لیے کوشش کرنی چاہیے)۔“[1]

ہم دنیا میں مسافر کی طرح ہیں:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہم اس دنیا میں مسافر یا اس سوار کی طرح ہیں جو درخت کے سائے میں ٹھہر کر تھوڑی دیر کے لیے آرام کرتا ہے لہٰذا تیرے عمارت بنانے میں مشغول ہونے سے بہتر یہ ہے کہ تو تیز چل کر اپنا سفر طے کر۔“[2]



”مُرتَضٰی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) انسان یہ سوچ کر گھر کی تعمیر میں مصروف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے مرنے سے پہلے گھر منہدم نہ ہو

---

1 . . . فیض القدیر، حرف المیم، ۵/ ۲ ۵۳، تحت الحدیث: ۷۸۰۵۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب الامل والحرص، ۹/ ۳۹۴، تحت الحدیث: ۵۲۷۵۔

جائے لیکن اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گھر منہدم ہونے سے پہلے موت آجاتی ہے لہٰذا گھر بنانے سے زیادہ اہم اَعمال کی اصلاح کرنا ہے تاکہ آخرت کا گھر سنور جائے۔

(2) ہم اس دنیا میں مسافر کی طرح ہیں اس لیے بے جا مضبوط گھروں کی تعمیر میں مصروف ہونے کے بجائے اپنے سفر پر دھیان دینا چاہیے۔

(3) عقلمند دنیا میں اَعمالِ صالحہ کے ذریعے کاشت کاری کرتا ہے اور آخرت میں اس کاشت کاری کا نفع حاصل کرے گا۔

(4) حدیث پاک میں ہے: "اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ" یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

(5) کوئی بھی کام کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس میں آخرت کا نقصان تو نہیں اگر وہ کام آخرت کے لئے نقصان دہ ہو تو اس سے باز رہنے ہی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا کی بے جا مصروفیت سے بچائے اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 481

مال اِس اُمَّت کا فتنہ ہے

عَنْ کَعْبِ بْنِ عِیَاضٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃً وَفِتْنَۃُ اُمَّتِیْ اَلْمَالُ۔ [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا کعب بن عِیاض رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "ہر اُمّت کے لیے ایک فتنہ ہے اور میری اُمّت کا فتنہ مال ہے۔"

مختلف طریقوں سے آزمائش:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کے الفاظ

[1] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فتنۃ ھذہ الامۃ فی المال، ۴/ ۱۵۰، حدیث: ۲۳۴۳۔

"میری امت کا فتنہ مال ہے۔" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "گزشتہ اُمّتوں کی آزمائشیں مختلف چیزوں سے ہوئیں، میری اُمَّت کی سخت آزمائش مال سے ہوگی، ربّ تعالیٰ مال دے کر آزمائے گا کہ یہ لوگ اب میرے رہتے ہیں یا نہیں، اکثر لوگ اس امتحان میں ناکام ہوں گے کہ مال پا کر غافل ہو جائیں گے۔ اس کا تجربہ برابر ہو رہا ہے، اکثر قتل، غارت، غفلت مال کی وجہ سے ہوتا ہے، ستّر فیصدی گناہ مال کی بنا پر ہوتے ہیں۔" (1)

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُالرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی حدیثِ مذکور کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی میری اُمّت مال کی وجہ سے کھیل کود میں مبتلاء ہوگی کیونکہ وہ مال ان کے دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت بجالانے سے غافل کر دے گا اور وہ آخرت کو بھول جائیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌؕ ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچّے جانچ ہی ہیں۔ (پ۲۸، التغابن: ۱۵)

اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مال فتنہ ہے پس جو شخص مال کے ذریعے غنا حاصل کرتا ہے وہ فتنے میں ضرور مبتلا ہوتا ہے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں کہ جنہیں یہ فتنہ پہنچا ہو اور وہ اس کے اثر سے اپنے دین کو سلامت رکھنے میں کامیاب ہوئے" (2)

مدنی گلدستہ

"مَطَاف" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر اُمَّت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اس امت کا فتنہ مال ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو مختلف چیزوں سے آزماتا ہے کبھی جان ومال سے، کبھی پھلوں کی کمی سے اور کبھی بھوک اور ڈر کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔

(3) مال ایسا فتنہ ہے جو بندے کو کھیل کود میں مشغول کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

1... مرآۃ المناجیح، ۷/۲۹۔

2... فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/۵۳۲، تحت الحدیث: ۲۴۰۷ ملخصاً۔

(4) دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ جنہیں مال کا فتنہ پہنچا ہو اور وہ اس فتنے کے اثر سے اپنے دین کو سلامت رکھنے میں کامیاب ہوئے ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مال کے فتنے سے محفوظ فرمائے اور ہمیں قناعت کی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:482

چار ضروری چیزیں

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو، وَیُقَالُ: اَبُوْعَبْدِ اللهِ، وَیُقَالُ: اَبُوْ لَیْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَیْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوَی هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَیْتٌ یَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ یُوَارِیْ عَوْرَتَهُ، وَ جِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عمرو عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جن کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو لیلیٰ بھی ہے ان سے مروی ہے کہ نبی کریم، رؤف ورحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”(دنیا میں) ان چیزوں کے علاوہ انسان کا کسی چیز میں حق نہیں: رہنے کے لیے مکان، سَتْر چھپانے کے لئے کپڑا، خشک روٹی اور پانی۔“

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جو چیزیں بدن انسانی کے لئے ضروری ہیں اور اس کے دین پر مددگار ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندوں پر لازم کی گئی ہیں وہ صرف یہ ہیں: رہنے کے لیے ایسا گھر جو گرمی سردی سے محفوظ رکھ سکے، پہننے کے لیے اتنا کپڑا جس سے ستر پوشی ہو جائے، بھوک مٹانے کے لیے خشک و موٹی روٹی اور پینے کے لیے ضرورت کے مطابق پانی۔ جب یہ اشیاء حلال طریقے سے حاصل کی جائیں تو آخرت میں ان پر حساب نہ ہو گا کیونکہ یہ انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ البتہ ان سے زیادہ کے بارے میں سوال ہو گا۔“[2] مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: حدیثِ پاک میں بیان کردہ اشیاء کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں آخرت میں ان کا

1 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ۳۰، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۸۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/۳۹، تحت الحدیث: ۵۱۸۶ ماخوذاً۔

حساب نہ ہوگا اور ان کے سوا دوسری چیزوں کا حساب دینا ہوگا۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ﴾ (پ۳۰، التکاثر: ۸) ترجمۂ کنز الایمان: پھر بے شک ضرور اُس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔ یہاں نعمتوں سے مراد عیش و عشرت کی چیزیں ہیں۔ خیال رہے کہ شخصی زندگی فانی ہے قومی اور دینی زندگی باقی ہے لہٰذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کے لیے معمولی سامان اختیار کرے، قومی و دینی زندگی کے لیے قیامت تک کا انتظام کرے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دِین اور قوم کے لیے ممالک فتح کیے مگر اپنی ذات کے لیے آرام دہ مکان بھی نہ بنایا یہاں شخصی زندگی اور شخصی حالتوں کا ذکر ہے نیز گھر میں بقدرِ ضرورت گھر کا سامان داخل ہے، روٹی میں سالن شامل ہے، پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہیں جن کی کبھی ضرورت پڑتی ہے، حضورِ انور نے دودھ لسی وغیرہ ملاحظہ فرمائی ہیں۔‘‘[1]



’’کعبہ‘‘ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) زندگی گزارنے کے لیے ضرورت کے مطابق مکان، کپڑا، روٹی اور پانی کافی ہے۔

(2) مذکورہ بالا چاروں چیزیں اگر حلال طریقے سے حاصل کی جائیں اور بقدرِ ضرورت ہوں تو آخرت میں ان کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔

(3) حدیثِ مذکور میں جو چار اشیاء بیان کی گئی ہیں ان کے سوا دوسری چیزوں کے بارے میں حساب ہوگا۔

(4) انسان کو خود اپنے لیے معمولی سامان اختیار کرنا چاہیے اور دین و قوم کی خاطر وسیع انتظام کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری بلاحساب مغفرت وجنت میں داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۳ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:483

اِنسان کا حقیقی مال

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: مَالِيْ، مَالِيْ، وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن شِخِّیْر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کی تلاوت فرمارہے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”انسان کہتا ہے میرا مال، میرا مال، اے انسان! تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر فنا کردیا یا پہن کر بوسیدہ کردیا یا صدقہ دے کر آگے بڑھادیا۔“

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال اور انسان کا مال تو صرف وہی ہے جو اس نے کھا کر فنا کردیا اور اس سے اس کے بدن کو فائدہ پہنچایا پہن کر پُرانا کردیا یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کسی محتاج پر صدقہ کردیا تو اس کا ثواب باقی ہے اور مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جمع ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دنیا میں تیرا مال صرف وہی ہے جسے تو نے اس دنیا میں کھا کر یا پہن کر نفع حاصل کرلیا یا صدقہ کرکے آگے بھیج دیا، اس کے علاوہ سارا مال تیرے ہاتھ میں امانت کی طرح ہے اور تو اس مال پر دوسروں کے لیے خادم و خازن کی مانند ہے۔ اس حدیثِ پاک میں دنیا سے کنارہ کش ہونے پر اُبھارا گیا ہے اور اس بات کی ترغیب ہے کہ ضروری چیزوں کے علاوہ بقیہ مال نیک کاموں میں خرچ کرکے آخرت کے لئے جمع کرلیا جائے۔ بعض علماء نے فرماتے ہیں: ”جو مال تیرے پاس ہے اسے اپنے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں ذخیرہ کرلے اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری اولاد کے لیے ذخیرہ کرے گا۔“(2)

اپنی زندگی میں صدقہ کرو:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کے تحت

(1) ... مسلم، کتاب الزھد والرقاق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۸۔

(2) ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا... الخ، ۲/۴۱۶، تحت الحدیث: ۴۸۳ ملخصاً۔

فرماتے ہیں: ”اپنی زندگی تندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کر جائے، یہ بُرا ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ وخیرات کیا کریں گے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔“ [1]

مدنی گلدستہ

”زمزم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حقیقت میں انسان کا مال وہی ہے جسے اس نے کھالیا، پہن لیا یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کردیا۔

(2) انسان جس مال سے دنیا و آخرت کا نفع نہیں اٹھاتا وہ مال اس کا نہیں بلکہ اس کے وُرَثاء کا ہے اور یہ اُس مال پر خازن کی طرح ہے۔

(3) اپنے مال کو اِسراف سے بچاتے ہوئے محض ضروریات کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور جو باقی بچ جائے اسے صدقہ کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں جمع کرنا چاہیے۔

(4) اپنی زندگی میں زیادہ سے زیادہ صدقہ کرنا چاہیے، یہ بات بہت بُری ہے کہ زندگی میں کنجوسی کرے اور مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ ورثاء اس کی طرف سے صدقہ کریں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مال کو اپنی جائز ضرورتوں میں استعمال کرنے اور زیادہ سے زیادہ صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 484

مَحَبَّتِ رسول اور فَقْر

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ اِنِّي لَاُحِبُّكَ، فَقَالَ: اُنْظُرْ مَاذَا تَقُولُ، قَالَ: وَاللهِ اِنِّي لَاُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَاَعِدَّ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۲ ملتقطاً۔

لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَہَاہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مُغَفَّل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: دیکھو کیا کہہ رہے ہو، عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، تین مرتبہ یہی کہا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو پھر فقر کے لیے زِرہ تیار کرلو کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے فَقر اس کی جانب سیلاب سے بھی زیادہ رفتار سے بڑھتا ہے۔“

حضور کی محبت اصلِ ایمان ہے:

”آقا! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔“ مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: یہ عرض کرنا یا اس حدیث پر عمل ہے کہ ”جس سے تم کو محبت ہو اس سے کہہ دو۔“ یا اس آیتِ کریمہ پر عمل ہے: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾(پ۳۰، الضحی: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔“ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت اللہ تعالیٰ کی بڑی سے بڑی نعمت ہے اس کا اظہار وہ بھی حضورِ انور کے سامنے یہ اس نعمت کا شکر یہ ہے ورنہ حضور کو تو پتھروں کے دل کا حال معلوم ہے۔ فرماتے ہیں: ”اُحد ہم سے محبت کرتا ہے۔“ (نیز) محبت سے مراد بہت ہی محبت ہے ورنہ ہر مؤمن کو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت ہے حضور کی محبت ہی تو اصل ایمان ہے، حضور کی محبت سے ہی خدا کی محبت، کلمہ، قرآن کی محبت اسی محبت سے حاصل ہوتی ہے حضور سے تعلق و محبت ایمان کی اصل ہے۔ (فقر کے لئے تیار ہو جاؤ) فقیری سے مراد دل کی مسکینیت ہے اور دل کا محبتِ مال سے خالی ہو جانا ہے فقیری اور ناداری آفتوں کے برداشت کرنے پر تیار ہو جانا یعنی جسے اللہ میری محبت دیتا ہے اس کے دل سے محبت مال وغیرہ یک دم نکال دیتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض صحابہ بلکہ عہدِ فاروقی میں سارے صحابہ بڑے مالدار تھے تو کیا انہیں حضور سے محبت نہ تھی ضرور تھی، ان سب کے دل محبت مال سے خالی تھے۔“[2]

---

1 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی فضل الفقر، ۴/ ۱۵۶، حدیث: ۲۳۵۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۷ ملتقطاً۔

صبر کے ذریعے فقر سے بچو:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ اگر تو اپنی محبت کے دعوے میں سچا ہے تو پھر ایسی چیز تیار کر جو تجھے مصیبت کے وقت فائدہ پہنچائے اور وہ چیز صبر ہے اور خاص طور پر فقر پر صبر کر تاکہ تو اپنے یقین کی قوت اور اس صبر کے ذریعے جزع و فزع، قلتِ قناعت جیسے نقائص کو اپنے دین سے دور کر سکے۔ حدیثِ مذکور میں زِرہ کو صبر سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ صبر بھی فقر سے ایسے ہی بچاتا ہے جیسے زِرہ جسم کو تکلیف سے بچاتی ہے۔ نیز حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنے والے کی طرف فقر سیلاب کی طرح تیزی سے بڑھتا ہے یعنی اس پر بہت جلد اور بہت کثرت کے ساتھ آزمائشیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، کیونکہ سب سے زیادہ شدید ترین آزمائشیں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر نازل ہوتی ہیں اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگوں پر اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام سید الانبیاء ہیں لہٰذا آپ پر نازل ہونے والی آزمائشیں دیگر انبیاء کے مقابلے میں زیادہ شدید ہیں اور اسی طرح جو آپ سے محبت کرتا ہے اس پر بھی شدید آزمائشیں آتی ہیں۔“ (1)



”انبیاء“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی محبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ محبت ہی اصلِ ایمان ہے۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کئے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، ہر مسلمان کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت ضرور ہوتی ہے۔

(3) آفتوں سے بچنے کے لیے صبر زرہ کی مانند ہے، صبر انسان کو فقر کی حالت میں شکوہ و شکایت کرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

---

(1) ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹/ ۱۰۴، تحت الحدیث: ۵۲۵۲ ملخصًا۔

(4) دنیا میں سب سے زیادہ مصائب انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر اور خصوصًا سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر آئے اسی لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے محبت کرنے والے پر بھی کثرت سے مصیبتیں نازل ہوتی ہیں کیونکہ انسان کا حال وہی ہوتا ہے جو اس کے محبوب کا ہوتا ہے۔

(5) کامل محبت وہی ہوتی ہے جس میں محبوب کی اتباع کی جائے۔

(6) حضور عَلَیْہِ السَّلَام سے محبت کا دعوی کرنا اور آپ کی اتباع نہ کرنا محبت میں کمی کی علامت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی محبت عطا فرمائے! اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:485

بھیڑیوں سے زیادہ خطرناک شے

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و دولت کی حِرص اور حبِّ جاہ انسان کے دِین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔“

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(حدیثِ مذکور میں) نہایت نفیس تشبیہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمن کا دِین گویا بکری ہے اور اس کی حرصِ مال، حرصِ عزت گویا دو بھوکے بھیڑیئے ہیں مگر یہ دونوں بھیڑیئے مؤمن کے دِین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیئے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے، پھر عزت حاصل کرنے کے لیے ایسے

[1] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ۴۳، ۱۶۶/۴، حدیث: ۲۳۸۳۔

جتن کرتے ہیں جو بالکل خلافِ اسلام ہیں۔ حضرت ابنِ مسعود (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) فرماتے ہیں کہ ریاکار مرنے کے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا، کسی نے پوچھا وہ کیسے، فرمایا: "وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازہ میں بہت لوگ ہوں تاکہ میری عزت ہو، رِیا مرے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔"[1]

حُبِّ جاہ کا وبال:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "حُبِّ جاہ کا فتنہ مال کے فتنے سے بھی بڑا ہے کیونکہ جاہ کے معنی ہیں شان وشوکت، تکبر اور عزت اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات ہیں۔"[2]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مال و دولت اور عزت و شہرت کی خواہش انسان کے دِین کے لئے بہت زیادہ خطرناک ہے۔

(2) مال و دولت سے ناجائز محبت کرنے والا حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتا۔

(3) حُبِّ جاہ اتنی بری شے ہے کہ اس کے فتنے میں مبتلا ہونے والا عزت کے حصول کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے چاہے اُسے مال خرچ کرنا پڑے یا کوئی غیر شرعی کام کرنا پڑ جائے۔

(4) ریاکاری ایسا برا عمل ہے جو مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتا، ریاکار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کے جنازے میں زیادہ لوگ ہوں تاکہ اس کی عزت ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ مال و دولت اور عزت و شہرت کی طلب سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۹۔

2 . . . التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف المیم، ۲/ ۳۵۰۔

حدیث نمبر:486

مسافر کی طرح زندگی گزارو!

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً؟ فَقَالَ: مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا؟ مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک چٹائی پر آرام فرمارہے تھے، بیدار ہوئے تو پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان تھے۔ ہم نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم آپ کے لیے بچھونا نہ بنادیں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "مجھے دنیا سے کیا سروکار میں دنیا میں اُس سوار کی طرح ہوں جو درخت کے سائے میں (کچھ دیر) ٹھہرا پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا۔"

حضور کے جسم مبارک کی نزاکت:

چٹائی پر لیٹنے سے جسم نازنین پر نشانات پڑ گئے تھے یہ اس لئے تھا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم و نازک تھا۔ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم کسی باریک اور موٹے ریشم کو نہیں چھوا" تو جب حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک ہتھیلیوں کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ جو مستقل طور پر کام کاج میں استعمال ہوا کرتی تھیں تو پھر آپ کے باقی بدن شریف کی نزاکت کا عالم کیا ہوگا؟ مرآۃ المناجیح میں ہے: "اُس وقت جسمِ اطہر پر قمیص بھی نہ تھی صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرمایا تھا۔ جب حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم مبارک پر یہ نشانات ملاحظہ کیے تو عرض کی کہ حضور! اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو ہم آپ کے لیے ایک بستر ابنا دیتے ہیں یعنی کاش کہ حضور ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے تو ہم ہر قسم کے آرام کا انتظام حضور کے لیے کر دیتے۔ اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر حضور

[1] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ۴۴، ۴/ ۱۶۷، حدیث: ۲۳۸۴۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔"[1]

دنیا سے بے رغبتی کا عالَم:

جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بستر کی پیشکش کی گئی تو فرمایا: "مجھے دنیا سے کیا سروکار، میں تو اس سوار کی طرح ہوں جو درخت کے سائے میں کچھ دیر ٹھہرے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے۔" **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس کے تحت فرماتے ہیں: "جیسے یہ سوار اتنی دیر آرام کے لیے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا، ان سب سے بے تعلق ہوگئے، اگر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم کو چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں، سورج دنیا کو چھوڑ دے تو دنیا اندھیری ہو جاوے، روح بدن کو چھوڑ دے تو بدن مر جاوے، جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جاوے، اگر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی **اللہ اللہ** کہنے والا نہ رہے۔"[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ اس لیے فرمایا کہ دنیا نہ تو ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ ہی رہائش گاہ بنانے کا مقام ہے بلکہ یہ تو ایسا گھر ہے جسے میدان آخرت کی طرف چلنے والا عبور کر کے ختم کر رہا ہے۔ انسان کی حالت اس دنیا میں اس مسافر کی طرح ہے کہ جو دورانِ سفر سورج کی گرمی سے بچنے کے لیے درخت کے نیچے سایہ لینے کے لیے ٹھہرتا ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو وہاں سے چل پڑتا ہے۔"[3]

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "اے حواریوں کی جماعت! تم میں سے کون سمندر کی موجوں پر گھر بنانے کی استطاعت رکھتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "اے رُوحُ اللہ! اس پر کون

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۵۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۴۲۰، تحت الحدیث: ۴۸۵۔

قدرت رکھ سکتا ہے؟ فرمایا: ”تو پھر دنیا سے بچو اور اسے گھر نہ بناؤ۔“[1]



”بغداد“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ السَّلَام نرم وملائم بستر پر آرام نہ فرماتے بلکہ چٹائی پر آرام فرمایا کرتے تھے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم ونازک ہے۔

(3) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کونین کے مالک ہونے کے باوجود اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے آپ کو اس دنیا میں مسافر کی طرح خیال فرماتے تھے۔

(4) حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پردہ فرمانے کے بعد بھی دنیا کو اور اپنی اُمت کو نہیں چھوڑا، اگر حضور عَلَیْہِ السَّلَام اس دنیا کو چھوڑ دیں تو دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔

(5) دنیا رہائش گاہ بنانے کی جگہ نہیں بلکہ یہ تو ایسا راستہ ہے جسے آخرت کی طرف چلنے والا عبور کر رہا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 487 پانچ سو سال پہلے جنت میں داخلہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِخَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 . . . فیض القدیر، حرف المیم، ۵/ ۵۹۳، تحت الحدیث: ۶۷۴۶۔

2 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین۔۔۔الخ، ۴/ ۱۵۸، حدیث: ۲۳۶۰۔

وَسَلَّم نے فرمایا: ”فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

اغنیاء کو حساب کے لیے روک لیا جائے گا:

”فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے کیونکہ مالداروں کو اس مدت میں انہیں ملنے والی مختلف نعمتوں کے حساب کے لئے روک لیا جائے گا کہ یہ نعمتیں کس طرح حاصل کیں اور کہاں خرچ کیں۔“[1] **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جن امیروں کا قیامت میں حساب ہوگا ان امیروں سے پانچ سو سال پہلے فقیر لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا ان امیروں میں حضرتِ سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام یا حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ داخل نہیں کہ ان کا حساب ہی نہیں پھر پیچھے ہونے کے کیا معنی۔ ایک حدیثِ پاک میں چالیس سال پہلے کا ذکر تھا اور یہاں پانچ سو سال کا ذکر ہے کیونکہ فقراء بعضے امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے، بعض سے پانچ سو سال پہلے، جیسا امیر ویسا اس کا حساب اتنی ہی اس کے لیے دیر۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ دیر حساب کی وجہ سے نہ ہوگی رب تعالیٰ سارے عالم کا حساب بہت جلد لے گا یہ ان فقراء کی شان دکھانے کے لیے ہوگی کہ امیروں کو حساب کے نام پر روک لیا گیا اور فقیروں کو جنت کی طرف چلتا کر دیا گیا۔“[2]

قیامت کا دن کتنا طویل ہوگا؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”صبر کرنے والے فقراء شکر کرنے والے مالداروں سے پانچ سو سال یعنی آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر طویل ہوگا۔ اور کفار کے لیے یہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، مگر یہی دن نیک لوگوں کے لیے ایک ساعت کے برابر ہوگا۔“[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شخص دنیا میں جس قدر زیادہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا آخرت میں

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزهد فی الدنیا ۔۔۔ الخ، ۲ / ۴۲۱، تحت الحدیث: ۴۸۶۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷ / ۶۷ ملخصاً۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء ۔۔۔ الخ، ۹ / ۹۶، تحت الحدیث: ۵۲۴۳ ملخصاً۔

اسے حساب بھی اتنا ہی زیادہ دینا ہوگا اور اور ایسے شخص کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت بھی تاخیر سے ملے گی۔ نیز جو انسان دنیا میں جس قدر نعمتیں پاتا ہے موت کے وقت اسے ان کی جدائی کا صدمہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حُجَّةُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”مرتے وقت جو بھی چیز تم پیچھے چھوڑو گے موت کے بعد تمہیں اس پر ضرور حسرت ہوگی، اب تمہاری مرضی ہے کہ تم مال کی کثرت چاہو یا کمی اگر تم مال کی کثرت چاہو گے تو تمہاری حسرت میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوگا اور اگر تم مال کی کمی چاہو گے تو تمہاری پیٹھ پر بوجھ بھی اتنا ہی ہلکا ہوگا، وہ مالدار جو اُخروی زندگی کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پسند کرتے ہیں، اس پر خوش ہوتے ہیں اور مطمئن رہتے ہیں تو ان کی قبروں میں سانپ بچھو بھی زیادہ ہوتے ہیں۔“[1] منقول ہے کہ بندے کو جب بھی کوئی دُنیاوی چیز دی جاتی ہے تو اس سے کہا جاتا: ”اسے تین چیزوں کے بدلے لے لو مصروفیت، غم اور طویل حساب۔“[2]

مدنی گلدستہ

”فقراء“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(2) فقراء ان مالداروں سے پہلے جنت میں جائیں گے جن سے حساب لیا جائے گا اور جن ہستیوں سے حساب ہی نہیں لیا جائے گا وہ اس حکم میں داخل نہیں۔

(3) قیامت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے اور کفار پر یہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا جبکہ نیک لوگوں کے لیے یہی دن ایک ساعت جتنا ہوگا۔

(4) جو دنیا میں جتنی نعمتیں پاتا ہے موت کے وقت اسے ان کے جدا ہونے کا غم بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔

(5) بندے کو جب بھی کوئی دنیاوی چیز دی جاتی ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اسے مصروفیت، غم اور

[1] . . . احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب السابع فی حقیقۃ الموت ومایلقاہ۔۔۔الخ، ۵/۲۵۷۔

[2] . . . احیاء العلوم، کتاب الفقر والزھد، بیان آداب الفقیر فی فقرہ، ۴/۲۵۴۔

طویل حساب کے بدلے میں لے لو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایسی مالداری سے بچائے جو آخرت میں خسارے کا باعث ہو۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:488

جنت میں فقراء کی کثرت

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابنِ عباس اور حضرت سَیِّدُنَا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میں نے جنت کا مشاہدہ کیا تو اس میں اکثر فقراء کو دیکھا اور جہنم کا مشاہدہ کیا تو اس میں عورتوں کی کثرت دیکھی۔"

جنت میں فقراء کی تعداد زیادہ کیوں ہوگی؟

فقراء کی تعداد جنت میں اس لیے زیادہ ہوگی کہ انہیں اتنا مال میسر نہیں ہوتا جس کے سبب وہ بداعمالیوں کی طرف مائل ہوسکیں کیونکہ عموماً مال کی کثرت ہی گناہوں کا سبب بنتی ہے اور عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر غریب لوگ ہی دِین پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(جنت میں فقراء زیادہ ہونگے) کیونکہ حضرات انبیاءِ کرام کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے، آج بھی دیکھ لو کہ علماء، حفاظ، وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں، اب بھی مسجدیں، دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں، امیروں کے لیے کالج، سینما، کھیل تماشے ہیں فرمانِ پاک بالکل درست ہے۔"[2]

1 ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانھا مخلوقۃ، ۲/۳۹۰، حدیث: ۳۲۴۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۶۰۔

جہنم میں عورتوں کی کثرت کیوں؟

”(جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی کیونکہ) عورتیں ناشکری، بے صبری زیادہ ہیں۔ عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے، بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔[1]

عمدۃ القاری میں ہے: عورتیں دوزخ میں اس لیے کثرت سے ہوں گی کہ ان پر خواہشات کا بہت زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور وہ دنیاوی زیب و زینت کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ آخرت کے لیے نیک عمل کرنے میں کوتاہی کرتی ہیں اور عبادات سے اعراض کرتی ہیں اور اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں ایسے بے عمل لوگوں کے دھوکے میں بہت جلد پھنس جاتی ہیں جو انہیں اپنی طرف راغب کرتے ہیں اور جو انہیں آخرت اور نیک اَعمال کی طرف بلائے اس کی بات پر کان تک نہیں دھرتیں۔“[2]



”غارِ حرا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جنت میں فقراء کی اور جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی۔

(2) مال کی زیادتی گناہوں کی طرف مائل کرتی ہے۔

(3) فقر وہ اچھا ہے جس پر صبر کیا جائے، جو فقر بے صبری اور شکوہ شکایت کا سبب بنے وہ نقصان دہ ہے۔

(4) عام طور پر دیکھا یہی جاتا ہے کہ اکثر غریب لوگ ہی دِین پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔ نیز انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ساتھ دینے والے بھی زیادہ تر فقراء ہی ہوا کرتے تھے۔

(5) جہنم میں عورتوں کی کثرت اس وجہ سے ہوگی کہ ان میں ناشکری، شہوات کا غلبہ اور زیب وزینت کا بہت زیادہ میلان جیسی برائیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۶۰۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ، ۱۰/۶۰۰، تحت الحدیث: ۳۲۴۱ ملخصاً۔

(6) عورت ہی پر سارے گھر کا دار و مدار ہے اگر عورت سنبھل جائے تو سارا گھر سنبھل جاتا ہے اور اگر عورت بگڑ جائے تو سارا گھر بگڑ جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جہنم کی ہولناکیوں سے بچائے اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب بندوں کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:489

مالداروں کے لئے لمحۂ فکریہ

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَبِهِمْ اِلَى النَّارِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میں جنت کے دروازے پر ٹھہرا تو اکثر غریبوں کو جنت میں داخل ہوتے دیکھا جبکہ مالداروں کو روک دیا گیا، البتہ جہنمیوں کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دیا گیا۔“

فقیر کا حساب ہے نہ محاسبہ:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: حدیثِ مذکور میں فقراء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ منظر معراج کی رات یا خواب میں یا حالتِ کشف میں ملاحظہ فرمایا۔ نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ مالداروں کو یعنی مسلمانوں میں سے اربابِ غنا اور اُمَراء کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو جنت میں جانے سے روک دیا گیا جنھوں نے فانی دنیا میں مال اور منصب حاصل کیا اور اپنے مال وجاہ کے ذریعے دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کی اور اپنے نفس کی خواہشات کو پورا کیا، اگر ان لوگوں نے یہ چیزیں حلال طریقے سے حاصل کی ہوں گی تو انہیں ان کا حساب دینا ہو گا اور اگر حرام طریقے

1 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب ۸۸، ۳/۴۶۲، حدیث: ۵۱۹۶۔

سے حاصل کی ہوں گی تو ان کا محاسبہ کیا جائے گا اور فقیر لوگ ان دونوں چیزوں سے بری ہیں، نہ ان کا حساب ہو گا نہ محاسبہ بلکہ فقراء دنیا میں جن نعمتوں سے محروم تھے آخرت میں ان نعمتوں کے عوض اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ جہنمیوں کو جہنم کی طرف لے جانے کیا حکم دیا گیا یعنی کفار کو روکا نہ جائے گا بلکہ انہیں جہنم کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ [1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خلاصہ یہ ہے کہ مالدار لوگ دو قسم کے ہیں: ایک جنتی، دوسرے دوزخی۔ جو مالدار دوزخی ہیں وہ تو دوزخ میں ٹھہرائے گئے جیسے قارون، فرعون، ابوجہل وغیرہ۔ جو جنتی ہیں وہ حساب کے لیے روکے ہوئے ہیں، رہے فقراء مسلمان وہ جنت میں بھیج دیئے گئے۔ خیال رہے کہ مالدار جنتیوں سے مراد وہ مالدار ہیں جن کا حساب ہونا ہے جن کا حساب ہی نہیں لیا جانا وہ جنت میں فورًا بھیج دیئے گئے، جیسے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، یہ بھی خیال رہے کہ یہ چالیس سال مالداروں سے حساب میں صَرف نہ ہوں گے ربّ تعالٰی سارے جہان کا حساب بہت تھوڑی دیر میں لے لے گا پھر ایک مالدار کے حساب میں چالیس سال کیسے خرچ ہوں گے بلکہ ان مالداروں کو حساب کے انتظار میں رکا رہنا پڑے گا جیسے مقدمہ کی تاریخ پر فریقین شام تک انتظار کرتے ہیں کہ کب بلاوا ہو۔“ [2]

جنت میں داخل ہونے کا ایک سبب:

علامہ مُہَلَّب مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخلے کا ایک بہت بڑا سبب تواضع اختیار کرنا ہے اور جنت سے بہت زیادہ دور کرنے والی چیز مال اور تکبر ہے۔ مالداروں کو جنت میں جانے سے اس لیے روک لیا جائے گا کہ انہوں اپنے مال سے فقراء کے وہ حقوق ادا نہیں کیے ہوں گے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر لازم کیے تھے، پس انہیں حساب کے لیے روک دیا جائے گا۔ اور جنہوں نے اپنے مال سے حقوقِ واجبہ ادا کئے ہونگے انہیں جنت میں جانے سے نہ روکا جائے گا مگر ایسے لوگ

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹ / ۸۴، تحت الحدیث: ۵۲۳۳ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷ / ۵۹۔

بہت کم ہیں کیونکہ مال کی کثرت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حقوق کو ضائع کرواتی ہے، مال آزمائش اور فتنہ ہے۔ ”[1]

مدنی گلدستہ

”فرید“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) غریب بغیر حساب جنت میں داخل ہونگے جبکہ مالداروں کو حساب کے لیے روک لیا جائے گا۔

(2) مالداروں نے جو کچھ حلال طریقے سے کمایا اس کا حساب ہو دینا گا اور جو حرام طریقے سے کمایا اس پر پکڑ ہو گی۔

(3) تواضع اختیار کرنا دخولِ جنت کا سب سے قریبی راستہ ہے جبکہ مال و تکبر جنت سے دوری کا سبب ہیں۔

(4) جن مالداروں نے حقوق واجبہ کی ادائیگی کی ہو گی وہ جنت میں جانے سے نہیں روکے جائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حساب و کتاب سے محفوظ فرما کر فقراء کے ساتھ جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 490

اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہو وہ لَبید کی بات ہے (وہ یہ ہے) ”سنو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔“

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب النکاح، بعد الباب: لا تاذن المرأۃ ۔۔۔ الخ، ۷/۳۱۸ ملخصاً۔

2 . . . بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاھلیۃ، ۲/۵۷۰، حدیث: ۳۸۴۱۔

حضرت لبید بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

دلیل الفالحین میں ہے:" حدیثِ مذکور میں جس شعر کے متعلق بیان ہوا وہ حضرت سَیِّدُنا لَبِید بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شعر ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اسلام میں بہت اچھا وقت گزارا۔ آپ زمانۂ جاہلیت میں بھی مُکَرَّم تھے اور زمانۂ اسلام میں بھی۔ آپ کا شمار زمانۂ جاہلیت کے عظیم شعراء میں ہوتا تھا، قبولِ اسلام کے بعد آپ نے کوئی شعر نہیں کہا۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اشعار کے بدلے قرآن عطا فرمادیا ہے۔ ایک دن امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے شعر سنانے کا کہا تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کرلی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے "سورۂ بقرۃ" اور "سورۂ آلِ عمران" سکھادی ہے اس لئے میں نے شاعری ترک کردی ہے۔" یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کے وظیفہ میں پانچ سو کا اضافہ فرما دیا۔ آپ نے 157 سال کی عمر میں حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔"[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں بیان کردہ شعر میں کہا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز فانی ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز زوال پذیر ہے نیز مذکورہ شعر کو سب سے سچا کہا گیا کیونکہ کہ یہ شعر سب سے سچے کلام کے موافق ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۲۶)　ترجمۂ کنز الایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔

اور یہ اس آیتِ مبارکہ کے بھی موافق ہے جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (پ۲۰، القصص: ۸۸)　ترجمۂ کنز الایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اُس کی ذات کے۔

حدیثِ پاک میں جو شعر بیان کیا گیا وہ مکمل شعر یوں ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ
وَ كُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۳۲۵، تحت الحدیث: ۴۸۹ ملتقطا۔

نَعِيمُكَ فِي الدُّنْيَا غُرُوْرٌ وَحَسْرَةٌ
وَ عَيْشُكَ فِي الدُّنْيَا مُحَالٌ وَبَاطِلُ

ترجمہ: سنو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز فانی ہے، اور بلاشبہ ہر نعمت زائل ہونے والی ہے، دنیا میں تمہاری نعمتیں دھوکہ اور پچھتاوا ہیں اور دنیا میں تمہاری زندگی مشکل اور بیکار ہے۔"[1]



"کریم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز فانی ہے، بقا صرف اسی کی ذات کو ہے۔

(2) حضرت سَیِّدُنا لبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام لانے کے بعد کبھی کوئی شعر نہیں کہا، فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اشعار کے بدلے قرآن سکھا دیا ہے۔

(3) حدیثِ پاک میں بیان کردہ شعر کو سب سے سچا شعر اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ سب سے سچے کلام یعنی قرآنِ مجید کی آیت کے موافق ہے۔

(4) بلاشبہ دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں جو اِن سے دل لگاتا ہے اسے دھوکے اور پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دِین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، دنیا کی فانی نعمتوں میں مشغول رہنے کے بجائے اُخروی نعمتوں کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، ۸/ ۵۳۹، تحت الحدیث: ۴۷۸۶ ملتقطا۔

تفصیلی فہرست

ماخذ و مراجع

قرآن مجید	کلام الٰہی	****
کتاب کا نام	**مصنف / مؤلف / متوفیٰ**	**مطبوعات**
کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
کتب التفسیر		
تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر البغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۷ھ
تفسیر ابن کثیر	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث بیروت
خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور ۱۹۹۰ء
تفسیر صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۴ھ
کتب الحدیث		
الموطا	امام مالک بن انس اصبحی المدنی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
مصنف عبد الرزاق	امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
مصنف ابن ابی شیبۃ	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار المغنی عرب شریف ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ
سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
السنن الکبری	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ
صحیح ابن خزیمۃ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت
المعجم الصغیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ

کتاب	مصنف	مطبوعہ
المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شعب الإیمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
مسند الفردوس	حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء
مشکاۃ المصابیح	امام محمد بن عبد الرحمن الخطیب تبریزی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
الاربعین النوویۃ	امام محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۳ھ
ریاض الصالحین	امام محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۰ھ
الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

کتاب	مصنف	مطبوعہ
شرح صحیح البخاری لابن بطال	علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
عارضۃ الاحوذی	حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن عربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
اکمال المعلم شرح مسلم	امام ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی، متوفی ۵۴۴ھ	دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
کشف المشکل	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی المعروف ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الوطن ریاض، ۱۴۱۸ھ
شرح النووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
شرح الطیبی	امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیبی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
شرح سنن ابی داود	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۰ھ
الدیباج علی مسلم	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار ابن عفان ۱۴۱۶ھ
ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
التیسیر شرح الجامع الصغیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی ۱۴۰۸ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ ۱۳۳۲ھ
دلیل الفالحین	علامہ محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم شافعی، متوفی ۱۰۵۷ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۳۱ھ
حاشیۃ السندی علی البخاری	ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندی ٹھٹھوی، متوفی ۱۱۳۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ
تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد
فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان داتا دربار روڈ لاہور
کتب العقائد		
شرح العقائد النسفیۃ	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ	باب المدینہ کراچی
جمع الفرائد علی شرح العقائد	استاد صدر الوری القادری المصباحی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
کتب الفقہ		
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۲۷ھ
ملفوظات اعلیٰ حضرت	مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان، متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
کتب التصوف		
الزھد	شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک الانصاری، متوفی ۱۸۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
موسوعۃ امام ابن ابی الدنیا	امام عبد اللّٰہ بن محمد ابو بکر بن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۶ھ
قوت القلوب	امام شیخ ابو طالب محمد بن علی المکی، متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ۱۴۲۳ھ
الرسالۃ القشیریۃ	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۰ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
لباب الاحیاء	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ تہران ۱۳۷۹ھ
منھاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
کتاب التوابین	امام موفق الدین ابو محمد عبد اللّٰہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ
شرح الصدور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
تنبیہ المغترین	امام عبد الوھاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار البشائر
درۃ الناصحین	علامہ عثمان بن حسن خوبوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت
غیبت کی تباہ کاریاں	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
سمندری گنبد	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ
خوف خدا	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۶ھ
توبہ کی روایات و حکایات	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۶ھ
سنتیں اور آداب	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
کتب السیرۃ		
الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
الشمائل المحمدیۃ	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب	مصنف	مطبوعہ
دلائل النبوۃ لابی نعیم	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	مکتبۃ العمریہ بیروت ۱۴۳۰ھ
مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار العقیدہ للتراث بیروت
الخصائص الکبری	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
سیرت سید الانبیاء	شیخ کبیر مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی، متوفی ۱۱۷۴ھ	مظہر علم کالا خطائی روڈ لاہور ۱۴۲۱ھ
سیرت مصطفےٰ	علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فیضان صدیق اکبر	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ فیضان صحابہ واہلبیت)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
فیضان فاروق اعظم	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ فیضان صحابہ واہل بیت)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۶ھ
حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ فیضان صحابہ واہل بیت)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
تعارف امیر اہلسنت	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ

الکتب المتفرقۃ

کتاب	مصنف	مطبوعہ
نوادر الاصول	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی، متوفی ۲۸۵ھ	دار النوادر بیروت ۱۴۳۱ھ
تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
الاستیعاب	ابو عمر یوسف عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
تاریخ ابن عساکر	امام ابن عساکر علی بن حسن شافعی متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
راہ علم	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ
تیسیر مصطلح الحدیث	محمود طحان	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۶ھ
اسد الغابۃ	ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن الاثیر جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ
تہذیب الاسماء واللغات	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
الاکمال فی اسماء الرجال	شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، متوفی ۷۴۱ھ	باب المدینہ کراچی ۱۳۵۰ھ
حکایتیں اور نصیحتیں	مبلغ اسلام شیخ شعیب حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
نزھۃ المجالس	علامہ عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوری الشافعی، متوفی ۸۹۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
اولیاء رجال الحدیث	علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مصلح الدین پبلیکیشنز کراچی ۱۴۱۹ھ
جہنم کے خطرات	علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۷ھ
انیس الواعظین	مولانا ابو بکر سندی	سیلاب پبلیشرز پشاور ۱۳۵۷ھ
بستان الواعظین	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
نیکی کی دعوت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
انمول ہیرے	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
ظلم کا انجام	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
152 رحمت بھری حکایات	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
باطنی بیماریوں کی معلومات	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ بیانات دعوت اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ





شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت

اُردو کُتُب

(1) راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات:40)

(2) کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم) (کل صفحات:199)

(3) فضائلِ دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَه ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات:326)

(4) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْد فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد) (کل صفحات:55)

(5) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)

(6) الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات: 561)

(7) شریعت و طریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَاء) (کل صفحات:57)

(8) ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة) (کل صفحات:60)

(9) معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح) (کل صفحات: 41)

(10) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي) (کل صفحات:100)

(11) حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟ (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

(12) ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال) (کل صفحات: 63)

(13) اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات 31)

(14) ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74) (15) اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَة (کل صفحات:46)

(16) کنزالایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185) (17) حدائقِ بخشش (کل صفحات:446)

(18) بیاضِ پاک حجۃ الاسلام (کل صفحات:37)

(19) تفسیر صراط الجنان جلد اول (کل صفحات:524)

(20) تفسیر صراط الجنان جلد دوم (کل صفحات:495)

(21) تفسیر صراط الجنان جلد سوم (کل صفحات:573)

(22) تفسیر صراط الجنان جلد چہارم (کل صفحات:592)

(23) تفسیر صراط الجنان جلد پنجم (کل صفحات:617)

(24) تفسیر صراط الجنان جلد ششم (کل صفحات:717)

(25) تفسیر صراط الجنان جلد ہفتم (کل صفحات:619)

(26) تفسیر صراط الجنان جلد ہشتم (کل صفحات:674)

(27) تفسیر صراط الجنان جلد نہم (کل صفحات:777)

(28) تفسیر صراط الجنان جلد دہم (کل صفحات:899)

(29) اعتقاد الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات:200)

عربی کُتُب

(30) جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰى رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں)) کل صفحات:4000)

(31) اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِي عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِي (کل صفحات: 458)

شعبۂ تراجمِ کُتُب

(24) آنسوؤں کا دریا(بَحْرُ الدُّمُوْع)(کل صفحات:300)
(25) آدابِ دین(اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن)(کل صفحات:63)
(26) شاہراہ اولیا(مِنْهَاجُ الْعَارِفِیْن)(کل صفحات:36)
(27) بیٹے کو نصیحت(اَیُّهَا الْوَلَد)(کل صفحات:64)
(28) اَلدَّعْوَةُ اِلَی الْفِکْر(کل صفحات:148)
(29) اصلاحِ اعمال جلد اول(اَلْحَدِیْقَةُ النَّدِیَّة شَرْحُ طَرِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّة)(کل صفحات:866)
(30) جہنم میں لے جانے والے اعمال(جلد دوم) (اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر)(کل صفحات:1012)
(31) عاشقانِ حدیث کی حکایات(اَلرِّحْلَة فِی طَلَبِ الْحَدِیْث)(کل صفحات:105)
(32) احیاء العلوم جلد اول(احیاء علوم الدین)(کل صفحات:1124)
(33) احیاء العلوم جلد دوم(احیاء علوم الدین)(کل صفحات:1400)
(34) احیاء العلوم جلد سوم(احیاء علوم الدین)(کل صفحات:1286)
(35) احیاء العلوم جلد چہارم (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:911)
(36) احیاء العلوم جلد پنجم (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:814)
(37) قوت القلوب(اردو)(کل صفحات:826)
(38) 76 کبیرہ گناہ(کل صفحات:264)

شعبۂ درسی کُتُب

(1) مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح(کل صفحات:241)
(2) الاربعین النوویۃ فی الاحادیث النبویۃ(کل صفحات:155)
(3) اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ(کل صفحات:325)
(4) اصول الشاشی مع احسن الحواشی(کل صفحات:299)
(5) نور الایضاح مع حاشیۃ النور والضیاء(کل صفحات:392)
(6) شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد(کل صفحات:384)
(7) الفرح الکامل علی شرح مئۃ عامل(کل صفحات:158)
(8) عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو(کل صفحات:280)
(9) صرف بہائی مع حاشیۃ صرف بنائی(کل صفحات:55)
(10) دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ(کل صفحات:241)
(11) مقدمۃ الشیخ مع التحفۃ المرضیۃ(کل صفحات:119)
(12) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر(کل صفحات:175)
(13) نحو میر مع حاشیۃ نحو منیر(کل صفحات:203)
(14) تلخیص اصول الشاشی(کل صفحات:144)
(15) نصاب النحو(کل صفحات:288)
(16) نصاب اصولِ حدیث(کل صفحات:95)
(17) فیضان تجوید(کل صفحات:112)
(18) المحادثۃ العربیۃ(کل صفحات:101)
(19) تعریفاتِ نحویۃ(کل صفحات:45)
(20) خاصیات ابواب(کل صفحات:141)
(21) شرح مئۃ عامل(کل صفحات:44)
(22) نصاب الصرف(کل صفحات:343)
(23) نصاب المنطق(کل صفحات:168)
(24) انوار الحدیث(کل صفحات:466)
(25) نصاب الادب(کل صفحات:184)
(26) تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین(کل صفحات:364)

(27)خلفائے راشدین(کل صفحات:341) (28)قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی(کل صفحات:317)
(29)فیض الادب(مکمل،حصہ اوّل،دوم)(کل صفحات:228)
(30)منتخب الابواب من احیاء علوم الدین(عربی)(کل صفحات:173)
(31)کافیہ مع شرح ناجیہ(کل صفحات:252) (32)الحق المبین(کل صفحات:128)
(33)تیسیر مصطلح الحدیث(کل صفحات:188) (34)شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی(کل صفحات:419)
(35)شرح الفقہ الاکبر(کل صفحات:213) (36)خلاصۃ النحو(حصہ اوّل)(کل صفحات:107)
(37)خلاصۃ النحو(حصہ دوم)(کل صفحات:108) (38)ریاض الصالحین(عربی)(کل صفحات: 108)
(39)المرقاۃ(کل صفحات:91)

شعبۂ تخریج

(1)صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشقِ رسول(کل صفحات:274)
(2)بہارِ شریعت جلد اوّل(حصہ 1 تا 6)(کل صفحات:1360)
(3)بہارِ شریعت جلد دوم(حصہ 7 تا 13)(کل صفحات:1304)
(4)اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ (کل صفحات:59)
(5)عجائب القرآن مع غرائب القرآن(کل صفحات:422)
(6)گلدستہ عقائد واعمال(کل صفحات:244) (7)بہارِ شریعت(سولہواں حصہ،کل صفحات312)
(8)تحقیقات(کل صفحات:142) (9)اچھے ماحول کی برکتیں(کل صفحات:56)
(10)جنتی زیور(کل صفحات:679) (11)علم القرآن(کل صفحات244:)
(12)سوانح کربلا(کل صفحات:192) (13)اربعین حنفیہ(کل صفحات:112)
(14)کتاب العقائد(کل صفحات:64) (15)منتخب حدیثیں(کل صفحات:246)
(16)اسلامی زندگی(کل صفحات:170) (17)آئینہ قیامت(کل صفحات:108)
(18تا24)فتاویٰ اہل سنت(سات حصے) (25)حق وباطل کا فرق(کل صفحات:50)
(26)بہشت کی کنجیاں(کل صفحات:249) (27)جہنم کے خطرات(کل صفحات:207)
(28)کراماتِ صحابہ(کل صفحات:346) (29)اخلاق الصالحین(کل صفحات:78)
(30)سیرتِ مصطفٰی(کل صفحات:875) (31)آئینہ عبرت(کل صفحات:133)
(32)بہارِ شریعت جلد سوم(حصہ 14 تا 20)(کل صفحات:1332)
(33)جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ(کل صفحات:470)
(34)فیضانِ نماز(کل صفحات:49) (35)19دُرُود وسلام(کل صفحات:16)
(36)فیضان یٰس شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم(کل صفحات:20)
(37)مکاشفۃ القلوب(کل صفحات:692) (38)سرمایہ آخرت(کل صفحات:200)



(39)سیرتِ رسولِ عربی(کل صفحات:758)

شعبۂ فیضانِ صحابہ واہل بیت

(1) حضرت طلحہ بن عُبَید اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:56)

(2) حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:72)

(3) حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ(کل صفحات:89)

(4) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ(کل صفحات:60)

(5) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ(کل صفحات:132)

(6) فیضانِ سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:32)

(7) فیضانِ صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:720)

(8) فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جلد اوّل)(کل صفحات:864)

(9) فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جلد دوم)(کل صفحات:856)

شعبۂ فیضانِ صحابیات

(1) شانِ خاتونِ جنّت (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:501)

(2) فیضانِ عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:608)

(3) فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:84)

(4) فیضانِ امہات المؤمنین (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:367)

شعبۂ اِصلاحی کُتُب

(1)غوث پاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حالات(کل صفحات:106)

(2)تکبر(کل صفحات:97)

(3)40فرامین مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)

(4)بدگمانی(کل صفحات:57)

(5)قبر میں آنے والا دوست(کل صفحات:115)

(6)نور کا کھلونا(کل صفحات:32)

(7)اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں(کل صفحات:49)

(8)فکرِ مدینہ(کل صفحات:164)

(9)امتحان کی تیاری کیسے کریں؟(کل صفحات:32)

(10)ریاکاری(کل صفحات:170)

(11)قوم جِنّات اور امیر اہلسنّت(کل صفحات:262)

(12)عشر کے احکام(کل صفحات:48)

(13)توبہ کی روایات وحکایات(کل صفحات:124)

(14)فیضانِ زکوٰۃ(کل صفحات:150)

(15)احادیثِ مبارکہ کے انوار(کل صفحات:66)

(16)تربیتِ اولاد(کل صفحات:187)

(17)کامیاب طالب علم کون؟(کل صفحات:63)

(18)ٹی وی اور مُووی(کل صفحات:32)

(19)طلاق کے آسان مسائل(کل صفحات:30)

(20)مفتی دعوتِ اسلامی(کل صفحات:96)

(21)فیضانِ چہل احادیث(کل صفحات:120)

شعبۂ امیر اہلسنت

(69)چند گھڑیوں کا سودا(کل صفحات:32)
(70)سینگوں والی دلہن(کل صفحات:32)
(71)بھیانک حادثہ(کل صفحات:30)
(72)خوفناک بلا(کل صفحات:33)
(73)پراسرار کتا(کل صفحات:27)
(74)شادی خانہ بربادی کے اسباب اوراُنکا حل(کل صفحات:16)
(75)چمکدار کفن(کل صفحات:32)
(76)اسلحے کا سوداگر(کل صفحات:32)
(77)بھنگڑے باز سدھر گیا(کل صفحات:32)
(78)جرائم کی دنیا سے واپسی(کل صفحات:32)
(79)کینسر کا علاج(کل صفحات:32)
(80)اجنبی کا تحفہ(کل صفحات:32)
(81)رسائل مدنی بہار(کل صفحات:368)
(82)انوکھی کمائی(کل صفحات:32)
(83)بری سنگت کا وبال(کل صفحات:32)
(84)بدچلن کیسے تائب ہوا؟(کل صفحات:32)
(85)عمامہ کے فضائل(کل صفحات:517)
(86)بداطوار شخص عالم کیسے بنا؟(کل صفحات:32)
(87)جھگڑالو کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32)
(88)پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں؟(کل صفحات:32)
(89)باکردار عطاری(کل صفحات:32)
(90)سنگر کی توبہ(کل صفحات:32)
(91)مفلوج کی شفایابی کا راز(کل صفحات:32)
(92)ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر(کل صفحات:32)
(93)خوشبودار قبر(کل صفحات:32)
(94)والدین کے نافرمان کی توبہ(کل صفحات:32)
(95)میٹھے بول کی برکتیں(کل صفحات:32)
(96)جنتیوں کی زبان(کل صفحات:31)
(97)اصلاحِ امت میں دعوت اسلامی کا کردار(کل صفحات:28)
(98)غریب فائدے میں ہے(بیان 1)(کل صفحات:30)
(99)جوانی کیسے گزاریں؟(بیان 2)(کل صفحات:44)
(100)اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟(کل صفحات:32)
(101)ڈاکوؤں کی واپسی(کل صفحات:32)

شعبۂ اولیاء و عُلماء

(1)فیضانِ داتا گنج بخش(کل صفحات:20)
(2)فیضانِ پیر مہر علی شاہ(کل صفحات:33)
(3)فیضان سید احمد کبیر رفاعی(کل صفحات:33)
(4)فیضانِ حافظِ ملت(کل صفحات:32)
(5)فیضانِ سلطان باہو(کل صفحات:32)
(6)فیضانِ خواجہ غریب نواز(کل صفحات:32)
(7)فیضانِ محدث اعظم پاکستان(کل صفحات:62)
(8)فیضانِ عثمان مروندی(کل صفحات:43)
(9)فیضانِ علامہ کاظمی(کل صفحات:70)

شعبۂ بیاناتِ دعوتِ اسلامی

(1)باطنی بیماریوں کی معلومات(کل صفحات:352)
(2)گلدستۂ درود وسلام(کل صفحات:660)